ترجمان القرآن

جلد چہارم

ترجمان القرآن

از

مولانا ابو الکلام آزاد

جلد چہارم



ساھتیہ اکادیمی

نئی دلی

فہرست

ترجمان القرآن ج - ٤

الرعد

تمام مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی دین حق کے بنیادی عقائد کا بیان ھے، لیکن خصوصیت کے ساتھ مرکز موعظت حق اور باطل کی آویزش کا قانون ھے۔ ١

قرآن ''حق'' ھے۔ انسانی فکر کی بناوٹ نہیں۔ ٢

برھان ربوبیت کا استدلال۔ ٤

تخلیق عالم کے تین مراتب۔ ٥

یہاں ساری باتیں ''تدبیر امور'' کی شہادت دے رھی ھیں۔ ''یدبر الامر'' میں استدلال کا پہلو۔ ٥

کرۂ ارضی کی بناوٹ اور حکمت، ربوبیت کی کار فرمائیاں، زمین کی سطح، پہاڑوں کی چوٹیاں، نہروں کی روانی، روئیدگی کا کارخانہ، نباتات کے نعائم اور خواص اشیاء کا اختلاف و تنوع۔ ٦

عجیب بات یہ نہیں ھے کہ مرنے کے بعد بھی زندگی ھو، کیوں کہ اس پر تو کارخانۂ ھستی کی ھر بات گواھی دے رھی ھے۔

TARJUMAN-UL-QUR'ĀN, Vol. IV

Urdu translation of the *Holy Qur'ān*, with commentary and annotations by the late Maulana Abul Kalam Azad, published by the Sahitya Akademi as part of a commemorative edition of Maulana Abul Kalam Azad's collected works in Urdu. (Sahitya Akademi, New Delhi, Price Rs. 22/-, 1970).

ترجمان القرآن ، جلد چہارم - کلام پاک کا اردو ترجمہ مع تفسیر و تشریح از مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم . یہ تیسرا اڈیشن ہے اور مولانا کی جملہ اردو تصانیف کا پہلا حصہ ہے جسے بیادگار مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم ساہتیہ اکادیمی شائع کر رہی ہے . (ساہتیہ اکادیمی ، نئی دلی - قیمت ۲۲ روپے مطبوعہ ۱۹۷۰ء)

ساہتیہ اکادیمی ، نئی دلی

پہلی بار سنہ ۱۹۷۰ء

قیمت ۲۲ روپے

9619 ساہتیہ اکادیمی ، ربندرا بھون ، نئی دلی

نے

مطبع دائرۃ المعارف العثمانیہ ، حیدرآباد ، آندھرا پردیش

میں طبع کرا کے شائع کیا

هی ہے ۔ ١٩

رعد و برق کی مثال ۔ ٢٠

" توحید ربوبیت " سے
" توحید الوهیت " پر
استدلال ۔ ٢١

"حق" اور "باطل" کی
کشمکش اور "بقاء انفع"
یا "قضاء بالحق" کا قانون ٢٥

یہاں وهی چیز ٹک سکتی
ہے جس میں نفع ہو ۔
جو نافع نہیں چھانٹ دی
جاتی ہے ۔ ٢٧

اسی بناء پر عمل صالح
کے لیے خوبی ہوئی اور
عمل فاسد کے لیے محرومی ۔ ٢٩

جسے حق کا عرفان ہوا
وہ روشنی میں ہے اور
دیکھ رہا ہے ۔ جو منکر
ہے وہ تاریکی میں ہے
اور دیکھتا نہیں ۔ پھر کیا
دونوں کا حکم ایک ہوا؟
کیا "علم" اور "جهل"
میں کوئی فرق نہیں ؟ ٢٩

اس قانون کے ماتحت
نافع هستیاں وہ ہوئیں
جنھوں نے عمل صالح کی
راہ اختیار کی ۔ عمل صالح
کی تفصیل اور اصحاب
عمل کے سات خصائص ۔ ٣١

اللہ کی کتاب هدایت کے
لیے نازل ہوتی ہے ، عجوبوں
کی نمایش کے لیے نہیں ۔
اگر پہلے ایسا ہوا ہوتا
تو اب بھی ہوتا ۔ وہ مردہ
جسموں کو نہیں جلاتی ،
البتہ مردہ روحوں کو
زندہ کر دیتی ہے ! ٣٨

ہر وقت کے لیے ایک
نوشتہ ہے ، یعنی مقررہ
میعاد ۔ ٤٣

عجیب ترین بات یہ ھے کہ انسانی عقل صرف دنیوی زندگی ھی کو زندگی سمجھ لے. اس سے زیادہ کے لیے اس کے اندر کوئی کھٹک نہ ھو. ١٠
"استعجال بالسیئة" اور اس کی تشریح. ١٢
انسان کی یہ عالمگیر گم راھی کہ سچائی کو سچائی میں نہیں ڈھونڈھتا اور سمجھتا ھے سب سے زیادہ سچا آدمی وہ ھے جو سب سے زیادہ عجیب ھو. قرآن کا اس پر انکار. ١٣
ھدایت و شقاوت کی "تقدیر" اور اس کا قانون عمل ایک کے بعد ایک آنے والی قوت ھے جو انسان کو ھلاکت سے محفوظ رکھتی ھے. ١٧
خدا کا قانون کہ وہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدل ڈالے. یعنی حالت خدا ھی کے ٹھیرائے ھوئے قانون کے ماتحت بدلتی ھے، لیکن قانون یہ ھے کہ ھر طرح کی تبدیلی خود انسان ھی کے عمل سے ظہور میں آئے. اب وہ مختار ھے چاھے نعمت کی راہ اختیار کرے، چاھے محرومی کی.
لیکن انسان کو جو برائی پہنچتی ھے تو کیا اس لیے کہ خدا نے برائیوں کا سروسامان کیا؟ نہیں! اس نے جو کچھ کیا ھے سرتا سر اچھائی اور خوبی

حضرت موسیٰ کی موعظت اور "ایام اللہ" کا تذکرہ ٥١
"ایام اللہ" کے تذکرے میں "صبر" اور "شکر" کی آیات ۔ "
"صبر" اور "شکر" کی حقیقت ۔ ٥٤
"شکر" سے نعمت قائم رہتی اور بڑھتی ھے۔ "کفران" سے زائل ھو جاتی ھے ۔ "
ایام و وقائع اور ان کے مجموعی نتائج و سنن ۔ ٥٦
حضرت موسیٰ کی موعظت میں خصوصیت کے ساتھ تین قوموں کا ذکر، باقی کی طرف مجمل اشارہ۔ "
قرآن کے دلائل ور دقائق اسلوب. انبیاء کے اس قول میں کہ "افی اللہ شک فاطر السمٰوٰت والارض" سارے دلائل آ گئے۔ ٥٨
تفسیر "وما لنا ان لا نتوکل علی اللہ و قد ھدٰنا سبلنا" اور ھدایت ربوبیت ۔ ٦٠
حضرت موسی کی موعظت کا اختتام اور سلسلۂ بیان کا ایک نیا خطاب ۔ ٦٤
"تخلیق بالحق" سے استشھاد۔ "
گمراھی کا سب سے بڑا سرچشمہ سرداروں اور پیشواؤں کی اندھی تقلید واطاعت ھے ۔ ٦٥
ایمان کی راہ سرتا سر سلامتی ھے اور کفر کی راہ اضطراب و محرومی۔ یہی وجہ ھے کہ جنت کے مرقع میں سب سے زیادہ نمایاں منظر سلامتی کی فضاء کا ھوا. ٦٨

سورت کا خاتمہ اور مواعظ کا خلاصہ: ٤٤
پیغمبر کے ذمے صرف "تبلیغ" ہے، "محاسبہ" اللہ کا کام ہے اور اس کا قانون غافل نہیں۔ »
جن نتائج کے ظہور کی خبر دے دی گئی ہے ان کا ظہور اٹل ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ پیغمبر اسلام کی زندگی ہی میں ظاہر ہو جائیں کے یا ان کے بعد تو اس کے لیے متفکر نہیں ہونا چاہیے۔ ظہور نتائج کا معاملہ اس پر موقوف نہیں۔ ٤٤
پیغمبر اسلام کا اعلان ہے کہ وہ اللہ کے فرستادہ ہیں۔ منکروں کا اعلان ہے کہ فرستادہ نہیں۔ اب فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے۔ "قضاء بالحق" کا قانون بتلا دے گا کون اپنے اعلان میں سچا تھا۔ ٤٧

ابراهیم

سورت کا مرکز موعظت اور خطاب کی نوعیت۔ ٤٨
ہدایت روشنی ہے اور ضلالت تاریکی۔ سنۃ الٰہی یہ ہے کہ جب تاریکی پھیلتی ہے تو روشنی طلوع ہو جاتی ہے۔ قرآن کا نزول اسی روشنی کا طلوع ہے۔ ٤٩
ایسی ہی روشنی حضرت موسیٰ کے ظہور میں بھی چمکی تھی۔

قرآن کا جمال فطرت سے استشہاد، اور مناظر کائنات کی زینت و خوش نمائی . ٩٤
کائنات میں حسن و زینت کی نمود رحمت کی موجودگی کا یقین دلاتی ہے. «
"شہاب مبین" اور اس کی حقیقت . ٩٦
زمین گیند کی طرح گول ہے، لیکن اس کا ہر حصہ فرش کی طرح بچھا ہوا محسوس ہوتا ہے ٩٧
اس میں پہاڑ ہیں جن سے دریا نکلتے اور میدانوں کو شاداب کرتے رہتے ہیں . ٩٨
زمین میں جتنی چیزیں اگتی ہیں سب موزون ہیں . موزونیت کا ایک وصف کہہ کر قرآن نے بے شمار حقیقتوں کی طرف اشارہ کر دیا ہے . ٩٩
ہر پتا، ہر پھول، ہر دانہ، ہر پھل جو زمین میں پیدا ہوتا ہے کسی ترازو میں تلا ہوا اور کسی اندازہ شناس کا مقررہ و متعینہ ہوتا ہے. «
تقدیر اشیاء اور نظام ربوبیت . ١٠١
تقدیر سے قرآن کا استدلال «
بارش کی مثال . ١٠٢
موت و حیات اور جماعتوں کے تقدم و تأخر کی تقدیر ١٠٤
تقدیر امور سے حیات اخروی اور جزاء عمل پر استشہاد . ١٠٥
مٹی سے وجود حیوانی کی پیدایش جس کی آخری کڑی انسان ہے . ١٠٧

"کلمۂ طیبہ" اور "کلمۂ خبیثہ" اور اس کی مثال ٦٩
ایمان کی خصوصیت قرار اور جماؤ ہے۔ پس مومن وہ ہے جس کی ساری باتیں جمنے والی اور نہ ٹلنے والی ہوں۔ ٧١
رؤساء قریش کی طرف اشارہ کہ نعمت حق کی قدر شناسی نہ کر سکے اور کلمۂ طیبہ کی جگہ کلمۂ خبیثہ کا شعار اختیار کیا۔ ٧٣
برہان ربوبیت کا استدلال ٧٥
ربوبیت الٰہی کا افادہ وفیضان اور زندگی ووجود کی تمام مطلوبات کی بخشش۔ ٧٦
قریش اور باشندگان مکہ پر فضل الٰہی کا احسان خاص اور حضرت ابراہیم کی دعاء مقبول۔ ٧٨
قیامت کا حادثہ اور اجرام سماویہ کا تبدل۔ ٨٤
سورت کا خاتمہ اور اختتامی موعظت کی تین بصیرتیں۔ ٨٥

الحجر

قرآن کا اپنے اس وصف پر خصوصیت کے ساتھ زور دینا کہ وہ "مبین" ہے ٨٧
منکروں کو تنبیہ: وہ وقت دور نہیں کہ حسرت سے کہیں گے: کاش ہم نے انکار نہ کیا ہوتا۔ ٨٨
آسمان کے "بروج" اور "برج" مستعملۂ قرآن کا مفہوم۔ ٩٢

سورۂ فاتحہ کو ''سبعاً من المثانی'' سے تعبیر کیا ۔ ۱۲٤

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ سورۂ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں ۔ ۱۲۵

سورۂ فاتحہ کی قراءت کا صحیح طریقہ جو روایات صحیحہ سے ثابت ہے ۔ ۱۲٦

النحل

''امر اللہ'' سے مقصود دعوت حق اور اس کے معاندوں کے درمیان فیصلہ ہے ۔ فرمایا: اب اس فیصلے کا وقت دور نہیں ۔ چنانچہ اس کے بعد ہی ہجرت کا واقعہ پیش آیا اور دعوت حق کی کامرانیاں شروع ہو گئیں ۔ ۱۳۲

وحی کو ''الروح'' سے تعبیر کیا ۔ عہد عتیق اور انجیل کی بھی یہی اصطلاح ہے ۔ ۱۳٤

توحید کی تلقین اور اس کے دلائل ۔ ۱۳۵

تخلیق بالحق سے استدلال ۔ »

انسان کی پیدایش کا معاملہ قدرت الٰہی کی سب سے بڑی کرشمہ سازی ہے ۔ »

تفسیر ''فاذا ہو خصیم مبین'' ۔ »

خود انسان کی ہستی اور اس کے داخلی شواہد و آیات ۔ ۱۳٦

جو ربوبیت الٰہی جسم کے لیے سب کچھ کور ہی

مٹی کی یہ مخلوق تمام ملائکہ کی مسجود ہو گئی، مگر ہاں! ایک قوت نہیں جھکی. یہ ابلیس ہے. یہ انسان کو اپنے آگے جھکانا چاہتا ہے، حود جھکنا نہیں چاہتا. کام یاب انسان وہ ہے جو اس سے مغلوب ہونے کی جگہ اس پر غالب آئے ۱۰۷
کائنات ہستی میں اصل عمل رحمت و بخشش ہے ۱۱۲
گزشتہ قوموں کے ایام و وقائع اور قانون نتائج عمل ۱۲۰
یہاں صرف تین قوموں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا جن کی آبادیاں عرب سے متصل واقع تھیں اور اہل عرب وہاں سے گزرتے رہتے تھے. «
"الساعۃ" کہیں تو قیامت کے دن کے لیے کہا گیا ہے، کہیں ایک خاص فیصلہ کن اور مقررہ دن کے لیے. یہاں "الساعۃ" کا استعمال دوسرے معنی میں ہوا، نہ کہ پہلے معنی میں. ۱۲۱
"صفح جمیل" کا حکم اور اس کی حقیقت. ۱۲۲
سورت کا خاتمہ اور ابتدائی عہد کے مومنوں سے خطاب: ۱۲۳
تم بے سروسامان ہو، لیکن تمہارے پاس ایک چیز ہے جو مخالفوں کو میسر نہیں یعنی کلام الٰہی. یہی ایک چیز ہے جس کے ذریعے سے تمہیں ساری کامرانیاں حاصل ہو جائیں گی.

جو قوم عرب پر حملہ آور ہوئی تھی وہی اب غرباء عرب کے لیے مہمان نواز ہوگئی! ١٦١

احسام کا سایہ اور قرآن حکیم کا اسے ایک آیت قرار دینا. نظام شمسی کے تمام کرشموں کو ہم اپنے وجود کے سایے میں دیکھ لے سکتے ہیں! ١٦٤

روحانی قوی کے لیے جنسی امتیاز کا تصور. دیوتاؤں کے ساتھ دیبیوں کا تخیل اور ملائکہ کو دختران الوہیت سمجھنے کا عقیدہ. ١٧٠

عورتوں کی تحقیر، بیٹی کی پیدایش پر غمگینی اور بیٹی کے باپ ہونے پر احساس شرم و ذلت عرب کے عام عقائد و تصورات تھے. دختر کشی کی وحشیانہ رسم اسی سے پیدا ہوئی. قرآن نے نہ صرف یہ رسم مٹا دی بلکہ وہ ذہنیت بھی مٹا دی جو عورتوں کی جنسی مساوات کے خلاف کام کر رہی تھی. ١٧١

صفات الٰہی کے باب میں فکر انسانی کی گم گشتگیاں ١٧٢

قانون ”امہال“. ١٧٤

عقل انسانی ماوراء محسوسات حقائق دریافت نہیں کر سکتی، اس لیے قدرتی طور پر طرح طرح کے اختلافات میں مبتلا ہو جاتی ہے. قرآن

ھے ، کیا ضروری نہیں
که روح کے لیے بھی
سب کچھ کرے؟ ١٣٦
ربوبیت و رحمت کی
عالم گیر بخشایشیں اور
کارخانۂ ھستی کے ذرے
ذرے کا اعلان که ''ان الله
لغفور رحیم''! ١٤٣
یہاں کی ھر چیز گواھی
دے رھی ھے که اس
یگانۂ ھستی کے ساتھ کوئی
شریك نہیں . ١٤٤
قرآن کی اس تعبیر کی
شرح که وہ ھر جگه
برائی اور معصیت کو
'' اسراف علی النفس ''
قرار دیتا ھے . ١٤٨
دو گروہ ، دو متضاد
حالات اور متضاد نتائج .
مسرف علی النفس اور
متقی . ١٥١
مشرکوں کا یه قول که
اگر شرك برائی ھے تو
کیوں خدا ھمیں برائی
کرنے دیتا ھے اور
قرآن کا جواب . ١٥٤
یہاں سے معلوم ھوگیا که
جبر و اختیار کے بارے
میں قرآن کا اعلان
کیا ھے . «
حیات اخروی سے
مشرکین عرب کی
بے خبری اور اس پر
استعجاب . ١٥٧
قرآن کا طریق اثبات «
تفسیر '' انما قولنا لشیء
اذا اردنه ان نقول له
کن فیکون '' . ١٥٩
ھجرت حبش اور تائید
الٰہی کی چارہ سازیاں . ١٦١

"انفاق مال": قرآن کہتا ھے: مال کا ھر اکتساب انفاق کی ذمہ داری سے بندھا ھوا ھے۔ جونہیں تم نے کمایا، تمہارا فرض ھو گیا کہ خرچ کرو۔ ۱۹۱

قرآن کسی کمائی کو جائز اور پاک تسلیم نہیں کرتا اگر انفاق سے گریز کرتی ھو۔ ۱۹۲

انفاق سے انکار جحود نعمت ھے۔ ۱۹۳

ازدواجی زندگی اور اس کی راحتیں اور برکتیں۔ ۱۹۵

مسئلہ صفات اور تفسیر "لا تضربوا للہ الامثال"۔ ۱۹۷

قرآن نے تنزیہ پر زیادہ سے زیادہ زور دیا، تاھم وہ صفات کا بھی اثبات کرتا ھے، کیوں کہ طبیعت انسانی کا قدرتی مطالبہ یہی ھے۔ ۱۹۸

انسان کو علو و ارتفاع کے لیے ایک بلند ترین نصب العین کی ضرورت ھے. وہ اپنے سے نیچے نہیں دیکھ سکتا، اپنے سے اوپر ھی دیکھے گا. پس جب اوپر دیکھتا ھے تو اسے ذات الوھیت کی ھستی نظر آ جاتی ھے! ۱۹۹

اس راہ کی ٹھوکر اثبات صفات میں نہیں ھوئی، اس میں ھوئی کہ صفات کیسی ھونی چاھییں؟ ۲۰۱

قرآن کا تصور اسی لیے اس معاملے کی تکمیل ھوا کہ اس نے ایک طرف تنزیہ کامل کر دی،

کہتا ہے: وحی الٰہی کا ظہور اسی لیے ہوتا ہے کہ ان اختلافات میں حکم ہو اور حقیقت کی راہ آشکارا کر دے ۔ ۱۷۶

نزول وحی کی مثال ایسی ہے جیسے خشک زمین پر باران رحمت کا نزول ۔ ۱۷۷

برہان ربوبیت کا استدلال ۔ ۱۸۰

انسان کی غذا کے لیے سب سے زیادہ خوشگوار اور قدرتی چیزیں تین ہیں: دودھ، پھلوں کا عرق، شہد ۔ ان کی پیدایش کا عجیب وغریب سامان اور نظام ربوبیت کی کرشمہ ساریاں ۔ «

افراد اسانی کی معیشت کا مسئلہ اور قرآن کے احکام و تعلیم کا رخ ۔ ۱۸۵

قرآن اس سے تعرض نہیں کرتا کہ مقدار رزق کے لحاظ سے تمام افراد کی حالت یکساں نہ ہو، لیکن یہ صورت حال برداشت نہیں کر سکتا کہ حصول رزق کے اعتبار سے یکساں نہ سمجھے جائیں ۔ ۱۸۶

حقوق محنت اور حقوق اخوت ۔ «

قرآن کے نزدیک نوع انسانی کے تمام افراد اصلاً ایک ہی خاندان کے مختلف ارکان ہیں اور ہر رکن دوسرے رکن سے رشتۂ انسانیت میں وابستۂ حقوق ہے ۔ ۱۸۸

”اکتساب مالی“ اور

ایک لمحے کے لیے بھی یہ صورت حال گوارہ نہیں کرسکتی. وہ کہتا ھے: اس سے بڑھ کر ظلم و معصیت کی کوئی بات نہیں کہ ایک جماعت کو پہلے طاقت ور دیکھ کر عہد و میثاق کر لو، پھر کم زور پا کر اس کی کم زوری سے نا جائز فائدہ اٹھاؤ . ۲۲۳

حب ایک گروہ سے قول و قرار کر لیے تو اب ھر حال میں اسے پورا کرنا ضروری ھے، اگرچہ ایسا کرنے میں خود اپنے لیے حطرات ھوں اور حود اپنوں کا نقصان ھو تمھاری بد عہدی لوگوں کے لیے ٹھوکر بن جائے گی، کیوں کہ وہ کہیں گے: ایسے لوگوں کا دین کیا حو اپنی بات کے پکے نہیں . ۲۲۷

کسی انسان کو حق نہیں کہ اپنی رائے سے کسی چیز کو حرام ٹھیرا دے، اس کا حق صرف وحی کو ھے. حو لوگ ایسا کرتے ھیں وہ اپنی رہنماؤں کو کذب سرائی میں بے لگام چھوڑ دیتے ھیں . ۲۳۷

مشرکین عرب کا اپنے اوھام و حرافات کو حضرت ابراھیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرنا اور اللہ کی بریت . ۲۳۹

یھودیوں کو حن چیزوں

دوسری طرف صفات حسنیٰ کا بھی کامل ترین نقشہ کھینچ دیا ۔	۲۰۲
ویدانت اور بدھسٹ حکماء کا مذھب نفی و اطلاق اور عملاً بے حاصلی ۔	۲۰٤
اسلام کی مختلف مذھبی جماعتوں میں سے جس جماعت نے قرآن کا مسلك صحت کے ساتھ سمجھا وہ اصحاب حدیث کی جماعت ھے ۔	۲۰۵
سورۂ نحل کی دو مثالیں اور ان کے مواعظ و حکم ۔	۲۰۷
حواس اور عقل کی ھدایت اور ربوبیت الٰہی کی معنوی بخشایشیں ۔	۲۱۰
افادہ و فیضان فطرت ۔	»
قرآن کا ھدایت، رحمت اور بشارت ھونا اور	
تفسیر "ان الله یامر بالعدل و الاحسان" کہ جوامع احکام میں سے ھے ۔	۲۱۷
ایفاء عہد اور قرآن کا اخلاقی معیار ۔	۲۱۹
انفرادی عہد اور جماعتی عہد	۲۲۰
جو افراد عہد شکنی کا عار برداشت نہیں کر سکتے وھی بہ حیثیت قوم اور حکومت کے ھر طرح کی جماعتی عہد شکنیوں میں بے باك ھو جاتے ھیں ۔	۲۲۱
یورپ کا اخلاقی معیار اور ھندوستان کے برطانوی عہد کے عہود و مواثیق ۔	»
قرآن راست بازی و دیانت کی جو روح پیدا کرنی چاھتا ھے وہ	

پہلی بربادی کے بعد دوبارہ امن واقبال کا سروسامان مگر یہودیوں کی ناسپاسی اور سرکشی. نتیجہ یہ نکلا کہ پھر بربادی آئی اور اس طرح آئی کہ پھر سنبھل نہ سکے. ٢٥٤

جزاء عمل کا قانون اور قرآن کی معجزانہ بلاغت کہ دو لفظوں کے اندر وہ سب کچھ کہہ دیا جو اس بارے میں کہا جا سکتا ہے: "وان عدتم عدنا"! ٢٥٦

فرمایا: دعوت حق کے ظہور نے تمھیں ایک نئی مہلت اصلاح دے دی ہے. اگر انکار و سرکشی سے باز آجاؤ تو سعادت و اقبال کا دروازہ پھر کھل جائے. ٢٥٧

قرآن نے اپنا سب سے بڑا وصف یہ بتلایا ہے کہ "یھدی للتی ھی اقوم" وہ راہ دکھانے والا جو سب سے زیادہ سیدھی راہ ہے. ٢٥٨

انسان کی یہ کمزوری کہ عاجلانہ خواہشوں کا بندہ ہے اور جلد بازی میں آکر خیر کی جگہ شر کا طالب ہو جاتا ہے. ٢٥٩

ربوبیت الٰہی کی کار فرمائیاں اور انسان کی ہدایت کا قدرتی سر و سامان. ٢٦١

انسان کا دامن اس کے اعمال کے نتائج سے بندھا ہوا ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی. ٢٦٤

سے روکا گیا تھا ان میں سے بعض کی ممنوعیت عارضی اور سدًا للذریعه تھی، پس اس سے وہ احتجاج نہیں کر سکتے. ٢٤١
دعوت الی الحق کا طریقه: حکمت، موعظۂ حسنه، جدال بالتی هی احسن. اصل طریقه حکمت اور موعظت ہے، اور جدال کی اجازت صرف اس حالت میں ہے که احسن طریقه پر هو. ٢٤٣
سچائی کی راہ جدال کی راہ نہیں ہے. ٢٤٥
مذهبی مناظرے کبھی طلب حق کا وسیله نہیں هو سکتے اور "داعی" کبھی "مجادل" نہیں هو سکتا ٢٤٦
سورت کا خاتمه اور پیغمبر اسلام اور ان کے ساتھیوں کو مخاطب کرتے هوے چار باتوں کا حکم. ٢٤٨

بنی اسرائیل

واقعۂ اسراء اور اس کا مقصد. ٢٥٠
بنی اسرائیل کو دو بڑی بربادیوں کی خبر دی گئی تھی جو ان کے قومی طغیان و فساد کا لازمی نتیجه تھیں. چنانچه بابلیوں اور رومیوں کے هاتھوں ظهور میں آئیں. ٢٥٣
یهودیوں سے خطاب اور ان کے ایام و وقائع کی عبرتیں. ٢٥٤

موقع وہ ھے جب قصاص وانتقام کا جوش ابھر آئے ۔ پس فرمایا "لا یسرف فی القتل" ۔ ٢٧٥

حواس وعقل اور اس کی حواب دھی ۔ ٢٧٦

کائنات ھستی اور اس کی ھر چیز کی تسبیح وتحمید اور اس تسبیح کی حقیقت ۔ ٢٧٩

کارخانۂ ھستی کی ھر چیز اپنی بناوٹ اور وجود میں مجسم تسبیح وتحمید ھے ۔ ٢٨٠

انکار وجحود کی دماغی حالت اور عقل وحواس کا تعطل ۔ ٢٨٣

حدا کا قانون ھے کہ جو آنکھیں بند کرلے گا اس کی نگاھوں پر پردہ پڑ جائے گا ۔ پس آنکھ بند رکھنے والے پر بصارت کی راہ بند ھو جاتی ھے ۔ مگر اس لیے بند ھو جاتی ھے کہ خود اسی نے اپنے لیے کوری پسند کی ۔ منکر کہتے تھے: ھم تمھاری بات سننے والے نہیں ۔ ھمارے تمھارے درمیان ایک دیوار حائل ھوگئی ھے ۔ پس قرآن کہتا ھے: ان کے کانوں میں گرانی ھوگئی ۔ وہ کبھی سن نہیں سکتے ۔ ٢٨٣

یہ دیوار جو کھڑی ھو جاتی ھے آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتی ، "حجابا مستورا" ھے ۔ ٢٨٤

نشأۃ اولیٰ سے نشأۃ ثانیہ پر استشھاد ۔ ٢٨٦

مسلمانوں کو حکم کہ

جہاں تک دنیوی زندگی کا تعلق ہے، ربوبیت الٰہی نے سب کے آگے نتائج و فوائد کا دروازہ کھول رکھا ہے. ان کے آگے بھی جو صرف دنیوی زندگی کے ہو رہے اور ان کے آگے بھی جو دنیا و آخرت دونوں کے طلب گار ہوے. لیکن جہاں تک آخرت کا تعلق ہے پہلے کے لیے محرومیاں ہوں گی، دوسرے کے لیے سعادت. ۲٦٤
سعادت کی شرط سعی ہے، مگر ایسی سعی جو اس کی صحیح سعی ہو سکتی ہے. ۲٦٦
سعی عمل کی تفصیل: ۲٦٩
توحید فی العبادة. ۲٦٩
حقوق والدین اور ان کی تقدیم. ۲۷۰
قرابت داروں کے حقوق اور محتاجوں کی خبر گیری. ۲۷۱
مبذر کے لیے سخت وعید، کیوں کہ مال کا بے محل خرچ کرنا کفران نعمت ہے. »
تبذیر کی دو صورتیں اور دونوں کی ممانعت. »
سعادت کی راہ توسط و اعتدال کی راہ ہے، اور جتنی برائیاں بھی پیدا ہوتی ہیں افراط و تفریط سے ہوتی ہیں. ۲۷۳
قتل نفس سب سے بڑی معصیت ہے اور اس کا سب سے زیادہ خطرناک

مقاماً محموداً "اور عالم گیر محمودیت وستایش کا ارفع واعلیٰ مقام . ٣٠٦

مدارج حسن و کمال کی وہ بلندی جس سے بلند تر مقام انسان کے لیے کوئی نہیں . "

سکندر نے ساری دنیا فتح کر لی، مگر دلوں کی عقیدت اور زبانوں کی ستایش فتح نہ کر سکا، کیونکہ یہ مقام تلوار کے زور سے نہیں، حسن و کمال کی عظمت سے حاصل کیا جا سکتا ہے . ٣٠٧

سورت کی بعض مہمات کی مزید تشریحات : ٣٢٢

واقعۂ اسراء اور صحابہ وسلف کا اختلاف . "

انبیاء کرام کے احوال و واردات اور انسانی تعبیرات کی درماندگی . ٣٢٢

"الرؤیا" متذکرۂ سورت اور ابن عباس کی تفسیر . ٣٢٤

تفسیر "و اذا انعمنا علی الانسان اعرض ونأبجانبه". "

غفلت اور مایوسی دونوں میں ہلاکت ہے، دنیوی زندگی میں بھی اور اخروی زندگی میں بھی . ٣٢٦

تفسیر "کل یعمل علیٰ شاکلته" اور مفسرین ومترجمین کی ایک عام غلطی . ٣٢٨

تفسیر "قل الروح من امر ربی". ٣٢٩

عہد عتیق وجدید اور قرآن میں "الروح" کا اطلاق .

مخالفوں کے ساتھ پسندیدہ طریقے پر گفتگو کرو اور ایسی بات نہ کہو جس سے دلوں میں نفرت و تنغص پیدا ہو۔ ۲۸۸

آیت کا شان نزول اور اس کی ممانعت کہ کسی کو جہنمی کہا جائے۔ «

قرآن کی یہ اصل عظیم کہ فکر میں رواداری ہونی چاہیے اور حکم میں احتیاط ۲۸۹

جب خود پیغمبر کی نسبت فرمایا کہ ''ما ارسلناک علیهم وکیلا'' تو پھر کسی انسان کے لیے کب جائز ہو سکتا ہے کہ اپنے کو جنت و دوزخ کا ٹھیکے دار سمجھ لے۔ ۲۹۰

یہ ضروری ہے کہ دنیا میں ہر ہستی اور جماعت پاداش عمل سے دوچار ہو، البتہ افراد کی انفرادی زندگی اور اس کی جزاء کا معاملہ آخرت سے تعلق رکھتا ہے۔ ۲۹۲

پیغمبروں کی نشانیاں اور ان کی غرض و غایت۔ ۲۹۳

منکرین عرب کی فرمایشیں اور قرآن کا جواب۔ «

واقعہ اسراء میں لوگوں کے لیے آزمایش۔ ۲۹۵

سرکشی کی راہ ابلیس کی راہ ہے۔ ۲۹۶

پیغمبر اسلام سے خطاب اور اس حقیقت کی طرف اشارہ کہ وقت کی تاریکیاں بڑی ہی شدید ہیں۔ بغیر وحی الٰہی کی روشنی کے ایک قدم بھی استقامت کے ساتھ نہیں اٹھایا جاسکتا تھا ۳۰۲

نماز کے اوقات۔ ۳۰۵

قیام لیل ایک مزید درجہ عبادت ہے، اگر بن پڑے۔

تفسیر ''عسیٰ ان یبعثک ربک

صرف اتنی ہی نہ ہو جتنی
دنیا میں ظاہر ہوتی ہے .
اس کے بعد بھی رحمت کا
فیضان جاری رہنا چاہیے . ٣٤٠
تفسیر "قل ادعوا اللہ او
ادعوا الرحمن" . ٣٤١

کثرت اسماء اور وحدت
مسمی . ٣٤١
دنیا کی اکثر نزاعیں نزاع
تاک وانگور سے زیادہ نہیں . ٣٤٢
مزید تشریح نسبت
"الرحمن" و آثار یمن . ٣٤٣

الکہف

سچائی کا سب سے بڑا
وصف یہ ہے کہ وہ زیادہ
سے زیادہ سیدھی بات ہے ،
اس میں کجی اور الجھاؤ
نہیں . ٣٤٦
تنزیل وحی کا مقصد "تبشیر"
اور "تنذیر" ہے . »
پیغمبر اسلام کا جوش
دعوت ، ہدایت قوم کا
عشق ، اور مخاطبوں کا
اعراض . ٣٤٧
فرمایا : جو گم راہی میں

ڈوب چکے وہ اچھلنے
والے نہیں . پس ان کی
فکر چھوڑ دو . ٣٤٨
اصحاب کہف کی سرگذشت
اور اس کی موعظت .
سرگذشت کی بعض
تفصیلات . ٣٥٠
گم راہ اور ظالم قوم سے
چند نوجوانوں کی کنارہ
کشی اور غار میں اعتکاف ٣٥٢
کچھ عرصے کے بعد غار سے
نکلنا اور قوم کو

اچنبھوں کی فرمایش اور قرآن کا جواب ۔ ۳۳۱

اس باب میں دوعالم گیر گم راهیاں : ماوراء انسانیت شخصیت کی طلب اور سچائی کو سچائی کی جگه اچنبھوں میں ڈھونڈھنا ۔ »

قرآن نے جواب میں ایك جمله کهه کر دفتر کے دفتر بیان کر دیے "قل سبحٰن ربی هل کنت الا بشرا رسولا" ۔ ۳۳۳

دعوے اور دلیل کی مطابقت ۔ »

طبابت کے مدعی سے قفل سازی کا مطالبه نهیں کر سکتے اور لوهار سے یه نهیں کهه سکتے که بیمار کو تندرست کر کے دکھا دے ۔ ۳۳٤

قرآن کهتا هے: پیغمبر روح ودل کا طبیب هے ۔ اگر طالب حق هو تو دیکھ لو اس کے علاج سے مریضوں کو شفا ملتی هے یا نهیں ۔ تم اس سے یه مطالبه نهیں کر سکتے که آسمان پر اڑ کر چلا جائے اس کا دعویٰ طبابت کا هے ، آسمان پر اڑنے کا نهیں هے ۔ ۳۳۵

اس طرح کے مطالبے وهی کرتے هیں جن میں طلب حق نهیں اور جو هٹ دهرمی اور سرکشی پر جم جاتے هیں ۔ ۳۳۸

برهان رحمت اور حیات اخروی ۔ ۳٤۰

رحمت کی موجودگی کا تقاضه هے که انسانی زندگی

ایسی ہے جیسے زمین کی روئیدگی ۔ ۳۷۲
قرآن کی یہ مثال اور اس کی چار موعظتیں : ۳۷۳
زندگی کی دل فریبیاں اسی طرح نکھرتی ہیں جس طرح سرسبز کھیت لہلہا رہا ہو ۔ »
مگر چند دنوں کے بعد نام و نشان باقی نہیں رہتا ، کیوں کہ موسم پلٹ جاتا ہے »
زمین ایک ہے ، مگر پھل یکساں نہیں ۔ اسی طرح زندگی بھی ایک ہے ، مگر عمل یکساں نہیں ۔ »
عذاب و ثواب کا مسئلہ بھی حل ہو گیا ۔ جو انسانی زندگی عمل کا پھل نہیں پیدا کرے گی چھانٹ دی جائے گی ۔ »
قرآن کا یہ اسلوب بیان کہ ہر بات بار بار دہرائی جاتی ہے اور ہر مطلب مختلف شکلوں میں نمایاں ہوتا رہتا ہے ، اور اس کی حکمت ۔ ۳۷۸
منکروں کی سرکشیوں کا نتیجہ فوراً ظہور میں کیوں نہیں آجاتا ؟ اس لیے کہ یہاں قانون امہال کام کر رہا ہے ، اور رحمت کا مقتضی یہی ہوا کہ ایک خاص وقت تک مہلت کار سب کو ملے ۳۸۲
سرکشوں کی کامرانیاں ان کے لیے نامرادیوں کا سامان بن رہی ہیں ، مگر انہیں خبر نہیں ۔ دنیا میں معاملات کی حقیقت وہی نہیں ہوتی جو بظاہر

دوسرے حال میں پانا ، کیوں کہ اس عرصے کے اندر انقلاب ہو چکا تھا اور ظالموں کی جگہ اہل حق برسر اقتدار تھے . ٣٥٦
ان کی غار پر ہیکل کی تعمیر . ٣٥٨
لوگوں کو اصلیت کی خبر نہیں ، کوئی کچھ کہتا ہے ، کوئی کچھ . کام کی بات وہی ہے جو وحی الٰہی نے بتلا دی . ٣٥٩
غیر معلوم باتوں میں بحث و نزاع نہیں کرنی چاہیے . «
اس طرف اشارہ کہ ایسا ہی معاملہ عن قریب پیغمبر اسلام کو بھی پیش آنے والا ہے اور اس کا نتیجہ اس واقعے سے کہیں عظیم تر ہوگا . ٣٦٠
پیغمبر اسلام سے خطاب اور مکی زندگی کے مصائب و محن میں مستقبل کی کامرانیوں کی بشارت . ٣٦١
منکروں کی موجودہ خوش حالیاں اسی طرح عارضی ہیں جس طرح مؤمنوں کی موجودہ بے سروسامانیاں . ٣٦٩
دو آدمیوں کی مثال جن میں سے ایک بے سروسامان مگر خدا پرست تھا ، دوسرا باسروسامان مگر منکر و غافل . ٣٧٠
پھر جو کچھ بھی ہو ، دنیا کی یہ خوش حالیاں ہیں کیا ؟ چار گھڑی کی دھوپ ! اس سے زیادہ انہیں قرار نہیں . ٣٧٢
دنیوی زندگی کی مثال

مغربی، مشرق اور یاجوج و ماجوج والے پہاڑ کی طرف ۔ ۳۹۸

سد کی تعمیر اور ذو القرنین کا اعلان ۔ ٤۰۰

"صور" یعنی نرسنگھا پھونکنے کا محاورہ ۔ ٤۰۱

سلسلۂ خطاب پھر منکرین دعوت کی طرف متوجہ ہو گیا ہے اور جس موعظت سے سورت کی ابتداء ہوئی تھی اسی پر سورت ختم ہو رہی ہے۔ ٤۰۲

خسران عمل اور ضلالات سعی ۔ »

بندگان دنیا سمجھتے ہیں ہم نے اپنی کوششوں سے بڑے بڑے کارخانے بنا لیے، حالانکہ نہیں جانتے ان کی ساری کوششیں کھوئی جا رہی ہیں اور ان کا کوئی عمل بھی بار آور ہونے والا نہیں ۔ ٤۰۲

اصحاب کہف کا واقعہ اور محل و نوعیت کی تحقیق ۔ ٤۰۵

رومیوں کا "پٹرا" جو عربوں میں "بطرا" کے نام سے مشہور ہوا۔ پٹرا کے آثار اور بعد از جنگ انکشافات ۔ ٤۰٦

اصل واقعہ اور اس کی موعظت متذکرۂ قرآن۔ ٤۰۹

تفسیر "ای الحزبین احصیٰ" ۔ ٤۱۱

غار کی نوعیت ۔ ٤۱۲

انقلاب حال ۔ ٤۱۳

"ضرب علی الآذان" کی تفسیر ۔ ٤۱٤

دکھائی دیتی ہے۔ کتنی هی
اچھائیاں هیں که فی الحقیقت
برائیاں هوتی هیں، اور
کتنی هی برائیاں هیں جو
فی الحقیقت اچھائیاں
هوتی هیں . ٣٨٣
اس حقیقت کی وضاحت
کے لیے حضرت موسیٰ
علیه السلام کے ایك واقعے
کا بیان . ٣٨٤
حضرت موسیٰ کی ایك
شخص سے ملاقات جسے
الله نے اپنے فضل خاص
سے علم بواطن عطا فرمایا
تھا، یعنی بعض امور کے
بواطن اسرار اس پر
کھول دیے تھے . ٣٨٦
حضرت موسیٰ کا بار بار
اراده که پوچھ کچھ
نه کریں جس کا اپنے
ساتھی سے وعدہ کر چکے
هیں، مگر پھر وقت پر
بے اختیار اعتراض
کر بیٹھنا. اس سے معلوم
هوا عقل انسانی مجبور هے
که ظواهر پر حکم لگائے. ٣٩٠
حضرت موسیٰ کے ساتھی
نے تین کام کیے،
تینوں کا ظاهر برا تھا،
مگر باطن میں بهتری تھی.
اس سے معلوم هوا که
اگر یهاں ظواهر کا پرده
اٹھ جائے تو کتنے هی
احکام بدل جائیں، کتنی
هی باتیں الٹ دینی پڑیں.
مگر حکمت الٰهی یهی
هوئی که پرده نه اٹھے. ٣٩٣
ذو القرنین کی نسبت
سوال اور قرآن کا بیان. ٣٩٨
ذوالقرنین کی تین مهمیں:

و دات الشمال " کا مطلب	٤٢٧
" ذلك من آیت الله " کا اشارہ .	٤٢٨
" و لبثوا فی کہفهم ثلث مائة سنین " اور حضرت ابن عباس اور ابن مسعود کی تفسیر .	"
اصحاب کہف مر چکے اور ان کے اجسام فنا ہو چکے .	٤٢٩
صاحب موسیٰ علیه السلام کا نام .	٤٣٠
دو القرنین .	"
قرآن کی تصریحات کا خلاصه .	"
دو القرنین کا لقب اور شخصیت ، اور مفسروں کی حیرانی .	٤٣٢
دانیال نبی کا خواب .	٤٣٣
دو سینگوں والی شہنشاهی جو یہودیوں کو بابل کی اسیری سے نجات دلائے گی .	٤٣٥
ماده اور پارس .	٤٣٦
سائرس کے مجسمے کا انکشاف حس کے سر پر دو سینگ هیں اور ظن و تخمین کی جگه تاریخی حقیقت کی نمود .	"
تاریخ فارس کے تین عهد اور سائرس کے حالات کے تاریخی مصادر	٤٣٨
فارس اور میڈیا .	٤٤٠
سائرس کا ظہور .	٤٤١
ابتدائی زندگی .	٤٤٢
لیڈیا کی فتح که مغرب کی فتح تهی .	"
مشرقی فتوحات .	٤٤٣
بابل کی فتح .	٤٤٤
یہودیوں کی رهائی اور	

عوام میں جو قصہ مشہور ہو گیا تھا وہ یہی تھا کہ اصحاب کہف برسوں تك سوتے رہے، لیکن قرآن کی تصریح اس بارے میں ظاہر و قطعی نہیں. اس لیے احتیاط اولی ہے ٤١٤

"وتحسبهم ایقاظا وهم رقود" کی تفسیر. ٤١٦

عام تفسیر کا اشکال اور مفسروں کی حیرانیاں اور انکشاف حقیقت. ٤١٩

"رقود" سے مقصود موت اور "ایقاظ" سے زندگی ہے، نہ کہ خواب و بیداری. »

معاملے کا سارا حل اس واقعے میں پوشیدہ ہے کہ اصحاب کہف مسیحی تھے اور یہ مسیحی زهد وانزوا کے ابتدائی عہد کا ایك واقعہ ہے. ٤١٩

مسیحی عباد کے استغراق عبادت کا یہ طریقہ کہ جو حالت و وضع اختیار کر لیتے اسی میں قائم رہتے، یہاں تك کہ اسی حالت میں زندگی ختم ہو جاتی. ٤٢٠

ازمنۂ وسطی کے زوایا. ٤٢٣

مؤرخین کی شہادت کہ مسیحی رهبانیت کی ابتدا فلسطین اور مصر سے ہوئی. ٤٢٤

یہ صورت حال سامنے رکھ کر معاملے پر نظر ڈالو. اس ایك کنجی سے سارے قفل کھل جائیں گے. ٤٢٦

"تقلبهم ذات الیمین

دشمنوں کا جوش مدح و ستایش . ٤٦٨
سائرس کی شخصیت کی غیر معمولی نمود . ٤٧
سائرس اور اسکندر . ٤٧١
زمانۂ حال کے محققین تاریخ کی شہادت . ٤٧٣
صحائف تورات کی تصریحات . ٤٧٦
"موعود" اور "منتظر" ہستی . ٤٧٧
"خدا کا فرستادہ چرواہا" . ٤٧٩
"خدا کا مسیح" . ٤٨٠
ذو القرنین کا ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ . »
انبیاء بنی اسرائیل کی شہادت . ٤٨١
یہودیوں کا اعتراف . ٤٨٢
سائرس کے دین و اعتقاد کا تعین . ٤٨٤
زردشت اور اس کا زمانہ .
سائرس اور زردشت کی معاصرت . ٤٨٥
سائرس دین زردشتی کا پہلا حکم راں تھا .
قدیم مجوسی مذہب کے پیروؤں کی بغاوت اور دارا کے کتبے کی تصریحات . ٤٨٦
زردشت اور سائرس .
سائرس کے ابتدائی عہد کی ایک گم شدہ داستان کا سراغ . ٤٨٩
زردشت کی تعلیم سرتاسر خدا پرستی اور نیک عملی کی تعلیم تھی اور آتش پرستی اور ثنویت کا اعتقاد قدیم میدوی

ھیکل کی دوبارہ تعمیر۔ ٤٤٥
سائرس کی وفات۔ ٤٤٦
سائرس کے ظہور کی اسرائیلی پیشین گوئیاں۔ ٤٤٧
پیشین گوئیوں کی تاریخی حیثیت۔ ٤٤٩
قرآن کی تصریحات اور سائرس کی تاریخی سرگذشت: ٤٥٠
سوال کا یہودیوں کی طرف سے ہونا اور سائرس کے بارے میں ان کا عقیدہ۔ ٤٥١
"انا مکنا له فی الارض" اور سائرس کے حالات و وقائع۔ ٤٥٢
قرآن کی متذکرہ تین مہمیں اور سائرس کی مہمیں۔ ٤٥٣
مغربی مہم۔ ٤٥٤
"وجدها تغرب فی عین حمئة"۔ ٤٥٥
مشرقی مہم۔ ٤٥٧
شمالی مہم۔ ٤٥٩
شمالی قوم۔ ٤٦١
قرآن کے متذکرہ اوصاف اور سائرس کے فضائل
متذکرۂ تاریخ۔ »
فتح لیڈیا کے بارے میں یونانی مؤرخوں کی متفقہ شہادت۔ ٤٦٣
کروئسس کا واقعہ اور یونانی روایات۔ ٤٦٤
سائرس کے احکام و قوانین۔ ٤٦٧
قرآن کی تصریح اور سائرس کے عام اعمال و خصائل۔
مؤرخوں کی عام شہادت۔ ٤٦٨

"گاگ" اور "مے گاگ" . ٥٠٩
تمام تاریخی شواھد کا فیصلہ کہ یاجوج وماجوج سے مقصود منگولیا کے شمال مشرقی قبائل ھیں . ٥١٠
"منگولیا" اور "منگول" اور قدیم چینی تلفظ "
"قبیلہ" "یواچی" . ٥١١
منگولیا کا قبائلی سرچشمہ اور اقوام کا انشعاب . "
آریا ، ایریانہ اور حتی . ٥١٣
یورپ کے وحشی قبائل . ٥١٤
منگولی قبائل کے اقسام ثلاثہ . "
یاجوج و ماجوج کا اطلاق پہلے دو قسموں پر ھوا ، پھر صرف ایک ھی قسم پر ھونے لگا . ٥١٥
صحرا نوردی اور توطن کا اختلاف معیشت . ٥١٦
یاجوج و ماجوج صحرا نوردی کی خوف ناک اور غیر مسخر طاقت تھی . ٥١٩
منگولی نسل کے انقسام وخروج کے سات دور ٥٢٠
ذو القرنین کا عہد اور یاجوج و ماجوج . ٥٢٤
سیتھین قبائل اور درۂ کا کیشیا . ٥٢٥
حزقئیل نبی کی پیشین گوئی کا مصداق . "
مکاشفات یوحنا کا معمہ ٥٢٦
کتاب پیدایش کی تصریح . ٥٢٧
سد یاجوج و ماجوج . ٥٢٩
دربند کی دیوار . ٥٣٠
دربند عہد اسلامی سے

مجوسیت کا رد عمل ھے ٤٩١
میڈیا کا قدیم مذھب ۔ ٤٩٢
زردشت کی تعلیم اور توحید الٰہی کا منزہ اور بے میل اعتقاد ۔ ٤٩٣
تعلیم کی عملی خصوصیت اور احکام ثلاثہ ۔ ٤٩٤
عبادت کا تصور ۔ ٤٩٥
آخرت کی زندگی اور جزاء عمل ۔ »
پیروان زردشت کا اخلاقی تقدم ۔ ٤٩٦
دارایوش اعظم کے فرامین ٤٩٧
اصطخر کے کتبے کی منادی جو آج تک سنی جا سکتی ھے ۔ »
صراط مستقیم کی دعوت ٤٩٨
دین زردشتی کا انحطاط اور تغیر و تحریف »
ساسانی عہد کا مخلوط مذھب دین خالص کی مسخ شدہ صورت ھے۔ ٤٩٩
" اھورا موزدہ " کی مزعومہ شبیہ اور ماھرین آثار کا بے اصل قیاس ۔ ٥٠٠
تمام وجوہ و قرائن اس کے خلاف ھیں کہ زیر بحث شبیہ " اھورا موزدہ " کی شبیہ ھو ۔ ٥٠١
یہ خود سائرس کی ھے یا زردشت کی ۔ ٥٠٤
کیا ذو القرنین نبی تھا ؟ »
قرآن کی ظاھر تصریحات سے اس کا جواب اثبات میں ملتا ھے ۔ ٥٠٦
یاجوج و ماجوج ۔ »
حزقیل نبی کی کتاب میں اس کا ذکر ۔ ٥٠٧
مکاشفات یوحنا کی پیشین گوئی ۔ ٥٠٩

سورت کی سرگذشت اور انجیل لوقا کی سرگذشت کا تطابق۔ ٥٤٥
حضرت زکریا کی دعا اور فرزند کی بشارت۔ ٥٤٦
روزہ رکھنے کا حکم۔ ٥٤٧
حضرت یحیٰ کی پیدایش اور لڑکپن ھی سے زھد وعبادت اور اعتکاف وانزوا کی زندگی۔ ٥٤٨
حصرت مریم پر فرشتے کا نزول اور فرزند کی پیدایش کی بشارت۔ ٥٥٠
"مکانا شرقیا" کا اشارہ۔ »
حضرت مسیح کی نسبت فرمایا: وہ اللہ کی نشانی ھوں گے اور اس کی رحمت کا ظہور۔ ٥٥١
حصرت مریم کو روزہ رکھنے کا حکم اور یہودی روزے میں ممانعت تکلم۔ ٥٥٣
"یا اخت ھارون" میں ھارون سے مقصود ایک رشتے دار ھے۔ ٥٥٤
عیسائیوں کی گمراھی اور ابنیت اور کفارہ کا اعتقاد۔ ٥٥٦
عیسائیوں کے لیے "یوم الحسرۃ" کی پیشین گوئی اور فتح یروشلم کے واقعۂ عظیمہ میں اس کا ظہور۔ ٥٥٩
مسیحیت کے مرکز وقبلے کا مسیحیوں کے ھاتھ سے نکل جانا اور تمام مسیحی دنیا کا حسرت وماتم۔ ٥٦٠
ایشیا اور افریقہ میں

پہلے اور بعد . ٥٣٠
"باب الابواب" اور "باب الترك". ٥٣١
دره داریال کی دیوار. «
نوشیروان کا انتساب . ٥٣٢
سکندر کا انتساب . «
تاریخ کی شہادت دونوں کے خلاف ہے اور درۂ داریال کی سد سائرس یعنی ذو القرنین کی بنائی ہوئی ہے . ٥٣٤
قرآن نے جس سد کا ذکر کیا ہے وہ درۂ داریال کی سد ہے ، نه که
دربند کی دیوار . ٥٣٧
دیوار دربند کی موجوده حالت . ٥٣٨
شارحین تورات کا بیان. «
زمانہ حال کے معترضین قرآن اور قصۂ ذوالقرنین . ٥٣٩
استدراك : ٥٤٠
سائرس کے مجسمۂ اصطخر کا انکشاف اور اس کی بعض تفصیلات . «
مجسمے میں عقاب کے پروں کی نمود اور یسعیاہ نبی کی تصریح . ٥٤١

مریم

حضرت مسیح علیه السلام کی دعوت کی سرگذشت اور ان خود ساخته عقائد کا رد جو عیسائیوں نے گھڑ لیے ہیں . ٥٤٣
حضرت یحیی کا ظہور جو دعوت مسیحی کا مقدمه تھا .

زندگی کی عارضی خوش حالیاں اور فریب غفلت. ٥٧٨

نتائج عمل کا قانون اور ایام شماری، فرمایا: منکر جلدی نہ کریں، ان کے دن گنے جا رہے ہیں. ٥٨٠

سورت کا اختتام اور اسی مطلب کی طرف عود جس سے سورت شروع ہوئی تھی. یعنی حضرت مسیح کی شخصیت اور عیسائیوں کی گمراہی. ٥٨٢

کفارہ کا درد. »

الوهیت مسیح کا رد. ٥٨٤

خاتمہ اور دو باتوں کا اعلان. ٥٨٦

تفسیر "سیجعل لهم الرحمن ودا". ٥٨٧

سورت کے بعض مقامات کی مزید شرح و بحث. ٥٨٨

حضرت مریم کی ابتدائی سرگذشت اور اناجیل اربعہ. »

قرآن اور حضرت مسیح کی پیدایش کا معاملہ. ٥٨٩

عیسائیوں کے چار بنیادی عقائد اور قرآن کا فیصلہ. »

اگر الوهیت مسیح، کفارہ اور واقعۂ صلیب کی طرح پیدایش مسیح کا اعتقاد بھی قرآن کے نزدیک باطل تھا تو ضروری تھا کہ وہ اس کا بھی صاف صاف رد کر دیتا، مگر اس نے ایسا نہیں کیا. ٥٩٠

سورۂ مریم انجیل لوقا کی مصدق ہے. ٥٩٢

حضرت مسیح کا معاملہ

مسیحی فرمان روائی کا خاتمہ . ٥٦٠
حضرت ابراھیم علیہ السلام کی دعوت توحید اور اپنے گھرانے سے علیحدگی . ٥٦٦
ان کی نسل میں سلسلۂ نبوت کا اجراء اور صداء حق کی بلندی . «
حضرت موسی ، اسماعیل اور ادریس علیہم السلام . «
ان تمام رسولوں نے خدا پرستی اور نیک عملی کی راہ دکھائی ، مگر ان کے بعد ایسے لوگ پیدا ہو گئے جو خواہشوں کے پرستار تھے اور جنھوں نے عبادت حق کی حقیقت کھو دی . ٥٦٧
نماز یعنی عبادت جوھر ایمان ہے . اس کی حقیقت گئی تو سب کچھ چلا گیا . ٥٦٨
اصحاب ایمان و عمل کے لیے جنت کی زندگی اور قانون جزاء عمل . ٥٧١
پیغمبر اسلام اور ان کے ساتھیوں سے خطاب کہ کام یابی کا سر چشمہ دو باتیں ھیں: عبادت الٰہی اور اس کی راہ میں تحمل مشکلات ! ٥٧٢
تفسیر ”و ان منکم الا واردھا“ . ٥٧٤
عز و جاہ دنیا پر مغروروں کا گھمنڈ اور پیروان حق کی بے سر و سامانیاں . ٥٧٦
نتائج عمل کے قانون کی ڈھیل اور امہال و تدریج

وادیٔ قدس . ٦٠١
آگ کی جستجو ، مگر ایک دوسری ہی آگ کی شعلہ افروزی . »
جوتی اتار دینے کا حکم . ٦٠٢
" الساعة " . ٦٠٣
مصری غلامی کا اثر اور بنی اسرائیل کا عزائم و ہمم کی روح سے محروم ہو جانا . »
تورات کی تصریحات . ٦٠٥
کرشمہ ساز قدرت کا اول دن سے حضرت موسیٰ کو چن لینا اور یکے بعد دیگرے ایسے احوال و مراحل سے گزرنا جو تکمیل کار کے لیے ضروری تھے . ٦٠٩
حضرت ہارون کا بھی مصر سے نکلنا اور حضرت موسیٰ سے راہ میں ملنا . ٦١١
تبلیغ و دعوت نرمی و شفقت کے ساتھ ہونی چاہیے ، نہ کہ سختی و خشونت کے ساتھ . ٦١٢
حضرت موسیٰ اور فرعون کا مکالمہ . ٦١٤
فرعون کا مجادلانہ سوال اور حضرت موسیٰ کا داعیانہ جواب . »
قرآن کی تصریح کہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں . جادوگران مصر کا شعبدہ محض فریب نظر تھا . ٦٢٠
جادوگروں کا ایمان لانا اور فرعون کا اسے سازش قرار دینا . ٦٢٢
جادوگروں کا ایمان کے

یہودیوں اور عیسائیوں میں متضاد سمتوں کا انتہائی گوشہ بن گیا تھا۔ قرآن نے بہ حیثیت حکم دونوں کی تفریط و افراط کا رد کیا، لیکن اس باب میں وہ کچھ نہیں کہتا اور جو کچھ کہتا ہے اثبات کے حق میں ہے، نہ کہ نفی کے۔ ۵۹۳

مجوزین نفی کی توجیہات اور ان کی بے اساسی۔ ۵۹۵

قرآن کا مطالعہ اور دیانت شرح و تفسیر ״

طٰہٰ

سورت کا زمانۂ نزول۔ ۵۹۷

پیغمبر اسلام کا جوش دعوت و اصلاح، قوم کا اعراض و انکار اور وحی الٰہی کی تسکین و موعظت۔ ۵۹۸

مقصد تنزیل اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ”تذکرة لمن یخشیٰ“۔ پس معلوم ہوا زور زبردستی کی یہ بات نہیں۔ ״

حضرت موسیٰ کی سرگذشت سے استشہاد اور اس کے مواعظ و بصائر جو صورت حال حضرت موسیٰ کو پیش آئی ویسی ہی تمہیں بھی پیش آنے والی ہے اور اس بارے میں قانون حق ہر حال میں یکساں ہے۔ ۶۰۱

حضرت موسیٰ سے وحی الٰہی کا پہلا مخاطبہ اور

دونوں سے محفوظ
ہو جائے . ٦٤٦
اعراض عن الذکر کا
نتیجہ ضیق معیشت اور
کوری ہے . ٦٤٧
حو دنیا میں اندھا رہا
وہ آحرت میں بھی
اندھا رہے گا . «
سورت کا خاتمہ :
رحمت الٰہی اور امہال
و امتداد . ٦٥٠
مومنوں کو "صبر"
اور "صلوۃ" کا حکم . «
سورت کی بعض مہمات
کی مزید تشریحات . ٦٥٣
فرعون اور حضرت موسیٰ
کا مکالمہ اور مصریوں
کے عقائد . ٦٥٣
فرعون کا سوال "من
ربکما یموسی"؟ اور
حضرت موسیٰ کا جواب ٦٥٤
فرعون کا مجادلانہ سوال
کہ "فما بال القرون
الاولی" اور حضرت موسیٰ
کا داعیانہ جواب . ٦٥٧
فرعون کے سوال کی
مجادلانہ روح اور طریق
موسوی کا پیغمبرانہ طریقہ ٦٥٨
مذھب کے بے شمار
جھگڑے اسی اصل
موسوی سے اعراض کا
نتیجہ ھیں . ٦٥٩
مسلمانوں کے مذھبی
تفرقے اور "فما بال
القرون الاولی" کی بنا پر
جنگ و نزاع . ٦٦٠
سامری اور گوسالہ
پرستی کا معاملہ . ٦٦٢
"سامری" سے مقصود
سمیری قوم کا آدمی ھے . «

بعد اعلان اور ان کے استقامت حق کا مقام عظمت . ٦٢٤

حضرت موسیٰ کا دشت سیناء میں ورود اور سامری کا فتنہ . ٦٢٨

تفسیر "فکذلك القی السامری" اور اس جملے کی نوعیت . ٦٣٠

سامری کا جواب اور تفسیر "فقبضت قبضة من اثر الرسول" . ٦٣٥

سلسلۂ کلام کی منکرین دعوت کی طرف توجہ اور اس حقیقت کی طرف اشارہ کہ اسی طرح اب بھی تنزیل وحی کا معاملہ پیش آ گیا ہے اور اس کے منکروں کے لیے بھی وہی کچھ ہونا ہے جو پہلے ہو چکا ہے . ٦٣٦

"نفخ فی الصور" اور اس کی حقیقت . ٦٣٧

حیات اخروی کی مثال ایسی ہے جیسے آدمی سوتا رہا ہو اور پھر اٹھ کر سوچنے لگے کتنی دیر تک نیند میں رہا . ٦٣٨

قیامت کے حشر و اجتماع کا منظر اور اس کی دہشت و ہول ناکی . ٦٤٠

شرح مقام "رب زدنی علما" . ٦٤٢

انسان کی ساری محرومیوں کا ماحصل دو لفظ ہیں: "ضلالت" اور "شقاوت". قرآن کہتا ہے: اتباع ہدایت اس لیے ضروری ہے کہ

میری تعلیم ہے ۔ ٦٧٨
تخلیق بالحق کی حقیقت۔
بقاء حق اور فناء باطل کا
قانون اور قرآن کا استشہاد ٦٨١
وحدت ادیان کی اصل عظیم
اور قرآن کی تحدی ۔ ٦٨٥
توحید ربوبیت سے توحید
الوہیت پر استدلال ۔ ٦٨٨
حب انسان عداوت میں
کھویا جاتا ہے تو اپنی
زندگی سے زیادہ مخالف کی
موت کا خواہش مند ہو
جاتا ہے۔ یہی حال معاندین
قرآن کا تھا، قرآن کا اعلان ٦٩٠
استعجال بالعذاب ۔ ٦٩٢
قرآن طبیعت انسانی کی
عاجلانہ امنگوں کی نہیں ،
ان کے بے محل استعمال کی
مذمت کرتا ہے ۔ »
منکروں کی غفلت
و سرکشی ۔ ٦٩٣
داعی کا فرض ہے کہ
پکارے اگرچہ اسے یقین
ہو جو بہرے ہیں سننے
والے نہیں ۔ ٦٩٧
وطرت کا ترازو بڑا ہی
دقیقہ سنج ہے۔ ایک ذرۂ
عمل بھی اس کی ڈنڈی کی
تول سے باہر نہیں رہ سکتا ٦٩٨
ایام و وقائع سے استشہاد
اور اس سلسلے میں پہلے
حضرت موسیٰ اور پھر
حضرت ابراہیم کی دعوتوں
کا تذکرہ ۔ ٦٩٩
حضرت ابراہیم کی زندگی
کا وہ ابتدائی واقعہ جو
شہر اُور میں پیش آیا تھا۔ »
حصرت ابراہیم کی دعوت
توحید اور مسلک کے
پجاریوں کا اعراض۔ ٧٠٥

دو آبۂ دجلہ و فرات اور سمیری قوم کا تمدن . ٦٦٣
سمیری قوم کی اصل . »
نسل انسانی کے دو قبائلی سر چشمے : منگولیا اور عرب . ٦٦٤
سامری کا ایمان ، پھر ارتداد . ٦٦٥
گوسالے کے بارے میں یہودیوں کا افسانہ اور مفسرین کا تسامح . ٦٦٧
افسانے کے بے اصل ہونے پر قرآن سے استدلال اور سات وجوہ . »

الانبیاء

مرکز موعظت انذار ہے، یعنی محاسبے کا وقت قریب آگیا . ٦٧١
قرآن کی حیرت انگیز تاثیر اور منکروں کا عاجز ہو کر اسے جادو قرار دیا . ٦٧٣
سچائی کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ اسے سچائی کے سوا اور کچھ نہیں کہا جاسکتا . ٦٧٤
راست باز انسان سچائی کو سچائی سمجھ کر قبول کرتا ہے . اس ڈر سے قبول نہیں کرتا کہ اس کے پیچھے کوئی عذاب کھڑا ہے . ٦٧٥
منکرین نبوت کا استغراب کہ ایک آدمی کو نبی کیسے مان لیا جائے! ٦٧٦
قرآن کا اعلان کہ میری صداقت کی اصلی نشانی

رحمت الٰہی کا ورود . ٧١٩
سفر ایوب کی داستان طویل اور قرآن کا ایجاز بلاغت . ٧٢٠
تفسیر "انی مسنی الضر". »
"وانت ارحم الرّاحمین" ٧٢٢
آیت "فاستجبنا لہ" کی جامعیت . ٧٢٣
حضرت ایوب عرب تھے ٧٢٥
سفر ایوب منظوم کتاب ہے . ٧٢٦
جدید اثری انکشافات اور عربی علم ادب کی قدامت . ٧٢٨
تابوت "احیرام" کا انکشاف اور عربی کتبہ ٧٢٩
قرآن کا عربی میں نزول ٧٣١
دنیا کی قدیم ترین نظم سفر ایوب ہے . »
حضرت ذوالنون کی سرگذشت . ٧٣٣
تورات کی تصریحات »
وحدت ادیان کی اصل عظیم اور اس کی مزید تشریح . ٧٤٠
توحید قرآن کے مبادی ثلاثہ : توحید امت، توحید ربوبیت اور توحید دین و عبادت. ٧٤١
شرط نجات، ایمان و عمل ہے، نہ کہ نسل و گروہ . ٧٤٣
یاجوج وماجوج کا خروج اور اس کی حقیقت. ٧٤٥
قرآن کی تعبیر کے بعض دقائق . ٧٤٦
فتنۂ تاتار اور قرآن کی تصریحات . ٧٤٧
بند کا ٹوٹنا اور سیلاب کا امڈنا . ٧٤٨
"من کل حدب ینسلون". »
علماء عہد کی تصریحات ٧٥٠

پھر یہ دیکھ کر کہ دلائل و مواعظ سود مند نہیں ، ایك عملی طریق احتجاج اختیار کرنا . ۷۰۵

پجاریوں کا عاجز آکر ظلم و تشدد پر اتر آنا . زندہ جلا دینے کا اہتمام کرنا ، مگر قدرت الٰہی کا انھیں ناکام رکھنا اور حضرت ابراھیم کا ھجرت کرکے کنعان چلا جانا . ۷۰۶

حضرت داود اور حضرت سلیمان کی کام رانیاں اور کار فرمائی کی وہ خصوصیت جو حضرت سلیمان کو عطا ھوئی تھی ۷۰۹

حضرت داود کا عبرانی موسیقی مدون کرنا اور ان کی نغمہ سنجیوں کی تاثیر . ۷۱۱

پہاڑوں کی تسبیح اور پرندوں کی تسخیر . ۷۱۱

زرہ سازی کی صنعت اور حضرت داود کا اشتغال . ۷۱۲

تند ھواؤں کی تسخیر . ۷۱۳

حضرت سلیمان کا بحر متوسط اور بحر قلزم دونوں پر اقتدار : صور ، طائر ، یافہ اور ترسیس کی بندرگاھیں . ۷۱٤

قرآن میں شیطان کا اطلاق شیاطین الجن پر بھی ھوا ھے اور شیاطین الانس پر بھی . ۷۱۵

شیاطین الانس کی تسخیر . ۷۱٦

حضرت ایوب کی سرگذشت . ۷۱۷

مصائب و محن اور کمال مرتبۂ صبر و شکر . ۷۱۸

نہیں ہے . ۷۸۲
اثبات کذب کے لیے مفسروں کی غلط توجیہ اور غلط تقدیر عبارت . ۷۸۳
روایت صحیحین . ۷۸٤
"صحت روایت" اور "عصمت روایت". ۷۸۵
اس باب میں اصل اصول . قطعیات دینیہ اور غیر معصوم کی روایات. ۷۸۵
نبوت اور سچائی لازم وملزوم ہیں . ۷۸٦
صحیحین کے بارے میں افراط و تفریط . ۷۸۷
مسلك تحقیق واقتصاد . ۷۸۸
"قال انی سقیم" . ۷۹۰

الحج

قیامت کی ہولناکیاں اور اس کا وہ تصور جو قرآن نے پیدا کیا ہے. ۷۹۳
انسان کا نطفے سے پیدا ہونا، جنین کی مختلف حالتیں اور قرآن کا حیات اخروی پر استشہاد . ۷۹۷
پیدایش کے بعد بلوغ وکمال اور پھر انحطاط وزوال . ۷۹۸
عالم نباتات کی حیات بعد الممات . ۷۹۸
"جدال فی الله بغیر علم". ۷۹۹
ایمان امید اور یقین ہے، کفر مایوسی اور شك. قرآن کہتا ہے: جس کی امید کا چراغ بجھ گیا وہ ہمیشہ کے لیے نامراد ہوا ۸۰۱
ایمان بالله کا دعوی اور اخلاص توحید کا فقدان. ۸۰۳

"فتح یاجوج وماجوج" سے مقصود کسر سد نہیں ھے .	٧٥٠	شہر اُور کی بت پرستی .	٧٧٠
حادثۂ یاجوج وماجوج اور تاریخ اسلام .	٧٥١	"آزر" نام نہیں ھے ، منصب کا لقب ھے .	٧٧١
حدیث زینب بنت جحش	٧٥٢	حضرت ابراھیم کا گھرانا .	»
فتنۂ تاتار اور مسلمانوں کی فرقه بندی .	٧٥٤	دعوت حق .	»
تفسیر "ان الارض یرثها عبادی الصالحون".	٧٦٢	حضرت ابراھیم کا محسوس کرنا که مقلدین جہل کے لیے دلائل بے کار ھیں .	٧٧٣
زبور کی تذکیر .	٧٦٣	قیام حجت کا عملی طریقه .	»
وراثت ارض .	٧٦٤	پہلے چیلنج دیا ، پھر کر کے دکھا دیا .	٧٧٦
عابدین حق کے لیے پیام .	٧٦٥	پجاریوں کی حیرانی اور پھر تجاھل .	»
"وما ارسلنٰك الا رحمة للعٰلمین".	٧٦٧	حضرت ابراھیم کا مجمع عام میں آنا اور مکالمه .	٧٧٨
حضرت ابراھیم کی بت شکنی کا واقعه اور اس معاملے کی تحقیق که کیا انھوں نے مصلحة جھوٹ بولا تھا .	٧٦٩	پجاریوں کا اعتراف حقیقت پر مجبور ھو جانا .	٧٧٩
		تفسیر "ان کانوا ینطقون"	٧٨٠
		"فرض الباطل مع الخصم حتی تلزمه الحجة" کذب	

سلسلهٔ بیان کا معاندین مکه کی طرف رجوع اور ان کے اس ظلم کا اعلان که مسجد حرام کا دروازه خدا کے عبادت گزاروں پر بند کر دیا هے . ٨١٤

مسجد حرام نوع انسانی کے لیے ایك عالم گیر عبادت گاه هے . کسی کو حق نهیں که اس کا دروازه عبادت گزاروں پر بند کر دے . «

مسجد حرام کی تعمیر کے بنیادی مقاصد . ٨٢١

باشندگان مکه اس مسجد کے خادم ٹهیرائے گئے تھے ، نه که مالك . پس انهیں حق نهیں که لوگوں پر اس کا دروازه بند کر دیں . «

قربانی کی حقیقت اور پیروان مذاهب کی عام گم راهیوں کا ازاله . ٨٢٢

اصل مقصود تقوی هے ، نه که خون بهانا . ٨٢٣

اذن قتال کی پہلی آیت ، اور قتال کے جواز کی علت . ٨٢٤

مسلمان مظلوم هیں اور مظلوم کا حق هے که اسے ظالم کے مقابلے میں هتهیار اٹھانے کی اجازت دی جائے . ٨٢٥

اگر مظلوم اس حق سے محروم کر دیا جائے تو دنیا میں انسانی مظالم لا علاج هو جائیں . «

اگر ایك جماعت کے ظلم کا دوسری جماعت کے هاتهوں دفاع نه هوتا رهتا تو دنیا میں کوئی جماعت بهی اپنے عقائد و اعمال محفوظ نهیں

شرك کی راہ وھم و گمان
کی راہ ھے اور توحید کی
راہ یقین و قطعیت کی ۔ ٨٠٥

جو مایوس ھوگیا اس نے
زندہ رھنے کا حق کھو دیا ۔

قرآن کی معجزانہ بلاغت
کہ چند جملوں کے اندر
انسانی زندگی کے تمام
مسائل حل کر دیے ۔ ٨٠٦

دنیا میں حقیقت دیکھی
نہیں جاسکتی ، آثار و دلائل
سے پہچانی جا سکتی ھے ۔
پس اس میں انسانی عقل
کے لیے آزمایش ھوئی ۔
باقی رھا حقیقت کا مشاھدہ
تو یہ آخرت میں ھوگا ،
اسی دن تمام پردے ھٹیں گے ٨٠٧

تمام مخلوقات اللہ کے مقررہ
احکام و قوانین کے آگے
سر بسجود ھے اور اسی
کا مطالبہ انسان سے بھی ھے ٨٠٩

اس اصل عظیم کی طرف
اشارہ کہ قرآن انسان کو
عام سلسلۂ مخلوقات سے
الگ نہیں کرتا ، بلکہ
سب کے ساتھ ایك ھی صف
میں کھڑا کرتا ھے اور
اسی لیے ایك ھی قانون
فطرت کے ماتحت سب
کو لاتا اور ایك ھی حقیقت
کے مختلف مظاھر قرار
دیتا ھے ۔ ٨١٠

دین کے کتنے ھی حصے
بنا لیے ھوں مگر اصلاً
راھیں دو ھی ھیں اور
دو ھی طرح کے خواص
و نتائج بھی ھیں : ایمان یا انکار ،
امید یا مایوسی ، نیك عملی
یا بدعملی اور بالآخر نعیم
ابدی یا عذاب اخروی ۔ ٨١١

زیادہ سچائی کا نقش بھی جمتا جاتا ہے اور اسی فتنے میں طالب حق کے لیے آزمایش ہوئی . ٨٣٤

تین حقیقتیں اور ان کی تشریح . ٨٣٩

جو انقلاب در پیش ہے اس کی مثال ایسی سمجھو جیسے زمین پر پانی پڑا اور وہ اچانک لہلہا اٹھی . ٨٤١

اصل "دین" کی وحدت اور "مناسک" کا اختلاف ٨٤٤

ادیان سابقہ کے مناسک ومناہج کا اختلاف وجہ نزاع نہیں ہو سکتا جبکہ اصل دین میں کوئی اختلاف نہیں. «

اس اصل عظیم کی تلقین کہ حق کی تبلیغ کرو، پھر اگر لوگ نہ مانیں تو ان کے پیچھے نہ پڑو "اللہ اعلم بما تعملون" کہہ کر معاملہ ختم کردو. ٨٤٤

سورت کا خاتمہ اور مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے پانچ اصولی موعظتیں . ٨٥٠

بعث بعد الموت اور سورۂ حج کی موعظت . ٨٥٣

تخلیق حیات اور اعادۂ حیات . ٨٥٤

پیدایش کا تناسلی سلسلہ اور قانون تحول . ٨٥٥

عالم نباتات اور اعادۂ تحول . ٨٥٦

قانون تأجیل . ٨٥٧

تخم حیات اور نشأۃ ثانیہ . ٨٥٨

استدلال کی تفصیل . ٨٦٠

قرآن کی اصطلاح میں "بعث" . ٨٦١

رکھ سکتی . خدا کی تمام عبادت گاھیں جو مختلف قوموں نے آباد کر رکھی ھیں یك قلم منہدم ھو جاتیں . ٨٢٥

قرآن کے نزدیك مسلمانوں کے جماعتی اقتدار کا مقصد اور اسلامی نظام حکومت کی شناخت . ٨٢٨

یہ انقلاب حال جو در پیش ھے کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں، ھمیشہ ایسا ھی ھوتا آیا ھے . ٨٢٩

دھنی تعطل اور قلبی غفلت کی وہ حالت جسے قرآن اندھے بہرے ھو جانے سے تعبیر کرتا ھے . ٨٣٠

قوانین فطرت کی اوقات شماری کو اپنی اوقات شماری کے حسابوں پر قیاس نہ کرو . تمھاری تقویم کا ایك ھزار برس ایسا ھے جیسے اللہ کے حساب کا ایك دن . ٨٣١

منکروں کو انذار کہ اب فیصلے کا وقت آگیا ھے اور راھیں دو ھیں : ایمان اور اس کی برکتوں کی راہ ، اور سرکشی اور اس کے نتائج کی راہ . ٨٣٣

مسلمانوں کو تنبیہ کہ راہ کی لغزشوں سے بے پروا نہ ھو جائیں اور صبر و استقامت کے ساتھ ظہور نتائج کا انتظار کریں . ٨٣٤

" وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته " کی تفسیر . دعوت حق کے مقابلے میں شیطانی فتنہ جس قدر بڑھتا جاتا ھے اتنا ھی

ہے، پھر اس کا سلسلہ نطفے کے قرار پانے سے جاری ہوا۔ ٨٧٨

نطفے کی تکوین کے پانچ مراتب۔ ٨٧٩

دلائل حق کی دو قسمیں: دلائل انفس اور دلائل آفاق، اور پھر دلائل آفاق میں دلائل کونیہ اور تجارب ماضیہ۔ یہاں تینوں قسم کے دلائل جمع ہو گئے ہیں۔ »

دلائل کونیہ میں سے برہان ربوبیت کا استدلال۔ ٨٨٢

"سبع طرائق" کی تحقیق۔ »

درخت زیتون کی خصوصیت۔ ٨٩٣

ایام و وقائع کی طرف مجمل اشارہ اور اس کی توجیہ۔ ٨٨٥

"قرن" اور "قرون" کے لفظ کا استعمال اور اس کی تحقیق۔ مقصود خاص اقوام نہیں ہیں، بلکہ اقوام کے عروج و تمدن کے دور ہیں۔ ٨٨٩

دعوت رسل کے منکروں کے اقوال۔ انہیں سب سے زیادہ دو باتوں پر انکار و استغراب تھا: نبی کی بشریت اور آخرت کی زندگی۔ ٨٩٢

حضرت نوح کے بعد دو قوموں کا عروج اور حضرت موسیٰ سے پیشتر کے قرون۔ ان تمام عہدوں میں بے شمار رسولوں کا ظہور ہوا۔ ٨٩٤

"موت" اور "حیات" "انبعاث" از سر نو تخلیق نہیں ھے، اعادہ و تبدل ھے۔	٨٦١، ٨٦٣
یہاں وجود کی حقیقت نہیں مٹتی، صرف صورت مٹتی ھے۔	٨٦٤
تبدل صورت اور بقاء حقیقت سے استدلال۔	٨٦٦
مواسم هستی کی گردش اور تقویم فطرت۔	٨٦٨
اس باب میں علم کا یہ مقام نہیں کہ جرأت انکار کرے۔	٨٧٠
جدال فی اللہ بغیر علم۔	»

المؤمنون

المؤمنون الاولون کے جماعتی خصائص اور ان سے استشہاد۔	٨٧٤
اگر ایک طبیب نے بیماروں کو تندرست انسان بنا دیا تو اس کے طبیب ہونے کی اس سے بڑھ کر کوئی قطعی دلیل نہیں ہوسکتی۔	»
خصوصیت کے ساتھ پانچ وصفوں پر زور دیا گیا۔	٨٧٥
قرآن کے نزدیک مرد وعورت کے ملنے کا جائز طریقہ صرف ایک ھی ھے اور وہ ازدواج ھے۔	٨٧٦
وجود انسانی کی پیدایش پہلے کسی ایسی چیز سے ہوئی جسے مٹی کے خلاصے سے تعبیر کیا گیا	

اصلی سرچشمه وهی هیں. ۹۰۵

قرآن کا مطالبه یه نهیں هے که مجھے بے سمجھے بوجھے مان لو. وه کهتا هے مجھ پر تدبر کرے سے انکار نه کرو ۹۰۹

صداقت اسلام کی معرفت کی راهیں صرف دو هیں: قرآن میں تدبر اور صاحب قرآن کی زندگی میں تدبر. »

تمام کائنات هستی جس بنیادی قانون پر قائم و منظم هے، وه قرآن کے نزدیك "حق" کا قانون هے. اگر یه بنیاد هل جائے تو تمام کارخانۂ هستی درهم برهم هو جائے. ۹۱۱

قانون "تزویج" یا قانون "تثنیه" اور اس سے قرآن کا استشهاد. ۹۱٤

تخلیق و تکوین جنین کے مراتب سته جو قرآن نے بیان کیے هیں. ۹۲۷

مفسرون کی حیرانی، کیوں که علم الجنین بحیثیت ایك علم کے حال کی پیداوار هے. »

قدیم مفسرین معذور تهے ۹۲۹

علم الجنین کی تدوین کی مختصر تاریخ. ۹۳۰

جدید تحقیقات. ۹۳۲

قانون پیدایش حیات کی عالم گیری. ۹۳٤

مدارج تطور. ۹۳٥

قرآن کی تصریحات. ۹۳۸

سترهویں صدی کا نظریه جو انیسویں صدی کے اواخر تك مقبول رها، قرآن کے اشارات کے

حضرت مسیح کا ظہور اور ''وآوینٰھما الی ربوۃ ذات قرار و معین'' کی تفسیر۔ ٨٩٦
وحدت ادیان و امم کی اصل عظیم اور تفرقہ و تحرب کی بنیادی گمراہی۔ ٨٩٩
پیغمبر اسلام سے خطاب کہ منکروں کے جحود سے دل تنگ نہ ہوں اور اپنا کام کیے جائیں۔ ٩٠٠
مفسدوں کو اپنی عارضی خوش حالیوں پر مغرور نہیں ہونا چاہیے۔ یہ قانون امہال کا قدرتی نتیجہ ہے اور عواقب کا ظہور اب دور نہیں۔ ٩٠١
اللہ کا قانون یہ ہے کہ ہر وجود سے اتنے ہی عمل کا مطالبہ ہوتا ہے جتنے کی استعداد اس میں ودیعت کر دی گئی ہے۔ ''مطالبۂ عمل'' اور ''ودیعت استعداد'' باہم مختلف نہیں ہو سکتے۔ ٩٠٣
''تکلیف'' لغوی اور ''تکلیف'' شرعی۔ ٩٠٤
قرآن کی یہ اصل عظیم کہ 'دولت' اللہ کا سب سے بڑا فضل ہے اگر جماعت میں پھیلی ہوئی ہو، اور سب سے بڑا فتنہ ہے اگر صرف چند افراد کے قبضے میں چلی گئی ہو۔ اسی لیے وہ ہر جگہ جماعت کے دولت مند افراد کو فساد و گمراہی کا ذمہ دار قرار دیتا ہے اور کہتا ہے: فساد کا

مشرکین عرب میں نکاح کے جو طریقے رائج تھے ان میں سے بعض صریح زنا تھے. اس صورت حال کے پیش نظر زانی اور زانیه کے ساتھ مشرک اور مشرکه کا ذکر کیا گیا. ٩٥١

زنا کی حد. زنا کے ثبوت کے لیے چار گواهوں کی آنکھوں دیکھی شہادت ضروری هے. ٩٥٢

زنا کی تہمت لگانے کی سزا اور الزام تراشی کا سد باب.

اگر خود شوهر اپنی بیوی پر الزام لگائے اور گواه نه پیش کر سکے تو 'لعان' کے ذریعے جھگڑا چکایا جائے. لعان کا طریقه. ٩٥٥

واقعهٔ 'افك' کا بیان اور حضرت عائشه کی عصمت کا اعلان. ٩٥٦

معاشرتی زندگی کے اخلاق و رائض کے لیے قرآن کا بلند معیار.

قرابت دار حاجت مندوں کے کسی قصور سے ناراض هو کر ان کی مدد سے هاتھ کھینچنا کسی طرح جائز نہیں. ٩٦١

ازدواجی زندگی کے بارے میں اصل یه هے که همیشه هم جنس طبیعتیں ایک دوسرے سے میل کھائیں گی. نیك مرد نیك عورت کو پسند کرے گا اور نیك

خلاف تھا، اس لیے بعض جدید مفسروں نے قطع و برید کر کے تطبیق دینی چاھی ۔ ٩٣٨

قرآن اپنی جگه قائم ھے اور علم کو اپنی جگه چھوڑ کر اس کی طرف بڑھنا پڑا ھے ۔ ٩٤٠

متذکرۂ قرآن مدارج سته ۔ ٩٤١

" علقه " کی تعبیر اور اس کے دقائق کی علمی تصدیق ۔ ٩٤٤

" خلقاً آخر " کی تفسیر ۔ ٩٤٦

النور

سورۂ نور کا مرکز موعظت ۔ قانون کے ذریعے ازدواجی زندگی کے مفاسد کی اصلاح ۔ ٩٤٨

اجتماعی زندگی کی بنیاد ازدواجی زندگی، یعنی ایك مرد اور ایك عورت کے درمیان تا حیات رفاقت کا عهد و پیمان ھے ۔ زنا ٹھیك ٹھیك اس کی ضد ھے ۔ جس سوسائٹی میں زنا کا دروازه کھلا رھے گا وه کبھی ازدواجی زندگی کی استواری حاصل نه کر سکے گی ۔ ٩٤٩

زنا کی شناعت اور اس کی 'حد' یعنی سزا ۔ ٩٥٠

آیت ٣ " الزانی لا ینکح الا زانية " الخ کا مطلب ۔ یهاں 'نکاح' لغوی معنی میں استعمال ھوا ھے ۔

متقیوں کے لیے موعظت۔ ٩٧٤

ایک خاص موعظت کے ذیل میں دو مثالیں: ایک ایمان اور ایمان والوں کے کاموں کی، دوسری کفر اور اصحاب کفر کے اعمال کی۔ »

کائنات ہستی میں جتنی چیزیں ہیں سب اللہ کی تسبیح و تقدیس میں زمزمہ سنج ہیں، لیکن تمھیں اس کی فہم نہیں۔ ٩٧٩

برہان ربوبیت۔ یہ مضمون سورۂ فاتحہ میں 'نظام ربوبیت' کے تحت گزر چکا ہے ٩٨١

قرآن کا اعلان کہ سارے جان دار اجسام کی پیدایش پانی سے ہوئی ہے۔ ٩٨٢

اس آیت کا مطلب سمجھنے میں مفسرین کی حیرانیاں۔ »

لیکن آج خود انسانی علم کی کاوشیں بھی اسی حقیقت کا اعلان کر رہی ہیں۔ ٩٨٣

پچھلی موعظت میں ایسی دلیلیں بیان ہوئی ہیں جو ہر طالب حق کے آگے عرفان حقیقت کی روشنی نمایاں کر دیتی ہیں۔ »

در اصل یہی دلیلیں عرفان حقیقت کی راہ روشن کرنے والی دلیلیں ہیں نہ، کہ ہمارے گھڑے ہوئے منطقی

عورت نیک مرد ہی کے ساتھ خوش رہے گی۔ ٩٦٤
معاشرے کو اخلاق مفاسد سے پاک رکھنے کے لیے مرد و عورت کے باہمی اختلاط پر پابندیاں لگائی گئیں۔ ٩٦٥
توہم پرستی اور رسم پرستی نے نکاح کی راہ میں جو رکاوٹیں پیدا کر رکھی تھیں ان کو قرآن نے دور کیا۔ جوان عورت، باکرہ ہو یا بیوہ، اس کو بٹھائے رکھنا ہرگز مناسب نہیں۔ ٩٧٠
لونڈیوں اور غلاموں کو بھی بے وجہ نکاح سے نہ روکا جائے۔ ٩٧١
مکاتبت کا حکم۔ اگر غلام مکاتبت کی درخواست کرے تو آقا کو انکار نہ کرنا چاہیے۔ ٩٧٢
لونڈیوں سے کسب کرانا ممنوع قرار دیا گیا۔ ٩٧٣
تذکیر و موعظت
قرآن کا بیان قانون کی کتاب کی طرح خشک نہیں ہوتا۔ وہ موعظت و تذکیر کے ذریعے طبیعتوں میں گداز پیدا کر کے احکام کی قبولیت کے لیے زمین تیار کرتا ہے۔ ٩٧٤
قرآن تین طرح کی باتوں پر مشتمل ہے:
آیات بینات۔ پچھلی قوموں کا تذکرہ،

برداری کرو . یاد رکھو کہ روگردانی کا خمیازہ خود تمہیں کو بھگتنا ہوگا . پیغمبر اسلام کی ذمے داری صرف اتنی ہے کہ پیام حق پہنچا دیں. سننا ، سمجھنا اور کار بند ہوناحود تمہارا فرض ہے. ۹۹۱

'' استئذان'' کا حکم، یعنی حب کسی کے گھر حاؤ تو اجازت لے کر مکان میں داخل ہو. ۹۹۵

لوگ معذوروں کو حقارت اور بیماروں کو کراھیت کی نظر سے دیکھتے تھے. قرآن نے اس ذھنیت کو بدل دیا. ۹۹۸

ایك دوسرے کے گھر کھانے پینے کے معاملے میں بے حا امتیاز اور تکلف کی حو دیوار کھڑی تھی قرآن نے اس کو ڈھا دیا. ۹۹۹

سلام کرنے کا حکم . ۱۰۰۱

شایستگی کا تقاضا ہے کہ آدمی حود اپنے گھر میں بھی داحل ہو تو سلام کرے. »

سورت کے آخر میں پھر اطاعت رسول کی تاکید. ۱۰۰۵

پیغمبر اسلام جب کبھی کسی معاملے کے لیے لوگوں کو جمع کرتے تو منافق دکھاوے کے لیے آحاتے، پھر نظر بچا کر کھسك حاتے. فرمایا: مؤمنوں کا یہ شیوہ نہیں

مقدمات . ٩٨٤
یہ حقیقت امام رازی پر کھلی، مگر آخر عمر میں . »
احکام حق کی کامل اطاعت کی اھمیت اور ضرورت. »
زبان سے ایمان کا اقرار کرنے والے مگر عمل میں کچے ، یعنی منافق . ٩٨٦
تفصیل کے لیے سورۂ توبہ کی تشریحات دیکھی جائیں . »
جس معاملے میں اپنے کو برسر حق پائیں، فوراً اس معاملے کو پیغمبر اسلام کے سامنے پیش کر دیں .
لیکن اگر صورت حال دوسری ہو تو پیغمبر اسلام کے فیصلے سے گریز کریں . »
جب قرآن اور سنت کا کوئی فیصلہ مسلمانوں کے سامنے آئے تو " سمعنا واطعنا " کہہ کر جھک جانا چاهیے . ٩٨٧
پھر ان لوگوں کا کیا حال ھے جنھوں نے اپنے اپنے پیشواؤں کے اقوال کو اپنی تقلید و اطاعت کا مرکز بنا لیا ھے . ٩٨٨
منافقوں کی ایك عادت یہ ھے کہ وہ قسمیں کھا کھا کر اطاعت و فرماں برداری کا یقین دلاتے ھیں، لیکن ان کا عمل انھیں صاف جھٹلاتا ھے . ٩٩٠
آیت ٥٤ جوامع کلمات سے ھے . ٩٩١
فرمایا : تمام باتوں کا خلاصہ یہ ھے کہ اللہ اور اس کے رسول کی فرمان

نقوش متعلق سورۂ کہف

١ ـ ذو القرنین کی مغربی، مشرقی اور شمالی فتوحات .

٢ ـ سنہ ٦٠ قبل مسیح میں یاجوج و ماجوج کے مغربی ایشیا پر حملے اور سدّ ذو القرنین کی تعمیر .



سورة الرعد-۱۳

مکية و هی ثلث و اربعون اٰية

مکی ، ٤٣ آیتیں

بسم الله الرحمن الرحيم

یہ سورت بھی مکی ھے اور حطاب مشرکین مکہ سے ھے .

تمام مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی دین حق کے بنیادی عقائد کا بیان ھے ، یعنی توحید ، رسالت ، وحی اور جزاء عمل . لیکن خصوصیت کے ساتھ جس بات پر زور دیا گیا ھے اور جو سورت کی تمام موعظت و تذکیر کے لیے مرکز بیان و خطاب ھے وہ "حق" اور "باطل" کی حقیقت اور ان کی باھمی آویزش کا قانون ھے . چنانچہ سورت کی ابتداء بھی اسی اعلان سے ھوئی ھے کہ "والذی انزل الیك من ربك الحق" اور حاتمہ بھی اسی پر ھوا ھے کہ "فانما علیك البلاغ و علینا الحساب" (آیت ٤٠). =

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝۲

یه الله هی هے جس نے آسمانوں کو بلند کر دیا اور تم دیکھ رهے هو که کوئی ستون انهیں تهامے هوے نهیں هے. پهر وه اپنے تخت (حکومت) پر نمودار هوا (یعنی مخلوقات میں اس کے احکام جاری هو گئے) اور سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا که هر ایك اپنی ٹهیرائی هوئی میعاد تك (اپنی اپنی راه) چلا جا رها هے. وهی (اس تمام کارخانۂ خلقت کا) انتظام کر رها هے اور (اپنی قدرت و حکمت کی) نشانیاں الگ الگ

= فکر انسانی کی بناوٹ نهیں هے، الله کی جانب سے نازل هوا هے اور امر حق هے. لیکن مخاطبین دعوت میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی هے جو اسے نهیں مانتے، پس ضروری هے که ان کے مقابلے میں اس کی حقانیت آشکارا هو جائے.

الٓمّٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ	الف لام میم را.(اے پیغمبر!)
الْكِتٰبِ ط وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ	یہ ''الکتاب''(یعنی قرآن) کی
اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ	آیتیں ھیں اور جو کچھ تیرے
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ	پروردگار کی جانب سے تجھ
لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ۱	پر نازل ہوا ھے وہ امر حق ھے

(اس کے سوا کچھ نہیں)، مگر اکثر آدمی ایسے ھیں کہ (اس پر) ایمان نہیں لاتے ۱ .

= حق و باطل کے امتیاز کا یہی عالم گیر اور فیصلہ کن قانون ھے جو دعوت قرآنی کی حقانیت اور عدم حقانیت کا فیصلہ کردے گا . اگر پیغمبر اسلام کا اعلان رسالت ''حق'' ھے تو ''حق'' کا خاصہ یہی ھے کہ باقی رھے اور فتح مند ھو . اگر ''باطل'' ھے تو بلا شبہ ''باطل'' کے لیے مٹ جانا اور نامراد ھونا ھے . یہی اللہ کی شہادت ھے جس سے بڑھ کر کوئی فیصلہ کن شہادت نہیں ھو سکتی اور اب اس شہادت کے ظہور کا انتظار کرنا چاھیے .

۱ - سورت کی ابتداء اس اعلان سے ھوئی ھے کہ قرآن =

= کا قانون ہے جس کے توازن نے انہیں اپنی اپنی جگہ معلق و قائم رکھا ہے ۔

(ب) یہ ان کی پیدایش تھی ، لیکن اب ان کے قیام و اجراء کے لیے ضروری تھا کہ احکام و قوانین ہوں اور نافذ ہو جائیں ۔ پس اس تمام کائنات ہستی پر اللہ کی فرماں روائی نافذ ہو گئی ، یعنی اس کا تخت حکومت بچھ گیا ، اس کے احکام کے آگے سب جھک گئے ۔

(ج) یہ احکام و قوانین کس طرح نافذ ہوے؟ اس طرح کہ سورج اور چاند کو دیکھو احکام الٰہی نے کس طرح انہیں مسخر کر رکھا ہے ! بال برابر ان کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے ۔ ان کی سیر و گردش کے لیے جو میعادیں ٹھیرا دی گئی ہیں ٹھیک ٹھیک اس کے مطابق چل رہے ہیں ۔

پھر اس کے بعد اس معاملے کی وضاحت کر دی کہ "یدبر الامر" اور یہاں یہی بات بناء استدلال ہے ، یعنی یہ سب کچھ جو ہوا اور ہو رہا ہے اس حقیقت کی شہادت ہے کہ یہاں تدبیر امور کرنے والا ایک ہاتھ موجود ہے ، ورنہ ممکن نہ تھا کہ یہ سب کچھ ظہور میں آجاتا اور قائم و جاری رہتا ۔ اور اگر تدبیر امور کی قوت کام کر رہی ہے تو کیونکر ممکن ہے کہ اعمال =

کر کے بیان کر دیتا ھے تا کہ تمھیں یقین ھو جائے کہ (ایک دن) اپنے پروردگار سے ملنا ھے ۲ .

۲ - پھر اللہ کی ھستی اور آخرت کی زندگی پر برھان حکمت و ربوبیت کا استدلال کیا ھے اور یہ حقیقت واضح کی ھے کہ آسمان و زمین کی ھر چیز کسی ایسی ھستی کی موجودگی کی شہادت دے رھی ھے جس نے جو کچھ بنایا ھے مصلحتوں اور حکمتوں کے ساتھ بنایا ھے اور یہاں کا ذرہ ذرہ اسی کی تدبیر و انتظام سے چل رھا ھے . پھر فرمایا: ان نشانیوں کا تفکر دلوں میں یقین پیدا کر دیتا ھے کہ انسانی زندگی صرف اتنے ھی کے لیے نہیں ھو سکتی جتنی حیات دنیوی میں نظر آ رھی ھے . ضروری ھے کہ کوئی دوسرا مرحلہ بھی پیش آنے والا ھو اور وہ ایسا ھو کہ مخلوق کو خالق کے حضور میں پیش کر دے .

اس آیت میں قدرت و حکمت الٰہی کے تین مرتبے بیان کیے ھیں :

(ا) سب سے پہلے یہ کہ اجرام سماویہ کو پیدا کیا اور فضاء میں پھیلا دیا . وہ بلند ھیں لیکن کوئی سہارا نہیں جو انہیں تھامے ھوئے ھو . محض جذب و انجذاب =

= واقع ہوا ہے کہ گولائی محسوس ہی نہیں ہوتی ۔ ایسا دکھائی دیتا ہے جیسے ایك مسطح فرش بچھا ہوا ہو ۔ پھر اس میں پہاڑ پیدا کر دیے گئے جن کی چوٹیوں پر برف جمتی اور پگھلتی رہتی ہے اور اس طرح ان نہروں کی روانی کا سامان ہوتا رہتا ہے جو میدانی زمینوں سے گزرتی ہیں اور انہیں سیراب کرتی رہتی ہیں ۔

پھر زمین میں روئیدگی کی کیسی عجیب و غریب قوت پیدا کر دی کہ اس کی تمام سطح طرح طرح کی خوش ذائقہ غذاؤں کا خوان نعمت بن گئی ہے! ہر طرح کے پھلوں کے درخت ہیں، ہر طرح کے دانوں کی فصلیں ہیں، سب میں دو دو قسموں اور جوڑوں کا قانون کام کر رہا ہے، اس اعتبار سے بھی کہ نباتات کی کوئی قسم نہیں جس میں حیوانات کی طرح نر اور مادہ کی جنسی تقسیم نہ ہو اور اس اعتبار سے بھی کہ ہر درخت کے پھل دو قسموں کے ضرور ہوتے ہیں: مثلاً کھٹے اور میٹھے، خوش ذائقہ اور بد ذائقہ، اچھی قسم کے اور گری ہوئی قسم کے ۔ پھر اس کی حکمت فرمائی کا یہ کرشمہ دیکھو کہ رات دن کا دائمی انقلاب طاری ہوتا رہتا ہے جو نباتات کی روئیدگی اور پختگی کے لیے ضروری تھا. جب دن کی تپش انہیں خوب اچھی طرح گرم کر دیتی ہے=

وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ	اور (دیکھو!) وهی هے
وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ	جس نے زمین کی سطح
وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ	پھیلادی، اس میں پہاڑ بنا دیے،
الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا	نہریں جاری کر دیں اور هر
زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی	طرح کے پھلوں کے جوڑے
الَّیْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ	دو دو قسموں کے اگا دیے .
ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ	اس نے رات اور دن (کے
یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ ۳	بتدریج ظاهر هونے) کا ایسا

قاعدہ بنا دیا که دن کی روشنی کو رات کی تاریکی ڈھانپ لیا کرتی هے . یقیناً اس بات میں ان لوگوں کے لیے کتنی هی نشانیاں هیں جو غور و فکر کرنے والے هیں۳ .

= انسانی کے لیے اس نے کوئی انتظام نه کیا هو اور انسانی زندگی ایك فعل عبث کی طرح رایگاں جائے .

۳ - آیت ۲ میں عالم سماویه کا ذکر کیا تھا . آیت ۳ میں فرمایا: زمین کو دیکھو وہ ایك گیند کی طرح مدور اور گول هے، لیکن اس کی سطح کا هر حصه ایسا =

وَ اِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ	اور (اے مخاطب!) اگر تو
قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا	عجیب بات دیکھنی چاهتا هے
ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۵	تو (سب سے زیادہ) عجیب

= کی سطح ایك هے، مگر اس کے مختلف قطعات یکساں نہیں، سب ایك دوسرے سے ملے هوے هیں، لیکن اپنی روئیدگی اور پیداوار کی مختلف خدمتیں انجام دے رهے هیں. ایك قطعه میں باغ هیں، ایك میں کهیت هیں، ایك میں نخلستان هیں. پهر اگرچه زمین ایك هے اور ایك هی پانی سے هر قطعه سیراب هوتا هے، لیکن هر درخت کا پهل یکساں نہیں. کسی جگه ایك هی پهل اعلیٰ درجے کا هوتا هے، کسی جگه کا ادنیٰ درجے کا کسی کا مزه کچھ هوتا هے، کسی کا کچھ.

کائنات هستی کے ان تمام کارخانوں کا اس نگرانی اور دقیقه سنجی کے ساتھ نافع و کار آمد هونا اور مخلوقات کی ضروریات زندگی کا اس عجیب و غریب کار فرمائی کے ساتھ انتظام پانا، کیا اس حقیقت کا اعلان نہیں هے که ایك پرورش کننده اور مدبر هستی موجود هے اور یہاں جو کچھ هو رها هے کسی مقصد اور منتہیٰ کے لیے هو رها هے.

وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ	اور (دیکھو!) زمین میں
وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ	(طرح طرح کے) ٹکڑے ہیں،
وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ	ایک دوسرے سے ملے ہوے۔
وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی	ان میں انگور کے باغ ہیں،
بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۣ وَنُفَضِّلُ	(غلے کی) کھیتیاں ہیں، کھجور
بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی	کے درخت ہیں، باھم دگر
الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ	ملتے جلتے ہوے اور بعض
لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ؁۴	ایسے کہ ملتے جلتے ہوے

نہیں ہیں۔ سب ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں، مگر ہم بعض پھلوں کو بعض پر مزے میں برتری دیتے ہیں۔ یقیناً اس بات میں ان لوگوں کے لیے بڑی ہی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں ۴۔

=تو رات آتی ہے اور زمین کو ڈھانپ لیتی ہے اور اس کی چادر کے تلے وہ خنکی و برودت کی مطلوبہ مقدار حاصل کر لیتے ہیں۔

۴ - پھر ربوبیت الٰہی کی یہ کارفرمائی دیکھو کہ زمین=

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ	اور (اے پیغمبر!) یہ تم سے برائی کے لیے جلدی مچاتے ہیں قبل اس کے کہ بھلائی کے لیے

= نہیں آتی تو اس سے زیادہ کونسی بات عجیب ہو سکتی ہے! عجیب بات یہ نہیں ہے کہ مرنے کے بعد پھر انسان پر ایک دوسری زندگی طاری ہو گی، کیوں کہ اس کی شہادت تو دنیا کی ہر چیز دے رہی ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ انسان صرف حیات دنیوی پر قانع و مطمئن ہو جائے اور سمجھ لے اس کی پیدایش سے جو کچھ مقصود تھا وہ صرف اتنا ہی تھا کہ ایک مرتبہ پیدا ہوا اور کچھ دنوں کھا پی کر مر گیا

عقل و بینش کا مقتضا تو یہ تھا کہ اگر کہا جاتا یہ زندگی صرف دنیا ہی کی زندگی ہے تو طبیعتیں کسی طرح مطمئن نہ ہوتیں اور شک و شبہ میں پڑ جاتیں کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ لیکن منکرین حشر کی عقل و بینش کا یہ حال ہے کہ انہیں کہا جا رہا ہے "زندگی صرف اتنی ہی نہیں ہے" اور وہ ہیں کہ حیران ہو کر کہتے ہیں: جب مر گئے اور گل سڑ کر مٹی ہو گئے تو کیا پھر ہمیں زندگی کا ایک نیا جامہ مل جائے گا؟

أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ ۚ وَأُولَـٰئِكَ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ ۖ وَأُولَـٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ ۵

بات ان منکروں کا یہ قول ھے کہ جب ھم (مرنے کے بعد گل سڑ کر) مٹی ھو گئے تو پھر کیا ھم پر ایک نئی پیدایش طاری ھوگی؟ (یہ بات تو سمجھ میں آتی نہیں)۔ تو یقین کرو! یہی لوگ ھیں جنھوں نے اپنے پروردگار سے انکار کیا اور یہی ھیں جن کی گردنوں میں طوق پڑے ھوں گے اور یہی ھیں کہ دوزخی ھوے، ھمیشہ دوزخ میں رھنے والے ۵۔

---

۵ ۔ آیت ۵ میں فرمایا: کائنات ھستی کی ھر بات یقین دلا رھی ھے کہ یہ کارخانۂ تدبیر و حکمت بغیر کسی مصلحت و مقصد کے نہیں ھو سکتا اور ضروری ھے کہ انسان کی زندگی صرف اتنی ھی نہ ھو کہ پیدا ھوا، کھایا پیا اور فنا ھو گیا، بلکہ اس کے بعد بھی کچھ نہ کچھ ھونے والا ھو، ورنہ تدبیر و مصلحت کا سارا کارخانہ باطل ھو جاتا ھے۔ لیکن اگر اس پر بھی لوگوں کی غفلت کا یہ حال ھے کہ حیات آخرت کی بات ان کی سمجھ میں=

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۧ ۷

اور جن لوگوں نے کفر کا شیوہ اختیار کیا ہے وہ کہتے ہیں " اس آدمی پر اس کے پروردگار کی جانب سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری ؟ " حالانکہ تو اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ (انکار و بد عملی کے نتائج سے) خبردار کردینے والا ایک رہ نما ہے اور ہر قوم کے لیے ایک رہ نما ہوا ہے ۷ .

۱ ع ۷

۷ - انسان کی ایک عالم گیر گم راہی یہ رہی ہے کہ وہ سچائی کو سچائی میں نہیں ڈھونڈھتا ، بلکہ دوسری چیزوں میں تلاش کرتا ہے . ازانجملہ یہ کہ اچنبھوں اور عجائب کاریوں کو سچائی کی دلیل سمجھتا ہے اور خیال کرتا ہے: سب سے زیادہ سچا انسان وہ ہے جو سب سے زیادہ عجیب و غریب ہو .

قرآن نے جن بنیادی گم راہیوں کا ازالہ کیا من جملہ ان کے ایک گم راہی یہ ہے . اس نے جا بجا یہ حقیقت واضح کی ہے کہ دعوت حق کی شناخت خود دعوت ہے ، نہ کہ عجائب و غرائب کا ظہور جسے لوگوں نے دلیل صداقت سمجھ رکھا تھا . ==

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ	خواست گار هوں، حالانکه ان
لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ	سے پهلے ایسی سرگذشتیں
وَ اِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ	گزر چکی هیں جن کی (دنیا
الْعِقَابِ ۞ [6]	میں) کهاوتیں بن گئیں (مگر

یه هیں که عبرت نهیں پکڑتے) . تو اس میں شك نهیں که تیرا پروردگار لوگوں کے ظلم سے بڑا هی در گذر کرنے والا هے اور اس میں بهی شك نهیں که تیرا پروردگار سزا دینے میں بڑا هی سخت هے [6] .

---

٦ - آیت ٦ میں انکار و جحود کی اس حالت کی طرف اشاره کیا هے که انسان بهلائی کی جگه برائی کے لیے جلدی مچانے لگتا هے، یعنی کهنے لگتا هے: اگر انکار و بدعملی کا برا نتیجه نکلنے والا هے تو وه نتیجه کهاں هے؟ کیوں پیش نهیں آجاتا؟ فرمایا: اس لیے که الله بڑا هی بخشنے والا اور درگذر کرنے والا هے. پس فوراً نتیجهٔ بد پیش نهیں آجاتا، مهلتوں پر مهلتیں دی جاتی هیں. لیکن جب وقت آجائے تو وه شدید العقاب بهی هے، کیوں که پاداش عمل کبهی ٹلنے والی نهیں اور نه کسی طرح کی نرمی کرنے والی هے.

الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُ ط میں کیا ہے (یعنی کیسا بچہ ہے)

وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ ۸ اور کیوں پیٹ گھٹتے ہیں اور

کیوں بڑھتے ہیں (یعنی درجہ بدرجہ شکم مادر میں کیسی کیسی تبدیلیاں

ہوتی رہتی ہیں)، اس کے یہاں ہر چیز کا ایک اندازہ ٹھیرایا ہوا ہے۸.

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ وہ غیب اور شہادت (یعنی غیر

الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ ۹ محسوس اور محسوس دونوں)

کا جاننے والا ہے، سب سے بڑا، بلند مرتبہ ۹.

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ تم میں کوئی چپکے سے کوئی

الْقَوْلَ وَ مَنْ جَهَرَ بِهٖ بات کہے یا پکار کے کہے،

---

۸ - پھر آیت ۸ میں فرمایا: اللہ کے علم سے کوئی بات اور کوئی حالت پوشیدہ نہیں اور اس نے ہر بات کے لیے ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے. اس سے باہر کوئی بات نہیں جاسکتی. پس وہ تمہاری نیتوں اور خیالوں سے بے خبر نہیں. اس نے ہدایت و شقاوت کے معاملے کے لیے بھی اندازے ٹھیرا دیے ہیں. جو ہدایت پائے گا اسی کے مطابق پائے گا، جو نہیں پائے گا اسی کے مطابق نہیں پائے گا.

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ	اللہ (کے علم کا تو یہ حال ہے
كُلُّ اُنْثٰى وَ مَا تَغِيْضُ	کہ وہ (جانتا ہے ہر مادہ کے پیٹ

= آیت ۷ میں فرمایا: یہ لوگ کہتے ہیں: عجیب و غریب قسم کی نشانیاں اس شخص کے لیے کیوں ظاہر نہیں ہوتیں؟ لیکن وہ نہیں جانتے کہ انبیاء کا ظہور عجائب نمائیوں کے لیے نہیں ہوتا، ہدایت خلق کے لیے ہوتا ہے حس طرح دنیا کی ہر قوم میں ایك ہدایت کرنے والا انسان پیدا ہو چکا ہے، اسی طرح تم بھی ہدایت کے لیے ظاہر ہوے ہو. تمہارا دعویٰ یہ نہیں ہے کہ میں اچنبھے دکھانے کے لیے آیا ہوں. دعویٰ یہ ہے کہ ہدایت کی راہ دکھانے آیا ہوں. پس طالب حق کو دیکھنا چاہیے کہ تمہاری زندگی، تمہاری تعلیم، تمہارا طور طریقہ واقعی ہدایت کا ہے. یا نہیں ہے.

یہی بات آگے چل کر آیت ۲۸ میں بھی فرمائی ہے اور وہاں زیادہ وضاحت ہو گئی ہے. فرمایا: ”الذین اٰمنوا و تطمئن قلوبھم بذکر اللہ“، جو ایمان لائے ہیں وہ تو اس طرح لائے ہیں کہ ذکر الٰہی سے ان کے دلوں کو قرار مل گیا، تمام شکوك دور ہو گئے. انھیں اس کی ضرورت نہ ہوئی کہ اچنبھوں کی فرمایش کرتے.

سوا کوئی نہیں جو ان کا کار ساز ہو ۱۱ ۔

۱۱– ھدایت و شقاوت کا یہ اندازہ یعنی مقررہ قانون کیا ھے؟ آیت ۱۱ میں فرمایا: عمل اور صلاحیت عمل کا قانون ھے۔ یہی ایک کے بعد ایک آنے والی قوتیں ھیں جو حکم الٰہی سے انسان کی حفاظت کرتی ھیں۔ یہ اس کے گزشتہ اعمال ھیں جن سے اس کا حال پیدا ھوتا ھے اور حال کے اعمال ھیں جو اس کا مستقبل بناتے ھیں۔

اس کی تشریح کرتے ھوے فرمایا: خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدل ڈالے۔ یعنی اصل اس بارے میں خود انسان کا عمل ھے۔ وہ جیسی حالت چاھے اپنے عمل اور صلاحیت عمل سے حاصل کر لے سکتا ھے۔ اگر ایک قوم بد حال ھے اور وہ اپنے اندر ایسی تبدیلی پیدا کر لیتی ھے جس سے خوش حالی پیدا ھو سکتی ھے تو خدا کا قانون یہ ھے کہ یہ تبدیلی فوراً اس کی حالت بدل دے گی اور بد حالی کی جگہ خوش حالی آجائے گی۔ اسی طرح خوش حالی سے بد حالی کا تغیر بھی سمجھ لو۔

پھر فرمایا: جب ایک قوم نے اپنی عملی صلاحیت کھو دی اور اس طرح تبدیل حالت کی مستحق ھو گئی تو ضروری ھے کہ اسے برائی پہنچے، یہ برائی کبھی ٹل سکتی نہیں۔ =

وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ﴿١٠﴾

رات کی تاریکی میں چھپا ہو یا دن کی روشنی میں راہ چل رہا ہو، ساری حالتیں اس کے لیے یکساں ہیں (اس کے علم سے کوئی بات مخفی نہیں) ۱۰.

لَهُ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُوْنَهُ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿١١﴾

انسان کے آگے اور پیچھے ایک کے بعد ایک آنے والی (قوتیں) ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتی ہیں. اللہ کبھی اس حالت کو نہیں بدلتا جو کسی گروہ کو حاصل ہوتی ہے، جب تک کہ وہ خود ہی اپنی صلاحیت نہ بدل ڈالے. اور (پھر) جب اللہ چاہتا ہے کسی گروہ کو (اس کی تغیر صلاحیت کی پاداش میں) مصیبت پہنچے تو (مصیبت پہنچ ہی کر رہتی ہے. وہ) کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتی اور اللہ کے

نشانیوں سے آنکھیں بند کیے ہوے) اس (کی ہستی و یکتا: گت) کے بارے میں جھگڑ رہے ھیں، حالانکہ وہ (اپنی قدرت میں) بڑا ھی سخت اور اٹل ھے ۱۳ .

۱۲ و ۱۳ - لیکن یہ برائی جو پہنچتی ھے تو کیا اس لیے پہنچتی ھے کہ اس نے برائیوں کا سامان کر دیا ھے؟ آیت ۱۲ میں فرمایا کہ نہیں، اس نے تو جو کچھ بھی کیا ھے وہ بجز اچھائی اور خوبی کے اور کچھ نہیں ھے. لیکن اچھائی اور خوبی کی بڑی سے بڑی بات بھی تمھاری عاجز اور درمانـدہ نگاھوں کے لیے خوف و دھشت کی ھول ناکی بن جاتی ھے. تم اپنی حالت اور اضافت کے لحاظ سے سمجھنے لگتے ھو کہ برائی ھے اور تمھارے لیے برائی ھو بھی جاتی ھے، لیکن اس لیے نہیں کہ وہ فی نفسہ برائی ھے، بلکہ اس لیے کہ تمھاری حالت اور اضافت کے لحاظ سے برائی ھو گئی :

کفر ھم نسبت بخـالق حکمت است
چوں بما نسبت کنی کفر آفت است

یہ مقام تشریح طلب ھے اور تشریح کے لیے تفسیر فاتحہ کا مبحث " برھان رحمت " دیکھنا چاھیے .
چنـانچہ اس حقیقت کی وضاحت کے لیے ایک ایسی مثال بیان کی جو ھر انسان کے علم و مشاھدے میں ھمیشہ =

هُوَ الَّذِیْ يُرِیْكُمُ الْبَرْقَ	وهی ہے جو تمهیں بجلی کی
خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِیُٔ	چمك دكهاتا ہے، وہ دلوں میں
السَّحَابَ الثِّقَالَ ؏ [12]	هراس بهی پیدا كر دیتی ہے

اور امید بهی . اور وهی ہے جو بادلوں كو (پانی سے) بوجهل كر دیتا ہے [12] .

وَ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ	اور بادلوں كی گرج اس كی
وَ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ ؏	ستایش كرتی ہے اور فرشتے
وَ یُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ	بهی اس كی دهشت سے سرگرم
فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ	ستایش رهتے هیں . وہ بجلیاں
وَ هُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ ؏	گراتا ہے اور جسے چاهتا ہے
وَ هُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ ؕ [12]	ان كی زد میں لے آتا ہے .

لیكن یه منكر هیں كه (الله كی قدرت و حكمت كی ان ساری

= كیوں كه یه خود خدا كی جانب سے هوتی ہے، یعنی اس كے ٹهیرائے هوئے قانون كا نفاذ هوتا ہے اور خدا كے قانون كا نفاذ كون ہے جو روك سكے اور كون ہے جو كسی كو اس كی زد سے بچا سكے؟

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَ الَّذِيْنَ	اسی کو پکارنا سچا پکارنا ہے.
يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ	جو لوگ اس کے سوا دوسروں
لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ	کو پکارتے ہیں وہ پکارنے
اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى	والوں کی کچھ نہیں سنتے . ان
الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ	کی مثال ایسی ہے جیسے ایک
بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ	آدمی (پیاس کی شدت میں)
اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝ ۱۴	دونوں ھاتھ پانی کی طرف

پھیلائے کہ بس (اس طرح کرنے سے) پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے گا ، حالانکہ وہ اس تک پہنچنے والا نہیں (۱). اور (یقین کرو !) منکرین حق کی پکار اس کے سوا کچھ نہیں کہ ٹیڑھے رستوں میں بھٹکتے پھرنا ۱۴ .

---

۱۴ - قرآن کا عام اسلوب بیان یہ ہے کہ توحید ربوبیت و خالقیت سے توحید الوھیت پر استدلال کرتا ہے ، چنانچہ یہاں بھی آیت ۱۴ سے سلسلۂ بیان اسی طرف پھر گیا ہے . فرمایا : عبودیت کی سچی پکار وھی ہے جس کا خطاب اللہ سے ھو . جو لوگ اس کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں =

=آتی رہتی ہے. فرمایا : بجلی کا چمکنا مایوسیوں کے لیے پیام امید ہوتا ہے. اگر نہ چمکے تو باران رحمت کے ظہور کا پیغام بھی نہ ملے. لیکن تمہارے لیے یہ معاملہ خوف و امید کا معاملہ بن گیا. بارش کی امید سے خوش ہوتے ہو. لیکن ساتھ ہی بجلی کی تیزی سے ڈرنے بھی لگتے ہو. پھر وہی بجلی جو زمین کے لیے زندگیوں کا پیام ہے جب کسی انسان پر گرتی ہے تو اس کے لیے موت کا پیام بن جاتی ہے. اسی طرح بادل کا گرجنا تمہارے لیے سرتاسر دھشت و ھول ناکی ہے، حالانکہ وہ فی الحقیقت ھول ناکی نہیں ہے، سرتاسر خدا کی محمودیت کا اعلان ہے. وہ گرج گرج کر اس کی ستایشوں کا اعلان کرتا، اس کی تقدیس و تسبیح میں رطب اللسان ہوتا ہے. فرشتے اس کے خوف سے نہیں ڈرتے، خدا کے خوف سے ترساں رہتے ہیں. مگر تمہارے لیے وہ کائنات جو کی سب سے بڑی ھول ناکی ہوگئی ہے.

" و ھم یجادلون فی اللہ " یعنی اللہ کی قدرت وحکمت کی یہ نشانیاں ہمیشہ انسان کے علم و مشاہدے میں آتی رہتی ہیں، اس پر بھی اس کی غفلت کا یہ حال ہے کہ اللہ کی ہستی اور اس کی یگانگت کے بارے میں ہمیشہ جھگڑتا رہتا ہے. گویا یہ حقیقتیں ثابت نہیں، یہ نشانیاں کبھی ظہور ہی میں نہیں آئیں!

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ	(اے پیغمبر! ان لوگوں سے
وَ الْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ	پوچھو: آسمانوں کا اور زمین کا
اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ	پروردگار کون ہے؟ تم
لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ	کہو: اللہ ہے (اس کے سوا
نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ	کوئی نہیں). پھر ان سے کہو:
يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ۙ۬	جب وہی پروردگار ہے تو پھر
اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ	یہ کیا ہے کہ تم نے اس کے سوا
وَ النُّوْرُ ۚ۬ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ	دوسروں کو اپنا کار ساز
شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ	بنا رکھا ہے جو خود اپنی
فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ	جانوں کا نفع نقصان بھی اپنے
قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ	اختیار میں نہیں رکھتے؟

= ڈھنگ ہوتا ہے، شام کو ڈھلتی دھوپ میں ایک خاص ڈھنگ. اگر غور کرو تو قدرت الٰہی کے احکام و قوانین کے آگے ٹھیک اسی طرح تمہاری ہستیاں بھی مسخر ہیں، خواہ تمہیں اقرار ہو، خواہ انکار.

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۝ ۱۵ السجدة

اور آسمانوں میں اور زمین میں جو کوئی بھی ھے اللہ ھی کے آگے سجدے میں گرا ھوا ھے (یعنی اللہ کے احکام و قوانین کے آگے جھکے بغیر اسے چارہ نہیں) خوشی سے ھو یا مجبوری سے ، اور (دیکھو!) ان کے سایے صبح و شام (کس طرح گھٹتے بڑھتے اور کبھی ادھر کبھی ادھر ھو جایا کرتے ھیں) ۱۵ .

السجدة ۲

= ان کی مثال ایسی ھے جیسے کوئی مٹھی میں پانی بند کرنا چاھے اور اسے اپنے تشنہ لبوں تک لے جانا چاھے . معلوم ھے کہ وہ اپنی کوشش میں کبھی کام یاب نہ ھوگا ، اس کی کوششیں بھٹك بھٹك کر رہ جائیں گی !

۱۵ - آیت ۱۵ میں فرمایا : تمام مخلوقات اسی کے آگے چار و ناچار جھکی ھوئی ھے . کوئی مانے یا نہ مانے ، لیکن ھر آنکھ دیکھ لے سکتی ھے کہ حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں . تم جو احکام الٰہی سے سرتابی کرنی چاھتے ھو خود اپنے سایے ھی کو دیکھ لو . جو اندازہ اس بارے میں بنا دیا گیا ھے اس سے کبھی وہ باھر نہیں جاسکتا . صبح کو چڑھتی دھوپ میں اس کا ایك خاص =

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَ الْبَاطِلَ ۬ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ؕ ۝۱۷

طرح کا جھاگ (میل کچیل سے) اس وقت بھی اٹھتا ہے جب لوگ زیور یا کوئی اور چیز بنانے کے لیے (دھاتوں کو) آگ میں تپاتے ہیں ۔ حق اور باطل کے معاملے کی مثال ایسی ہی سمجھو جو اللہ بیان کر دیتا ہے ۔ پس (میل کچیل کا) جھاگ (جو کسی کام کا نہ تھا) رایگاں گیا اور جس چیز میں انسان کے لیے نفع تھا وہ زمین میں رہ گئی ۔ اسی طرح اللہ (لوگوں کی سمجھ بوجھ کے لیے) مثالیں بیان کر دیتا ہے ۱۷ .

---

۱۷ - آیت ۱۷ مہمات معارف میں سے ہے اور سورت کے تمام مواعظ کے لیے مرکزی موعظت ہے ۔ فرمایا : یہ جو کچھ بھی ہے "حق" اور "باطل" کی آویزش ہے . لیکن "حق" اور "باطل" کی حقیقت کیا ہے ؟ کونسا قانون الٰہی ہے جو اس کے اندر کام کر رہا ہے ؟ یہاں واضح کیا ہے کہ یہ "بقاء انفع" کا قانون ہے ، یعنی اللہ =

وَّ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ [۱۶] (نیز ان سے) کہو: کیا اندھا اور دیکھنے والا دونوں برابر ہیں؟ یا ایسا ہو سکتا ہے کہ اندھیرا اور اجالا برابر ہوجائے؟ یا پھر یہ بات ہے کہ ان کے ٹھیرائے ہوے شریکوں نے بھی اسی طرح مخلوقات پیدا کی جس طرح اللہ نے پیدا کی ہے اور اس لیے پیدا کرنے کا معاملہ ان پر مشتبہ ہوگیا (کہ صرف اللہ ہی کے لیے نہیں ہے، دوسرں کے لیے بھی ہوسکتا ہے)۔ تم ان سے کہو: اللہ ہی ہے جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ (اپنی ساری باتوں میں) یگانہ ہے، سب کو مغلوب رکھنے والا ۱۶ ۔

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۭ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ

اس نے آسمان سے پانی برسایا تو اپنی سمائی کے مطابق وادیاں بہ نکلیں اور میل کچیل سے جھاگ بن بن کر پانی کی سطح پر اٹھا تو سیلاب کی رو اسے بہا لے گئی۔ اور (دیکھو!) اسی

= اسی طرح جب چاندی سونا یا اور کسی طرح کی دھات آگ پر تپاتے ھو تو کھوٹ الگ ھوجاتا ھے، خالص دھات الگ نکل آتی ھے۔ کھوٹ کے لیے نابود ھوجانا ھے، خالص دھات کے لیے باقی رھنا۔

ایسا کیوں ھوتا ھے؟ اس لیے کہ یہاں بقاء انفع کا قانون کام کررھا ھے۔ یہاں باقی رھنا اسی کے لیے ھے جو نافع ھو، جو نافع نہیں وہ چھانٹ دیا جائے گا۔ یہی حقیقت "حق" اور "باطل" کی ھے۔ "حق" وہ بات ھے جس میں نفع ھے، پس وہ کبھی مٹنے والی نہیں۔ ٹکنا، ثابت ھونا، باقی رھنا اس کا قدرتی خاصہ ھے اور "حقق" کے معنی ھی قیام و ثبات ھیں۔ لیکن "باطل" وہ ھے جو نفع نہیں، اس لیے اس کا قدرتی خاصہ ھی یہ ھوا کہ مٹ جائے، محو ھو جائے، ٹل جائے: "ان الباطل کان زھوقا" (۱۷ : ۸۱)۔

اسی حقیقت کا ایک گوشہ ھے جسے ھم نے "بقاء اصلح" کی شکل میں دیکھا ھے۔ لیکن قرآن نے "اصلح" نہیں کہا، "انفع" کہا، کیوں کہ صالح وھی ھے جو نافع ھو۔ کارخانۂ ھستی کی فطرت میں بناوٹ اور تکمیل ھے اور تکمیل جبھی ھوسکتی ھے جب کہ صرف نافع اشیاء ھی باقی رکھی جائیں، غیر نافع چھانٹ دی جائیں۔ =

= نے کائنات هستی کے قیام و اصلاح کے لیے یہ قانون ٹھیرادیا ھے کہ یہاں وهی چیز باقی رہ سکتی ھے جس میں نفع هو۔ جس میں نفع نہیں وہ ٹھیر نہیں سکتی، اسے نابود هوجانا ھے۔ اس نازک اور دقیق حقیقت کے لیے کیسی صاف اور عامة الورود مثال بیان کردی جس کے معاینے سے کوئی انسانی نگاہ بھی محروم نہیں هوسکتی! فرمایا: جب پانی برستا ھے اور زمین کے لیے شادابی و گل ریزی کا سامان مہیا هونے لگتا ھے تو تم دیکھتے هو کہ تمام وادیاں نہروں کی طرح رواں هوجاتی هیں۔ لیکن پھر کیا تمام پانی رک جاتا ھے؟ کیا میل کچیل اور کوڑا کرکٹ اپنی اپنی جگہ تھمے رهتے هیں؟ کیا زمین کی گود ان کی حفاظت کرتی رهتی ھے؟ نہیں! زمین کو اپنی نشو و نما کے لیے جس قدر پانی کی ضرورت هوتی ھے وہ جذب کرلیتی ھے، ندی نالوں میں جس قدر سمائی هوتی ھے اتنا پانی وہ روک لیتے هیں، باقی پانی جس تیزی کے ساتھ گرا تھا ویسی هی تیزی سے بہ بھی جاتا ھے۔ میل کچیل اور کوڑا کرکٹ جھاگ بن بن کر سمٹتا اور ابھرتا ھے۔ پھر پانی کی روانی اسے اس طرح اٹھا کر لے جاتی ھے کہ تھوڑی دیر کے بعد وادی کا ایک ایک گوشہ دیکھ جاؤ کہیں اس کا نام و نشان بھی نہیں ملے گا! =

ھی برا ٹھکانا ھے! ۱۸

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۙ ۱۹

(اے پیغمبر!) کیا ایسا ھو سکتا ھے کہ دونوں آدمی برابر ھو جائیں؟ وہ جو یہ بات جان گیا ھے کہ جو بات تجھ پر تیرے پروردگار کی جانب سے اتری ھے حق ھے اور وہ جو (اس حقیقت کے مشاھدے سے) اندھا ھے؟ حقیقت یہ ھے کہ وھی لوگ سمجھتے بوجھتے ھیں جو دانش مند ھیں ۱۹ .

---

۱۸ - پھر آیت ۱۸ میں وضاحت کرتے ھوئے فرمایا:
اسی قانون کا یہ نتیجہ ھے کہ جو لوگ احکام حق قبول کرتے ھیں ان کے لیے خوبی ھوتی ھے، جو نہیں کرتے ان کے لیے محرومی ھوتی ھے. کیوں کہ جنھوں نے قبول کیا ان کے اعمال نافع ھو گئے، اب نافع عمل مٹ نہیں سکتا. جنھوں نے انکار کیا وہ غیر نافع ھو گئے، غیر نافع باقی نہیں رہ سکتا.

۱۹ - آیت ۱۹ میں فرمایا: جسے حق کا علم و عرفان حاصل ھو گیا اور جس نے جان لیا کہ یہ بات سچائی ھے، یہ سچائی نہیں، کیا اس کا اور اس آدمی کا ایك ھی حکم =

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ	جن لوگوں نے اپنے پروردگار
الْحُسْنٰىؕ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا	کا حکم قبول کیا تو ان کے لیے
لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ	سر تا سر خوبی ھے ۔ جنھوں
جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ	نے قبول نہیں کیا (ان کے تمام
لَافْتَدَوْا بِهٖؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ	اعمال رایگاں جائیں گے، وہ
سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ	نامرادی و بد حالی سے کسی
جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۧ ۱۸	طرح بچ نہیں سکتے) اگر

النصف ع ۲ ۸

کرۂ ارضی کی تمام دولت ان کے اختیار میں آجائے اور اسے دوگنا کردیا جائے تو یہ لوگ اپنے بدلے میں ضرور اسے بطور فدیے کے دے دیں (کہ کسی طرح عذاب نامرادی سے بچاؤ مل جائے، مگر انہیں ملنے والا نہیں)۔ یہی لوگ ھیں جن کے لیے حساب کی سختی ھے اور ٹھکانا جہنم اور (جس کا ٹھکانا جہنم ھو تو) کیا

=یہی حقیقت ھے جسے قرآن نے جابجا ”قضاء بالحق“ سے بھی تعبیر کیا ھے، یعنی حق کا فیصلہ۔ مزید تشریح کے لیے تفسیر فاتحہ کا مطالعہ کرنا چاھیے۔

وَ الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ	اور یه وه لوگ هیں جنهوں نے
رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ	الله سے محبت کرتے هوے
وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ	(هر طرح کی نا گواریوں اور
سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ	سختیوں میں) صبر کیا، نماز
بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ	قائم کی، جو کچھ روزی انهیں
لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۙ ۲۲	دے رکھی هے، اس میں سے

خرچ کرتے رهے، پوشیدگی میں بهی اور کهلے طور پر بهی۔ انهوں نے برائی کے مقابلے میں برائی نهیں کی، جب پیش آئے اچهائی هی سے پیش آئے تو (بلا شبه) یهی لوگ هیں که ان کے لیے عاقبت کا گهر هے ۲۲۔

---

۲۰ تا ۲۲ - اس کے بعد ان لوگوں کے اعمال گنائے هیں جنهوں نے احکام حق قبول کیے اور دنیا کے لیے نافع هو گئے۔ یه اعمال کیا کیا هیں؟

(ا) الله کی بندگی کا عهد پورا کرتے هیں، اپنی عبودیت میں سچے اور کامل هیں۔

(ب) الله نے جو رشتے جوڑ دیے هیں انهیں ظلم و نا انصافی سے توڑتے نهیں، بلکه هر رشتے کا پاس =

الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝۲۰

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ کے ساتھ اپنا عہد (عبودیت) پورا کرتے ہیں، اپنا قول و قرار توڑنے والے نہیں ۲۰ .

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۝۲۱

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے جن رشتوں کے جوڑنے کا حکم دیا انہیں جوڑے رکھتے ہیں، اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں، حساب سختی کے خیال سے اندیشہ ناک رہتے ہیں ۲۱ .

=ہوسکتا ہے جو تاریکی میں ہے اور حق کے مشاہدے سے اندھا ہورہا ہے؟ یعنی پہلا تو علم و بصیرت پیش کررہا ہے، دوسرے کے پاس اس کے سوا کچھ نہیں کہ کہتا ہے کہ مجھے دکھائی نہیں دیتا . پس پہلے کی جگہ علم کی ہوئی، دوسرے کی جہل و کوری کی ہوئی. دونوں کیسے برابر ہوسکتے ہیں؟

'انمایتذکر اولوا الالباب" نصیحت پذیر وہی ہوسکتے ہیں جو اصحاب دانش ہیں، جنھوں نے دانش و فہم سے منہ موڑ لیا ان سے کوئی توقع نہیں .

جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَهَا	همیشگی کے باغ جن میں وہ
وَمَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ	خود بھی داخل ہوں گے اور
وَاَزۡوَاجِهِمۡ وَذُرِّیّٰتِهِمۡ	ان کے آبا و اجداد، بیویوں اور
وَالۡمَلٰٓئِکَةُ یَدۡخُلُوۡنَ	اولاد میں سے جو نیک کردار
عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ کُلِّ بَابٍ ۚ۲۳	ہوں گے (وہ بھی جگہ پائیں گے)

اور (وہاں کی زندگی ایسی ہوگی کہ) ہر دروازے سے فرشتے ان پر آئیں گے ۲۳ .

سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ	(اور کہیں گے) "یہ جو تم نے
فَنِعۡمَ عُقۡبَی الدَّارِ ؕ۲۴	(دنیا کی زندگی میں) صبر کیا

تو اس کی وجہ سے (آج) تم پر سلامتی ہو". پھر کیا ہی اچھا عاقبت کا ٹھکانا ہے (جو ان لوگوں کے حصے میں آیا) ۲۴ .

وَالَّذِیۡنَ یَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَ اللّٰهِ	اور جن لوگوں کا حال یہ ہے
مِنۡۢ بَعۡدِ مِیۡثَاقِهٖ	کہ اللہ کا عہد مضبوط کرنے
وَیَقۡطَعُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ	کے بعد پھر اسے توڑ دیتے ہیں

= کرتے اور ہر علاقے کا حق ادا کرتے ہیں۔ اس عمل میں تمام حقوق العباد آ گئے، جس طرح پہلی بات میں حقوق اللہ آ گئے ہیں۔

(ج) آخرت کی فکر سے بے پروا نہیں ہوتے۔ جو کچھ کرتے ہیں اس میں خوف آخرت کی کھٹک موجود ہوتی ہے۔ وہ یقین رکھتے ہیں کہ کسی کے آگے ایک دن حساب دینا ہے اور حساب کی سختی پیش آنے والی ہے۔

(د) اللہ کی محبت میں ہر طرح کی ناگوار حالتیں صبر و ثبات کے ساتھ جھیل لیتے ہیں۔ شدتوں اور محنتوں سے منہ نہیں موڑتے، آزمایشوں کو پیٹھ نہیں دکھاتے۔

(ہ) نماز اس کی ساری شرطوں کے ساتھ قائم رکھتے ہیں۔

(و) جو کچھ کماتے ہیں اسے صرف اپنے نفس ہی پر خرچ نہیں کرتے، دوسروں پر بھی خرچ کرتے ہیں اور ہر حال میں خرچ کرتے ہیں۔ کھلے طور پر بھی، پوشیدہ طور پر بھی۔

(ز) بدی کے بدلے بدی کرنا ان کا شیوہ نہیں۔ کوئی ان کے ساتھ کتنی ہی برائی کرے، یہ بھلائی ہی سے پیش آئیں گے۔

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۖۚ ۲۷

جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے وہ کہتے ہیں: ایسا کیوں نہ ہوا کہ اس شخص پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی (عجیب و عریب) نشانی اترتی؟ (اے پیغمبر!) تم کہہ دو: اللہ جسے چاہتا ہے (کامیابی و سعادت کی) راہ میں گم کر دیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع ہوتا ہے تو اسے اپنی طرف بڑھنے کی راہ دکھا دیتا ہے ۲۷.

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ؕ ۲۸

(جو اس کی طرف رجوع ہوے تو یہ) وہ لوگ (ہیں) کہ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو گئے. اور یاد رکھو! یہ اللہ کا ذکر ہی ہے جس سے دلوں کو چین اور قرار ملتا ہے (اور شک و شبہہ اور خوف و غم کے سارے کانٹے نکل جاتے ہیں) ۲۸.

بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ	اور جن رشتوں کے جوڑنے
فِى الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ	کا حکم دیا ہے انہیں قطع
اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ	کر ڈالتے ہیں اور ملک میں
الدَّارِ ۝۲۵	شر و فساد برپا کرتے ہیں تو

ایسے ہی لوگ ہیں کہ ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے برا ٹھکانا ۲۵ ۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ	الله جس کی روزی چاہتا ہے
يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ وَ فَرِحُوْا	فراخ کر دیتا ہے، اور (جس کی
بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ مَا	چاہتا ہے) نپی تلی کر دیتا ہے۔
الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ	لوگ دنیا کی (چند روزہ)
اِلَّا مَتَاعٌ ۝۲۶ ع	زندگی (اور اس کے عارضی

۳ ع ۹

فوائد) پر شادمانیاں کرتے ہیں، حالانکہ دنیا کی زندگی تو آخرت کی زندگی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے، محض تھوڑا سا برت لینا ہے ۲۶ ۔

(ان سے) کہہ دو: وهی میرا پروردگار هے ، کوئی معبود نہیں هے مگر وهی ، اسی پر میں نے بھروسا کیا اور اسی کی طرف میں رجوع هوتا هوں ٣٠ .

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ	اور (دیکھو!) اگر ایسا
بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ	هو سکتا که کسی قرآن سے
بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ	پهاڑ چلنے لگتے یا زمین کی
الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ	(بڑی بڑی) مسافتیں طے هو جاتیں
جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْئَسِ	یا مردے بول اٹھتے (تو ضرور
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ	اس قرآن سے بھی ایسا هی
لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ	
وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	هوتا) مگر نہیں ! ساری باتوں
تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا	کا اختیار الله هی کو هے (اور
قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ	اس کی یه سنت نہیں که ایسا
دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ	کرے . وہ اپنا کلام ارشاد
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۧ ٣١	و هدایت کے لیے نازل کرتا

٤
ع
١٠

اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوۡبٰى لَهُمۡ وَحُسۡنُ مَاٰبٍ ۝۲۹

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے تو ان کے لیے خوش حالیاں هیں اور (بالآخر) بہت اچھا ٹھکانا ۲۹.

كَذٰلِكَ اَرۡسَلۡنٰكَ فِىۡۤ اُمَّةٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتۡلُوَا۟ عَلَيۡهِمُ الَّذِىۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ وَهُمۡ يَكۡفُرُوۡنَ بِالرَّحۡمٰنِ ؕ قُلۡ هُوَ رَبِّىۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَيۡهِ مَتَابِ ۝۳۰

(اور اے پیغمبر!) اسی طرح یہ بات هوئی که هم نے تجھے ایك امت کی طرف بھیجا جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی هیں (اور ان سب میں سچائی کے پیغام بر اپنے اپنے وقتوں میں ظاهر هو چکے هیں). اور اس لیے بھیجا که جو بات تجھ پر اتاری هے وه ان لوگوں کو پڑھ کر سنا دے اور ان کا حال یه هے که سرے سے خدائے رحمن هی کے قائل نہیں . تم

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝ ۳۲

اور (اے پیغمبر!) تجھ سے پہلے بھی ایسا ہی ہو چکا ہے کہ پیغمبروں کی ہنسی اڑائی گئی اور ہم نے (اپنے مقررہ قانون کے مطابق) پہلے انہیں ڈھیل دی، پھر گرفتار کر لیا تو (دیکھو!) ہمارا ٹھیرایا ہوا بدلا کیسا تھا (اور کس طرح ظہور میں آیا!) ۳۲

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ قُلْ سَمُّوْهُمْ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ

پھر جس ہستی کے علم و احاطے کا یہ حال ہے کہ ہر جان پر نگاہ رکھتی ہے کہ اس نے اپنے عملوں سے کیسی کمائی کی، (وہ کیا ان ہستیوں کی طرح سمجھ لی جاسکتی ہے جنہیں ان

=کے چلنے کا انتظار نہ کرتے، یہ دیکھتے کہ انسانوں کے دلوں کو کس راہ چلاتی ہے اور مردہ جسموں کی جگہ مردہ روحوں کو کس طرح زندہ کر دیتی ہے!

ھے ، نہ کہ عجائب آفرینیوں کے لیے) . پھر جو لوگ ایمان لائے ھیں کیا وہ (اس بات سے) مایوس نہیں ھو گئے کہ (نہ ماننے والے کبھی ماننے والے نہیں ؟ کیا انھوں نے یہ بات نہیں پالی کہ) اگر اللہ چاھتا تو تمام انسانوں کو (ایك ھی) راہ حق دکھا دیتا ؟ (مگر اس نے ایسا نہیں چاھا . اس کی حکمت کا فیصلہ یہی ھوا کہ یہاں استعداد و عمل کی آزمایشیں ھوں) . اور جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ھے (وہ یوں ماننے والے نہیں) انھیں ان کے کرتوتوں کی پاداش میں کوئی نہ کوئی سخت عقوبت پہنچتی ھی رھے گی یا ایسا ھوگا کہ ان کے ٹھکانے کے قریب ھی آ نازل ھوگی ، یہاں تك کہ وہ وقت آجائے جب اللہ کا وعدہ ظہور میں آنے والا ھے . بلا شبہ (اس کا وعدہ سچا ھے) وہ کبھی وعدہ خلاف نہیں کرتا ۳۱ .

---

۳۱ - آیت ۳۱ میں یہ حقیقت واضح کی کہ اللہ کی کتاب ھدایت خلق کے لیے نازل ھوتی ھے ، عجائب آفرینیوں کے لیے نازل نہیں ھوتی . اگر کوئی کتاب اس لیے نازل ھوئی ھوتی کہ پہاڑوں کو چلا دے اور مردوں سے صدائیں نکال دے تو تم پر بھی ایسی ھی چیز اترتی ، لیکن نہ ایسا ھوا ھے نہ اب ھوگا . اس طرح کی عجائب آفرینیوں کی فرمایش اس بات کی دلیل ھے کہ دلوں میں سچائی کی طلب نہیں . اگر طلب ھوتی تو پہاڑوں =

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۝٣٥

متقی انسانوں کے لیے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ھے اس کی مثال ایسی ھے جیسے ایک باغ ھے اور اس کے تلے نہریں رواں ھیں (جن کی آبیاری اسے ھمیشہ سرسبز و شاداب رکھتی ھے). اس کے پھل دائمی ھیں (کبھی ختم ھونے والے نہیں). اس کے درختوں کی چھاوں بھی ھمیشگی کی (کبھی بدلنے والی نہیں). یہ ھے ان لوگوں کا انجام جنھوں نے تقوے کی راہ اختیار کی اور کافروں کا انجام آگ ھے ۳۵.

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ

اور (اے پیغمبر!) جن لوگوں کو ھم نے کتاب (ھدایت) دی ھے (یعنی یہود و نصاریٰ) وہ اس بات سے خوش ھوتے ھیں جو تجھ پر اتاری گئی ھے.

كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝۳۳

لوگوں نے معبود بنا رکھا ہے؟) اور انہوں نے اللہ کے لیے شریک ٹھیرا رکھے ہیں۔ (اے پیغمبر!) ان سے پوچھ:

وہ کون ہیں؟ ان کے اوصاف بیان کرو! یا پھر تم اللہ کو ایسی بات کی خبر دینی چاہتے ہو جو خود اسے بھی معلوم نہیں کہ زمین میں کہاں ہے؟ یا پھر محض ایک دکھاوے کی بات ہے جس کی تہ میں کوئی اصلیت نہیں؟ اصل یہ ہے کہ منکروں کی نگاہوں میں ان کی مکاریاں خوش نما بن گئیں اور راہ حق میں قدم اٹھانے سے رک گئے اور جس پر اللہ (کام یابی کی) راہ بند کردے تو کون ہے جو اسے راہ دکھانے والا ہو سکتا ہے ۳۳۔

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝۳۴

ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے (اور آخرت میں بھی) اور آخرت کا عذاب یقیناً بہت زیادہ سخت ہوگا اور

کوئی نہیں جو انہیں اللہ (کے قوانین کی پکڑ) سے بچا سکے ۳۴۔

اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ؕ وَ مَا كَانَ	پیغمبر قوموں میں پیدا کیے
لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ	اور (وہ تیری ہی طرح انسان
اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ	تھے) ہم نے انہیں بیویاں بھی
كِتَابٌ ۝۳۸	دی تھیں اور اولاد بھی ۔ اور

کسی پیغمبر کے لیے یہ بات نہ ہوئی کہ وہ (خود) کوئی نشانی لا دکھاتا مگر اسی وقت کہ اللہ کا حکم ہوا ہو۔ ہر وقت کے لیے ایک کتاب ہے ۳۸ ۔

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۚ ۖ	اللہ جو بات چاہتا ہے مٹا دیتا
وَ عِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝۳۹	ہے ، جو چاہتا ہے نقش کر دیتا

ہے اور کتاب کی اصل و بنیاد اسی کے پاس ہے ۳۹ ۔

---

۳۸ - آیت ۳۸ میں فرمایا "لکل اجل کتاب"۔ اس کا ایک مطلب تو وہ ہے جو ہم نے ترجمے میں اختیار کیا ہے۔ دوسرا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہر بات کے مقررہ وقت کے لیے ایک نوشتہ ہے ، یعنی طے شدہ میعاد ہے اور وہ اس سے پہلے ظہور میں نہیں آسکتی ۔

بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۝۳۶ اور ان جماعتوں میں ایسے لوگ بھی هیں جنهیں اس کی بعض باتوں سے انکار هے . تو تم کہ دو : مجھے تو بس یہی حکم دیا گیا هے که الله کی بندگی کروں اور کسی هستی کو اس کا شریك نه ٹھیراؤں ۔ اسی کی طرف تمهیں بلاتا هوں اور الله کی طرف میرا رخ هے ۳۶ ۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۝۳۷ ع ۱۱ اور اسی طرح یه بات هوئی که هم نے اسے (یعنی قرآن کو) ایك عربی فرمان کی شکل میں اتارا (یعنی عربی زبان میں اتارا) ۔ اگر حصول علم کے بعد تو نے ان لوگوں کی خواهشوں کی پیروی کی تو سمجھ لے که پھر الله کے مقابلے میں نه تو تیرا کوئی کارساز هوگا نه بچانے والا ۳۷ .

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اور یه واقعه هے که هم نے تجھ سے پہلے بھی (بے شمار)

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ	پھر کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں
نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا	کہ ہم اس سر زمین کا قصد

= یہ بات مختلف سورتوں میں بار بار کہی گئی ہے ۔ معلوم ہوتا ہے اس سے مقصود صرف یہی نہیں تھا کہ مستقبل کی خبر دے دی جائے ، بلکہ یہ حقیقت بھی واضح کرنی تھی کہ کوئی شخصیت کتنی ہی اہم ہو ، لیکن پھر شخصیت ہے اور کاروبار حق کا معاملہ اس کی موجودگی و عدم موجودگی پر موقوف نہیں ۔ جو کچھ ہونا چاہیے اور جو کچھ ہونے والا ہے بہر حال ہو کر رہے گا ، خواہ پیغمبر اپنی زندگی میں اس کا ظہور دیکھ لے ، یا نہ دیکھ سکے ۔

پھر غور کرو! نتائج کا ظہور بھی ٹھیک ٹھیک اسی طرح ہوا جن باتوں کی خبر دی گئی تھی ان کا بڑا حصہ تو خود پیغمبر اسلام کی زندگی ہی میں ظاہر ہو گیا ، یعنی انہوں نے دنیا چھوڑنے سے پہلے تمام جزیرۂ عرب کو حلقہ بگوش اسلام پایا ۔ البتہ بعض باتوں کا ظہور آپ کے بعد ہوا ، مثلاً منافقوں کا استیصال ، بیرونی فتوحات کا حصول اور خلافت ارضی کے وعدے کی تکمیل ۔

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ	اور ہم نے ان لوگوں سے
الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ	(یعنی کفار مکہ سے ظہور
فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ	نتائج کے) جو وعدے کیے
وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝ ۴۰	ہیں (کچھ ضرور نہیں کہ بیک

دفعہ سب ظہور میں آجائیں) . ہوسکتا ہے کہ ان میں سے بعض باتیں ہم تجھے تیری زندگی ہی میں دکھا دیں، ہو سکتا ہے کہ ان سے پہلے تیرا وقت پورا کردیں . بہر حال جو کچھ تیرے ذمے ہے وہ یہی ہے کہ پیام حق پہنچا دینا . ان سے (ان کے کاموں کا) حساب لینا ہمارا کام ہے، تیرا کام نہیں . ۴۰ .

---

۴۰ ـ آیت ۴۰ سے آخر سورت تک سورت کے تمام مواعظ کا خلاصہ ہے . فرمایا: تمہارے ذمے جو کچھ ہے وہ تو یہ ہے کہ پیام حق پہنچا دو . محاسبہ اللہ کا کام ہے اور وہ حساب لے کر رہے گا . ہوسکتا ہے کہ جن جن باتوں کا وعدہ کیا گیا ہے تمہاری زندگی ہی میں ظاہر ہوجائیں، ہوسکتا ہے کہ تمہارے بعد ظہور میں آئیں . یہ بات کہ ان نتائج و عواقب کا ظہور تمہارے سامنے نہ ہوا، مواعید الٰہی کی صداقت پر کچھ اثر نہیں ڈال سکتی . =

اللہ ہی کے لیے ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ ہر انسان کیا کمائی کر رہا ہے اور وہ وقت دور نہیں کہ کافروں کو معلوم ہو جائے گا کس کا انجام بخیر ہونے والا ہے ۴۲ ۔

وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ۙ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۴۳ ع

(اے پیغمبر!) منکرین حق کہتے ہیں: تو خدا کا بھیجا ہوا نہیں۔ تو کہہ دے: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی بس کرتی ہے اور اس کی جس کے پاس کتاب کا علم ہے ۴۳ ۔

ع ۶ ۱۲

۴۳ - آخری آیت میں واضح کر دیا کہ حق و باطل کی موجودہ آویزش کا نقطۂ نزاع کیا ہے۔ فرمایا: تمہارا دعویٰ ہے کہ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہو۔ منکر کہتے ہیں: نہیں! تم بھیجے ہوئے نہیں۔ اب قانون قضاء بالحق کے مطابق فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے اور اس کی شہادت بس کرتی ہے ۔

اللہ کی شہادت سے مقصود بھی قضاء بالحق اور بقاء انفع کے قانون کا نفاذ ہے جو ظاہر ہو کر بتلا دیتا ہے کہ حق کس کے ساتھ تھا اور باطل کا کون پرستار تھا۔ مزید تشریح کے لیے تفسیر سورۂ فاتحہ کا مطالعہ کرو۔

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۭ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ ۴۱	کر رهے هیں ، اسے اطراف سے گھٹاتے ہوے (اور ظالموں پر عرصۂ حیات تنگ کرتے

ہوے)؟ اور الله هے جو فیصله کرتا هے، کوئی نہیں جو اس کا فیصله ٹال سکے. وہ حساب لینے میں بہت تیز هے ۴۱ ۰

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۭ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۭ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ ۴۲	اور جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے هیں انھوں نے بھی (دعوت حق کے مقابلے میں) مخفی تدبیریں کی تھیں ، سو (یاد رکھو!) هر طرح کی تدبیریں

۴۱ - آیت ۴۱ میں خبر دی گئی هے که وہ "سریع الحساب" هے، اس لیے ظهور نتائج کا وقت دور نہیں. نیز یه که دعوت حق کی فتح مندی اس طرح ظهور میں آئے گی که بتدریج مکه کے اطراف و جوانب قریش مکه کے تسلط سے کٹتے جائیں گے اور بالآخر مکه بھی فتح هو جائے گا .

اِلَيۡكَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ	جو هم نے تجھ پر اتاری هے
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ۙ	تاکه لوگوں کو ان کے پروردگار
بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ اِلٰى صِرَاطِ	کے حکم کی تعمیل میں تاریکیوں
الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ ۙ ۱	سے نکالے اور روشنی میں

لائے که غالب اور ستوده خدا کی راه هے ۱ .

اللّٰهِ الَّذِىۡ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ	وه الله که جو کچھ آسمانوں میں
وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ وَوَيۡلٌ	هے اور جو کچھ زمین میں هے
لِّلۡكٰفِرِيۡنَ مِنۡ عَذَابٍ شَدِيۡدِۨ ۙ ۲	سب اسی کا هے (اور سب

= ایک خاص بات یه بھی نمایاں هے که خطاب کا رخ زیاده تر رؤساء قریش کی طرف هے جن کے هاتھ میں ملک کی ریاست و پیشوائی کی باگ تھی .

۱ - هدایت روشنی هے اور ضلالت تاریکی . سنت الٰهی یه هے که جب تاریکی پھیل جاتی هے تو وه هدایت وحی کے ذریعے انسانوں کو تاریکی سے نکالتا اور روشنی میں لاتا هے . چنانچه قرآن کا ظهور اسی روشنی کا پیام هے اور ایسا هی پیام حضرت موسٰی نے بھی دیا تھا .

سورۃ ابرٰھیم - ۱٤

مکیۃ و ھی اثنتان و خمسون اٰیۃ

مکی ۵۲۰ آیات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓرٰ قف کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰہُ الف لام را ، یہ ایک کتاب ھے

اس سورت کی خصوصیت یہ ھے کہ اس میں انبیاء کے ظہور اور اس کے احوال و ظروف اور نتائج کو مجموعی طور پر پیش کیا گیا ھے ۔

بیان حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی ھے ، یعنی اس باب میں ان کی موعظت نقل کی گئی ھے ۔ پھر سلسلۂ بیان دعوت قرآن کے ظہور پر متوجہ ھو گیا ھے اور واضح کیا ھے کہ جو نتائج ھمیشہ نکل چکے ھیں ویسے ھی نتائج اب بھی نکلیں گے ۔

آخر میں اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی ھے کہ دعوت قرآن دراصل دعوت ابراھیمی کی تجدید ھے اور اسی عہد الٰہی کا ظہور ھے جو حضرت ابراھیم علیہ السلام سے کیا گیا تھا ۔ =

(کام یابی کی) راہ گم کردیتا ھے، جس پر چاھتا ھے کھول دیتا ھے. وہ غالب ھے حکمت والا ٤.

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۞ °

اور (دیکھو!) یہ واقعہ ھے کہ ھم نے اپنی نشانیوں کے ساتھ موسٰی کو بھیجا تھا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکالے اور روشنی میں لائے، نیز یہ کہ اللہ کے (فیصلہ کن) واقعات کا تذکرہ کرکے وعظ و نصیحت کرے، کیوں کہ ھر اس انسان کے لیے جو صبر و شکر کرنے والا ھے اس تذکرے میں (عبرت و موعظت کی) بڑی ھی نشانیاں ھیں °.

° - سورۂ ھود کے آخری نوٹ میں یہ بات واضح کی جا چکی ھے کہ کیوں گزشتہ اقوام کے وقائع و ایام کو "ایام اللہ" سے تعبیر کیا گیا ھے. یہاں فرمایا کہ حضرت موسٰی علیہ السلام کو وحی الٰہی سے ایما ھوا تھا کہ اپنی قوم کو "ایام اللہ" کی عبرتیں اور بصیرتیں یاد دلائیں =

اسی کے احکام کے آگے جھکے ہوے ہیں) اور عذاب سخت کی خرابی ہے ان منکروں کے لیے ۲ .

الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ	جنھوں نے آخرت چھوڑ کر
الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَةِ	دنیا کی زندگی پسند کرلی اور
وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ	جو الله کی راہ سے انسانوں کو
وَ یَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ	روکتے ہیں اور چاہتے ہیں
فِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ۞ ۳	اس میں کجی ڈالیں . یہی لوگ

ہیں کہ بڑی گہری گم راہی میں جا پڑے ۳ .

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ	اور ہم نے کوئی پیغمبر دنیا
اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِیُبَیِّنَ	میں نہیں بھیجا مگر اس طرح
لَهُمْ ؕ فَیُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ	کہ اپنی قوم ھی کی زبان میں
یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ	پیام حق پہنچانے والا تھا تاکہ
یَّشَآءُ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ	لوگوں پر مطلب واضح کردے .
الْحَكِیْمُ ۞ ٤	پس الله جس پر چاہتا ہے

يَسُومُونَكُمْ سُوٓءَ الْعَذَابِ	کہا تھا: اللہ نے تم پر جو
وَيُذَبِّحُونَ اَبْنَآءَكُمْ	احسان کیے ھیں انہیں نہ
وَيَسْتَحْيُونَ نِسَآءَكُمْ ؕ	بھولو. اس نے تمھیں خاندان
وَفِىْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ	فرعون (کی غلامی) سے نجات
رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۶ ع	دی (اور یہ اس کا کتنا بڑا

۱ ع ۱۳

احسان ھے!) وہ تمھیں کیسے جان کاہ عذابوں میں ڈالتے تھے! تمھارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے (تا کہ تمھاری تعداد بڑھنے نہ پائے) تمھاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتے (کہ ان کی باندیاں بن کر زندگی بسر کریں). دیکھو! اس صورت حال میں تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے لیے کیسی سخت آزمایش تھی! ٦.

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ	اور (کیا وہ وقت بھول گئے)
شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ	جب تمھارے پروردگار نے
وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ	(اپنے اس قانون کا) اعلان
لَشَدِيْدٌ ۷	کیا تھا: اگر تم نے شکر کیا

تو میں تمھیں اور زیادہ نعمتیں بخشوں گا اور اگر ناشکری کی

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ	اور پھر جب ایسا ھوا تھا کہ
اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ	موسٰی نے اپنی قوم کو (وعظ
اِذْ اَنْجٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ	و نصیحت کرتے ھوے)

= کیوں کہ ان میں صبر و شکر کرنے والوں کے لیے فتح و کام رانی کی بڑی بڑی نشانیاں پوشیدہ ھیں ۔

بنی اسرائیل مصر میں عرصے تک مظلومی و مقھوری کی زندگی بسر کرچکے تھے، اس لیے طبیعتوں میں مایوسی و بے ھمتی سرایت کر گئی تھی ۔ مستقبل کے فتح و اقبال کی بشارتیں سنتے، مگر اپنے دل میں عزم و ثبات کے ولولے نہیں پاتے تھے۔ پس حضرت موسٰی کو حکم ھوا کہ انھیں ”ایام اللہ“ کے تذکرے سناؤ ۔ ان تذکروں میں قوانین حق کی بڑی بڑی نشانیاں ھیں، یعنی بڑی بڑی دلیلیں ھیں ۔ یہ دلیلیں واضح کردیں گی کہ جو لوگ مصائب و محن کے مقابلے میں ھمت نہیں ھار دیتے، سچائی کی راہ میں جمے رھتے ھیں اور سعی و عمل سے گھبراتے نہیں، ان کی کام یابی قطعی اور اٹل ھوتی ھے اور ھمیشہ ایسے ھی لوگ فتح و مراد سے ھم آغوش ھوے ھیں ۔

یہی وجہ ھے کہ آیت ۵ میں فرمایا: اس تذکرے میں صبر و شکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ھیں ۔

وَقَالَ مُوسَىٰٓ اِنْ تَكْفُرُوٓا	اور موسٰی نے کہا: اگر تم
اَنْتُمْ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ	اور وہ سب جو زمین میں بستے
جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ	ہیں کفران نعمت کریں تو
حَمِيْدٌ ۝ ٨	(اللہ کو اس کی کیا پروا ہو سکتی

ہے؟) اللہ کی ذات تو بے نیاز اور ستودہ ہے (لیکن محرومی و ہلاکت خود تمہارے لیے ہوگی) ٨ .

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ	پھر کیا تم تك ان لوگوں کی
مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ	خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے
وَّعَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۬ۛ وَ الَّذِيْنَ	گزر چکے ہیں؟ قوم نوح،
مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا يَعْلَمُهُمْ	قوم عاد، قوم ثمود اور وہ
اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ	قومیں جو ان کے بعد ہوئیں
بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ	اور جن کا حال اللہ ہی کو معلوم
فِىْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا	ہے . ان تمام قوموں کے پاس
اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ	ان کے رسول روشن دلیلوں

تو (پھر یاد رکھو!) میرا عذاب بھی بڑا سخت عذاب ھے! ۷

۷ - "صبر" کے معنیٰ یہ ھیں کہ مشکلوں، مصیبتوں کے مقابلے میں جمے رھنا. "شکر" کے معنیٰ یہ ھیں کہ اللہ کی بخشی ھوئی قوتوں کی قدر کرنا اور انہیں ٹھیک ٹھیک کام میں لانا. آیت ۷ میں فرمایا: خدا کا مقررہ قانون ھے کہ جو قوم شکر کرتی ھے، یعنی خدا کی بخشی ھوئی نعمتوں کی قدر بجا لاتی ھے اور انہیں ٹھیک طور پر کام میں لاتی ھے، خدا اسے اور زیادہ نعمتیں عطا فرماتا ھے. لیکن جو کفران نعمت کرتی ھے، یعنی قدر شناسی نہیں کرتی، وہ محرومی و نامرادی کے عذاب میں گرفتار ھوجاتی ھے اور یہ اللہ کا سخت عذاب ھے جو کسی انسانی گروہ کے حصے میں آتا ھے.

غور کرو! حقیقت حال کی کتنی سچی تعبیر ھے! جو فرد یا جو گروہ خدا کی بخشی ھوئی نعمتوں کی قدر کرتا ھے، مثلاً خدا نے اسے فتح مندی و کامرانی عطا فرمائی ھے، وہ اس نعمت کو پہچانتا، اسے ٹھیک طور پر کام میں لاتا اور اس کی حفاظت سے غافل نہیں ھوتا، وہ اور زیادہ نعمتوں کے حصول کا مستحق ھوجاتا ھے یا نہیں؟ جو ایسا نہیں کرتا، کیا اس کی نامرادی و تباھی میں کوئی شک ھوسکتا ھے؟

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْٓا

ان کے رسولوں نے کہا: کیا تمہیں اللہ کے بارے میں شك ھے؟ وہ اللہ کہ آسمان و زمین کا بنانے والا ھے. وہ تمھیں بلا رہا ھے کہ تمھارے

= اس باب میں ھم نے جو مبادی و اصول مرتب کیے ھیں وہ تمام تر انھیں تصریحات سے ماخوذ ھیں.

حضرت موسٰی علیه السلام نے فرمایا: کیا پچھلی قوموں کے ایام و وقائع تم تك نہیں پہنچے؟ یعنی تم نہیں سن چکے ھو؟ پھر تین قوموں کا ذکر کیا جن کے حالات سے نه تو بنی اسرائیل بے خبر تھے، نه مصر کے باشندے بے خبر ھوسکتے تھے جہاں ان کی نشوونما ھوئی تھی. بقیه قوموں کا حال چوں کہ اس درجه مشہور نه تھا. اس لیے صرف اشارہ کر کے چھوڑ دیا. "و الذین من بعدھم لا یعلمھم الا الله".

"لا یعلمھم الا الله" میں یه پہلو بھی موجود ھے که بہت سی قومیں تھیں جن کا شمار اللہ ھی کو معلوم ھے، تم ان کا احاطه نہیں کر سکتے.

وَاِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۝۹

کے ساتھ آئے تھے ، لیکن انھوں نے ان کی باتیں انھیں پر لوٹا دیں (اور کان دھرنے سے انکار کر دیا) . انھوں نے کہا : جو بات لے کر تم آئے ہو ھمیں اس سے انکار ھے اور جس بات کی طرف بلاتے ہو ھمیں اس پر یقین نہیں ، ھم شك و شبہ میں پڑ گئے ھیں ۹ .

۹ - سورهٔ ھود کے آخری نوٹ میں ایام و وقائع کا مبحث گزر چکا ھے ، اسے پیش نظر رکھو اور دیکھو یہاں تمام ایام و وقائع کے مجموعی نتائج و سنن کس طرح بیان کیے جا رھے ھیں اور کس طرح ان کے جزئیات کو ایك کلی حقیقت کی صورت میں پیش کیا جا رھا ھے ! یعنی سب کا ظہور ایك ھی طرح ھوا تھا ، سب کے ساتھ ان کی قوموں نے ایك ھی طرح کا سلوك کیا تھا ، سب کی دعوت ایك ھی تھی ، سب کو جوابات ایك ھی طرح کے ملے تھے اور پھر نتیجہ بھی ھر واقعہ میں ایك ھی طرح کا نکلا . ھر رسول اور اس کے ساتھی کام یاب ھو گئے ، ھر سرکش اور مقابل نامراد ھوا .

قرآن کے یہی مقامات ھیں جنھوں نے ایام و وقائع کے سنن و بصائر صاف صاف واضح کر دیے ھیں اور =

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ	ان کے رسولوں نے جواب
نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ	میں کہا: ہاں! ہم اس کے سوا
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ	کچھ نہیں ہیں کہ تمہاری ہی
يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا	طرح آدمی ہیں، لیکن اللہ جس
كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ	بندے کو چاھتا ھے اپنے فضل
بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى	و احسان کے لیے چن لیتا ھے.
اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۞ ""	اور یہ بات ھمارے اختیار

میں نہیں کہ تمھیں کوئی سند لا دکھائیں مگر ھاں یہ کہ اللہ کے حکم سے ھو اور اللہ ھی ھے جس پر ایمان رکھنے والوں کا بھروسا ھے ".

=کر سکتے. تم کیوں کر جرأت کر سکتے ھو کہ اپنے دل کے یقین سے انکار کر دو، اپنی روح کے اعتقاد سے منکر ھو جاؤ، خود اپنی نسبت شك کرنے لگو؟

یہ قرآن کی معجزانہ بلاغت ھے کہ صرف ایك چھوٹے سے جملے اور استفہام تقریری میں وہ سب کچھ بیان کر دیا جو زیادہ سے زیادہ اس بارے میں کہا جاسکتا ھے اور جو استدلال کی انتہا، اس بات کی تکمیل اور ساری برھانوں اور حجتوں کا جامع ومانع خلاصہ ھے، یعنی! " أ في الله شك فاطر السمٰوٰت و الارض؟ " (تفصیل کے لیے دیکھو تفسیر سورۂ فاتحہ).

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ ۱۰

گناہ بخش دے اور ایك مقررہ وقت تك (زندگی و کامرانی کی) مہلتیں دے۔ اس پر قوموں نے کہا: تم اس کے سوا کیا ہو کہ ہماری ہی طرح کے آدمی ہو اور پھر چاہتے ہو جن معبودوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں ان کی پوجا کرنے سے ہمیں روك دو۔ اچھا! (اگر ایسا ہی ہے تو) کوئی واضح دلیل پیش کرو ۱۰۔

---

۱ - آیت ۱۰ پر غور کرو! قوموں کا ہمیشہ یہی جواب رہا کہ ہمیں تمہاری دعوت کی سچائی میں شك ہے، ہم نہیں مانتے۔ لیکن پیغمبروں کی پکار بھی یہی رہی کہ: ”افی اللہ شك فاطر السمٰوٰت والارض“؟ کس بارے میں تمہیں شك ہو رہا ہے؟ اللہ کے بارے میں جو آسمان و زمین کا بنانے والا ہے؟ یعنی اس ہستی کے بارے میں جس کا اعتقاد تمہاری فطرت کے خمیر میں موجود ہے اور تمہارے دل کا ایك ایك ریشہ کہہ رہا ہے کہ ایك ”فاطر السمٰوٰت و الارض“ ہستی موجود ہے! دنیا کی ہر بات میں شك کرسکتے ہو، لیکن اس بارے میں تم شك نہیں=

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِىْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۙ ١٣

اور منکروں نے اپنے رسولوں سے کہا: ہم تمھیں اپنے ملک سے ضرور نکال باہر کریں گے یا پھر تم ہمارے مذھب میں لوٹ آؤ۔ (جب معاملہ یہاں تك پہنچ گیا) تو ہم نے رسولوں پر وحی بھیجی: اب ایسا ضرور ہوگا کہ ہم ان ظالموں کو ہلاك کر ڈالیں ١٣ ۔

وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِىْ وَخَافَ وَعِيْدِ ۞ ١٤

اور ان کے بعد تمھیں اس سر زمین میں جگہ دیں۔ یہ ھے نتیجہ اس کے لیے جو ہماری (حکومت وعدالت کی) جگہ سے ڈرا، نیز (پاداش عمل کی) تنبیہ سے ١٤۔

= صبر کریں گے اور ضرور ایسا ہوگا کہ صبر کا نتیجہ ہمارے حصے میں آئے۔

اگر یہاں "ہدایت" کو ہدایت وحی سمجھا جائے تو خطاب کا سارا زور اور استدلال مفقود ہوجاتا ھے۔

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ؑ ۱۲

ع ۲ ۱٤

اور همیں کیا هو گیا هے که الله پر بهروسا نه کریں؟ حالانکه اسی نے هماری (زندگی و معیشت کی) راهوں میں هماری ره نمائی کی هے. هم ان ایذاؤں پر صبر کریں گے جو تم همیں دے رهے هو، بس الله هی هے جس پر بهروسا کرنے والوں کو بهروسا کرنا چاهیے ۱۲ ۰

---

۱۲ - آیت ۱۲ میں پیغمبروں کا قول نقل کیا هے که "و ما لنا الا نتوکل علی الله و قد هدٰنا سبلنا ؟" اس آیت میں "هدایت" اور "سبیل" سے مقصود هدایت وحی اور سبیل دین نهیں هے جیسا که مفسروں اور مترجموں نے سمجھا هے، بلکه هدایت ربوبیت کا عام فیضان هے اور اسی میں اسلوب خطاب کا استدلال پوشیده هے. یعنی هم تمهارے ظلم و تشدد سے کیوں هراساں هوں؟ کیوں الله کی تائید و نصرت پر بهروسا نه کریں؟ جس هستی نے زندگی و معیشت کی تمام راهوں میں هماری ره نمائی کا سامان کر دیا هے، کیا حق و باطل کی اس آویزش میں هم پر راه نجات نه کھول دے گی؟ یهی وجه هے که اس کے بعد کها "و لنصبرن علی مآ اٰذیتمونا" هم ضرور =

اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِنِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيدُ ۝١٨

کا انکار کیا تو ان کے اعمال کی مثال ایسی ھے جیسے راکھ کا ڈھیر که آندھی کے دن ھوا اسے اڑا دے ۔ جو کچھ انھوں نے (اپنے اعمال کے ذریعے) کمایا ھے ، اس میں سے کچھ بھی ان کے ھاتھ نه آئے گا ۔ یہی گم راھی کی حالت ھے جو بڑی ھی گہری گم راھی ھے ١٨ ۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ۝ لا ١٩

کیا تم نہیں دیکھتے که الله نے آسمانوں کو اور زمین کو ایک فعل عبث کی طرح نہیں بنا دیا ھے ، کسی مصلحت سے بنایا ھے ۔ اگر وہ چاھے تو تم سب کو ھٹا دے اور ایک نئی پیدایش نمودار کر دے ١٩ ۔

وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ ۝٢٠

ایسا کرنا اس پر کچھ دشوار نہیں ٢٠ ۔

وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ۙ ۱۵ عرض كه پیغمبروں نے فتح مندی طلب کی اور هر سرکش ضدی (جس نے حق کا مقابله کیا تھا) نامراد هوا ۱۵ .

مِنْ وَرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۙ ۱٦ اس کے پیچھے دوزخ ھے (یعنی دنیا کی نامرادی کے بعد آخرت کی نامرادی پیش آنے والی ھے) وهاں خون اور پیپ کا پانی پلایا جائے گا ۱٦ .

يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۞ ۱۷ وہ ایك ایك گھونٹ کرکے منہ میں لے گا اور گلے سے اتار نہ سکے گا. هر طرف سے اس پر موت آئے گی مگر مرے گا نہیں . اس کے پیچھے ایك سخت عذاب لگا هوا ھے ۱۷ .

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ جن لوگوں نے اپنے پروردگار

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ	اور (دیکھو! قیامت کے دن)
الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا	سب لوگ اللہ کے روبرو حاضر
اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ	ہوگئے۔ پس ناتوانوں نے
اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ	سرکشوں سے کہا: ہم (دنیا میں)
عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا	تمہارے پیچھے چلنے والے
لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ	تھے، پھر کیا آج تم ایسا
سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ	کرسکتے ہو کہ اللہ کے عذاب
اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ	سے کچھ بچاؤ کردو؟ انھوں نے
مَّحِيْصٍ ؏ ٢١	کہا: اگر اللہ ہم پر بچاؤ کی

٣ ع ١٥

کوئی راہ کھولتا تو ہم بھی تمہیں کوئی راہ دکھاتے۔ (ہم تو خود ہی عذاب میں پڑے ہوئے ہیں) خواہ جھیل لیں، خواہ روئیں پیٹیں، ہمارے لیے دونوں حالتیں برابر ہوگئیں، ہمارے لیے آج کسی طرح چھٹکارا نہیں ٢١۔

---

٢١ - آیت ٢١ میں جماعتوں کی گم راہی کی ایک سب سے بڑی علت کی طرف اشارہ کیا ہے، یعنی اپنے گم راہ سرداروں، امیروں، بادشاہوں اور پیشواؤں =

۱۹ - آیت ۱۸ پر حضرت موسٰی علیہ السلام کا وعظ اور ایام اللہ کا تذکرہ ختم ہوگیا ۔ آیت ۱۹ سے نیا خطاب شروع ہوتا ھے ۔ البتہ یہ خطاب بھی پچھلے بیان ھی کا تتمہ ھے، فرمایا : کیا تم تخلیق بالحق کی حقیقت پر غور نہیں کرتے؟ یعنی اس بات پر غور نہیں کرتے کہ کائنات ھستی کی ھر چیز اس طرح واقع ھوئی ھے کہ صاف نظر آتا ھے کہ یہ سب کچھ کسی خاص مصلحت و مقصد سے بنایا گیا ھے ۔ ایسا نہیں ھے کہ بغیر کسی سونچے ھوے مقصد اور ٹھیرائی ھوئی مصلحت کے ویسے ھی ظہور میں آگیا ھو ۔ پھر اگر تم دیکھ رھے ھو کہ آسمان و زمین کی ھر چیز کسی مصلحت کے ساتھ بنائی گئی ھے تو کیوں کر ممکن ھے کہ خود تمھاری ھستی کی پیدایش میں کوئی خاص مصلحت پوشیدہ نہ ھو اور کرۂ ارضی کی یہ سب سے بڑی اور اشرف مخلوق محض بے کار و عبث بنادی گئی ھو ۔

اگر وہ چاھے تو تمھیں چھانٹ دے اور ایک نئی قوم کی تخلیق کا سامان کردے، کیوں کہ اس کا ٹھیرایا ھوا قانون یہی ھے کہ جو جماعت غیر نافع ھو جائے اسے مٹ جانا ھے اور اس کی جگہ نافع و اصلح جماعت کو ظہور میں آنا ھے ”و ما ذلك علی اللہ بعزیز“ ۔

اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ	وعدہ کیا تھا مگر اسے پورا نہ
لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَ لُوْمُوْٓا	کیا ۔ مجھے تم پر کسی طرح کا
اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ	تسلط نہ تھا (کہ تم میری پیروی
وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّيْ	پر مجبور ہوگئے ہو)۔ جو کچھ
كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ	پیش آیا وہ صرف یہ ہے کہ
مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ	میں نے تمھیں بلایا اور تم نے
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ٢٢	میرا بلاوا قبول کرلیا۔ پس اب

مجھے ملامت نہ کرو، خود اپنے آپ کو ملامت کرو۔ آج کے دن نہ تو میں تمھاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں، نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو۔ تم نے اب سے پہلے (دنیا میں) جو مجھے (اللہ کا) شریک ٹھیرا لیا تھا (کہ اس کے احکام کی طرح میرے حکموں کی بھی اطاعت کرنے لگے تھے) تو میں اس سے بیزاری ظاہر کرتا ہوں۔ بلا شبہ ظلم کرنے والوں کے لیے بڑا ہی دردناک عذاب ہے ٢٢۔

وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اور (دیکھو!) جو لوگ ایمان

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ	اور (دیکھو!) جب فیصلہ ہو چکا
الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ	تو شیطان بولا : بلا شبہ
وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ	اللہ نے تم سے وعدہ کیا تھا
فَاَخْلَفْتُكُمْ ط وَمَا كَانَ	سچا وعدہ (اور وہ پورا ہو کر
لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ	رہا) اور میں نے بھی تم سے

= کی اندھی تقلید و اطاعت کرنا اور خود اپنی عقل و بصیرت سے کام نہ لینا . فرمایا : کیا تمھارے یہ پیشوا تمھیں نتائج اعمال کی گرفت سے بچا سکتے ھیں ؟ قیامت کے دن جماعتوں کے کم زور افراد یعنی عوام اپنے اپنے پیشواؤں اور سرداروں سے کھیں گے : دنیا میں ھم نے تمھاری پیروی کی تھی ، آج عذاب الٰھی کی پکڑ سے ھمارا بچاؤ کر دو . وہ کھیں گے : ھم خود اپنے کو نھیں بچا سکتے ، تمھیں کس طرح بچائیں ؟

آیت میں قریش مکہ کی طرف اشارہ ھے جو قوم کے سردار و پیشوا تھے اور نہ صرف قبائل حجاز بلکہ تمام باشندگان عرب ان کے طور طریقے کی پیروی کرتے تھے . جب انھوں نے دعوت اسلام کی مخالفت میں قدم اٹھایا تو تمام قبائل عرب نے ان کی پیروی کی .

وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۙ ٢٤ ایسی ہے جیسے ایك اچھا درخت

جڑ اس کی جمی ہوئی اور ٹہنیاں آسمان میں پھیلی ہوئیں ٢٤ .

تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ اپنے پروردگار کے حکم سے

بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ ہر وقت پھل پیدا کرتا رہتا

الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ ہے (اس کی ٹہنیاں کبھی بغیر

يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ ٢٥ پھل کے نہیں رہ سکتیں) . اللہ

لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ سوچیں سمجھیں ٢٥ .

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ اور نکمی بات کی مثال کیا ہے؟

كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨ اجْتُثَّتْ جیسے ایك نکما درخت، زمین کی

مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا سطح پر اس کی جڑ کھوکھلی،

مِنْ قَرَارٍ ۝ ٢٦ جب چاہا اکھاڑ پھینکا اس

کے لیے جماؤ نہیں ٢٦ .

---

٢٤ تا ٢٦ - آیت ٢٤ قرآن کے مہمات معارف میں سے

ہے ، لیکن افسوس ہے ہمارے مفسروں کو اس کی

مہلت نہ ملی کہ اس کے حقائق کی وسعت کا مشاہدہ =

وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ۲۳

لائے تھے اور جنھوں نے نیك کام کیے تھے وہ (نعیم ابدی کے) باغوں میں داخل ہوگئے، ان کے تلے نہریں بہ رھی ھیں، اپنے پروردگار کے حکم سے، ھمیشہ انھیں میں رھیں گے (ان کی راحتوں کے لیے کبھی زوال نہیں). وھاں ان کے لیے (ھر طرف سے) دعاؤں کی پکار یہی ھے کہ "تم پر سلامتی ھو"۲۳.

اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ

کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ نے کس طرح ایك مثال بیان کی؟ ایك اچھی بات کی مثال

---

۲۳ - قرآن نے ھر جگہ ایمان کی خصوصیت یہ بتلائی ھے کہ سر تا سر سلامتی ھے اور کفر کی پہچان یہ بتلائی ھے کہ سر تا سر اضطراب و محرومی ھے. یہی وجہ ھے کہ جنت کی زندگی کے مرقع میں بھی سب سے زیادہ نمایاں بات یہی نظر آتی ھے. وہ سلامتی کی زندگی ھوگی اور وھاں ھر طرف سے سلامتی ھی کی پکاریں سنائی دیں گی.

الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ ذریعے جماؤ اور مضبوطی دیتا
وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ ۟ ھے، دنیا کی زندگی میں بھی
وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۧ ۲۷ اور آخرت کی زندگی میں بھی۔

٤ ع ۱٦

اور نافرمانوں پر (جماؤ اور مضبوطی کی) راہ گم کردیتا ھے۔ اور وہ جو چاھتا ھے کرتا ھے (اس کی حکمت کا فیصلہ یہی ھوا که ایسا کرے) ۲۷۔

۲۷ - اس کے بعد فرمایا: اللہ کا قانون یه ھے که جو ایمان لاتے ھیں وہ انھیں جمنے والی اور مضبوط باتوں کے ساتھ جماؤ دے دیتا ھے۔ ان کی یه خصوصیت دنیا کی زندگی میں بھی نمایاں ھوتی ھے اور آخرت میں بھی نمایاں ھوگی۔ لیکن جو لوگ ظلم و نافرمانی کی راہ اختیار کرتے ھیں انھیں یه بات نہیں مل سکتی، ان پر جماؤ اور استقرار کی راہ بند ھو جاتی ھے۔

اس سے معلوم ھوا که اھل ایمان کی خصوصیت یه ھے که ان کی ساری باتیں جماؤ اور مضبوطی کی باتیں ھوتی ھیں۔ ٹلنے والی، اکھڑ جانے والی اور اپنی جگه سے ھل جانے والی نہیں ھوتیں۔ ان کا اعتقاد، ان کا عمل، ان کا طور طریقه، ان کے دلائل و شواھد، ان کے تمام کام =

يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اللہ ایمان والوں کو جمنے اور
بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ مضبوط رهنے والی بات کے

= کر سکتے ہے .

فرمایا: عجائب آباد هستی کا کوئی گوشه دیکهو، تمهیں دو طرح کی باتیں نظر آئیں گی. ایك کو قرار هے، دوسری کو قرار نهیں. ایك میں جماؤ هے، دوسری میں جماؤ نهیں. ایك اس لیے هے که پهلے پهولے، دوسری اس لیے هے که پامال هو. پهلی کلمۂ طیبه هے، دوسری کلمۂ خبیثه هے. یعنی پهلی اچهائی هے، پاکیزگی هے، نفع و فیضان هے. دوسری برائی هے، گندگی هے، ضرر و نقصان هے.

پهلی کی مثال ایسی هے جیسے ایك اچها درخت. اچهے درخت کی خصوصیات کیا هوتی هیں؟ جڑ کی مضبوطی که اکهڑنے والی نهیں، شاخوں کی بلندی که جهکنے والی نهیں.

دوسری کی مثال ایسی هے جیسے ایك نکما درخت. زمین میں جگه پکڑ نهیں سکتا، ٹهنیاں معدوم، پهل نابود، جب چاهو پکڑ کے کهینچ لو، جڑ سمیت اکهڑ آئے.

بھٹکائیں ۔ (اے پیغمبر!) تم کہہ دو : اچھا! (زندگی کے چند روزہ) فائدے برت لو، پھر بالآخر تمھاری راہ آتش دوزخ ھی کی طرف ھے ٣٠ ۔

قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خِلٰلٌ ۝ ٣١

(اے پیغمبر!) میرے بندوں کو جو ایمان لائے ھیں یہ پیام پہنچادو: "اس سے پہلے کہ وہ (ھول ناك) دن آ نمودار ھو جب کہ (نجات کے لیے) نہ تو

---

٢٨ تا ٣٠ - اس کے بعد آیت ٢٨ میں قریش مکہ کی طرف اشارہ کیا ھے کہ ملك کی ریاست و پیشوائی کی باگ انھیں کے ھاتھ میں تھی اور عامة الناس انھیں کے پیچھے چلتے تھے ۔ فرمایا : ان کی محرومی دیکھو کہ کس طرح اللہ کی نعمت کی ناشکری کر رھے ھیں اور کلمۂ طیبه کی جگہ کلمۂ خبیثه کو اپنا شعار بنا لیا ھے ۔ اللہ نے انھیں قوم کی پیشوائی دی تھی، بس ان کا فرض تھا کہ دعوت حق کی قبولیت میں سب سے آگے ھوتے اور قوم کی سچی راہ نمائی کرتے، مگر انھوں نے استبدال نعمت کی راہ =

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۙ ۲۸

(اے پیغمبر!) کیا تم نے ان لوگوں کی حالت پر نظر نہیں کی جنھیں اللہ نے نعمت عطا فرمائی تھی مگر انھوں نے کفران نعمت سے اسے بدل ڈالا اور اپنے گروہ کو ھلاکت کے گھر میں جا اتارا ۲۸ ؟ .

جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۭ وَ بِئْسَ الْقَرَارُ ۲۹

یعنی دوزخ میں جا اتارا جس میں وہ داخل ھوں گے؟ (پھر جس کا ٹھکانا دوزخ ھوا تو) کیا ھی برا ٹھکانا ھے! ۲۹ .

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ۳۰

اور انھوں نے اللہ کے لیے اس کے ھم درجہ بنائے کہ لوگوں کو اس کی راہ سے

= " القول الثابت " ھوتے ھیں اور ان کی مثال شجرۂ طیبہ کی ھوتی ھے . لیکن جو لوگ ایمان حق سے محروم ھیں ان کی کوئی بات بھی " القول الثابت " کی بات نہیں ھو سکتی . ان کی مثال شجرۂ خبیثہ کی ھوتی ھے کہ " ما لھا من قرار " .

کر دیے که اس کے حکم سے (یعنی اس کے ٹھیرائے ہوئے قانون کے ماتحت) سمندر میں چلنے لگیں، نیز دریا بھی تمھارے لیے مسخر کردیے ۳۲.

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ ۳۳

اسی طرح سورج اور چاند بھی مسخر کردیے ھیں که ایك خاص دستور پر برابر چلے جارھے ھیں اور رات اور دن کا ظہور بھی مسخر ھے ۳۳.

وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۚ ۳٤

غرض که تمھیں (اپنی زندگی کی کار براریوں اور کام رانیوں کے لیے) جو کچھ مطلوب تھا سب اس نے عطا فرمادیا.

ع ۵ ۱۷

اگر تم الله کی نعمتیں گننی چاھو تو وہ اتنی ھیں که کبھی ان کا احاطه نه کرسکو. حقیقت یه ھے که انسان بڑا ھی ناانصاف، بڑا ھی ناشکرا ھے ۳٤.

= سب سے بڑے اعمال کونسے ھیں؟ فرمایا: قیام صلوٰۃ اور انفاق فی سبیل الله. ان دو عملوں میں سرگرم رھیں.

۳۲ تا ۳٤ - آیت ۳۲ میں برھان ربوبیت کا استدلال ھے. =

کسی طرح کا لین دین کام دے گا، نہ کسی طرح کی دوستی، (اپنے لیے نجات کا سامان کر لیں، یعنی) نماز قائم کریں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ظاہر و پوشیدہ خرچ کرتے رہیں" ٣١.

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ	یہ اللہ ہے جس نے آسمانوں
وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ مِنَ	کو اور زمین کو پیدا کیا اور
السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ	(زمین پر) اوپر سے پانی برسایا
مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ	جس کی آب یاری سے طرح طرح
وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ	کے پھل پیدا ہوتے ہیں کہ
لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ	تمہارے لیے غذا کا سامان ہیں،
وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۚ ٣٢	اور جہاز تمہارے لیے مسخر

= پسند کی، خود بھی گم راہ ہوئے اور اپنی قوم کو بھی گم راہی میں ڈھکیل دیا.

٣١ - قریش مکہ کے کفران نعمت کے ذکر کے بعد ہی روئے سخن مؤمنوں کی طرف متوجہ ہو گیا ہے.

آیت ٣١ میں فرمایا: انہیں چاہیے نعمت الٰہی کی قدر بجا لائیں اور ناشکری سے بچیں. اس شکر گزاری نعمت کے =

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۞٣٥

اور (یاد کرو!) جب ایسا ہوا تھا کہ ابراہیم نے دعا مانگی تھی: اے میرے پروردگار! اس شہر کو امن کی جگہ بنا دیجیو اور مجھے اور میری نسل کو اس بات سے دور رکھیو کہ بتوں کی پوجا کرنے لگیں ٣٥.

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞٣٦

پروردگار! ان بتوں نے بہت سے آدمیوں کو راہ حق سے بھٹکا دیا ہے تو جو میرے پیچھے چلا (اور بت پرستی کی گمراہی میں نہ پڑا) وہ میرا ہوا، جس نے میرے طریقے سے نافرمانی کی (اس سے میرا کوئی رشتہ نہیں اور) تو بخشنے والا، رحمت فرمانے والا ہے ٣٦.

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ

اے ہم سب کے پروردگار! (تو دیکھ رہا ہے کہ) ایک ایسے میدان میں جہاں کھیتی کا نام

= فرمایا: اپنی زندگی کی احتیاجوں کو دیکھو اور پھر ربوبیت الٰہی کی بخششوں اور کارفرمائیوں پر نظر ڈالو۔ زندگی کی کوئی قدرتی احتیاج ایسی نہیں ھے جس کا انتظام نہ کر دیا گیا ھو اور کارخانۂ عالم کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ھے جو تمہارے لیے افادہ و فیضان نہ رکھتا ھو، حتی کہ معلوم ھوتا ھے دنیا کی ھر چیز صرف اسی لیے بنی ھے کہ تمہاری کوئی نہ کوئی ضرورت پوری کردے اور کسی نہ کسی شکل میں خدمت و نفع رسانی کا ذریعہ ھو۔ پھر کیا ممکن ھے کہ یہ سب کچھ بغیر کسی ارادہ کے ظہور میں آ گیا ھو اور کوئی ربوبیت رکھنے والی ھستی موجود نہ ھو؟ اور اگر ایک ایسی ھستی موجود ھے تو ھر طرح کی عبادتوں کی مستحق اس کی ذات ھے یا ان کی جو اپنی احتیاجوں میں خود کسی پروردگار کی پروردگاریوں کے محتاج ھیں؟

اس مقام میں "واٰتٰکم من کل ما سألتموہ و ان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا" کہہ کر جس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ھے وہ نہایت اھم اور تشریح طلب ھے۔ تشریح اس کی سورۂ فاتحہ میں ملے گی۔

= مقام تھا کہ ایک بے آب و گیاہ ریگستان جہاں درندے بھی بھٹ نہ بنائیں اور پرند بھی ہوا میں اڑنا پسند نہ کریں. لیکن اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اسے ایسا دل چسپ اور معمور مقام بنادیا کہ انسانی گروہوں کے دل بے اختیار اس کی طرف کھنچنے لگے اور زمین کی ساری پیداوارین جو کسی سر سبز و شاداب ملک میں مل سکتی ہیں اس بنجر سر زمین میں مہیا ہو گئیں. یہ انقلاب حال کیوں کر ظہور میں آیا؟ اس طرح کہ حضرت ابراہیم نے یہاں دین حق کی عبادت گاہ بنائی اور اس کی پاسبانی اپنی اولاد کے سپرد کی. انھوں نے دعا مانگی تھی کہ: خدایا! اس ویرانے کو آباد کردیجو. چنانچہ ان کی دعا مقبول ہوئی اور یہ ویرانہ اس طرح آباد ہو گیا کہ تمام عرب و اطراف عرب کے سالانہ اجتماع کا مرکز بن گیا.

رؤساء قریش انھیں کی نسل سے ہیں اور انھیں کی برکتوں کا ظہور ہیں، لیکن انھوں نے اس نعمت کا حق کس طرح ادا کیا؟ یوں ادا کیا کہ ملت ابراہیمی سے منحرف ہو گئے، ظلم و گم راہی کو اپنا شیوہ بنالیا، وہ دین حق جس کے قیام کے لیے یہ عبادت گاہ بنائی گئی تھی اصنام پرستی سے بدل گیا اور اب اپنی تمام طاقتیں اس دعوت کی مخالفت میں خرچ کر رہے ہیں جو اسی ملت ابراہیمی کی تجدید ہے.

رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝٣٧

و نشان نہیں، میں نے اپنی بعض اولاد تیرے محترم گھر کے پاس لا کر بسائی ہے اور خدایا! اس لیے بسائی ہے کہ نماز قائم رکھیں (تاکہ یہ محترم گھر عبادت گزاران توحید سے خالی نہ رہے). پس تو (اپنے فضل و کرم سے) ایسا کر کہ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہوجائیں اور ان کے لیے زمین کی پیداوار سے سامان رزق مہیا کردے تاکہ (بے آب و گیاہ ریگستان میں رہ کر بھی ضروریات معیشت سے محروم نہ رہیں اور) تیرے شکر گزار ہوں ٣٧

٣٥ تا ٣٧ - پچھلی آیت میں انسان کی اس غفلت کا ذکر کیا تھا کہ وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر گزار نہیں اور یہی گم راہی اس کی تمام محرومیوں کا سر چشمہ ہے" ان الانسان لظلوم کفار". اب آیت ٣٥ میں اس ناشکری کی ایک مناسب مقام مثال بیان کردی. فرمایا: اس سے بڑھ کر ناشکری اور کیا ہوسکتی ہے جو قریش مکہ نے کی ہے؟ وہ دنیا کے ایک ایسے گوشے میں سکونت رکھتے ہیں جو انسانی آبادی کے لیے زیادہ سے زیادہ ناموزوں =

وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝٤٠ میری نسل کو بھی اس کی

توفیق ملے . پروردگار! میری یہ دعا تیرے حضور قبول ہو ، ٤٠ .

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ پروردگار! جس دن اعمال

وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ کا حساب لیا جائے گا تو مجھے

الْحِسَابُ ۝٤١ ع ٦ ٨ اور میرے ماں باپ کو اور ان

سب کو جو ایمان لائے (اپنے فضل و کرم سے) بخش دیجیو

(اور حساب کی سختی میں نہ ڈالیو) ٤١ .

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا اور (اے پیغمبر!) ایسا خیال

عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُونَ ۝ نہ کرنا کہ اللہ ان ظالموں کے

اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ کاموں سے غافل ہے (یعنی

تَشْخَصُ فِيهِ الْاَبْصَارُ ۝٤٢ رؤساء مکہ کے کاموں سے).

در اصل اللہ نے ان کا معاملہ اس دن تک کے لیے پیچھے ڈال

دیا ہے جب (نتائج عمل کی ہلاکتیں ظہور میں آئیں گی . اس

دن ان لوگوں کا یہ حال ہوگا کہ شدت خوف و حیرت سے)

آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی ٤٢ .

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ	اے ہمارے پروردگار !
وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا يَخْفٰى	ہم جو کچھ چھپاتے ہیں وہ
عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي	بھی تو جانتا ہے، جو کچھ ظاہر
الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝٣٨	کرتے ہیں وہ بھی تیرے

علم میں ہے۔ آسمان اور زمین کی کوئی چیز نہیں جو تجھ سے پوشیدہ ہو ٣٨ ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ	(اور ابراھیم نے کہا :) ساری
عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ	ستایش اللہ کے لیے ہے جس
وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ	نے باوجود بڑھاپے کے مجھے
الدُّعَآءِ ۝٣٩	اسماعیل اور اسحاق (دو فرزند)

عطا فرمائے ۔ بلا شبہ میرا پروردگار (اپنے بندوں کی) دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے ٣٩ ۔

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ	خدایا ! مجھے توفیق دے کہ
وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا	میں نماز قائم کروں اور

کی پیروی کریں گے. (لیکن انھیں جواب ملے گا:) کیا تم وھی نہیں ھو کہ اب سے پہلے قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے "ھمیں کسی طرح کا زوال نہ ھو گا" ٤٤.

وَّ سَکَنْتُمْ فِیْ مَسٰکِنِ الَّذِیْنَ	تم انھیں لوگوں کی بستیوں میں
ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ تَبَیَّنَ	بسے تھے جنھوں نے اپنی
لَکُمْ کَیْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ	جانوں کے ساتھ نا انصافی کی تھی
وَ ضَرَبْنَا لَکُمُ الْاَمْثَالَ ۝٤٥	اور تم پر اچھی طرح واضح

ھو گیا تھا کہ ھم نے ان کے ساتھ کیا کیا، نیز تمھیں سمجھانے کے لیے طرح طرح کی مثالیں بھی ھم نے بیان کر دیں (پھر بھی تم سرکشی سے باز نہ آئے) ٤٥.

وَقَدْ مَکَرُوْا مَکْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ	ان لوگوں نے اپنی ساری
مَکْرُهُمْ وَ اِنْ کَانَ مَکْرُهُمْ	تدبیریں کر ڈالی تھیں اور
لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝٤٦	اگر چہ ان کی تدبیریں ایسی

تھیں کہ پہاڑوں کو جگہ سے ھلادیں، مگر اللہ کے پاس ان کی ساری تدبیروں کا جواب تھا (ان کی کوئی تدبیر بھی ظہور نتائج کو نہ روک سکی) ٤٦.

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِىْ رُءُوْسِهِمْ	حیران ، سر اسیمه ، سر اٹھائے
لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ	ہوے دوڑ رہے ہوں گے ،
وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ۞ ٤٢	نگاہیں ہیں که لوٹ کر آنے

والی نہیں اور دل ہیں که (خوف و حیرانگی کے سوا ہر خیال سے) خالی ہو رہے ہیں ! ٤٣

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ	اور (اے پیغمبر !) لوگوں کو
الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ	اس دن کی آمد سے خبردار
ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ	کر دو جب که ان پر عذاب
اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ	نمودار ہو جائے گا . اس دن
دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ	ظلم کرنے والے کہیں گے :
اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ	پروردگار ! تھوڑی سی مدت
مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ	کے لیے ہمیں مہلت دے دے ،
مِّنْ زَوَالٍ ۙ ٤٤	ہم (اب ہرگز انکار و سرکشی

نہیں کریں گے اور) تیری پکار کا جواب دیں گے اور پیغمبروں

ہوئے ہیں ٤٩ .

سَرَابِيۡلُهُمۡ مِّنۡ قَطِرَانٍ وَّتَغۡشٰى وُجُوۡهَهُمُ النَّارُ ۙ۵۰	ان کے کرتے گندھك کے ہوں گے اور چہرے آگ کے شعلوں سے ڈھنپے ہوئے ٥٠ .
لِيَجۡزِىَ اللّٰهُ كُلَّ نَفۡسٍ مَّا كَسَبَتۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ۵۱	یہ اس لیے ہوگا کہ اللہ ہر جان کو اس کی کمائی کے مطابق بدلا دے دے . بلا شبہ وہ حساب لینے میں بہت تیز ہے ! ٥١ .
هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنۡذَرُوۡا بِهٖ وَلِيَعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۵۲	یہ انسانوں کے لیے ایك پیام ہے اور اس لیے بھیجا گیا ہے کہ لوگوں کو خبردار کیا جائے اور وہ معلوم کرلیں کہ ان کا معبود ایك ہی معبود ہے ، نیز اس لیے کہ سمجھ بوجھ والے اس سے نصیحت پکڑیں ! ٥٢ .

٧ ع ١٩

---

٥٢ ـ آخری آیت میں فرمایا : یہ سورت ایك پیام حق ہے =

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ	پس ایسا خیال نہ کرنا کہ اللہ
وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ	اپنے رسولوں سے جو وعدہ
عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝۴۷	کر چکا ہے اس کے خلاف

کرے گا (ایسا ہونا ممکن نہیں) . وہ (سب پر) غالب ہے اور (اعمال بد کی) سزا دینے والا ہے ۴۷ .

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ	وہ دن کہ جب یہ زمین بدل کر
الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ	ایک دوسری ہی زمین ہو جائے
الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝۴۸	گی اور سب لوگ خدائے یگانہ

و غالب کے حضور حاضر ہوں گے! ۴۸ .

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ	تم اس دن مجرموں کو دیکھو
مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝۴۹	گے کہ زنجیروں میں جکڑے

۴۸ - آیت ۴۸ سے معلوم ہوا کہ جس حادثے کو قرآن نے قیامت سے تعبیر کیا ہے وہ اجرام سماویہ کا کوئی ایسا حادثہ ہو گا جو کرۂ ارضی کو بالکل بدل دے گا . نہ تو زمین وہ زمین رہے گی جیسی کہ اب ہے، نہ آسمان ویسا آسمان ہو گا جیسا اب نظر آرہا ہے .

سورۃ الحجر - ۱۵

مکیۃ وھی تسع و تسعون اٰیۃ

مکی ، ۹۹ آیتیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓرٰ قف تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ وَ قُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ ۝۱

الف لام را ، یہ آیتیں ھیں ''الکتاب'' کی اور قرآن کی جو (اپنی ساری باتوں میں) واضح اور روشن ہے ۱ .

---

۱ ۔ قرآن نے جابجا اپنے اس وصف پر زور دیا ہے کہ وہ ''مبین'' ہے ، یعنی ظاہر ہے ، نمایاں ہے ، روشن ہے ، لیکن کس بات میں ؟

اپنے مطالب میں ، اپنی دعوت میں، اپنے دلائل و آیات میں . یعنی اس کی کوئی بات نہیں جو الجھی ہوئی ہو ، مشکل ہو ، ناقابل فہم ہو . ہر ذہن اسے بوجھ لے سکتا ہے ، ہر دل اسے قبول کر لے سکتا ہے، ہر روح اس پر مطمئن ہو سکتی ہے . وہ زیادہ سے زیادہ سیدھی سادی بات ہے =

= اور پیام اس لیے بھیجا گیا ھے کہ :

(ا) لوگ فساد و بد عملی کے نتائج سے متنبہ کیے جائیں ۔

(ب) یہ حقیقت واضح ھو جائے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ۔

(ج) ارباب فہم و دانش کے لیے سرمایۂ نصیحت ھو ۔

اب سورت کے تمام مطالب پر از سر نو نظر ڈالو اور دیکھو ان تینوں مقاصد پر وہ مشتمل ھے یا نہیں ؟

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ ٣

(اے پیغمبر!) انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو، کھائیں پییں، عیش و آرام کریں، (باطل) امیدوں پر بھولے رھیں. لیکن وہ وقت دور نہیں کہ انھیں معلوم ھو جائے گا (وہ کیسے دھوکے میں پڑے ھوے تھے) ۳.

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتٰبٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ ٤

ھم نے کبھی کسی بستی کے باشندوں کو ھلاك نہیں کیا مگر اسی طرح کہ اس کے لیے ایك ٹھیرائی ھوئی بات تھی (یعنی ایك مقررہ قانون تھا کہ جب حالت اس طرح کی ھوگی اور اس مقدار میں ھوگی تو ایسا نتیجہ ضرور نکلے گا) ٤.

مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝ ٥

کوئی امت نہ تو اپنے وقت سے آگے بڑھ سکتی ھے، نہ پیچھے رہ سکتی ھے ٥.

وَقَالُوْا يٰاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ

اور (اے پیغمبر!) ان لوگوں نے تم سے کہا "اے وہ آدمی

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ۝٢

جن لوگوں نے (اس کتاب کی سچائی سے) انکار کیا ہے ایک وقت آنے والا ہے کہ آرزوئیں کریں گے کاش ہم ماننے والوں میں ہوتے ۲ .

= جو انسان کے دل و دماغ کے لیے ہو سکتی ہے، کیوں کہ وہ سچائی ہے اور سچائی کی کوئی بات مشکل اور الجھی ہوئی نہیں ہو سکتی .

یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اپنے کو "النور" بھی کہا ہے ، یعنی روشنی . روشنی کا خاصہ ہے کہ ہر بات کو نمایاں کر دیتی ہے ، کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی . اگر وضاحت اور نمود نہیں ہے تو پھر اجالا بھی نہیں . اجالا جب کبھی ہوگا نمود و وضاحت اپنے ساتھ لائے گا .

۲ - جن لوگوں نے اس کے خلاف انکار و سرکشی کی راہ اختیار کی ہے وہ اپنی ہلاکت کا اپنے ہاتھوں سامان کر رہے ہیں . لیکن انہیں معلوم نہیں ایک دن آنے والا ہے جب وہ حسرت و ندامت کے ساتھ کہیں گے : کاش ہم نے انکار نہ کیا ہوتا !

پچھلے گروھوں میں پیغمبر بھیجے ١٠.

وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ

اِلَّا كَانُوْا بِهِ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ١١ کسی گروہ میں کوئی پیغمبر
آیا ہو اور لوگوں نے اس کی ہنسی نہ اڑائی ہو (یہ پہلے سے ہوتا
آیا ہے اور اب بھی ہو رہا ہے) ١١.

كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ (تو دیکھو!) اس طرح ہم مجرموں

الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لا ١٢ کے دلوں میں کلام حق کی
مخالفت بٹھا دیتے ہیں (یعنی ہمارا ٹھہرایا ہوا قانون ایسا ہی ہے
کہ جن دلوں میں جرم ہوتا ہے ان میں حق کی مخالفت بھی جم
جاتی ہے) ١٢.

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ وہ اس پر ایمان لانے والے

سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ ١٣ نہیں اور جو پہلے گزر چکے
ہیں ان کا بھی ایسا ہی دستور رہ چکا ہے ١٣.

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اگر ہم ان پر آسمان کا ایک

بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا دروازہ کھول دیں اور یہ دن

فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ۝ لا ١٤ دھاڑے اس پر چڑھنے لگیں

لَمَجۡنُوۡنٌ ؕ ٦ — کہ تجھ پر نصیحت اتری ہے ،

تو (ہمارے خیال میں) یقیناً دیوانہ ہے ٦ ۔

لَوۡ مَا تَاۡتِيۡنَا بِالۡمَلٰٓـئِكَةِ — اگر تو اپنے دعوے میں سچا

اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ۞ ٧ — ہے تو ایسا کیوں نہیں کرتا کہ

فرشتے اتار کر ہمیں دکھادے ؟ ٧

مَا نُنَزِّلُ الۡمَلٰٓـئِكَةَ اِلَّا بِالۡحَـقِّ — ہم فرشتے بے کار کو نہیں

وَمَا كَانُوۡۤا اِذًا مُّنۡظَرِيۡنَ ۞ ٨ — اتارا کرتے ، جبھی اتارتے

ہیں کہ کوئی مصلحت ہوتی ہے اور (جب فرشتے اتریں گے

تو) اس وقت انہیں مہلت عمل نہیں ملے گی (وہ تو فیصلے کا

دن ہوگا) ٨ .

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ — بلا شبہ خود ہم نے "الذکر"

وَاِنَّا لَهٗ لَحٰـفِظُوۡنَ ۞ ٩ — (یعنی قرآن کہ سرتا پا نصیحت

ہے) اتارا ہے اور بلاشبہ خود ہم ہی اس کے نگہبان ہیں ٩ ۔

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ — اور (اے پیغمبر !) یہ واقعہ

فِىۡ شِيَعِ الۡاَوَّلِيۡنَ ۞ ١٠ — ہے کہ ہم نے تم سے پہلے بھی

= معنیٰ میں بولا گیا ہے اور مقصود بارہ برج ہیں یا لغوی معنیٰ میں مستعمل ہوا ہے اور مقصود بڑے بڑے روشن ستارے ہیں جو بحر و بر کی ظلمتوں میں مسافروں کی راہ نمائی کرتے ہیں ؟

بارہ برجوں کی تقسیم سب سے پہلے اہل بابل نے کی ، پھر سریانی اقوام ان سے آشنا ہوئیں اور بالآخر یونانیوں نے اختیار کرلیا . عربی زبان اپنی ابتدائی شکلوں میں عراق ، مصر اور شام کی حکمراں زبان رہ چکی ہے اور ان ممالك کے ساتھ عربوں کے قدیم تجارتی تعلقات بھی معلوم و مسلم ہیں . پس اگر چاند کی منزلوں کی طرح سورج کے بارہ برجوں سے بھی عربی زبان آشنا ہو چکی ہو تو یہ کوئی عجیب بات نہ ہوگی . لیکن اس میں شك نہیں کہ عرب جاہلیت کے کلام سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا . عبد الرحمن بن عمر الصوفی نے « صور الکواکب » میں ان تمام کواکب کے نام جمع کردیے ہیں جو عرب جاہلیت میں مشہور تھے اور جن کی تعداد ڈھائی سو کے قریب ہے ، لیکن ان میں بارہ برجوں کی صورتوں کا کوئی ذکر نہیں ہے . اور تبریزی نے ابو العلاء کا قول نقل کیا ہے « لم تکن العرب تعرفها فی القدیم » (٢) =

(جب بھی نہیں مانیں گے) ١٤ ۔

لَقَالُوٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ع ١٥

یہ کہنے لگیں گے: ضرور ہماری آنکھیں متوالی ہوگئی ہیں۔ یا ہم پر جادو کر دیا گیا ہے ١٥ ۔

ع
١
١

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ لا ١٦

اور (دیکھو!) یہ ہماری ہی کار فرمائی ہے کہ آسمان میں برج بنادیے (یعنی روشن کواکب پیدا کر دیے) اور اسے دیکھنے والوں کے لیے خوش نما کر دیا ١٦ ۔

---

١٦ - یہاں آیت ١٦ میں نیز دو اور مقامات میں بھی قرآن نے «برج» کا لفظ استعمال کیا ہے: "تبٰرك الذی جعل فی السمآء بروجا و جعل فیها سرٰجا و قمرا منیرا" (٢٥ : ٦١) "والسماء ذات البروج" (٨٥ : ١) ۔ چونکہ بعد کو عربی زبان میں "برج" کا لفظ ستاروں کی ان بارہ فرضی اشکال کے لیے مستعمل ہوگیا جو قدماء نے دورۂ شمسی کے انضباط کے لیے قرار دی تھیں، اس لیے سوال پیدا ہوا کہ قرآن میں بھی یہ لفظ اسی مصطلحہ =

= جو حسن و جمال ہے اور جس نے چاہا ہے کہ حسن و جمال کا فیضان ہو۔

یہاں فرمایا کہ آسمان کو دیکھو۔ عربی میں "سماء" کے معنیٰ بلندی کے ہیں۔ مکان کے لیے اس کی چھت اس کی "سماء" ہوتی ہے۔ پس یہ جو بلندی تمھیں نظر آرہی ہے کس طرح دیکھنے والوں کے لیے حسین و جمیل بنادی گئی ہے! چاندنی راتوں میں چاند کی شب افروزیاں دیکھو۔ اندھیری راتوں میں ستاروں کی جلوہ ریزیوں کا نظارہ کرو، صبح جب اپنی ساری دل فریبیوں کے ساتھ آتی ہے، شام جب اپنی ساری رعنائیوں کے ساتھ چھپتی ہے، گرمیوں میں صاف و شفاف آسمان کا نکھرنا. بارش میں بادلوں کا ہر طرف سے امنڈنا، شفق کی لالہ گونی، قوس قزح کی بو قلمونی، سورج کی ذرہ فشانی، غرض کہ آسمان کا کونسا منظر ہے جس میں نگاہوں کے لیے زینت نہیں؟ جس میں دلوں کے لیے راحت و سکون نہیں؟

یہ استدلال مہمات دلائل قرآنی میں سے ہے اور ضروری ہے کہ تفسیر سورۂ فاتحہ کے مبحث برہان فضل و رحمت کا مطالعہ کرلیا جائے۔

= پس زیادہ صاف بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہاں برج سے مقصود روشن کواکب ہیں۔ چنانچہ حضرت ابن عباس سے ایسی ہی تفسیر منقول ہے اور ترجمے میں ہم نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

اسی آیت میں فرمایا ,,و زینّٰھا للنّٰظرین" ہم نے اس فضا کو جو تمہارے اوپر پھیلی ہوئی ہے اس طرح بنادیا کہ دیکھنے والوں کے لیے اس میں خوش نمائی پیدا ہو گئی۔ یہ مقام بھی من جملہ ان مقامات کے ہے جہاں قرآن نے جمال فطرت سے استدلال کیا ہے، یعنی اس بات سے استدلال کیا ہے کہ کائنات ہستی کے تمام مظاہر اس طرح واقع ہوے ہیں کہ ان میں حسن و جمال کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے اور یہ اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ رحمت و فیضان کا کوئی ارادہ یہاں ضرور کام کررہا ہے جو چاہتا ہے کہ جو کچھ بنے حسن و خوبی کے ساتھ بنے اور اس میں روحوں کے لیے سرور اور نگاہوں کے لیے عیش و نشاط ہو۔

اگر ایک صاحب رحمت ہستی کی یہ کارفرمائی نہیں ہے تو پھر کس کی ہے؟ نہیں، تمہاری فطرت کہہ رہی ہے کہ یہ سب کچھ کسی ایسی ہستی کی کاریگری ہے =

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۝ ١٩

اور (دیکھو!) ہم نے زمین (کی سطح) پھیلادی (یعنی ایسی بنادی کہ تمہارے لیے فرش کی طرح ہوگئی) اور اس میں پہاڑ گاڑ دیے، نیز جتنی چیزیں اس میں اگائیں سب وزن کی ہوئی اگائیں ١٩ .

= صرف شہاب کا لفظ ہے اور اس کے معنیٰ شعلے کے ہیں . باقی رہی اس معاملے کی حقیقت تو یہ عالم غیب کے معاملات میں سے ہے جسے ہم اپنے وسائل علم و ادراک سے معلوم نہیں کرسکتے . وحی الٰہی نے جس قدر تصریح کردی ہے اس پر یقین کرنا چاہیے اور مزید کاوش میں نہیں پڑنا چاہیے

١٩ ۔ زمین گیند کی طرح گول ہے ، لیکن حکمت الٰہی نے اس کی کرویت کا نشیب و فراز اس طرح پھیلادیا ہے کہ کوئی آنکھ اونچ نیچ محسوس نہیں کرسکتی اور اس کا ہر گوشہ اپنی جگہ ایک بچھے ہوے فرش کی طرح مسطح ہے ۔ اگر سطحیت کی یہ حالت پیدا نہ ہوتی تو وہ تمام ارضی خصوصیات بھی ظہور میں نہ آتیں جنھوں نے زمین کو زندگی و معیشت کے لیے خوش گوار =

وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۙ ١٧	نیز ہر پھٹکارے ہوے شیطان سے اس کی حفاظت کردی ١٧ ۔
اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ۞ ١٨	الا یہ کہ کوئی گن سن لیتا ہے تو پھر ایک چمکتا ہوا شعلہ ہے جو اس کا تعاقب کرتا ہے ١٨ ۔

١٧ - آیت ١٧ سے معلوم ہوتا ہے کہ احرام سماوی کی حفاظت کا سامان نہ کردیا گیا ہوتا تو ایسی شیطانی قوتیں تھیں جو ان کے اعمال میں خلل انداز ہوتیں ۔ نیز یہ کہ جب کوئی ایسی قوت ٹوہ لگانا چاہتی ہے تو شعلے بھڑکتے ہیں اور انھیں قریب نہیں آنے دیتے ۔

١٨ - آیت ١٨ میں "شہاب مبین" کا لفظ آیا ہے ۔ "شہاب" شعلے کو کہتے ہیں ۔ لیکن چونکہ اس کا اطلاق اس ستارے پر بھی ہوتا ہے جو راتوں کو ٹوٹتا ہوا دکھائی دیتا ہے ، اس لیے مفسرین نے خیال کیا یہاں شہاب سے مقصود وہی ستاروں کا ٹوٹنا ہے ۔ لیکن قرآن میں کوئی ایسی تفصیل نہیں جس سے یہ بات متعین کی جاسکے ۔ ==

= "موزون" هیں .

"موزون" یعنی وزن کی ہوئی . اگر کسی چیز کو ٹھیک ٹھیک کسی خاص اندازے پر رکھنا ہوتا ہے تو اسے کانٹے میں تول لیا کرتے ہیں کہ رتی بھر بھی ادھر ادھر نہ ہو جائے . پس ہر چیز کے "موزون" ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ زمین میں جتنی نباتات اگتی ہیں ، سب کے لیے حکمت الٰہی نے ایک خاص اندازہ ٹھہرا دیا ہے . ہر چیز اپنی نوعیت ، اپنی کمیت ، اپنی کیفیت میں ایک جچی تلی حالت رکھتی ہے جس سے کبھی باہر نہیں جا سکتی . ممکن نہیں کہ گھانس کی ایک شاخ بھی ایسی اگ آئے جو گھاس کے مقررہ اندازے اور تناسب کے خلاف ہو .

طرح طرح کے غلے ، طرح طرح کے پھول ، طرح طرح کے پھل ، طرح طرح کی سبزیاں ، طرح طرح کے درخت ، طرح طرح کی گھانسیں ہر طرف اگ رہی ہیں اور نہیں معلوم کب سے اگ رہی ہیں ، لیکن کوئی چیز بھی ان میں ایسی ہے جس کی شکل ، ڈیل ڈول ، رنگت ، خوش بو ، مزہ اور خاصہ ایک خاص مقررہ اندازے پر نہ ہو اور ٹھیک ٹھیک کانٹے کی تول نہ ہو؟ گیہوں کا ایک دانہ اٹھاو ، =

= بنادیا ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن جا بجا اس کی سطح کے پھیلاؤ پر زور دیتا ہے اور کہتا ہے: خدا نے اسے فرش کی طرح بچھا دیا۔ یہاں بھی آیت ۱۹ میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔

لیکن زمین کے قابل معیشت و سکون ہونے کے لیے صرف اسی قدر کافی نہ تھا ۔ اس کی بھی ضرورت تھی کہ اس میں جا بجا ایسی بلندیاں ہوتیں جو پانی کے خزانے جمع کرتیں اور پھر بلندی سے اس طرح گراتیں کہ سیکڑوں کوسوں تک بہتا ہوا چلا جاتا اور میدانی علاقوں کو سرسبز وشاداب کردیتا ۔ پس فرمایا: "والقینا فیہا رواسی" ہم نے اس کی سطح پھیلا دی، پھر اس میں پہاڑ پیدا کردیے جو اس لحاظ سے بھی کہ طرح طرح کی معدنیات کا سر چشمہ ہیں اور اس لحاظ سے بھی کہ دریاؤں کی روانگی کا منبع ہیں، زمین کی آبادی نوعیت کے لیے ایک ضروری عنصر تھے ۔

آیت ۱۹ میں زمین کی نسبت تین باتیں ہیں: پہلی یہ کہ بچھی ہوئی ہے ۔ دوسری یہ کہ پہاڑوں کی بلندیاں ہیں ۔ تیسری یہ کہ جتنی چیزیں اس میں اگتی ہیں، سب =

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهُ بِرٰزِقِيْنَ ﴿٢٠﴾ اور تمھارے لیے معیشت کا سارا سامان مہیا کردیا اور ان مخلوقات کے لیے بھی کردیا جن کے لیے تم روزی مہیا کرنے والے نہیں ہو ۲۰ ۔

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ؗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٢١﴾ اور (دیکھو!) کوئی چیز ایسی نہیں ھے که اس کے ذخیرے ھمارے پاس نه ھوں، مگر ھم انھیں ایك ٹھیرائے ھوے اندازے کے مطابق ھی بھیجتے ھیں ۲۱ ۔

---

۲۰ و ۲۱ - تفسیر سورۂ فاتحه میں " نظام ربوبیت " کی بحث گزر چکی ھے ۔ آیت ۲۰ کا اسی روشنی میں مطالعه کرو اور دیکھو کتنے مختصر اور کیسے سیدھے سادے لفظوں میں کتنی بڑی حقیقت بیان کردی گئی ھے! فرمایا " جعلنا لکم فیھا معایش "، ھم نے زمین میں تمھارے لیے زندگی و معیشت کے سارے سروسامان مہیا کردیے ۔ لیکن کس طرح مہیا کیے؟ اس طرح که اگرچه ھر چیز کے ھمارے پاس ذخیرے ھیں، لیکن ان کی بخشش ایك ==

= پھول کی ایک کلی توڑ لو ۔ گھانس کی ایک پتی سامنے رکھ لو اور دیکھو ان کی ساری باتیں کس طرح تلی ہوئی اور کس دقیقہ سنجی کے ساتھ سانچے میں ڈھلی ہوئی ہیں! اگر حجم ہے تو اس کا ایک مقررہ اندازہ ہے ۔ لاکھ مرتبہ بوؤ، کروڑ مرتبہ بوؤ، اس اندازے میں فرق آنے والا نہیں ۔ اگر شکل ہے تو اس کا ایک خاص اندازہ ہے وہ چیز جب اگے گی اسی شکل میں اگے گی ۔ اگر رنگت ہے، خوش بو ہے، مزہ ہے، خاصہ ہے تو سب کا ایک مقررہ اندازہ ہے اور یہ اندازہ قطعی ہے، دائمی ہے، اٹل ہے، امٹ ہے اور ہمیشہ اس یکسانیت کے ساتھ ظہور میں آتا ہے گویا مٹی کے ایک ایک ذرہ میں ایک ایک ترازو رکھ دیا گیا ہے اور وہ ایک ایک دانے، ایک ایک پتے، ایک ایک پھل کو تول تول کر بانٹ رہا ہے، ممکن نہیں اس تول میں کبھی خرابی پڑے!

"موزون" میں تناسب و اعتدال کا مفہوم بھی داخل ہے ۔ جتنی چیزیں اگتی ہیں اپنی ساری باتوں میں تناسب و اعتدال کی حالت رکھتی ہیں ۔ کوئی شے نہیں جو اپنی کمیت و کیفیت میں غیر متناسب اور غیر معتدل ہو ۔

= آتا ہے اور کس طرح مقررہ اندازوں اور پیمانوں کا ایک پورا نظام کام کر رہا ہے! پہلے سمندر سے بھاپ اٹھتی ہے، وہ پانی کے ذروں سے باردار ہوکر (یعنی انہیں اپنے اندر لے کر) بلندی کی طرف چڑھتی ہے، پھر بلندی میں ابر کی چادریں بنتی ہیں اور چادریں فضا میں پھیل جاتی ہیں۔ پھر وہی چادریں بارش کے قطرے بن کر گرنے لگتی ہیں اور زمین کے ایک ایک ذرے کو شاداب کر دیتی ہیں۔ تم نے پانی کے ذخیرے جمع کر کے نہیں رکھے تھے، لیکن آسمان جمع کرتا رہتا ہے اور پھر ٹھیک ٹھیک تمہاری احتیاج کے مطابق مطلوبہ مقدار تمہیں بخش دیتا ہے!

یہ بات کہ پانی کے جمع ہونے اور ایک خاص ترتیب اور اندازے کے ساتھ برستے رہنے کا ایک پورا کارخانہ بنا ہوا ہے اور وہ زمین کی احتیاج کے ٹھیک ٹھیک مطابق ہے، یہاں استدلال کا اصلی نقطہ ہے، کیونکہ تقدیر و نظم کی یہ حالت بغیر اس کے نہیں ہوسکتی کہ ربوبیت کا کوئی ارادہ پس پردہ کام کر رہا ہو۔ اسی حقیقت کو ہم نے تفسیر سورۂ فاتحہ میں "نظام ربوبیت" سے تعبیر کیا ہے اور ضروری ہے کہ اس پر نظر ڈال لی جائے۔

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ۞ ٢٢	اور (دیکھو!) هم نے هوائیں چلائیں که (پانی کے ذروں سے) باردار تهیں ، پهر آسمان سے پانی برسا دیا اور وه تمهارے

پینے کے کام آیا اور تم نے اسے ذخیره کرکے نهیں رکھا تها ۰۲۲

= مقرره اندازے هی کے ساتھ هوتی هے . ایسا نهیں هوتا که بغیر کسی اندازے اور نظام کے تمام چیزیں بکهیردی هوں . اور یه جو ایك مقرره اندازے کا نظام هے ، یعنی تقدیر اشیاء کا تو یهی هے جو بتلا رها هے که یهاں کوئی اندازه مقرر کرنے والی اور اسے قائم رکھنے والی هستی ضرور هے ، کیوں که اگر ایسا نه هوتا تو ممکن نه تها که اس اندازه شناسی اور انضباط کے ساتھ هر ضروری چیز کی بخشش کا نظام قائم هوجاتا .

۲۲ - پهر اس کے بعد بارش کی مثال دے کر مزید وضاحت فرما دی ۰ فرمایا : بارش زمین کی شادابی اور روئیدگی کا ذریعه هے ۰ اگر یه نه هو تو زمین کی روئیدگی بهی نه هو ۰ لیکن دیکھو کس طرح یه معامله ظهور میں =

وَ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۚ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝٢٥

اور (اے پیغمبر!) یہ تیرا پروردگار ھی ھے جو ان سب کو (قیامت کے دن اپنے سامنے) جمع کرے گا۔ وہ حکمت والا، علم والا ھے ۲۵ .

ع ۲ ۲

= ھستی کا کوئی گوشہ نہیں جو اس سے باھر ھو .

یہاں سے یہ بات بھی واضح ھو گئی کہ قرآن میں "قدر" اور "تقدیر" کا مطلب کیا ھے . نیز ان تمام غلط فہمیوں کا ازالہ ھو گیا جو اس بارے میں پھیلی ھوئی ھیں .

۲۵ - اس کے بعد آیت ۲۵ میں فرمایا: "و ان ربك ھو یحشرھم ۚ انه حکیم علیم" یعنی ایسا ضرور ھونے والا ھے کہ تمہارا پروردگار جزاء عمل کے لیے انہیں اپنے حضور جمع کرے، کیوں کہ تمام باتوں کی طرح اس بات کے لیے بھی اس نے ایك اندازہ ٹھیرا دیا ھے . وہ حکیم و علیم ھے . اور جب وہ حکیم ھے تو ممکن نہیں کہ اس نے انسان کے اعمال کے لیے کوئی اندازہ نہ ٹھیرایا ھو اور جب وہ علیم ھے تو ممکن نہیں کہ انسان کے اعمال اس کی نظر سے پوشیدہ رہ سکیں .

وَ اِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَ نُمِيْتُ　　اور یہ ہمیں ہیں کہ حلاتے ہیں
وَ نَحْنُ الْوَارِثُوْنَ ۝ ٢٣　　اور موت طاری کرتے ہیں
اور ہمارے ہی قبضے میں سب کی کمائی آتی ہے ٢٣ .

وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ　　اور بلا شبہ ہم نے ان لوگوں
مِنْكُمْ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا　　کو بھی جانا جو تم میں پہلے
الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ۝ ٢٤　　آنے والے تھے اور انہیں بھی
جو پیچھے آنے والے ہیں ٢٤ .

---

٢٣ و ٢٤ - اس کے بعد فرمایا: ہمیں ہیں کہ جلاتے ہیں اور موت طاری کرتے ہیں اور اس کا علم رکھتے ہیں کہ کون پہلے آنے والوں میں ہوے، کون پیچھے آنے والوں میں. یعنی جس طرح ہم نے تمام چیزوں کی تقدیر کردی ہے، یعنی مقررہ اندازہ ٹھیرادیا ہے، اسی طرح موت وحیات کا بھی ایك خاص اندازہ ٹھیر دیا ہے اور قوموں کے تقدم و تأخر کے لیے بھی مقررہ اندازہ ہے. ہر ہستی جو پیدا ہوتی ہے اپنے مقررہ اندازے کے مطابق پیدا ہوتی ہے اور ہر ہستی جو مرتی ہے مقررہ اندازے کے مطابق مرتی ہے. تقدیر اشیاء و اجسام کا قانون عالم گیر قانون ہے،=

سٰجِدِيْنَ ۝ ٢٩ — تکمیل کو پہنچ جائے) اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو چاہیے کہ تم سب اس کے آگے سربسجود ہو جاؤ ٢٩.

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ — چنانچہ جتنے فرشتے تھے سب

اَجْمَعُوْنَ ۝ لا ٣٠ — اس کے آگے سربسجود ہو گئے ٣٠.

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ — مگر ابلیس، اس پر یہ بات شاق

مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۝ ٣١ — گزری کہ سجدہ کرنے والوں میں سے ہو ٣١.

---

٢٦ تا ٣١ - اس کے بعد یہ حقیقت واضح کی کہ قدرت الٰہی نے کس طرح ایک حقیر ترین چیز سے جو ہمیشہ تمہارے قدموں سے پامال ہوتی رہتی ہے تمہاری ہستی پیدا کی اور اسے اس درجے تک بلند کیا کہ ملائکہ کی مسجود ہوگئی اور دنیا کی تمام قوتیں اس کے اختیار و تصرف میں دے دی گئیں. البتہ ایک قوت تمہارے آگے نہیں جھکی، وہ ابلیس کی تھی. یہ تمہارے آگے جھکتی نہیں، بلکہ تمہیں اپنے آگے جھکانا چاہتی ہے. فرمایا: جو انسان اس سے مغلوب ہوگیا اس نے راہ سعادت گم کر دی، جو مغلوب نہیں ہوا، بلکہ اسے اپنے سے مغلوب رکھا، =

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۚ ٢٦

اور بلا شبہ یہ واقعہ ہے کہ ہم نے انسان کو خمیر اٹھے ہوئے گارے سے بنایا جو سوکھ کر بجنے لگتا ہے ۲۶ .

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۞ ٢٧

اور ہم جان کو اس سے پہلے جلتی ہوئی ہوا کی گرمی سے پیدا کر چکے تھے ۲۷ .

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۞ ٢٨

اور (اے پیغمبر!) جب ایسا ہوا تھا کہ تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا تھا: میں خمیر اٹھے ہوئے گارے سے جو سوکھ کر بجنے لگتا ہے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں (یعنی نوع انسانی پیدا کرنے والا ہوں) ۲۸ .

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ

تو جب ایسا ہو کہ میں اسے درست کر دوں (یعنی وہ وجود

قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝۳۳

کہا: مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ایسے بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے خمیر اٹھے ہوئے گارے سے بنایا ہے جو سوکھ کر بجنے لگتا ہے ۳۳ .

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝۳۴

حکم ہوا: اگر ایسا ہے تو یہاں سے نکل جا کہ تو راندہ ہوا ۳٤.

وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۳۵

اور جزاء کے دن تک تجھ پر لعنت ہوئی ۳۵ .

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝۳۶

اس نے کہا: خدایا! مجھے اس دن تک مہلت دے جب انسان (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے ۳٦ .

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝۳۷ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝۳۸

فرمایا: اس مقررہ وقت کے دن تک تجھے مہلت دی گئی ۳۷ و ۳۸.

قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۝ ٣٢

الله نے فرمایا اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا ٣٢ .

= وہ الله کا سچا بندہ ہوا، یعنی اس نے انسانیت کا وہ بلند ترین مقام پالیا جو حکمت الٰہی نے اسے عطا فرمایا ہے .

نیز فرمایا: جو الله کے مخلص بندے ہیں ان پر ابلیس کا داؤ چلنے والا نہیں، مغلوب وہی ہوتے ہیں جو راہ عبودیت سے بھٹک گئے .

قرآن حکیم نے مختلف سورتوں میں نوع انسانی کی پیدایش کا ذکر کیا ہے. ضروری ہے کہ ان تمام مقامات پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالی جائے اور معلوم کیا جائے کہ اس بارے میں قرآن کی تصریحات کیا کیا ہیں، چوں کہ آگے چل کر سورۂ ص میں یہ بیان پھر آنے والا ہے، اس لیے یہاں صرف ربط مطالب کی تشریح پر اکتفا کرتے ہیں، باقی تمام تشریحات سورۂ مذکورہ کے تشریحی نوٹ میں ملیں گی .

اس آیت میں "جان" کی پیدایش کا بھی ذکر کیا گیا ہے. "جان" اور "جن" کے لیے سورۂ جن کا نوٹ دیکھنا چاہیے .

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ ٤٣ — اور ان سب کے لیے جہنم کے عذاب کا وعدہ ھے (جو کبھی ٹلنے والا نہیں) ٤٣ ۔

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ۧ ٤٤ — اس کے سات دروازے ھیں ان کی ھر ٹولی کے حصے میں ایك دروازہ آئے گا (جس سے جہنم میں داخل ھوں گے) ٤٤ ۔

ع ۳ ۳

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ؕ ٤٥ — بلا شبہ متقی انسان (اس دن) باغوں اور چشموں (کے عیش و راحت) میں ھوں گے ٤٥ ۔

اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ۝ ٤٦ — (انھیں کہا جائے گا:) سلامتی کے ساتھ بہ اطمینان ان باغوں میں داخل ھوجاؤ ٤٦ ۔

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ ٤٧ — ان کے دلوں میں جو کچھ (باھمی) رنجشیں تھیں سب ھم نے نکال دیں ۔ وہ بھائیوں کی

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝٣٩

اس نے کہا: خدا یا! چوں کہ تو نے مجھ پر (نجات و سعادت کی) راہ بند کر دی تو اب میں ضرور ایسا کروں گا کہ زمین میں ان کے لیے (جھوٹی) خوش نمائیاں بنادوں (اور راہ حق سے) گم راہ کروں ۳۹ .

اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝٤٠

ہاں، ان میں جو تیرے مخلص بندے ہوں گے (میں جانتا ہوں) میرے بہکانے میں آنے والے نہیں ٤٠ .

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ۝٤١

فرمایا: بس، یہی سیدھی راہ ہے جو مجھ تک پہنچانے والی ہے ٤١ .

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝٤٢

جو میرے (مخلصین) بندے ہیں، ان پر تیرا کچھ زور نہیں چلے گا، صرف انہیں پر چلے گا جو (بندگی کی) راہ سے بھٹک گئے ٤٢ .

کا معاملہ بھی سنا دو ۵۱ ۔

اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا جب یہ مہمان اس کے پاس آئے

سَلٰمًا ۗ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ تو کہا "تم پر سلامتی ہو"

وَجِلُوْنَ ۝ ۵۲ ابراھیم نے کہا "ھمیں تم سے

اندیشہ ھے (کہ تم کون لوگ ہو؟)" ۵۲ ۔

قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ انھوں نے کہا ڈرو مت ۔ ھم

بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝ ۵۳ تو تمھیں ایك علم والے فرزند کی

پیدایش کی خوش خبری سناتے ھیں ۵۳ ۔

قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى ابراھیم نے کہا تم مجھے اس

اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ بات کی خوش خبری دیتے ھو

تُبَشِّرُوْنَ ۝ ۵٤ حالانکہ مجھ پر بڑھاپا طاری

ھوگیا ھے ، کونسی امید اب رہ گئی ھے کہ یہ حوش حبری مجھے

سناؤ ۵٤ ۔

قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ انھوں نے کہا ھم نے تمھیں

طرح ایك دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے ٤٧ .

لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ۝٤٨ وہاں کسی طرح کا صدمہ انہیں چھو نہیں سکے گا، نہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے ٤٨ .

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝٤٩ (اے پیغمبر!) میرے بندوں کو آگاہ کردے کہ بلا شبہ میں ہی ہوں کہ بخشنے والا، رحمت والا ہوں ٤٩ .

وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝٥٠ اور بلا شبہ میرا عذاب بڑا درد ناك عذاب ہوتا ہے ٥٠ .

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ۝٥١ اور انہیں ابراہیم کے مہمانوں

ربع

٤٩ و ٥٠ - پھر آیت ٤٩ و ٥٠ میں واضح کردیا کہ اس بارے میں قانون الٰہی کیا ہے . فرمایا: بخشش اور رحمت ہے ، لیکن جو لوگ اس سے فائدہ نہ اٹھائیں تو ان کے لیے عذاب بھی ہے اور یہ عذاب بڑا ہی درد ناك عذاب ہوتا ہے .

کو ہم بچالیں گے . البتہ اس کی بیوی نہیں بچے گی ٥٩ .

اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۧ ٦٠ اس کے لیے ہمارا اندازہ ہو چکا وہ پیچھے رہ جانے والوں کا ساتھ دے گی ٦٠ .

٤ ع ٤

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۨ الْمُرْسَلُوْنَ ۙ ٦١ پھر جب ایسا ہوا کہ بھیجے ہوئے (فرشتے) خاندان لوط کے پاس پہنچے ٦١ .

قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ ٦٢ تو اس نے کہا تم لوگ اجنبی آدمی معلوم ہوتے ہو ٦٢ .

قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝ ٦٣ انہوں نے کہا نہیں، یہ بات نہیں ہے، بلکہ ہم تمہارے پاس وہ بات لے کر آئے ہیں جس میں لوگ شک کیا کرتے تھے (یعنی ہلاکت کے ظہور کی خبر جس کا لوگوں کو یقین نہ تھا) ٦٣ .

وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا ہمارا آنا ایک امر حق کے لیے

فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقَانِطِيْنَ ۝٥٥ سچائی کے ساتھ خوش خبری سنائی ، پس تمھیں نا امید نہ ہونا چاھیے ٥٥ ۔

قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ۝٥٦ ابراھیم نے کہا (نہیں ، میں اللہ کی رحمت سے نا امید نہیں ہوں ، کیوں کہ) گم راھوں کے سوا کون ھے جو اپنے پروردگار کی رحمت سے مایوس ھوسکتا ھے ٥٦ ۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝٥٧ پھر اس نے پوچھا تم لوگ جو بھیجے ھوئے آئے ھو تو تمھیں (اور) کونسی مہم در پیش ھے ؟ ٥٧

قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝٥٨ انھوں نے کہا ھم ایك مجرم گروہ کی طرف بھیجے گئے ھیں (کہ ھلاك ھونے والا ھے) ٥٨ ۔

اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝٥٩ مگر (ھاں) ایك خاندان وھاں لوط کا ھے ، اس کے تمام افراد

يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ ٦٧ شہر کے لوگ خوشیاں مناتے ہوئے آ پہنچے ٦٧ ۔

قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِىْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ۝ لا ٦٨ لوط نے کہا: (دیکھو!) یہ (نئے آدمی) میرے مہمان ہیں تو میری فضیحت نہ کرو ٦٨ ۔

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ۝ لا ٦٩ اللہ سے ڈرو، تم میری رسوائی کے کیوں درپے ہو گئے ہو؟ ٦٩ ۔

قَالُوْٓا اَوَ لَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ٧٠ انہوں نے کہا: کیا ہم نے تجھے اس بات سے نہیں روک دیا تھا کہ کسی قوم کا آدمی ہو لیکن اپنے یہاں نہ ٹھیراو (اگر ٹھیراو گے تو جو کچھ ہمارے جی میں آئے گا کر گذریں گے) ٧٠ ۔

قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِىْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ ط ٧١ لوط نے کہا: اگر ایسا ہی ہے تو دیکھو، یہ میری بیٹیاں (کھڑی) ہیں (یعنی باشندگان شہر کی بیویاں جن کی طرف وہ ملتفت نہیں ہوتے تھے) ان کی طرف ملتفت ہو ٧١ ۔

لَصٰدِقُوْنَ ۞ ٦٤ ہے اور ہم اپنے بیان میں

سچے ہیں ٦٤ ۔

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ پس چاہیے کہ کچھ رات رہے

الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ اپنے گھر کے لوگوں کو

وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ لے کر نکل جاؤ اور ان کے

وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ۞ ٦٥ پیچھے قدم اٹھاؤ اور (اس بات

کا خیال رکھو کہ) کوئی پیچھے مڑ کے نہ دیکھے جہاں جانے کا

حکم دے دیا گیا ہے، (اسی طرف رخ کیے) چلے جائیں ٦٥ ۔

وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ غرض کہ لوط پر حقیقت حال

الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰؤُلَآءِ واضح کردی کہ ہلاکت کا

مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ۞ ٦٦ ظہور ہونے والا ہے اور

باشندگان شہر کی بیخ و بنیاد صبح ہوتے ہوتے اکھڑ جانے

والی ہے ٦٦ ۔

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ اور (اس اثناء میں ایسا ہوا کہ)

جہاں آمد و رفت کا (اب بھی) سلسلہ قائم ہے (اور تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لے سکتے ہو) ٧٦ .

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ٧٧ بلا شبہ اس (بستی کی حالت) میں ایمان رکھنے والوں کے لیے ایک بڑی نشانی ہے ٧٧ .

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ٧٨ اور (اسی طرح) گھنے جنگل کے باشندے بڑے ظالم تھے (یعنی قبیلۂ مدین کے لوگ) ٧٨ .

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ٧٩ انھیں بھی ہم نے (ظلم و سرکشی کی) سزا دی اور یہ دونوں بستیاں (یعنی قوم لوط کی اور قبیلۂ مدین کی) شارع عام پر سب کو دکھائی دیتی ہیں ٧٩ .

ع ۵ نصف

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ٨٠ اور (دیکھو!) حجر کے لوگوں نے بھی رسولوں کی بات جھٹلائی ٨٠ .

وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا ہم نے اپنی نشانیاں انھیں

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝٧٢ (تب فرشتوں نے لوط سے کہا) "تمہاری زندگی کی قسم یہ لوگ تو اپنی بدمستیوں میں کھوئے گئے ہیں" (تمہاری باتیں ماننے والے نہیں) ٧٢ ۔

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ۝٧٣ غرض کہ سورج نکلتے نکلتے ایک ہولناک آواز نے انہیں آلیا ٧٣ ۔

فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝٧٤ پس ہم نے وہ بستی زیر و زبر کر ڈالی اور پکی ہوئی مٹی کے پتھروں کی ان پر بارش کی ٧٤ ۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ۝٧٥ بلا شبہ اس واقعہ میں ان لوگوں کے لیے بڑی ہی نشانیاں ہیں جو (حقیقت کی) پہچان رکھنے والے ہیں ٧٥ ۔

وَ اِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ۝٧٦ اور (قوم لوط کی) یہ بستی (کسی غیر معروف گوشے میں نہ تھی، وہ) ایسی راہ پر واقع ہے

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ۝ ٨٥

هم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے کسی مصلحت ہی سے بنایا ہے، بے کار کو نہیں بنایا ہے) اور یقینا مقررہ وقت آنے والا ہے۔ پس (اے پیغمبر) چاہیے کہ حسن و خوبی کے ساتھ (مخالفوں کی مخالفتوں سے) در گزر کرو ٨٥.

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ ٨٦ تمہارا پروردگار ہی ہے جو (سب کا) پیدا کرنے والا (اور سب کی حالت) جاننے والا ہے ٨٦.

= کی نگاہوں سے اوجھل نہ تھے۔ یعنی قوم لوط جس کی بستیاں عرب اور فلسطین کے درمیان شاہراہ عام پر واقع تھیں، قبیلۂ مدین کی بستی بحر قلزم کے کنارے تھی۔ اور حجاز سے فلسطین کی طرف جائیں، خواہ مصر کی طرف، ان کے کھنڈر راہ میں ضرور پڑتے تھے۔ شہر حجر میں بسنے والی قوم یعنی قوم ثمود جس کا مقام بھی اسی شاہراہ پر واقع تھا، یعنی حجاز اور شام کی شاہراہ پر۔

٨٥ و ٨٦ - قرآن میں "الساعۃ" کا لفظ کہیں تو روز قیامت کے لیے بولا گیا ہے، کہیں ایک ایسے فیصلہ کن =

عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿٨١﴾ دکھائیں، مگر وہ روگردانی ہی کرتے رہے ٨١ .

وَ كَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿٨٢﴾ وہ پہاڑ تراش کے گھر بناتے تھے کہ محفوظ رہیں ٨٢ .

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿٨٣﴾ لیکن (یہ حفاظتیں کچھ بھی کام نہ آئیں) ایک دن صبح کو اٹھے تو ایک ہول ناک آواز نے آ پکڑا تھا ٨٣ .

فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٤﴾ اور جو کچھ انہوں نے اپنی سعی وعمل سے کمایا تھا، وہ کچھ بھی ان کے کام نہ آیا ٨٤ .

---

٥١ تا ٨٤ - اس کے بعد گذشتہ قوموں کے ایام و وقائع کی طرف توجہ دلائی ہے کہ انکار و بد عملی اور شرارت و سرکشی کا نتیجہ کیسے درد ناک عذابوں کی شکل میں ظاہر ہوا؟ اس سلسلے میں صرف تین قوموں کا ذکر کیا ہے جن کی آبادیوں پر سے عرب کے قافلے گزرتے رہتے تھے اور ان کی ہول ناک ہلاکتوں کے مناظر ان =

وَ لَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ۝۸۷

اور بلا شبہ ہم نے تمہیں دھرائی جانے والی آیتوں میں سے سات آیتوں کی سورت عطا فرمائی ہے (یعنی سورۂ فاتحہ) اور قرآن عظیم (اور اس کا دھرا دھرا کر نماز میں پڑھنا تمہارے لیے کفایت کرتا ہے) ۸۷ ۔

= «صفح جمیل» یہ ہے کہ مجبور ہو کر نہیں، بلکہ خود اپنی مرضی اور خواہش سے در گزر کیا جائے، اور نفرت و انتقام کا کوئی جذبہ دل میں نہ اٹھے۔ اگر اٹھے تو غالب نہ آسکے۔ مغلوب ہو کر رہ جائے۔ پس فرمایا: تمہیں مخالفوں کے ساتھ «صفح جمیل» کرنا چاہیے۔

۸۷ - آیت ۸۷ سے آخر تك سورت کا خاتمہ ہے اور اس کی تمام موعظت و ارشاد کی خلاصہ۔ خطاب اگرچہ پیغمبر اسلام سے ہے، مگر فی الحقیقت مؤمنوں کی وہ ابتدائی جماعت مخاطب ہے جو مکہ میں ایمان لائی تھی اور مظلومی و بے سروسامانی کی بسر کر رہی تھی۔ فرمایا: تم دیکھتے ہو کہ مخالفوں کے پاس ہر طرح کی دنیوی آسایشیں اور دنیوی طاقتیں ہیں، تمہارے پاس ان میں سے =

= دن کے لیے جو دعوت حق اور اس کے مخالفوں کے
درمیان فیصلہ کردے گا. آیت (٨٥) میں "الساعة" سے
مقصود ایسا ہی دن ھے . قیامت کا دن نہیں ھے جیسا کہ
اکثر مفسروں اور مترجموں نے قرار دیا ھے . مطلب
یہ ھے کہ جس طرح پچھلے رسولوں سے مقابلہ کرنے
والے ناکام رھے اسی طرح اب بھی مخالف و سرکش
ناکام رھیں گے اور وہ دن دور نہیں جب حق و باطل کی
اس کش مکش کا فیصلہ ھو جائے گا .

اس کے بعد فرمایا : "فاصفح الصفح الجمیل" "ان ربك
هو الخلّٰق العلیم" . یعنی جب صورت حال ایسی ھے تو
چاھیے کہ لوگوں کی سرکشی و شرارت سے آزردہ خاطر
نہ ھو اور حسن و خوبی کے ساتھ درگزر کرتے رھو . اللہ
سب کا پیدا کرنے والا اور سب کی حالت جاننے والا
ھے . پس اس کے بندوں کا معاملہ اسی پر چھوڑ دینا چاھیے .

کسی بات سے درگزر کرنے کی ایك صورت تو یہ
ھوتی ھے کہ آدمی بے بس ھوتا ھے ، اس لیے مجبور ھو کر
بدلا نہیں لیتا ، درگزر کر دیتا ھے ، لیکن دل نفرت وانتقام
سے لب ریز رھتا ھے . یہ « صفح » ھے . مگر « صفح جمیل »
نہیں ھے . =

= جانے والی چیز ہے، یعنی ایک مؤمن کی زندگی کے لیے شب و روز کا ورد اسی میں ہے، وہ ہر روز اپنی نمازوں میں اور نماز کی ہر رکعت میں اسے دھراتا رہتا ہے. اس پر صبح آتی ہے تو اسی کی صدائیں چھیڑتی ہے، شام ہوتی ہے تو اسی کی صدائیں اٹھتی ہیں. اس کی دوپہر کا نغمہ بھی یہی ہوتا ہے اور اس کی راتوں کا ترانہ بھی اس کے سوا کوئی نہیں:

جز نغمۂ محبت سازم نوا نہ دارد

اس آیت سے سورۂ فاتحہ کی بڑی ہی خصوصیت اور فضیلت ثابت ہوتی ہے. لیکن تشریح کی یہاں ضرورت نہیں، کیونکہ یہ مبحث تفسیر فاتحہ میں گزر چکا ہے.

اس آیت سے یہ بات بھی متحقق ہوگئی کہ سورۂ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں اور اس کے کلمات کی کوئی ایسی تقسیم صحیح نہیں ہوسکتی جس سے آیتوں کی یہ تعداد گھٹ جائے یا بڑھ جائے. چنانچہ جب اس اعتبار سے دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے یا تو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" بھی اس میں شامل ہے، یعنی اس کی پہلی آیت ہے، یا پھر "صراط الذین انعمت علیہم" اور "غیر المغضوب علیہم و لا الضالین" =

= کوئی چیز بھی نہیں لیکن تم بھولتے ہو، تمھارے پاس بھی ایك چیز ہے جس سے تمھارے مخالف یك قلم تہی دست ہیں ۔ اور وہ اللہ کا کلام ہے: "و لقد آتینك سبعا من المثانی و القرآن العظیم"۔ اور اگر یہ نعمت تمھارے پاس موجود ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ تم مخالفوں کی موجودہ خوش حالیوں کو حسرت و رشك کی نظر سے دیکھو ۔ یہی ایك نعمت تمھیں دین و دنیا کی تمام نعمتوں سے سر فراز کر دینے والی ہے ۔

احادیث سے ثابت ہے کہ یہاں "سبعا من المثانی" سے مقصود سورۂ فاتحہ ہے ۔

یہاں خصوصیت کے ساتھ سورۂ فاتحہ کا اس لیے ذکر کیا کہ وہ قرآن کی تمام تعلیم کا خلاصہ اور ایمان وعمل کی زندگی کا روزانہ دستور العمل ہے اور جس فرد اور جماعت کی زندگی ان سات آیتوں کی ورد و مداومت میں بسر ہو رہی ہو ممکن نہیں کہ وہ دینی و دنیوی سعادتوں سے محروم رہے ۔

نیز اس کے اس وصف پر زور دیا کہ وہ دھرائی =

= یعنی الحمد لله رب العلمین (وقف) الرحمن الرحیم (وقف) مالك یوم الدین (وقف) ایاك نعبد و ایاك نستعین (وقف) اهدنا الصراط المستقیم (وقف).

اور فی الحقیقت سورۂ فاتحه کے پڑھنے کا قدرتی اور صحیح طریقه یہی هوسکتا ھے. سورۂ فاتحه ایك دعاء ھے اور اس کی هر آیت سائل کی زبان سے نکلی هوئی طلب والحاح کی ایك صدا کا حکم رکھتی ھے. جب ایك سائل کسی کے آگے کھڑا هوتا ھے اور اس کی مدح و ثنا کر کے حرف مطلب زبان پر لاتا ھے تو ایسا نہیں کرتا که ایك خطیب کی طرح مسلسل تقریر کرنا شروع کردے اور ایك هی سانس میں سب کچھ کہہ جائے. بلکه طلب و نیاز کے لہجه میں ٹھہر ٹھہر کر ایك ایك بات کہے گا، طلب و نیاز اور عجز و الحاح کی حالت اسے مہلت هی نه دے گی که ایك مرتبه میں سب کچھ کہہ جائے، مثلا کہے گا: آپ فیاض هیں، آپ کریم هیں، آپ کی جود و سخا کی دھوم ھے، اگر آپ سے نه مانگوں تو کس سے مانگوں؟ اور ان میں سے هر بول دوسرے بول سے ملا کر نہیں =

= دو آیتیں ھیں ، ایك آیت نہیں ھے ، کیوں کہ بغیر اس کے سات آیتوں کی تعداد بنتی نہیں . روایات سے معلوم ھوتا ھے کہ صحابہ و تابعین کی ایك بڑی جماعت اس طرف گئی ھے کہ « بسم اللہ » اس کی پہلی آیت ھے . مفصل بحث «البیان» میں ملے گی .

اور پھر یہی وجہ ھے کہ احادیث سے معلوم ھوتا ھے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سورۂ فاتحہ سات وقفوں کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اور ھر آیت کا آخری لفظ کسی قدر کھینچ کر ختم کرتے تھے جو اختتام صوت کی قدرتی صورت ھے . ایسا نہیں کرتے تھے کہ صرف تین وقفوں میں پوری سورت ختم کردیں ، یعنی «الحمد» سے لے کر «یوم الدین» تك ایك سانس میں اور «اھدنا الصراط المستقیم» سے لے کر «ولا الضالین» تك ایك سانس میں ، جیسا کہ آج کل قراءت کا عام طریقہ اختیار کرلیا گیا ھے . راوی نے صرف اتنی ھی تصریح پر قناعت نہیں کی ھے ، بلکہ آیتیں پڑھ کر بتلا بھی دیا ھے کہ آپ اس طرح ھر آیت الگ الگ کر کے پڑھتے تھے اور اس طرح ھر آیت پر وقفہ کرتے تھے =

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ ٨٨

(اور) یه جو هم نے ان میں سے کئی قسم کے لوگوں کو (فوائد زندگی سے) بهره مند کر دیا هے تو تم (رشك کی نظر سے) انهیں نه دیکهو اور نه ایسا هو که ان کی حالت پر بے کار کو غم کهانے لگو. تم مؤمنوں کے لیے اپنے بازو بهیلا دو (یعنی انهیں کی طرف همه تن متوجه هو جاؤ) ٨٨ .

وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ۝ ٨٩

اور اعلان کر دو که میں (انکار و بدعملی کے نتائج سے) خبر دار کرنے والا هوں، آشکارا ٨٩ .

كَمَا أَنزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ ۝ ٩٠ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ ۝ ٩١

(اے پیغمبر! هم نے اسی طرح یه کلام تم پر نازل کیا هے) جس طرح ان لوگوں پر نازل کیا تها جنهوں نے (دین حق کے) ٹکڑے ٹکڑے کر دیے هیں، (اور اپنے) قرآن کو پاره پاره کر دیا هے ٩٠ و ٩١ .

= کہے گا ، الگ الگ کر کے اور ٹھہر ٹھہر کر کہے گا .

بلا شبہ ان میں سے ہر جملہ بہ اعتبار مطلب کے دوسرے سے ملا ہوا ہے . بات ایک ہی جملہ میں پوری نہیں ہوجاتی . لیکن وقف و اتصال کے لیے صرف اتنی ہی بات کافی نہیں ہے ، طریق خطاب و کلام کا ادا شناس جانتا ہے کہ زور کلام اور حسن خطاب کے لیے کہاں وقفہ کرنا چاہیے ، کہاں نہیں کرنا چاہیے .

یہ حقیقت اور زیادہ واضح ہوجاتی ہے جب قرآن کے ان تمام مقامات پر نظر ڈالی جائے جہاں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وقف کرنا روایات سے ثابت ہوتا ہے . ان میں متعدد مقامات ایسے ہیں جہاں متأخرین قراء کے نزدیک وقف نہیں ہونا چاہیے ، لیکن آنحضرت کا وقف کرنا ثابت ہے . اور اگر مقام کی نوعیت پر غور کروگے تو واضح ہوجائے گا کہ طریق کلام کا خطیبانہ اسلوب یہی چاہتا ہے کہ یہاں وقفہ ہو ، بغیر اس کے زور کلام ابھرتا نہیں . اور گو آیت میں بات پوری نہیں ہوئی ہے ، لیکن موقع کا قدرتی اسلوب خطاب یہی ہے کہ وقفہ کیا جائے ، اتصال صوت نہ ہو .

رکنے لگتا ھے .

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ سو چاھیے کہ اپنے پروردگار

مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿٩٨﴾ کی ستایش کو (شب و روز)

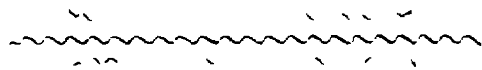
ورد زباں کرلو، اس کے حضور سجدے میں گرے رھو ٩٨ .

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ اس کی بندگی میں لگے رھو،

الْيَقِيْنُ ﴿٩٩﴾ یہاں تک کہ یقین تمھارے

سامنے آجائے ٩٩ .

٦ ع ٦



فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۙ ٩٢ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ٩٣

تو (دیکھو!) تمھارا پروردگار شاھد ھے کہ ان سب سے ضرور ان کے کاموں کی باز پرس ھوگی ٩٢ و ٩٣ ۔

ركوع

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝ ٩٤

پس جو کچھ تمھیں حکم دیا گیا ھے، لوگوں پر آشکار کرو اور مشرکوں کی کچھ پروا نہ کرو ٩٤ ۔

إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِءِينَ ۙ ٩٥

ان ھنسی اڑانے والوں کے لیے ھم تمھاری طرف سے بس کرتے ھیں ٩٥ ۔

الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝ ٩٦

(یہ ھنسی اڑانے والے) جو اللہ کے ساتھ دوسری ھستیوں کو بھی معبود بناتے ھیں، عن قریب معلوم کرلیں گے (کہ حقیقت حال کیا تھی) ٩٦ ۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ۙ ٩٧

ھم اس سے بے خبر نہیں کہ ان لوگوں کی باتوں سے تمھارا دل

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ	وہ اپنے بندوں میں سے جسے
اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ	جاھتا ھے، اس غرض سے چن
عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ	لیتا ھے کہ اپنے حکم سے فرشتے
لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝ ٢	'الروح' کے ساتھ اس پر بھیجے

(یعنی وحی کے ساتھ بھیجے) اور اسے حکم دے کہ لوگوں کو اس حقیقت سے خبردار کردو "میرے سوا کوئی معبود نہیں ھے،

= منکر اس بات کی ھنسی اڑاتے تھے اور کہتے تھے: اگر سچ مچ ایسا ھونے والا ھے تو کیوں نہیں ھو چکتا؟ یعنی کیوں اللہ کا حکم ظہور میں نہیں آجاتا؟ ابتدائی عہد کی سورتوں میں کہا گیا تھا کہ قانون حق نے ھر بات کے لیے ایک وقت ٹھیرادیا ھے اور وہ اپنے وقت ھی پر ظاھر ھوتی ھے. اس سورت میں فرمایا: وہ وقت آ گیا ھے یعنی اب بالکل قریب ھے. کیوں کہ اب مخالفوں کا ظلم و تشدد انتہائی حد تک پہنچ چکا تھا، مؤمنوں پر زندگی دشوار ھوگئی تھی، عن قریب ھجرت مدینہ کا معاملہ ظہور میں آنے والا تھا اور اس کا ظہور فیصلۂ امر کا اعلان تھا.

سورة النحل - ١٦

مكية وهي مائة وثمان وعشرون اٰية

مکی ، ۱۲۸ آیتیں

بسم الله الرحمن الرحيم

اَتٰی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝۱	الله کا حکم آپہنچا، پس اس کے لیے جلدی نہ مچاؤ (اور انتظار کرو)۔ (اے مخاطب!)

اس کی ذات ان باتوں سے پاك اور بلند ھے جو یہ لوگ شرك کی کر رھے ھیں ۱ .

---

۱ - یہ سورت من جملہ ان سورتوں کے ھے جو مکی عہد کے آخری ایام میں نازل ھوئیں .

"امر اللہ" سے مقصود اللہ کی یہ ٹھیرائی ھوئی بات کہ دعوت وحی کام یاب ھوتی ھے اور اس کی مخالف قوتیں ناکام رھتی ھیں . اسی حقیقت کو قرآن نے قضاء بالحق اور شہادت الٰہی سے بھی تعبیر کیا ھے . =

شرك کی کر رہے ہیں ۳.

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ ٤

اس نے انسان کو نطفے (کے ایک قطرہ) سے پیدا کیا. پھر (دیکھو!) وہ ایک جھگڑنے والا اور ابھرنے والا وجود ہو گیا ٤.

۳ - آیت (۲) میں فرمایا تھا کہ اللہ کی مقررہ سنت ہے کہ وہ ہدایت خلق کے لیے کسی بندے کو چن لیتا ہے اور اسے وحی کی روح سے معمور کر دیتا ہے. اور اس ہدایت وحی کی دعوت کیا ہوتی ہے؟ توحید الٰہی کی تلقین یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں پس صرف اسی کی بندگی کرو.

اب آیت (۳) سے توحید الٰہی کے دلائل کا بیان شروع ہوتا ہے. مبدء استدلال "تخلیق بالحق" کی حقیقت ہے جس کی تشریح پہلے گزر چکی، اور مزید تشریح کے لیے تفسیر فاتحہ دیکھنی چاہیے.

آیت (٤) میں قدرت الٰہی کی اس کرشمہ سازی پر توجہ دلائی ہے کہ نطفے کے ایک قطرۂ حقیر سے ایک ایسا عقیل و مفکر وجود پیدا ہو جاتا ہے جس میں بحث و نزاع کی قوت ہوتی ہے اور جو بال کی کھال نکالنے لگتا ہے. پس یہاں "فاذا ہو خصیم مبین" سے مقصود=

پس مجھ سے ڈرو" (اور انکار و بد عملی سے باز آجاؤ) ۲ .

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۳

اس نے آسمان و زمین کا تمام کارخانہ تدبیر و مصلحت سے پیدا کیا ہے (بے کار کو نہیں بنایا) اس کی ذات اس بات سے (پاک و) بلند ہے جو یہ لوگ

---

۲ - قرآن نے جا بجا وحی الٰہی کو "الروح" سے تعبیر کیا ہے . یہاں آیت (۲) میں بھی "الروح" سے مقصود وحی ہے ، اور ظاہر ہے کہ وحی کے لیے اس سے بہتر تعبیر نہیں ہو سکتی . وہ نظر نہیں آتی لیکن جس جسم پر اترتی ہے ، وہ اس سے معمور ہو جاتا ہے اور اس کے اندر سے اس کی صدائیں اٹھنے لگتی ہیں . نیز اس اعتبار سے بھی وہ الروح ہے کہ انسانی سعادت کی زندگی اسی سے قائم ہے . "استجیبوا للہ و للرسول اذا دعاکم لما یحییکم" (۸ : ۲۴).

حضرت مسیح علیہ السلام نے اسی حقیقت کو "روح القدس" سے تعبیر کیا ہے اور حواریوں نے بھی اسی معنی میں اسے استعمال کیا ہے . اگرچہ بعد کو اس کی حقیقت عیسائیوں پر مشتبہ ہو گئی .

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝

اور (دیکھو!) اس نے چار پائے پیدا کیے۔ ان میں (یعنی ان کی کھال اور اون میں) تمھارے لیے گرم کرنے والی پوشش ہے، نیز طرح طرح کے فائدے اور انھیں میں ایسے جانور بھی ہیں جن کا تم گوشت کھاتے ہو۔

وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝

اور (دیکھو! انھیں کس طرح پیدا کیا کہ) ان میں تمھاری نگاہوں کے لیے خوش نمائی پیدا ہو گئی ہے جب تم شام کے وقت انھیں (میدانوں سے چرا کر) واپس لاتے ہو اور جب صبح کو (میدانوں میں) چھوڑ دیتے ہو (تو اس وقت ان کا منظر کیسا خوش نما ہوتا ہے!) ٦۔

وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور (پھر دیکھو!) یہی جانور ہیں جو تمھارا بوجھ اٹھا کر ایسے (دور دراز) شہروں تک لے جاتے ہیں کہ تم وہاں

= بیان واقعہ ہے نہ کہ مذمت و ملامت جیسا کہ بعض دوسرے مقامات میں ہے۔

پہلے تخلیق بالحق کی حقیقت پر توجہ دلائی کہ کارخانۂ ہستی کی ہر چیز کسی سونچی سمجھی ہوئی مصلحت سے بنائی گئی ہے، بے کار و عبث نہیں بنی ہے۔ اس کے بعد فرمایا: انسان خود اپنی ہستی کو دیکھے اور اپنے چاروں طرف نظر ڈالے کس طرح ہر شئے بول رہی ہے کہ مجھے کسی رب و رحیم ہستی نے بنایا ہے جو پرورش کرنا چاہتی ہے، فائدہ پہنچانا چاہتی ہے، ساری احتیاجیں اور ضرورتیں پوری کررہی ہے اور سرتاسر بخشش، فضل، احسان اور رحمت ہے؟

پھر اگر ایک ایسی ربوبیت و رحمت رکھنے والی ہستی موجود ہے تو ہر طرح کی پرستاریوں کا مستحق اسے ہونا چاہیے یا انہیں جو خود اپنی پرورش کے لیے اس کی پروردگاری کے محتاج ہیں؟ اور اگر وہ پروردگار ہستی تمہاری تمام جسمانی ضرورتوں اور آسایشوں کا انتظام کررہی ہے تو کیا ضروری نہ تھا کہ تمہاری روحانی سعادت و زندگی کا بھی سروسامان کردیتی؟ یہی سروسامان ہے جو ہدایت وحی اور ترسیل رسل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ پھر کیوں تمہیں اس پر انکار و تعجب ہو؟

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّکُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ ۝١٠

وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا۔ اس میں سے کچھ تو تمھارے پینے کے کام آتا ہے، (کچھ زمین کو سیراب کرتا ہے) اس سے درختوں کے جنگل پیدا ہو جاتے ہیں، اور تم اپنے مویشی ان میں چراتے ہو ۱۰۔

یُنْبِتُ لَکُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّیْتُوْنَ وَالنَّخِیْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ۝١١

اسی پانی سے وہ تمھارے لیے (ہر طرح کے غلوں کی) کھیتیاں بھی پیدا کر دیتا ہے، نیز زیتون، کھجور، انگور اور ہر طرح کے پھل۔ یقیناً اس بات میں ان لوگوں کے لیے ایك بڑی نشانی ہے جو غور و فکر کرنے والے ہیں! ۱۱۔

وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ

اور (دیکھو!) اس نے تمھارے لیے رات اور دن اور سورج

تك نهیں پہنچ سکتے تھے مگر بڑی جان کاھی کے ساتھ. بلا شبہ تمہارا پروردگار بڑا ھی شفقت رکھنے والا، بڑا ھی رحمت رکھنے والا ھے!٧.

وَّ الْخَيْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِيْنَةً ؕ وَ يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝٨

اور (دیکھو!) گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا کردیے ھیں کہ تم ان سے سواری کا کام لو اور ویسے ان میں خوش نمائی اور رونق بھی ھے. وہ اور بہت سی چیزیں بھی پیدا کرتا ھے جن کی تمھیں خبر نہیں ٨.

وَ عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَ مِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَ لَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝٩ ع

ع ١ ٧

اور یہ اللہ کا کام ھے کہ راہ حق واضح کردے اور راھوں مین ٹیڑھی راھیں بھی ھیں. وہ اگر چاھتا تو تم سب کو (ایک ھی) راہ دکھا دیتا (اور مختلف راھیں یہاں پیدا ھی نہ ھوتیں، لیکن تم دیکھ رھے ھو کہ مختلف راھیں ھوئیں اور اس کی حکمت کا ایسا ھی فیصلہ ھوا) ٩.

وَتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝١٤

کو دیا که اس سے تر و تازه گوشت نکالو اور کھاؤ اور زیور کی (قیمتی اور خوش نما) چیزیں نکالو جنھیں آرایش کے لیے پہنتے ہو نیز تم دیکھتے هو که جهاز پانی چیرتے هوے چلے جاتے هیں، تا که اس کا فضل تلاش کرو (یعنی جہازوں کے ذریعے تجارت کرو) اور (اس کی نعمتوں کی قدر بجا لا کر) شکر گزار هو! ١٤.

وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝١٥

اور (دیکھو!) اسی نے زمین میں پهاڑ قائم کر دیے که وه تمھیں لے کر (کسی طرف کو) جھک نه پڑے. اور اس نے نہریں رواں کردیں اور راستے نکال دیے تا که تم (تری اور خشکی کی راهیں قطع کر کے) اپنی منزل مقصود تک پهنچو ١٥.

وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۙ ١٢

اور چاند مسخر کر دیے (کہ تمہاری کاروباریوں کے لیے کام کر رہے ہیں) اور اسی طرح ستارے بھی اس کے حکم سے تمہارے لیے مسخر ہو گئے ہیں۔ یقیناً اس بات میں ان لوگوں کے لیے بڑی ہی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں! ١٢۔

وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۞ ١٣

اور زمین کی سطح پر طرح طرح کے رنگوں کی پیداوار جو تمہارے لیے پیدا کر دی ہیں (ان پر غور کرو!) بلا شبہ اس میں ان لوگوں کے لیے ایک نشانی ہے جو سوچنے سمجھنے والے ہیں! ١٣۔

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا

اور (دیکھو!) وہی ہے جس نے سمندر تمہارے لیے مسخر

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝ ١٩ — اور اللہ سب کچھ جانتا ہے، جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو (کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں) ١٩ ۔

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ — اور اللہ کے سوا جن ہستیوں کو یہ پکارتے ہیں ان کا حال

= رہین منت ہے ۔ کارخانہ ہستی کا ہر ذرہ کسی نہ کسی بخشش و کرم کی شانی ہے ۔ درختوں کا ہر پھول، دھوپ کی ہر کرن ۔ ہوا کا ہر جھونکا، بارش کا ہر قطرہ، چاند کی ہر نمود، ستاروں کی ہر چمک، پرندوں کی ہر چہچہاہٹ اس کی ربوبیت کی ایک پروردگاری اور اس کی رحمت کی ایک چارہ سازی ہے ۔ تم اگر درختوں کے سبز پتے، پھولوں کے رنگین ورق اور سورج کی سنہری کریں گن سکتے ہو تو اس کی نعمتیں بھی گن لو ۔ تم درختوں کے ہر پتے سے پوچھو، بارش کے ہر قطرے سے سوال کرو، سورج کی ہر کرن کا منہ دیکھو! تمھیں یہی جواب ملے گا کہ "ان اللہ لغفور رحیم" جس نے یہ سب کچھ بنایا ہے وہ بڑا ہی بخشنے والا، بڑا ہی رحمت والا ہے!

وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ ۝۱۶ اور (دیکھو!) اس نے (قطع مسافت کے لیے طرح طرح کی) علامتیں پیدا کر دیں اور ستاروں سے لوگ رہ نمائی پاتے ھیں! ١٦.

اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۱۷ پھر بتلاؤ! کیا دونوں ھستیاں برابر ھوگئیں؟ وہ جو پیدا کرتی ھے (یعنی جس نے ربوبیت و فیضان کا یہ تمام کارخانہ بنادیا ھے) اور وہ جو کچھ پیدا نہیں کرتی (بلکہ خود اپنی ھستی کے لیے پروردگار عالم کی ربوبیت کی محتاج ھے) پھر کیا تم سمجھتے بوجھتے نہیں! ١٧.

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۱۸ اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گننی چاھو تو وہ اتنی ھیں کہ کبھی گن نہ سکو. بلا شبہ اللہ بڑا ھی بخشنے والا، بڑا ھی رحمت والا ھے! ١٨.

---

١٨ - آیت ١٨ میں فرمایا: ان چند اشیاء کی پیدایش ھی پر موقوف نہیں، اس کی نعمتیں تو اتنی ھیں کہ اگر گننا چاھو تو تمھاری طاقت سے باھر ھے کہ گن سکو. تمھاری زندگی کا ھر سانس اس کی کسی نہ کسی نعمت کا =

اِلٰـهُـكُـمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُـوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْـكِرَةٌ وَّ هُمْ مُّسْتَـكْـبِرُوْنَ ۝ ٢٢

تمہارا معبود تو ایک ھی معبود ھے (اس کے سوا کوئی نہیں) پھر جو لوگ آخرت کی زندگی پر یقین نہیں رکھتے تو ضرور ان کے دل انکار میں ڈوبے ہوئے ھیں . وہ (سچائی کے مقابلے میں) گھمنڈ کر رھے ھیں .

لَا جَـرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَـعْـلَـمُ مَـا يُسِـرُّوْنَ وَ مَـا يُعْلِـنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَـكْبِرِيْنَ ۝ ٢٣

یقنا (اللہ ان کے حال سے بے خبر نہیں) یہ جو کچھ (اپنے دل میں) چھپائے ہوئے ھیں اور جو کچھ (زبان پر) ظاہر کرتے ھیں سب اس کے علم میں ھے . وہ گھمنڈ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا .

وَ اِذَا قِـيْـلَ لَـهُـمْ مَّـاذَآ اَنْـزَلَ رَبُّـكُمْ ۙ قَـالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِـيْنَ ۙ ۝ ٢٤

اور جب ان لوگوں سے پوچھا جاتا ھے "وہ کیا بات ھے جو تمہارے پروردگار نے اتاری ھے؟" تو کہتے ھیں "کچھ نہیں، محض اگلے وقتوں کے افسانے ھیں" ٢٤ .

يَخْلُقُوْنَ ۝٢٠ یه هے که وه کوئی چیز پیدا نہیں

کرسکتے، خود کسی کے پیدا کیے هوے هیں ٢٠ .

اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وه مردے هیں، نه که زندگی

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ رکھنے والے. انهیں اس کی بهی

يُبْعَثُوْنَ ۝٢١ خبر نہیں که کب (موت سے)

اٹھائے جائیں گے ٢١ .

ع ٢ ٨

---

٢٠ و ٢١ - آیت ٢٠ اور اس کے بعد کی آیتوں میں دلائل سے نتیجه نکلا هے . ایسا نتیجه جو خود بخود ابهر رها اور هر نگاه کے سامنے آرها تها. یعنے جس پروردگار نے اپنی پروردگاریوں کا یه تمام کارخانه پیدا کردیا هے کیا کوئی دوسری هستی اس کے برابر هوسکتی هے ؟ کیا وه هستی جو سب کچھ پیدا کررهی هے اور وه جو پیدا نہیں کرسکتی دونوں برابر هو سکتی هیں ؟ اگر نہیں هوسکتیں تو اس سے بڑھ کر عقل کی کوری اور روح کی موت کیا هو سکتی هے که تم دوسری هستیوں کو بهی پروردگار عالم کے ساتھ معبودیت میں شریك کر رهے هو؟

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَ يَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِىَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْىَ الْيَوْمَ وَ السُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۙ ۲۷

پھر (اس کے بعد) قیامت کا دن (پیش آنے والا) ھے جب وہ انھیں رسوائی میں ڈالے گا اور پوچھے گا" (بتلاو! آج) وہ ھستیاں کہاں گئیں جنھیں تم نے میرا شریك بنایا تھا اور جن کے بارے میں تم (اھل حق سے) لڑا کرتے تھے؟" اس وقت وہ لوگ جنھیں (حقیقت کا) علم دیا گیا تھا پکار اٹھیں گے" بے شك آج کے دن کی رسوائی اور خرابی سر تا سر کافروں کے لیے ھے ۲۷ .

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِىٓ اَنْفُسِهِمْ ص فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ

ان کافروں کے لیے کہ فرشتوں نے جب ان کی روحیں قبض کی تھیں تو اپنی جانوں پر خود اپنے ھاتوں ظلم کر رھے تھے"۔

لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۲۵ؒ

(ان کے اس کہنے کا نتیجہ کیا ہے؟) یہ کہ قیامت کے دن پورا پورا (اپنے گناہوں کا) بوجھ اٹھائیں اور ان لوگوں کے بوجھ کا بھی ایک حصہ جنھیں (اس طرح کی باتیں کہہ کہہ کر یہ بغیر علم و روشنی کے گمراہ کر رہے ہیں۔ (تو دیکھو!) کیا ہی برا بوجھ ہے جو یہ اپنے اوپر لادے چلے جا رہے ہیں ۲۵۔

ع ۳ / ۹

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ اَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۲۶

ان سے پہلے جو گزر چکے ہیں انھوں نے بھی (دعوت حق کے خلاف) تدبیریں کی تھیں، لیکن (کیا نتیجہ نکلا؟) انھوں نے اپنی تدبیروں کی جو عمارت بنائی تھی اللہ نے اس کی بنیاد کی اینٹیں تک ہلا دیں۔ پس ان کے اوپر (انھیں کی بنائی ہوئی) چھت آ گری اور ایسی راہ سے عذاب نمودار ہوا جس کا انھیں وہم و گمان بھی نہ تھا ۲۶۔

فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾

"پس اب تمھارے لیے یہی ھے کہ جہنم کے دروازوں میں (گروہ گروہ ھو کر) داخل ھو جاؤ . تمھیں ھمیشہ کے لیے اسی میں رھنا ھے" تو (دیکھو حق کے مقابلے میں) گھمنڈ کرنے والوں کا کیا ھی برا ٹھکانا ھوا ۲۹ .

وَ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَا ذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَيْرًا ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَ لَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۙ﴿۳۰﴾

اور (جب) متقیوں سے پوچھا گیا "وہ کیا بات ھے جو تمھارے پروردگار نے نازل کی ھے؟" تو انھوں نے کہا "سر تا سر خیر و برکت کی بات" (سو دیکھو!) جن لوگوں نے اس دنیا میں اچھائی کی ان کے لیے اچھائی ھی ھے، اور یقیناً (ان کے لیے) آخرت کا گھر بھی خیر و برکت ھی کا گھر ھے . پس متقیوں کا ٹھکانا کیا ھی اچھا ٹھکانا ھوا ۳۰ .

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا

دائمی (راحت و سرور کے)

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ ٢٨ تب وہ اطاعت کا اظہار کریں گے (اور کہیں گے) "ہم نے تو (اپنی دانست میں) کوئی برائی کی بات نہیں کی تھی" (لیکن اہل علم جواب دیں گے) "ہاں! تم نے ضرور کی اور تم جو کچھ کرتے رہے ہو اللہ اس سے اچھی طرح واقف ہے" ۲۸ .

۲۸ - برائی اور معصیت کرنے کو ہر جگہ قرآن نے "ظلموا انفسهم" اور "اسرفوا علی انفسهم" سے تعبیر کیا ہے . یعنے انہوں نے اپنی جانوں کے ساتھ نا انصافی کی اور اپنی جانوں پر زیادتی کی . یہاں بھی آیت (۲۸) میں ایسی ہی تعبیر ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کے نزدیک کفر و بدعملی کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ یہ خود اپنے ہاتھوں اپنی جانوں کو نقصان و ہلاکت میں ڈالنا ہے . اس بات کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی آدمی کو ہم سنکھیا کھاتے دیکھتے ہیں تو بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں کہ کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑے ہو؟ اپنے ہاتوں اپنے کو ہلاک کر رہے ہو؟ قرآن کے نزدیک کفر و معصیت بھی ایسی ہی چیز ہے . یہ دودھ پینے کی جگہ سنکھیا کھانا ہے ، اور جو کھاتا ہے وہ خود ہی اپنی جان کے ساتھ نا انصافی کرتا ہے اور خود اپنے اوپر زیادتی کرنے والا ہوتا ہے .

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۝٣٣

باقی رہ گئی ہے کہ فرشتے ان پر اتر آئیں، یا تیرے پروردگار کا (مقررہ) حکم ظہور میں آجائے؟ ایسا ہی ان لوگوں نے بھی کیا تھا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں (کہ سرکشی و فساد سے باز نہ آئے، یہاں تک کہ حکم الٰہی ظہور میں آ گیا) اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا، بلکہ وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے رہے ۳۳۔

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۝ ع ٣٤

اس صورت حال کا نتیجہ یہ نکلا کہ جیسے کچھ ان کے کام تھے ویسے ہی برے نتیجے بھی ملے اور جس بات کی ہنسی اڑایا کرتے تھے وہی انہیں آ لگی ۳۴۔

٤
ع
١٠

---

۳٤ - آیت (٢٤) سے آیت (٣٢) تک گروہوں کی دو متضاد حالتیں اور متضاد نتیجے بیان کیے ہیں:

ایک گروہ منکروں کا ہے، ایک متقی انسانوں کا۔

منکروں کے نزدیک وحی الٰہی کی حقیقت کیا ہے؟ " قالوا اساطیر الاولین " یہ تو وہی اگلوں کے افسانے ہیں، اس =

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ باغ جن میں وہ داخل ہوں گے

لَهُمْ فِیْهَا مَا یَشَآءُوْنَ ؕ ان کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں

كَذٰلِكَ یَجْزِی اللّٰهُ الْمُتَّقِیْنَ ۙ ۳۱ (اس لیے بھی خشک ہونے

والے نہیں) جو کچھ چاہیں گے وہاں ان کے لیے مہیا ہو جائے گا۔ اسی طرح اللہ متقیوں کو (ان کی نیک عملی کا) بدلا دیتا ہے ۳۱۔

الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وہ (متقی) جنھیں فرشتے اس

طَیِّبِیْنَ ۙ یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ حال میں وفات دیتے ہیں کہ

عَلَیْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ (دل کے اطمینان اور ایمان کے

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ۳۲ یقین کی وجہ سے) خوش حال

ہوتے ہیں۔ فرشتے انھیں کہتے ہیں "تم پر سلامتی ہو، جنت میں داخل ہو جاؤ، یہ نتیجہ ہے ان کاموں کا جو تم کرتے رہے ہو" ۳۲۔

هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ (اے پیغمبر!) یہ لوگ جو

تَاْتِیَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ یَاْتِیَ انتظار کر رہے ہیں تو اس بات

اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ کے سوا اور کونسی بات اب

وَقَالَ الَّذِينَ اَشْرَكُوا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَاۤؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾

اور مشرکوں نے کہا ” اگر اللہ چاهتا تو کبھی ایسا نہ هوتا کہ هم یا همارے باپ دادا اس کے سوا دوسری هستیوں کی پوجا کرتے اور نہ ایسا هوتا کہ بغیر اس کے حکم کے کسی چیز کو (اپنے جی سے) حرام ٹھیرا لیتے“۔ ایسی هی روش ان لوگوں نے بھی اختیار کی تھی جو ان سے پہلے گزر چکے هیں ۔ پھر (بتلاؤ!) پیغمبروں کے ذمے اس کے سوا اور کیا ھے کہ صاف صاف پیغام حق پہنچادیں ؟ ۳۵ .

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ

اور یہ واقعہ ھے کہ هم نے (دنیا کی) هر امت میں کوئی نہ کوئی رسول ضرور پیدا کیا ، (تا کہ اس پیام حق کا اعلان

= کے سوا کچھ نہیں. لیکن جو لوگ متقی هیں ان کے نزدیك
اس کی حقیقت کیا ھے؟ "قالوا خیرا" سرتاسر خیر و برکت.

پہلے گروہ پر جب موت آتی ھے تو اس حال میں
آتی ھے کہ برائیوں میں سرگرم ہوتے ہیں "تتوفٰهم الملئکة
ظالمی انفسهم". لیکن دوسرے گروہ پر جب آتی ھے تو
وہ ایمان و یقین اور پاکی عمل کی روح سے خوش حال
ہوتے ہیں " تتوفٰهم الملئکة طیبین ".

جزاء عمل کے لحاظ سے بھی دونوں کی حالتیں متضاد
ہوئیں. پہلے گروہ کو کہا جائے گا "ادخلوا ابواب جهنم"
دوسرے سے کہا جائے گا " ادخلو الجنة ".

پہلے کے لیے خواری و عذاب کا پیام ہوگا "ان الخزی
الیوم و السوء علی الکٰفرین" دوسرے کے لیے سلامتی کا
پیام: " سلٰم علیکم ادخلوا الجنة "

پہلے نے گھمنڈ کیا تھا تو گھمنڈ کرنے والوں کا
کیا ھی برا ٹھکانا ھوا " فلبئس مثوی المتکبرین" دوسرے
نے تقوے کی روش اختیار کی تھی تو تقوے کی راہ چلنے
والوں کا کیا ھی اچھا ٹھکانا ھوا " و لنعم دار المتقین "

پہلے کے لیے عذاب دائمی ھوا "خٰلدین فیها" دوسرے
کے لیے نعیم و سرور کی زندگی دائمی ہوئی "جنٰت عدن
یدخلونها ".

یہ روش گم راهی اور هٹ دهرمی کی روش هے . اللہ کے رسول اس لیے نہیں آتے کہ لوگوں سے برائی کرنے کی طاقت سلب کرلیں اور انهیں ایسا بنادیں کہ برائی کر هی نہ سکیں . وہ تو پیام حق پہنچانے والے هیں اور پیام پہنچانے والے کا کام صرف یہ هے کہ صاف صاف اور روشن طریقے پر پیام پہنچا دے . اب اسے ماننا یا نہ ماننا یہ سننے والوں کا کام هے . پیام پہنچانے والا اس کے لیے ذمہ دار نہیں .

اور جب اللہ کی مشیت یہی هوئی کہ انسان کو کسی ایک حالت پر مجبور نہ کر دیا جائے بلکہ هر طرح کی حالت اختیار کرنے کی قدرت دی جائے تو اللہ کے رسولوں سے کیوں اس کی توقع کی جائے کہ لوگوں سے یہ قدرت سلب کر لیں ؟

پھر فرمایا: دنیا کی کوئی امت نہیں جس میں اللہ کا رسول نہ آیا هو اور اس نے توحید و خدا پرستی کی تعلیم نہ دی هو، پھر کسی نے مانا اور اللہ نے فلاح و سعادت کی راہ اس پر کھول دی، کسی نے نہیں مانا اور گم راهی کی بات ثابت هوگئی اور گم راهی کا نتیجہ پیش آگیا . پس اللہ کا قانون هدایت و شقاوت ایسا هی چلا آیا هے . یہ کبھی نہیں هوا کہ لوگوں کو جبراً هدایت یافتہ بنادیا گیا هو .

مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝۳۶

کر دے) کہ اللہ کی بندگی کرو اور سرکش قوتوں سے بچو۔ پھر ان امتوں میں سے بعض ایسی تھیں جن پر اللہ نے (کام یابی کی) راہ کھول دی ۔ بعض ایسی تھیں جن پر گم راھی ثابت ہوگئی ۔ پس ملکوں کی سیر کرو اور دیکھو جو قومیں (سچائی کی) جھٹلانے والی تھیں انھیں بالآخر کیسا انجام پیش آیا ؟ ۳۶ ۔

۳۵ و ۳۶ - قرآن نے جا بجا مشرکوں کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ” اگر شرک برائی ہے تو خدا کیوں ہمیں برائی کرنے دیتا ہے ؟ اگر وہ چاھتا کہ اس کے سوا اور کسی کی بندگی نہ کی جائے تو کبھی ایسا نہ ھوسکتا کہ ہم اور ھمارے آباؤ اجداد ایسی بات کرسکتے ۔ اگر وہ چاھے تو اب بھی ہمیں روک دے سکتا ہے ۔ اس شور وھنگامہ کی جگہ جو تم نے بپا کر رکھا ہے کیوں خدا سے نہیں کہتے کہ ہمیں روک دے ؟ “ چنانچہ یہاں بھی آیت ۳۵ میں ان کا یہی قول نقل کیا ہے اور پھر اس کا جواب دیا ہے: فرمایا: یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جو انھوں نے کہہ دی، پہلے بھی لوگ ایسی ھی روش اختیار کرچکے ھیں ، لیکن

فِيهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا اَنَّهُمْ كَانُوا كٰذِبِينَ ۝٣٩ اس لیے کہ جن باتوں میں لوگ اختلاف کرتے ھیں ان کی حقیقت کھول دے اور اس لیے کہ منکر جان لیں وہ (اپنی روش میں) جھوٹے تھے ٣٩ .

---

٣٨ و ٣٩ - یہ اعتقاد کہ انسان کی زندگی صرف اتنی ھی نہیں ھے جتنی دنیا میں بسر کرنا ھے ، بلکہ اس کے بعد بھی ایك زندگی ھے اور اس زندگی میں جزاء عمل کا معاملہ پیش آنے والا ھے . تمام مذاھب عالم کا عالم گیر اعتقاد ھے . لیکن مشرکین عرب اس سے بے خبر تھے . اس لیے جب قرآن نے آخرت کی زندگی اور حشر اجساد کا اعلان کیا تو انھیں بڑی ھی عجیب بات معلوم ھوئی . وہ کہتے تھے : " جب آدمی مرگیا تو مرگیا پھر اس کے بعد زندگی کیسے ھو سکتی ھے ؟ " چنانچہ قرآن نے جا بجا ان کے اقوال نقل کیے ھیں اور جواب دیا ھے . یہاں آیت ٣٨ میں فرمایا : " یہ لوگ یقین کے ساتھ کہتے ھیں کہ اللہ مردوں کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا . لیکن نہیں جانتے کہ اللہ کے لیے ایسا کرنا ضروری ھے ، کیوں کہ یہ اس کا وعدہ ھے ، یعنی اس کی ٹھیرائی ھوئی بات ھے اور ضروری ھے کہ ظہور میں آئے . =

اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ ۳۷

(اے پیغمبر!) تم ان لوگوں کے ہدایت پانے کے کتنے ہی خواہش مند ہو، لیکن (یہ راہ پانے والے نہیں، کیوں کہ) اللہ اس آدمی پر (کام یابی کی) راہ کبھی نہیں کھولتا جس پر (اس کے انکار و سرکشی کی وجہ سے) راہ گم کردیتا ہے اور ایسے لوگوں کے لیے کوئی مددگار بھی نہیں ہوتا (کہ انھیں نتائج عمل سے بچالے) ۳۷۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ۙ ۳۸

اور (دیکھو!) ان لوگوں نے اللہ کی سخت سے سخت قسمیں کھائیں کہ "جو مرجاتا ہے اسے اللہ کبھی دوبارہ نہیں اٹھائے گا"۔ ہاں! ضرور اٹھائے گا۔ یہ اس کا وعدہ ہے اور اس کا پورا کرنا اس پر لازم ہے، لیکن اکثر آدمی ہیں جو اس بات کا علم نہیں رکھتے ۳۸۔

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ

(اور پھر کیوں اٹھائے گا؟)

هوتا کہ کہہ دیتے ہیں " ہو جا " اور بس وہ ہو جاتا ہے ! ٤٠ .

٤٠ – آیت ٤٠ میں فرمایا : تمہیں انسان کے دوبارہ زندہ ہونے پر اس لیے تعجب ہو رہا ہے کہ اللہ کی قدرت کا صحیح اندازہ نہیں . تم اسی ترازو سے اس کے کام بھی تولنا چاہتے ہو جس سے اپنے کام تولا کرتے ہو .

وہ کسی چیز کے ظہور میں لانے کے لیے نہ تو کسی سروسامان کا محتاج ہے ، نہ کسی دوسری ہستی کی موجودگی کا . صرف اس کا ارادہ ہی ہر طرح کی علت ہے ، ہر طرح کا سر و سامان ہے ، ہر طرح کا مواد ہے . وہ جب چاہتا ہے کہ ایک چیز ظہور میں آجائے تو بس اس کا چاہنا ہی سب کچھ ہے . جونہیں اس کی مشیت کا فیصلہ ہوا ہر چیز ظہور میں آ گئی !

یاد رہے کہ " ان یقول لہ کن " کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عربی کا لفظ " کن " جو کاف اور نون سے مرکب ہے بولنے میں آتا ہے ، یا کلمۂ خطاب و امر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چیزیں وجود میں آجاتی ہیں ، بلکہ صاف مطلب یہ ہے کہ صرف اس کا ارادہ تخلیق کے لیے کافی ہے اور اس کی قدرت کا یہ حال ہے کہ جس بات کا حکم دے دیتا ہے وہ بمجرد حکم ظہور میں آجاتی ہے . وہ اپنے ارادہ اور=

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ	جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ
اَرَدْنٰہُ اَنْ نَّقُوْلَ لَہٗ	کوئی چیز پیدا کردیں تو اس
کُنْ فَیَکُوْنُ ؏ ”	کے سوا ہمیں اور کچھ کہنا نہیں

ع ١١

= یہ اس کا وعدہ کیونکر ہے؟ اس طرح کہ خود دنیوی زندگی کی ہر بات کہہ رہی ہے کہ اسے ایسا کرنا ہے اور وہ ضرور کرے گا۔ چنانچہ اس کے بعد فرمایا ” لیبین لھم الذی یختلفون فیہ، و لیعلم الذین کفروا انھم کانوا کٰذبین“ تاکہ حق حقیقتوں کا انسان دنیوی زندگی میں فیصلہ نہیں کرسکتا اور اختلافات پیدا ہوتے رہتے ہیں ان کا فیصلہ ہوجائے اور حقیقت سب کے سامنے آجائے۔ نیز اس لیے کہ گمراہ اور بدعمل اپنی گمراہی و بدعملی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

یعنے دنیوی زندگی میں پردوں کا نہ اٹھنا اور مشاہدۂ حقیقت کا نہ ہونا بتلارہا ہے کہ کوئی اور زندگی ضرور ہے جہاں بالآخر پردے اٹھیں گے۔ پس یہ صورت حال گویا خالق ہستی کی طرف سے ایک وعدہ ہوئی کہ اب نہیں لیکن آیندہ ایسا ہونے والا ہے اور ضروری ہے کہ یہ وعدہ پورا ہوکر رہے۔

دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا بدلا تو کہیں بڑھ کر ھے، اگر یہ لوگ جان لیتے ٤١ .

٤١ - جب دشمنوں کا ظلم و تشدد اس حد تک پہنچ گیا کہ مسلمانوں پر زندہ رھنا دشوار ھوگیا تو پیغمبر اسلام نے اجازت دے دی کہ حبش (ابی سینیا = Abyssinia) کی طرف ھجرت کرجائیں . چنانچہ پہلے بارہ مرد اور چار عورتوں کا قافلہ مکہ سے نکلا جس کے رئیس حضرت عثمان بن عفان تھے . اس کے بعد اور لوگ نکلے جن کی تعداد ۷۳ مردوں اور ۱۸ عورتوں تک پہنچ گئی .

تاریخ اسلام کی یہ پہلی ھجرت ھے، دوسری ھجرت یثرب کی ھجرت تھی .

آیت ٤١ میں جن مہاجرین کا ذکر کیا ھے اس سے مقصود ابی سینیا کے مہاجرین ھیں . فرمایا: انھوں نے اللہ کی سچائی کی راہ میں اپنا گھر بار چھوڑا ھے اور ھجرت کی مصیبتیں برداشت کی ھیں تو ضروری ھے کہ اللہ ان کا مددگار ھو اور ان کے لیے دنیا میں اچھا ٹھکانا پیدا کردے .

چنانچہ ایسا ھی ھوا اور ابی سینیا کا دار غربت ان کے لیے امن و عزت کا مہمان سرا بن گیا . یہ وھی ابی سینیا ھے =

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِى اللّٰهِ مِنْۢ	اور (یاد رکھو!) جن لوگوں
بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ	پر (ان کے ایمان لانے کی وجہ
فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ	سے) ظلم ہوا اور ظلم سہنے کے
الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا	بعد انہوں نے اللہ کی راہ میں
يَعْلَمُوْنَ ۙ ٤١	ھجرت کی تو ہم ضرور انہیں

وقف لازم

= حکم کے نفاذ میں کسی دوسری چیز کا محتاج نہیں .

پس ہمارے مفسرین نے یہاں جس قدر فلسفیانہ کاوشیں کی ہیں اور خطاب به معدوم وغیرہ کے سوالات اٹھائے ہیں سب بے محل اور بے معنی ہیں اور درخور التفات نہیں .

غور کرو! کس طرح چند لفظوں کے اندر اللہ کی خالقیت و قدرت کی کامل تصویر کھینچ دی ہے! ایسی تصویر کہ اس سے زیادہ انسانی تصور نہ تو کچھ سوچ سکتا ہے، نہ سوچ سکنے کی قدرت رکھتا ہے . اس نے تمام کارخانۂ ہستی کیوں کر پیدا کیا؟ وہ جو کچھ پیدا کرنا چاہتا ہے کس طرح ظہور میں آجاتا ہے؟ اس طرح کہ اس کا حکم ہوتا ہے اور اس کا حکم ہی ساری علتوں کی علت اور سارے سببوں کا آخری سبب ہے!

نہیں تو ان لوگوں سے دریافت کرلو جو (آسمانی کتابوں کی) سمجھ بوجھ رکھتے ہیں (یعنی یہودیوں اور عیسائیوں سے) ٤٣.

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝٤٤

ہم نے ان رسولوں کو روشن دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ بھیجا تھا اور (اسی طرح) تجھ پر بھی "الذکر" (یعنی قرآن) نازل کیا، تاکہ جو تعلیم لوگوں کی طرف بھیجی گئی ہے وہ ان پر واضح کردے، نیز اس لیے کہ وہ غور و فکر کریں (اور ہدایت کی راہ پالیں) ٤٤.

النصف

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝٤٥

پھر جن لوگوں نے (اپنے) برے مقصدوں کے لیے تدبیریں کی ہیں، کیا وہ اس بات سے مطمئن ہو گئے ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ایک ایسی راہ سے عذاب آ نازل ہو جس کا انہیں وہم و گمان بھی نہ ہو؟ ٤٥ .

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ ٤٢

یہ لوگ جو (ہر طرح کی مصیبتوں میں) ثابت قدم رہے اور جو اپنے پروردگار پر بھروسا رکھتے ہیں ٤٢ .

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ٤٣

اور (اے پیغمبر!) تجھ سے پہلے ہم نے جتنے رسولوں کو بھیجا تو اسی طرح بھیجا که آدمی تھے ، ان پر ہم وحی بھیجتے تھے (ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آسمان کے فرشتے اتر آئے ہوں). پس (اے منکرین حق!) اگر حود تمهیں (یہ بات) معلوم

= جس کے ایك سپه سالار ابرهه نے پچاس برس پہلے مکه پر حمله کیا تھا . لیکن اب اسی مکه کے مظلومون کا اخلاص و محبت کے ساتھ استقبال کر رہا ہے .

اتنا ہی نہیں ، بلکه مظلومیت کی یه ہجرت تبلیغ حق کی کام رانیون کا ایك عجیب وغریب وسیله بن گئی ، یعنی ابی سینیا کے بادشاہ کا دل قبولیت حق کے لیے کھل گیا اور دعوت اسلام پر ایمان لے آیا . چنانچه سورۂ مائده کی آیة ۸۳ میں اس کا ذکر گزر چکا ہے .

= و غریب منظر " ظل " یعنی اجسام کے سایے کا ھے ۔ نظام شمسی کے تمام کرشمے اس چیز میں هم دیکھ لے سکتے ھیں ۔ یه همارے جسم کے ساتھ ساتھ رهتا اور ساتھ ساتھ چلتا ھے ، لیکن لاکھوں میل فاصلے کی خبر دے دیتا ھے ۔ سورج کا طلوع ، عروج ، زوال ، غروب ، ساری حالتیں هم اس آئینے میں دیکھ لے سکتے ھیں ۔

یه کبھی بڑھتا ھے ، کبھی گھٹتا ھے ، کبھی ابھرتا ھے ، کبھی غائب هو جاتا ھے ، کبھی کھڑا هوتا ھے ، کبھی جھکتا ھے ، کبھی دھنے هوتا ھے ، کبھی بائیں ۔ اس کی ان تمام حالتوں کا قانون اس درجه قطعی ، اس درجه یکساں ، اس درجه منظم ھے که اس میں فتور پڑنے کا هميں وهم و گمان بھی نہیں هو سکتا ۔ جس وقت تك گھڑیاں ایجاد نہیں هوئی تھیں ، یہی سایه گھڑی کا کام دیتا تھا اور اسی سے دھوپ گھڑی بنی تھی ۔ آج کل بھی میدانوں اور دیہاتوں میں جہاں گھڑیاں نہیں هوتیں ، دهقان سایه دیکھ کر معلوم کر لیتا ھے که کتنا دن چڑھ چکا ھے ، کتنا ڈھل چکا ھے ۔ سایه جب مساوی هو جائے تو دو پہر کا وقت ھے ۔ جب گھٹنے بڑھنے لگے تو اس کی هر مقدار گھڑی کی سوئی ھے ۔ =

اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِىْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ ٤٦

یا ایسا ہو کہ عین اس وقت جب وہ (اپنی کوششوں میں) تگ و دو کر رہے ہوں، عذاب الٰہی انہیں آ پکڑے کہ وہ اللہ کو (اپنی تدبیروں سے) عاجز نہیں کر دے سکتے ٤٦ ۔

اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ ٤٧

یا ایسا ہو کہ انہیں (پہلے) ڈرا دے پھر پکڑے، کیوں کہ بلا شبہ تمہارا پروردگار بڑا ہی شفقت والا، بڑا ہی رحمت والا ہے ٤٧ ۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ۝ ٤٨

کیا ان لوگوں نے اللہ کی مخلوقات میں سے کسی چیز پر بھی غور نہیں کیا؟ انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہر چیز کا سایہ دہنی طرف سے اور بائیں طرف سے ڈھلتا رہتا ہے اور اللہ کے آگے سجدہ کرتے ہوئے ڈھلتا رہتا ہے اور یہ کہ سب اس کے آگے عاجز و درماندہ ہیں ٤٨ ۔

---

٤٨ - قوانین الٰہی کی عجائب آفرینیوں میں سے ایک عجیب=

يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۩ ٥٠

وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں جو ان کے اوپر موجود ہے اور جو کچھ حکم انہیں دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں ٥٠ .

ع ٦
١٢
السجدة ٣

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ٥١

اور اللہ نے فرمایا: "دو دو معبود اپنے لیے نہ بناؤ . حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہی ایک معبود ہے . تو دیکھو! صرف میں ہی ہوں . پس صرف مجھی سے ڈرو" ٥١ .

وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ٥٢

اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اور اسی کے لیے دین ہے دائمی . پھر کیا تم اللہ کے سوا دوسری ہستیوں سے ڈرتے ہو؟ ٥٢ .

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ

اور نعمتوں میں سے جو کچھ تمہارے پاس ہے سب اللہ ہی کی

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ اور آسمان میں جتنی چیزیں
وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ ہیں اور زمین میں جتنے جانور
وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝٤٩ ہیں سب اللہ کے آگے سر بسجود
ہیں، نیز فرشتے اور وہ سرکشی نہیں کرتے ٤٩ .

= یہی وجہ ہے کہ قرآن قوانین الٰہی کے احاطہ و نفاذ کا ذکر کرتے ہوئے سایے کی طرف توجہ دلاتا ہے اور کہتا ہے: "یہ تم سے دور نہیں، ہر وقت تمہارے جسم کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے، ہمیشہ اس پر تمہاری نگاہیں رہتی ہیں، کیوں کہ اسی سے وقت کا اندازہ لگایا کرتے ہو. پس غور کرو اس کی حقیقت کیا ہے؟ کس طرح یہ شہادت دے رہا ہے کہ یہاں کی ہر چیز کسی مدبر و حکیم ہستی کے احکام کے آگے سر بسجود ہے اور اس نے جس چیز کے لیے جو حکم نافذ کر دیا ہے، ممکن نہیں کہ اس کی تعمیل میں بال برابر بھی انحراف ہو". یہاں بھی آیت ٤٨ میں اسی کی طرف توجہ دلائی ہے. چنانچہ اس کے بعد ہی فرمایا "وللہ یسجد ما فی السموٰت وما فی الارض من دآبۃ".

ضرور اس بارے میں باز پرس ہوگی کہ (حقیقت کے خلاف) کیسی افترا پردازیاں کرتے رہتے ہو ۵۶ .

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ۝٥٧

اور یہ اللہ کے لیے بیٹیاں ٹھہراتے ہیں ۔ اس کے لیے پاکی ہو! (بھلا اللہ کے لیے بیٹیاں!) اور خود ان کے لیے کیا؟ وہ جس کے یہ بڑے خواہش مند ہیں (یعنی بیٹے) ۵۷ .

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۚ ۝٥٨

جب ان لوگوں میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خوش خبری دی جاتی ہے تو (مارے رنج کے) اس کا چہرہ کالا پڑجاتا ہے اور وہ غم میں ڈوب جاتا ہے ۵۸ .

يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝٥٩

جس بات کی اسے خوش خبری دی گئی ہے، وہ ایسی برائی کی بات ہوئی کہ (شرم کے مارے) لوگوں سے چھپتا پھرے (اور سوچ میں پڑ جائے کہ) ذلت قبول کر کے بیٹی کو لیے رہے

تَجْـَٔرُوْنَ ۚ ۵۳ طرف سے ہے۔ پھر جب تمھیں

کوئی دکھ پہنچتا ہے تو اسی کے آگے زار نالی کرتے ہو ۵۳ ۔

ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ پھر جب ایسا ہوتا ہے کہ وہ

اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ تم سے دکھ دور کر دیتا ہے

يُشْرِكُوْنَ ۙ ۵۴ تو دیکھو! تم میں سے ایک

گروہ معاً اپنے پروردگار کے ساتھ دوسری ہستیوں کو شریک

بنانے لگتا ہے ۵۴ ۔

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ تاکہ جو نعمت ہم نے اسے دی

فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۵۵ تھی اس کی (پوری طرح)

ناشکری کرے۔ اچھا! (زندگی کے چند روزہ) فائدے اٹھا لو ۔

پھر ایک وقت آئے گا کہ (اپنی ان ناشکریوں کا نتیجہ) معلوم

کر لوگے ۵۵

وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ اور پھر (دیکھو!) ہم نے جو

نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۭ تَاللّٰهِ کچھ رزق انہیں عطا کیا ہے

لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ۵۶ اس میں یہ ان ہستیوں کا بھی

حصہ ٹھیراتے ہیں جن کی حقیقت کی انہیں خبر نہیں ۔ بخدا تم سے

= گھمنڈ تھا، بیٹی کے باپ ہونے میں ایسی ذلت سمجھتے کہ اکثر حالتوں میں اسے خود اپنے ہاتھ سے زندہ گاڑ کر مار ڈالتے۔ جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر ملتی تو مارے شرم کے لوگوں کے سامنے نہ آتا اور سوچنے لگتا کہ ذلت گوارا کر کے بیٹی والا بن جائے یا ایک باعزت آدمی کی طرح اسے زمین میں زندہ دفن کر دے۔

یہاں ایک طرف تو ان کے عقیدے کی سخافت دکھلائی ہے کہ جس بات کو خود اپنے لیے ذلت کی بات سمجھتے ہیں، اسے خدا کے لیے تجویز کرنے میں انہیں باک نہیں۔ دوسری طرف اس گمراہی کا ابطال کیا ہے کہ عورت کی جنس کو جو مرد ہی کی طرح ایک انسانی جنس ہے، ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں، حتی کہ اپنی اولاد کو خود اپنے ہاتوں قتل کر دینے کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ آیت ٥٩ میں فرمایا "آلا ساء ما یحکمون" دیکھو! کیا ہی برا فیصلہ ہے جو انہوں نے اس معاملے میں کیا۔

مردوں کا عورتوں کے ساتھ معاملہ ظلم و معصیت کی ایک مسلسل سرگذشت ہے اور اس سرگذشت کا ایک =

یا مٹی کے تلے گاڑ دے . افسوس ان پر! کیا ہی برا فیصلہ ہے جو یہ کرتے ہیں ۵۹ .

۵۷ تا ۵۹ - انسان میں مرد اور عورت کا امتیاز ہے . لوگوں نے خیال کیا کہ اسی طرح روحانی قوتوں میں بھی دونوں جنسیں ہونی چاہییں . مرد دیوتا ہیں ، عورتیں دیبیاں ہیں . چنانچہ دنیا کی تمام اصنام پرست اقوام کی دیوبانیوں میں یہ خیال عام طور پر نمایاں رہا ہے .

مشرکین عرب میں بھی یہ تخیل پیدا ہو گیا تھا . قبیلۂ خزاعہ اور کنانہ کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ وہ فرشتوں کا تصور دیبیوں کی شکل میں کرتے تھے اور کہتے تھے: ''یہ خدا کی بیٹیاں ہیں''. قرآن نے جا بجا یہ خیال نقل کیا ہے اور اس کی مخالفت پر توجہ دلائی ہے . یہاں آیت ۵۷ میں بھی اسی طرف اشارہ ہے .

وہ فرشتوں کو تو خدا کی بیٹیاں سمجھتے تھے، لیکن خود عورتوں کی جنس کے لیے ان کے تصورات کیا تھے؟ یہ کہ زیادہ سے زیادہ ذلیل و حقیر مخلوق ہے . جب کسی کے یہاں بیٹی پیدا ہوتی تو اسے بڑی غمگینی اور بد نصیبی کی بات سمجھتا . بعض قبائل جنہیں اپنے نسلی شرف کا بڑا =

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ	جو لوگ آخرت پر یقین نہیں
بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ج وَلِلّٰهِ	رکھتے، ان کے لیے یہی (۳)
الْمَثَلُ الْاَعْلٰی ۠ وَهُوَ	سوچنے کے برے تصور ہوے،
الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ع ٦٠	حالانکہ اللہ کے لیے تو تصور

ع ۷ ۱۳

کی اونچی سے اونچی جگہ ہوئی ۰ وہ سب پر غالب ہے، حکمت والا ہے ٦٠ .

٦٠ - انسان کے لیے اس بات کے تصور سے بڑھ کر اور کوئی تصور قدرتی اور حقیقی نہیں ہو سکتا کہ ایک خالق و پروردگار ہستی موجود ہے . لیکن وہ ہستی کیسی ہے؟ اس کی صفتوں کا بھی تصور کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کیا جاسکتا ہے تو وہ صفتیں کیا کیا ہیں اور کس نوعیت کی ہیں؟ یہاں سے انسانی عقل کی درماندگیاں شروع ہو جاتی ہیں اور پھر کوئی گم راہی ایسی نہیں ہے جس میں وہ گم ہو جانے کے لیے مستعد نہ ہو جاتا ہو، حتی کہ بعض اوقات بھٹکتے بھٹکتے اتنا دور چلا جاتا ہے کہ جس درجے پر خود کھڑا ہے اس سے بھی خدا کا تصور نیچے گرادیتا ہے: " ویجعلون للّٰہ ما یکرھون " .

مشرکین عرب کی سخافت تصور کا ذکر کرنے کے بعد آیت ٦٠ میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے .

= سب سے زیادہ وحشیانہ واقعہ دختر کشی کی رسم ہے۔
اسلام کا جب ظہور ہوا تو عرب کے اکثر قبیلوں میں
یہ رسم اسی طرح جاری تھی جس طرح ہندوستان کی
مختلف قوموں میں پچھلی صدی تک جاری رہ چکی ہے۔ لوگ
اس پر فخر کرتے تھے اور کہتے تھے: ہمارے قبیلے کے
افراد بیٹی کے باپ ہونے کا ننگ گوارا نہیں کرسکتے۔
لیکن اسلام نے نہ صرف یہ رسم مٹادی بلکہ وہ ذہنیت
بھی مٹادی جو ان تمام وحشیانہ مظالم کے اندر کام کر رہی
تھی۔ اس نے اعلان کیا کہ مرد اور عورت کا جنسی اختلاف
کسی فضیلت اور محرومی کی بنیاد نہیں ہوسکتا۔ دونوں
کو اللہ نے بحیثیت انسان ہونے کے ایک درجے میں رکھا
ہے اور دونوں کے آگے یکساں طریقے پر ہر طرح کی
فضیلتوں کی راہ کھول دی ہے: "للرجال نصیب
مما اکتسبوا و للنساء نصیب مما اکتسبن و سئلوا اللہ من
فضلہ" (٤: ٣٢)۔

سورۂ تکویر میں جہاں قیامت کے دن کی ہولناکیوں
کا نقشہ کھینچا ہے، وہاں پرسش اعمال میں سب سے
زیادہ نمایاں جگہ اسی ظلم کو دی ہے: و إذا الموءدة سئلت
بای ذنب قتلت" (٨١: ٨ و ٩)۔ =

الْحُسْنٰى ۭ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ۝٦٢

کرتے۔ ان کی زبانیں جھوٹے دعووں میں بے باک ہیں، (یہ کہتے ہیں) کہ ان کے لیے (ہر حال میں) اچھائی ہی اچھائی ہے۔ ہاں! البتہ ان کے لیے (دوزخ کی) آگ ہے، البتہ یہ سب سے پہلے اس میں پہنچنے والے ہیں ٦٢۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٦٣

(اے پیغمبر!) اس بات کی سچائی پر ہم شاہد ہیں کہ ہم نے تجھ سے پہلے کتنی ہی امتوں کی طرف رسول بھیجے۔ پھر ایسا ہوا کہ شیطان نے لوگوں کو ان کی بدعملیاں اچھی کر دکھائیں (اور وہ سچائی کی دعوت پر کار بند نہ ہوئے)۔ سو وہی حال آج بھی ہو رہا ہے۔ وہی شیطان ان منکروں کا رفیق ہے اور (بالآخر) ان کے لیے عذاب درد ناک ہے ٦٣۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ

اور ہم نے تجھ پر "الکتٰب" نہیں اتاری ہے مگر اس لیے کہ

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ	اور اگر ایسا ہوتا کہ اللہ لوگوں
بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ	کو ان کے ظلم پر (فوراً)
عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ	پکڑتا تو ممکن نہ تھا کہ زمین
يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ج	کی سطح پر ایک حرکت
فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ	کرنے والی ہستی بھی باقی رہتی،
لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً	لیکن وہ انہیں یک خاص ٹھیرائے
وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ ٦١	ہوے وقت تک ڈھیل دے دیتا

ہے۔ پھر جب وہ مقررہ وقت آ پہنچا تو نہ تو ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں، نہ ایک گھڑی آگے ٦١ ۔

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ	اور (دیکھو!) یہ اللہ کے لیے
وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ	ایسی باتیں ٹھیراتے ہیں جنھیں
الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ	خود (اپنے لیے) پسند نہیں

٦١ - آیت ٦١ میں قانون امہال کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی تشریح پچھلی سورتوں کے نوٹوں میں گزر چکی ہے اور مزید تشریح کے لیے تفسیر فاتحہ دیکھنی چاہیے۔

وَاللّٰهُ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ	اور (دیکھو!) اللہ نے آسمان سے
مَآءً فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ	پانی برسایا، پھر اس کی آب پاشی
بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ	سے زمین کو جو مردہ ہو چکی
لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّسۡمَعُوۡنَ ۠ ٦٥	تھی (از سر نو) زندہ کر دیا۔

٨ ع ١٤

بلا شبہ اس صورت حال میں ان لوگوں کے لیے ایک نشانی ہے جو (صدائے حق کو جی لگا کر) سنتے ہیں ٦٥ .

=و واردات، جزاء عمل کا قانون، عالم غیب کے حقائق، یعنی وہ ساری باتیں جن کے اعتقاد وعمل کی درستگی سے روحانی سعادت کی زندگی پیدا ہو سکتی ہے. انسان جب کبھی اس راہ میں وحی الٰہی کی روشنی سے الگ ہو کر قدم اٹھاتا ہے، اختلافات کی تاریکوں میں گم ہو جاتا ہے. لیکن جونہیں اس روشنی کی نمود میں آجاتا ہے حقیقت واضح ہو جاتی ہے اور ہر طرح کے اختلافات و شکوک معدوم ہو جاتے ہیں .

٦٥ - آیت ٦٤ میں فرمایا تھا کہ "الکتٰب" کا نزول ہدایت و رحمت ہے . آیت ٦٥ میں فرمایا: یہ معاملہ ایسا ہی ہے جیسے باران رحمت کا نزول . وہ مردہ زمین کو زندہ کر دیتی ہے، یہ مردہ دلوں کو زندہ کر دیتا ہے.=

الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِ ۙ	جن باتوں میں یہ لوگ اختلاف
وَهُدًی وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ	کر رہے ہیں ان کی حقیقت ان
یُّؤْمِنُوْنَ ۝٦٤	پر واضح کردے اور ایمان

والوں کے لیے یہ ہدایت ہے اور رحمت ٦٤ .

٦٤ - قرآن نے جابجا کہا ہے کہ ہدایت وحی کا ظہور تبیین حقیقت اور رفع اختلاف کے لیے ہوتا ہے، یعنی جن باتوں کو انسان اپنی عقل و ادراک سے نہیں پاسکتا اور اس لیے طرح طرح کے اختلافات میں مبتلا ہو جاتا ہے، کوئی کچھ سمجھنے لگتا ہے، کوئی کچھ، وحی الٰہی نمودار ہوتی ہے، تاکہ ان اختلافات کو دور کردے اور بتلادے کہ اصل حقیقت کیا ہے. چنانچہ یہاں بھی آیت ٦٤ میں قرآن کے نزول کا ایک مقصد یہ بتلایا کہ "لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ" .

یہ باتیں کونسی ہیں جن میں لوگ اختلاف کرتے ہیں اور جن کا اختلاف بغیر اس کے دور نہیں ہو سکتا کہ کتاب الٰہی آئے اور پردہ اٹھا دے؟ وہ تمام باتیں جو انسان کی عقل و ادراک کی سرحد سے ماوراء ہیں . اللہ کی صفات، مرنے کے بعد کی زندگی، عالم معاد کے احوال =

بات میں ان لوگوں کے لیے (فہم و بصیرت کی) ایک نشانی ہے
جو عقل سے کام لیتے ہیں ٦٧ ۔

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ
اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ
بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ
وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۙ ٦٨

اور (دیکھو!) تمہارے پروردگار
نے شہد کی مکھی کے دل میں
یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں میں،
درختوں میں اور ان ٹٹیوں میں
جو اس غرض سے بلندی میں بنا دی جاتی ہیں، اپنا چھتا بنائے ٦٨ ۔

ثُمَّ كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ
فَاسْلُكِىْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ
يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا
شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ
فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ
فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ
يَّتَفَكَّرُوْنَ ٦٩

پھر ہر طرح کے پھولوں سے
رس چوستی پھرے، پھر اپنے
پروردگار کے ٹھیرائے ہوئے
طریقے پر پوری فرماں برداری
کے ساتھ گام زن ہو جائے ۔
(تو دیکھو!) اس کے پیٹ سے
مختلف رنگتوں کا رس نکلتا ہے،

وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ	اور بلا شبہ تمہارے لیے
لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا	چارپایوں میں سونچنے سمجھنے
فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ	کی بڑی عبرت ہے. ہم ان کے
وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا	جسم سے خون اور کثافت کے
لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ ٦٦	درمیان دودھ پیدا کر دیتے ہیں.

یہ پینے والوں کے لیے ایسی لذیذ چیز ہوتی ہے کہ بے غل و غش اٹھا کر پی لیتے ہیں ٦٦ .

وَ مِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ	اسی طرح کھجور اور انگور
وَ الْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ	کے درختوں کے پھل ہیں کہ ان
سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ	سے نشہ آور عرق اور اچھی
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ	غذا دونوں طرح کی چیزیں تم
يَّعْقِلُوْنَ ۝ ٦٧	حاصل کرتے ہو. بلا شبہ اس

= اس اسلوب موعظت کی تشریح پچھلی سورتوں کے نوٹوں میں گزر چکی ہے، نیز تفسیر فاتحہ میں.

=وہیں جس کے قریب ہی بول و براز کا مخرج ہے. یعنی ایک ہی کارخانے میں ایک ہی مادے سے اور ایک ہی طرح کے ظروف میں ایک طرف تو غلاظت بنتی اور نکلتی رہتی ہے جسے تم دیکھنا بھی پسند نہ کرو. دوسری طرف ایک ایسا جو ہر غـذا ولدت بھی بنتا اور نکلتـا ہے جسے تم دیکھتے ہی اٹھالو اور بے غل وغش ایک ایک قطرہ پی جاؤ. کون ہے جس کی حکمت نے یہ عجیب وغریب کارخانہ بنا دیا؟ کون ہے جو ایسے عجیب طریقوں سے زندگی کے بہترین وسائل بخش رہا ہے اور پھر کیـا ممکن ہے کہ قدرت کی یـہ کار فرمائی، حکمت کی یہ صنعت طرازی، ربوبیت کی یہ چارہ سـازی بغیر کسی قدیر، حکیم اور رب العالمین ہستی کے ظہور میں آگئی ہو؟

(ب) پھلوں میں طرح طرح کے خوش ذائقہ عرق پیدا ہوتے ہیں اور انہیں مختلف طریقوں سے تم کام میں لاتے ہو. مثلاً کھجور اور انگور کے درخت ہیں. ان کے عرق سے نشہ کی چیز بناتے ہو اور اچھی اور جائز غذائیں بھی اس سے بنتی ہیں. لیکن یہ پھل پیدا کس طرح ہوے؟ کھجور اور انگور کا ہر دانہ شیرینی اور غذائیت کی ایک سر بمہر شیشی ہے جو درختوں میں لٹکنے لگتی ہے اور تم ہاتھ بڑھا کر لے لیتے ہو. لیکن یہ بنتی کس کارخانے=

اس میں انسان کے لیے شفا ہے. بلا شبہ اس صورت حال میں ان لوگوں کے لیے ایک نشانی ہے جو غور وفکر کرنے والے ہیں ٦٩.

---

٦٦ تا ٦٩ - آیت ٦٦ سے ٦٩ تک ربوبیت الٰہی کی بخشایشوں کا نقشہ کھینچا ہے، ساتھ ہی اس کی صنعت و حکمت کی کرشمہ سازیوں پر بھی توجہ دلائی ہے اور بحیثیت مجموعی ربوبیت، رحمت اور حکمت کا استدلال ہے.

فرمایا: تمہاری غذا میں تین چیزیں سب سے زیادہ مفید اور لذیذ ہیں: دودھ، پھلوں کا عرق اور شہد. تم میں سے کوئی نہیں جو ان تین نعمتوں سے آشنا نہ ہوا ہو. یہ تمہاری روزانہ غذا کا جوہر، لذت طعم کا ذریعہ اور جسمانی شفا کا نسخہ ہے.

(ا) لیکن یہ دودھ جو طفولیت سے لے کر بڑھاپے تک تمہاری سب سے زیادہ دل پسند غذا ہوتی ہے کس طرح اور کہاں سے پیدا ہوتا ہے؟ تم نے کبھی غور کیا؟ اگر غور کرتے تو تمہارے فہم وعبرت کے لیے صرف یہی ایک بات کافی تھی. یہ اسی جسم میں بنتا ہے جس جسم میں غلاظت بنتی ہے، جو طرح طرح کی آلایشوں سے بھرا ہوا ہے، جس میں اگر کوئی سیال شے موجود ہوتی ہے تو وہ خون ہے جسے کبھی ہونٹوں سے لگانا پسند نہ کرو. پھر دیکھو! جانوروں میں اس کے اترنے کا مخرج کہاں ہے؟=

= یہ صنعت گری جدوجہد، نظم و انضباط اور سر گرمی و باقاعدگی کا ایک پورا سلسلہ ہے جو عرصے تک جاری رہتا ہے اور یکے بعد دیگرے بہت سی منزلوں سے گزر کر مکمل ہوتا ہے، اس لیے اس کے کاموں کو "سبل" سے تعبیر کیا، یعنی عمل کی راہوں سے" فاسلکی سبل ربك".
اور پھر چوں کہ اس بات پر توجہ دلانا مقصود تھا کہ جو راہ عمل ٹھیرا دی گئی ہے اس پر ٹھیک ٹھیک چاتی رہتی ہے، کبھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ ذرا بھی ادھر ادھر ہو، اس لیے فرمایا" ذللا " حکم الٰہی کے آگے جھکی ہوئی کام کیے جا۔ چنانچہ اس کا ہر فرد اس طرح حکم الٰہی کے آگے جھک گیا ہے کہ ممکن نہیں کسی کو راہ عمل سے منحرف ہوتا ہوا پاؤ!

یاد رہے کہ جس وقت تک ہندوستان کا گنا دوسرے ملکوں میں نہیں پہنچا تھا، میٹھی غذاؤں کے بنانے کا تمام تر دار و مدار شہد ہی پر تھا، یا پھر ایسے پھلوں پر جو بہت زیادہ میٹھے ہوتے ہیں جیسے کھجور۔ سکندر اعظم جب ہندوستان آیا تھا اور یونانیوں نے یہاں کی قند کھائی تھی تو خیال کیا تھا یہ بلور کی طرح کوئی معدنی چیز ہے جس کا مزہ شہد کی طرح میٹھا ہوتا ہے۔ غالباً سب سے پہلے عربوں نے ہندوستانی گنے کی کاشت =

= میں ہے؟ زمین اور مٹی میں، یعنی اس مٹی میں جس کا ایک ذرہ بھی تمہارے منہ میں پڑ جاتا ہے تو بے اختیار ہو کر تھوکنے لگتے ہو!

تم خشک گٹھلیاں مٹی میں پھینک دیتے ہو. مٹی وہی گٹھلی ان نعمتوں کی شکل میں تمہیں واپس دے دیتی ہے.

کون ہے جس کی ربوبیت وحکمت مٹی کے ذروں سے یہ خزانے اگلوا رہی ہے؟ خوش بو، ذایقہ اور غذائیت کے خزانے!

(ج) پھر شہد کے چھتوں کو دیکھو. یہ کارخانے ہیں جن میں تمہارے لیے شب و روز شہد تیار ہوتا رہتا ہے. تم دنیا کے سارے پھول اور پھل جمع کر کے چاہو کہ شہد کا ایک قطرہ بنالو تو کبھی نہ بنا سکو گے. لیکن ایک چھوٹی سی مکھی بناتی رہتی ہے اور اس نظم و انضباط، محنت و استقلال، تحسین و تدقیق، ترتیب و تناسب، اجتماع و اشتراک اور یکسانیت و ہم آہنگی کے ساتھ بناتی رہتی ہے کہ اس کی ہر بات ہماری عقلوں کو درماندہ کر دینے والی اور ہماری فکروں کی ساری توجیہوں اور تعلیلوں پر دروازہ بند کر دینے والی ہے.

قرآن کے الفاظ پر غور کرو! کس طرح معاملے کے دقائق واضح کر دیے ہیں؟ چوں کہ شہد کی مکھی کی =

بعد پھر نادان ہو جائے. بے شک اللہ (سب کچھ) جاننے والا، ہر بات کی قدرت رکھنے والا ہے! ٧٠.

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۗ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۞ ٧١

اور (دیکھو!) اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر با اعتبار روزی کے برتری دی ہے (کہ کوئی زیادہ کماتا ہے، کوئی کم کماتا ہے)، پھر ایسا نہیں ہوتا کہ جس کسی کو زیادہ روزی دی گئی ہے وہ اپنی روزی اپنے زیر دستوں کو لوٹا دے، حالانکہ سب اس میں برابر کے حق دار ہیں. پھر کیا یہ لوگ اللہ کی نعمتوں سے صریح منکر ہو رہے ہیں؟ ٧١

---

٧١ - دنیا میں انسانی معیشت کا کارخانہ اس طرح چل رہا ہے کہ ہر طرح کے فوائد و وسائل کے حصول کا دروازہ ہر انسان اور ہر گروہ پر کھول دیا گیا ہے. مگر کوئی چیز کسی کو خود نہیں مل جاتی، اسی کو ملتی ہے جو اس کے لیے جد و جہد کرے اور وہ تمام طریقے کام میں لائے جو حصول مقصد کے لیے ضروری ہیں. =

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ ۙقف	اور (دیکھو!) اللہ ہی نے تمہیں
وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى	پیدا کیا، پھر وہی ہے کہ جو
اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ	تمہاری زندگی پوری کر دیتا ہے
بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ	اور تم میں سے کوئی ایسا بھی
عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۧ ۷۰	ہوتا ہے جو (بڑھاپے کی) بدترین

٩ ع ١٠

عمر تک پہنچ جاتا ہے کہ (ذہن و عقل کی) سمجھ بوجھ رکھنے کے

= مصر میں کی اور پھر مصر سے "مصری" یورپ میں پہنچی۔

پس شہد کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لیے کیا گیا کہ دنیا کے اکثر حصوں میں مٹھاس کا مادہ اس کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ نیز نہ محض لذید غذا ہی نہیں ہے، بلکہ کتنی ہی بیماریوں کے لیے نسخۂ شفاء بھی ہے۔

"وحی" مخفی اشارے کو کہتے ہیں اور یہاں لغوی معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ فرمایا: یہ ربوبیت الٰہی کی وحی ہے جو تمام مخلوقات کو ان کے کاموں پر لگاتی ہے اور جس نے ایک حقیر سے جانور میں سعی و عمل کی ایسی حیرت انگیز قوت پیدا کر دی ہے!

= سے اسے محروم کردے، خواہ وہ طاقت ور ہو یا کمزور،
تندرست ہو یا بیمار، قابل ہو یا نا قابل، دولت مندوں کے
گھر پیدا ہو یا فقیروں کے، لیکن اگر انسان ہے تو ماں
کے پیٹ سے وہ یہ حق لے کر آیا ہے کہ زندہ رہے اور
زندگی کا سروسامان پائے!

لیکن ہر فرد زندگی کا سروسامان کیوں کر پاسکتا
ہے؟ جو کمزور ہے یا جو ایسے حالات میں پڑ گیا ہے کہ
کمانے کا موقع نہیں پاتا یا جو معذور اور لاچار ہو گیا ہے
وہ سروسامان معیشت کہاں سے پائے گا؟ قرآن کہتا ہے:
اس طرح کہ جن لوگوں کو کمائی کا زیادہ موقع ملا ہے،
ان کے ذمے خرچ کرنے کا فرض بھی زیادہ عائد ہو گیا
ہے۔ وہ اپنی کمائی کا ایک حصہ کمزوروں کو لوٹا دیں۔
"لوٹا دیں" کیوں کہ فی الحقیقت کمائی کی یہ زیادہ مقدار
ان افراد کے لیے تھی جو کمزوری کی وجہ سے حاصل نہ
کر سکے۔ اب چلی گئی ہے طاقت ور افراد کے پاس، اس
لیے چاہیے کہ حق داروں کو لوٹا دی جائے، یعنی جو ان
کا حق ہے وہ انھیں مل جائے۔

وہ کہتا ہے: یہ بات کہ تمھیں سامان معیشت کے زیادہ
کمانے کا موقع مل گیا ہے، تمھیں اس بات کا حق دار
نہیں بنا دیتی کہ اپنی ساری کمائی صرف اپنی انفرادی زندگی =

= لیکن ہر انسان کی ذہنی و جسمانی استعداد یکساں نہیں ہوتی اور چوں کہ یکساں نہیں ہوتی، اس لیے وسائل معیشت کے حصول کے اعتبار سے بھی سب کی حالت یکساں نہیں ہوئی. کسی نے وسائل معیشت پر زیادہ قابو پالیا، کسی نے کم، کسی کو کمانے کے زیادہ مواقع حاصل ہوگئے، کسی کو تھوڑے. پہلے جسمانی قوت میں مقابلہ ہوا اور طاقت ور نے کم زور کو مغلوب کرلیا، پھر ذہن و جسم کا مقابلہ شروع ہوا اور ذہنی قوت نے جسمانی قوت کو مقہور کرلیا.

آیت ۷۱ بھی قرآن کی ان آیتوں میں سے ہے جن سے ہم معلوم کرسکتے ہیں کہ اس بارے میں قرآن کی تعلیم کا رخ کس طرف ہے. اس سے معلوم ہوا کہ قرآن اس صورت حال سے تو تعرض نہیں کرتا کہ معیشت کے اعتبار سے تمام انسانوں کی حالت یکساں نہیں، کسی کے پاس زیادہ سامان معیشت ہے، کسی کے پاس کم. لیکن وہ یہ صورت حال برداشت نہیں کرسکتا کہ حصول رزق کے اعتبار سے لوگوں کی حالت یکساں نہ ہو، کسی کو ملے، کسی کو نہ ملے. وہ کہتا ہے: ہر انسان جو دنیا میں پیدا ہوا دنیا کے سامان و رزق سے حصہ پانے کا یکساں طور پر حق دار ہے اور کسی فرد اور گروہ کو حق نہیں کہ اس=

= حالت سے بے پروا ہو جائے۔ جو زیادہ کماتا ہے وہ اپنی کمائی دوسرے کو اٹھا کر نہیں دے دیتا، لیکن ایسا بھی نہیں کر سکتا کہ دوسرے کی یک قلم محرومی برداشت کر لے اور اس کے لیے اپنے کو ذمے دار نہ سمجھے۔ جو زیادہ کماتا ہے اس کے پاس زیادہ کمائی رہتی ہے، جو کم کماتا ہے اس کے پاس کم رہتی ہے، لیکن کھاتے پیتے سب ہیں، بھوکا کوئی نہیں رہ سکتا۔ کمائی میں سب الگ الگ جدوجہد کریں گے، کھانے میں سب ایک دوسرے کے شریک ہو جائیں گے۔

دنیا میں نسل و توارث کے قریبی رشتوں نے خاندانوں کی بنیاد ڈال دی ہے۔ یہ خاندانی زندگی ٹھیک اس زندگی کا ایک نمونہ ہے جو قرآن چاہتا ہے کہ تمام نوع انسانی کی ہو جائے۔ ایک خاندان میں مختلف افراد ہوتے ہیں اور استعداد کار کے لحاظ سے تمام افراد کی حالت یکساں نہیں ہوتی۔ کوئی فرد زیادہ کماؤ ہوتا ہے، کوئی کم، کوئی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ نہیں کماتا یا کچھ نہیں کما سکتا۔ جو زیادہ کماتا ہے وہ اپنی کمائی اپنے ہی پاس رکھتا ہے، ایسا نہیں کرتا کہ اٹھا کر دوسرے کو دے دے۔ لیکن باہمی رشتے داری نے باہمی فرائض و تعاون کا جو فرض عائد کر دیا ہے، اسے خاندان کا کوئی فرد نظر انداز نہیں کر سکتا۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ خاندان کا ایک =

=هی کے لیے روک لو، کیونکہ دنیا کے وسائل زندگی کسی خاص انسان کی حقیقی ملکیت نہیں ہو سکتے۔ یہاں جو کچھ ہے تمام نوع کے لیے ہے۔ پس اگر ایک فرد نے زیادہ کما لیا تو کما سکتا ہے، لیکن ایسا نہیں سمجھ سکتا کہ ساری کمائی اسی کی ہو گئی۔ جو کچھ اس نے کمایا ہے در اصل نوع انسانی کی ایک امانت ہے اور اس کے قبضے میں آ گئی ہے۔ وہ اس پر قابض رہ سکتا ہے، لیکن اسے صرف اپنے ہی لیے خاص نہیں کر لے سکتا۔ اس کا فرض ہے کہ خود بھی کھائے اور ان کم زوروں کو بھی کھلائے جو حصول معیشت سے محروم رہ گئے ہیں۔

در اصل قرآن کی اس تعلیم کی تہ میں یہ بنیادی اصل کام کر رہی ہے کہ وہ نوع انسانی کے مختلف افراد اور جماعتوں کو ایک دوسرے سے الگ اور منقطع تسلیم نہیں کرتا، بلکہ سب کو ایک ہی گھرانے کے مختلف افراد قرار دیتا ہے۔ ایسے افراد جو آپس میں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، ایک دوسرے کے شریک حال ہیں اور ایک دوسرے سے تعاون کرنے والے ہیں۔ بلا شبہ ان میں کا ہر فرد اپنے اپنے طور پر اپنی اپنی استعداد کے مطابق جد و جہد معیشت میں لگا ہوا ہے اور کوئی زیادہ کام یاب ہوتا ہے، کوئی کم، لیکن ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک فرد دوسرے فرد کی=

= در اصل ایک ہی گھرانے کے مختلف افراد ہیں۔ انسانیت ان کی نسل ہے اور کرۂ ارضی ان کا وطن ہے۔ بلا شبہ ان میں کا ہر فرد حق رکھتا ہے کہ اپنی اپنی حالت اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق معیشت کے وسائل حاصل کرے، لیکن اس کا حق نہیں رکھتا کہ اپنی کمائی کو صرف اپنے ہی لیے سمجھ لے اور اپنے کم زور بھائی کے لیے کچھ نہ نکالے۔ کمانے میں سب کی راہیں الگ ہوں گی، قبضہ و تصرف میں بھی سب الگ الگ رہیں گے، لیکن کھانے میں الگ نہیں رہ سکتے۔ یہ خدا کے اس عالم گیر گھرانے کے ہر فرد کا قدرتی حق ہے۔ وہ کما سکے یا نہ کما سکے، لیکن اسے زندہ رہنے کا سامان ملنا چاہیے۔

وہ کہتا ہے: کمائی کے حق کا دامن انفاق کی ذمے داری سے بندھا ہوا ہے۔ یہ دونوں لازم و ملزم ہیں۔ تم انہیں ایک دوسرے سے الگ نہیں کر سکتے۔ یہاں کمائی کرنے کے معنی ہی یہ ہیں کہ خرچ کرنے کی ذمے داری اٹھائی جائے۔ اگر تم کچھ نہیں کما سکتے، تم پر کوئی ذمے داری نہیں ہے۔ جونہیں تم کمانے لگے، تم پر ذمے داری عائد ہو گئی۔ اب یہ جتنی بڑھتی جائے گی انفاق کی ذمے داری بھی بڑھتی جائے گی۔ ہر پیسہ جو تمہاری جیب میں آئے گا انفاق کی ایک تازہ ذمے داری =

= فرد خود تو عیش وعشرت کی زندگی بسر کرے، لیکن دوسروں کو فقر وفاقے کی حالت میں ہلاک ہونے کےلیے چھوڑ دے۔ کمانے میں سب کی راہیں الگ ہوتی ہیں اور نتائج بھی سب کو ایک طرح کے پیش نہیں آتے، لیکن کھانے میں سب ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی فکر سے غافل نہیں ہو سکتے۔ اگر خاندان کا ایک فرد زیادہ کماتا ہے تو وہ محسوس کرتا ہے کہ خرچ کرنے کی ذمے داری بھی اس پر زیادہ عائد ہوگئی ہے اور دوسرے بھی سمجھتے ہیں کہ یہ زیادہ کماتا ہے تو اسے ہماری خبر گیری بھی دوسروں سے زیادہ کرنی چاہیے۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی خاندان کے مختلف افراد ہوتے ہیں، مگر باہمی تعاون و اشتراک کا فرض بھلا دیتے ہیں۔ ایک بھائی لاکھوں کماتا ہے، دوسرا بھائی بھوکا مرتا ہے۔ لیکن دنیا ایسے آدمی کو ملامت کرے گی۔ وہ کہے گی: یہ ننگ خاندان ہے۔ اس نے یہ بات کیسے گوارا کرلی کہ خود تو عیش و عشرت کی زندگی بسر کرے اور اس کا بھائی ایک ایک دانے کو ترسے۔

قرآن چاہتا ہے ایسا ہی اعتقاد نوع انسانی کے تمام افراد میں پیدا ہو جائے۔ وہ کہتا ہے: تمام افراد انسانی =

= کی جا سکتی اگر انفاق سے انکار کرتی ہو۔ ہو وہ کمائی جو محض ''اکتناز'' کے لیے ہو اور انفاق کے لیے دروازہ کھلا نہ رکھے، قرآن کے نزدیک ناجائز، ناپاک اور مستحق عقوبت ہے۔

چنانچہ یہاں آیت ۷۱ میں فرمایا: ''واللہ فضل بعضکم علیٰ بعض فی الرزق'' سرو سامان رزق کے اعتبار سے سب کی حالت یکساں نہ ہوئی، کسی کے پاس زیادہ ہے، کسی کے پاس کم ہے، کوئی بالکل محروم ہے۔ ''فما الذین فضلوا برادی رزقهم علیٰ ما ملکت ایمانهم'' پھر جن لوگوں کو رزق میں برتری دی گئی ہے وہ ایسا کرنے والے نہیں کہ اپنے کمائے ہوئے رزق اپنے غلاموں اور زیر دستوں کو دے دیں۔ ''فهم فیه سوآء'' حالانکہ جو رزق انھوں نے کمایا ہے وہ کچھ ان کا خلق کیا ہوا نہیں ہے، اللہ ہی کا دیا ہوا ہے اور اس لیے رزق کے حق دار ہونے میں وہ سب برابر ہیں، خواہ کوئی زیر دست ہو کر محروم ہو گیا، خواہ کوئی زبردست ہو کر خوش حال ہو گیا ہو۔ ''افبنعمة اللہ یجحدون'' پھر کیا یہ اللہ کی نعمت کے منکر ہیں؟ ''اللہ کی نعمت کے'' کیوں کہ دنیا میں جس قدر سرو سامان معیشت ہے وہ در اصل فطرت ہی کی پیداوار ہے، کسی فرد انسانی کی =

= اپنے ساتھ لائے گا ۔ تمھاری کمائی کی راہ میں کوئی روک نہیں ، تم جس قدر کما سکتے ہو کماؤ ۔ بلکہ چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ کماؤ ، لیکن یہ نہ بھولو کہ زیادہ سے زیادہ کمانا زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کو کہتے ہیں ۔

وہ کہتا ہے : افراد کے ہاتھ کمائی کے لیے ہیں ، لیکن جماعت کا حق خرچ کرانا ہے ۔ افراد جتنا کما سکتے ہیں کمائیں ، لیکن ڈھیر لگانے کے لیے نہیں ، خرچ کرنے کے لیے ۔

یہی وجہ ہے کہ وہ "اکتناز" کو روکنا چاہتا ہے ، یعنی چاندی سونے کے ڈھیر لگانے کو اور کہتا ہے : ان کے لیے عذاب الیم کی بشارت ہے جو ڈھیر لگاتے ہیں اور خرچ نہیں کرتے : "و الذین یکنزون الذھب و الفضة و لا ینفقونھا" (۹ : ۳٤) ، شرح اس کی سورۂ توبہ میں گزر چکی ۔

اس تمام تفصیل سے معلوم ہوا کہ جہاں تک نظام معیشت کا تعلق ہے قرآن نے اکتساب مال کا معاملہ انفاق مال کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے ۔ وہ فرد کے حق اکتساب سے تعرض نہیں کرتا ، لیکن اس حق کو انفاق کی ذمے داری کے ساتھ باندھ دیتا ہے ۔ جس قدر کما سکتے ہو کماؤ ، لیکن کوئی کمائی جائز تسلیم نہیں =

وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ	اور (دیکھو!) اللہ نے تمھیں
اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ	میں سے تمھارے لیے جوڑے
لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ	پیدا کر دیے ا یعنی مرد کے لیے
وَ حَفَدَةً وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ	عورت اور عورت کے لیے
الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ	مرد) اور تمھارے جوڑوں
يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ	سے تمھارے لیے بیٹے اور
هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۙ ۷۲	پوتے پیدا کر دیے (کہ

ان سے تمھاری زندگی ایک وسیع خاندان کی نوعیت اختیار کر لیتی ہے)۔ نیز تمھاری روزی کے لیے اچھی اچھی چیزیں مہیا کر دیں۔ پھر کیا یہ لوگ جھوٹی باتیں تو مان لیتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی حقیقت سے انکار کرتے ہیں؟ ۷۲

= جو ہم نے قرار دیا ہے، یعنی یہ صریح تساوی حال کی خبر ہے نہ کہ اس کی نفی۔ اور جب مطلب ٹھیک ٹھیک بیٹھ رہا ہے تو پھر کونسی وجہ ہے کہ جگہ سے ہٹنے کے لیے مضطرب ہوں۔

۷۲ - آیت ۷۲ میں ربوبیت الٰہی کی نعمتوں میں سے =

ہے پیدا کی ہوئی نہیں ہے اور اگر ایک فرد کے قبضے میں آجاتی ہے تو یہ ایک اللہ کا فضل ہے۔ بس چاہیے کہ اس کی شکر گزاری بجا لائی جائے، نہ یہ کہ کفران نعمت کیا جائے۔ اس کی شکر گزاری کیا ہے؟ ان افراد پر خرچ کرنا جو اس کے حصول سے محروم ہیں۔

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ایک یہ کہ سرو سامان معیشت سب کے پاس یکساں نہیں اور یہ اختلاف حال قدرتی ہے، اسی لیے اسے اللہ نے براہ راست اپنی طرف منسوب کیا۔ دوسری یہ کہ رزق کے حق دار ہونے میں سب برابر ہوئے، خواہ کوئی آقا ہو، کوئی مملوک، کوئی طاقت ور ہو، کوئی زیردست۔ چوں کہ یہ دونوں باتیں یک جا ہوکر اس سوال پر روشنی ڈالتی ہیں کہ نظام معیشت کے معاملے میں قرآن کا رخ کس طرف ہے، اس لیے ضروری تھا کہ مندرجۂ صدر تشریحات اسی محل میں کر دی جائیں۔

اس آیت میں ”فهم فیه سوآء“ کا مطلب قرار دیتے ہوئے بعض مفسرین نے اسے عدم تساوی حال پر محمول کیا ہے اور تقدیر عبارت یوں قرار دی ہے کہ ”افهم فیه سواء“؟ بعضوں نے ”فهم“ کی فاء کو حتیٰ کے معنوں میں لیا ہے، لیکن جملے کا صاف مطلب وہی ہے ــ

کسی بات کا مقدور ہے ۷۳ ۔

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ	پس (دنیا کے بادشاہوں پر
اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ	قیاس کرکے) اللہ کے لیے مثالیں
لَا تَعْلَمُوْنَ ۞ ۷٤	نہ گھڑو ۔ اللہ جانتا ہے اور تم

کچھ نہیں جانتے ۷٤ ۔

۷٤ - آیت ۷٤ میں فرمایا : " فلا تضربوا للہ الامثال " اپنے جی سے اللہ کے لیے مثالیں نہ گھڑو ۔

انسان کی ساری درماندگی اس راہ میں یہ ہے کہ اپنے معیار خیال سے اللہ کا تصور آراستہ کرنا چاہتا ہے اور اس کے لیے مثالیں تراشتا ہے ، حالانکہ اس کے سارے تصور ، اس کے سارے قیاسات ، اس کی ساری تمثیلیں اس کے لیے ٹھوکروں پر ٹھوکریں اور گمراہیوں پر گمراہیاں ہو جاتی ہیں ۔ وہ اپنی سونچی ہوئی تمثیلوں میں جتنا بڑھتا جاتا ہے ، اتنا ہی حقیقت سے دور ہوتا جاتا ہے ، کیوں کہ وہ جتنی بھی تمثیلیں بناتا ہے اپنے ادراک و احساسات کے اندر رہ کر بناتا ہے اور ذات مطلق اس دائرے کی رسائی سے ماوراء ہے :

اے بروں از وہم و قال و قیل من
خاک بر فرق من و بر تمثیل من

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	یہ اللہ کے سوا ان ہستیوں کی
مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ	پوجا کرتے ہیں جو آسمان
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا	و زمین سے رزق دینے کا کچھ
وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ٧٣	اختیار نہیں رکھتے اور نہ انہیں

= تین نعمتوں کا ذکر کیا ہے: ایک یہ کہ اس نے انسان کی زندگی دو مختلف جنسوں مرد اور عورت میں تقسیم کر دی اور پھر ایک کو دوسرے کا ساتھی بنا دیا، یعنی ازدواجی زندگی کا نظام قائم کر دیا. دوسری یہ کہ ازدواجی زندگی سے خاندانی زندگی پیدا ہو گئی. اولاد پیدا ہوتی ہے، پھر ان کی اولاد ہوتی ہے اور اس طرح ایک دائرہ قریبی رشتہ داروں کا بن جاتا ہے جس کا ہر فرد دوسرے فرد سے وابستہ ہوتا ہے اور اسی وابستگی سے اجتماعی زندگی کی ساری برکتیں اور راحتیں حاصل ہوتی ہیں. تیسری یہ کہ اس کی غذا کے لیے اچھی چیزیں پیدا کر دیں جو نہ صرف مفید ہیں، بلکہ خوش گوار ہیں، خوش رنگ ہیں، خوش بو ہیں.

اس مقام کی تشریح کے لیے تفسیر فاتحہ کا مبحث "تسکین حیات" دیکھنا چاہیے.

= ساتھ ھی کرے گا. غیر مشخص اور سلبی حقیقت کا تصور اس کی فطری طاقت سے باھر ھے . اور اگر بہ تکلف وہ ایسا تصور پیدا بھی کرنا چاھے تو یہ اس کے لیے کوئی زندہ عامل تصور نہیں ھو سکتا .

یہ بات کہ اس کی فطرت میں ایك ایسی ھستی کا وجدانی اعتقاد موجود ھے ، اس بات کا بھی فطری ثبوت ھے کہ اسے اس کا تصور کرنا چاھیے ، یعنی فطرت کا تقاضا ھے کہ وہ تصور کرے ، وہ وجدانی طور پر مجبور ھے کہ تصور کرے. لیکن جب وہ تصور کرے گا تو یہ ایك انسان ھی کا تصور ھو گا . ماوراء انسانیت تصور نہیں ھو گا اور انسانی تصور تشخص کی پرچھائیں سے منزہ نہیں ھو سکتا .

اس تصور کا ولولہ انسان کی فطرت میں کیوں ابل رھا ھے ؟ اس لیے کہ اس کے معنوی ارتقاء کے لیے ایك نصب العین کی ضرورت تھی اور یہ نصب العین اللہ کی ھستی کے سوا اور کچھ نہیں ھو سکتا . مخلوقات میں جتنی چیزیں ھیں سب اس سے پست ھیں . وہ بلند ھونے کے لیے ان کی طرف نہیں دیکھ سکتا . اسے ایك ایسی ھستی کی ضرورت ھے جو سب سے بلند ھو اور زیادہ سے زیادہ بلندیوں تك اسے کھینچنے والی ھو . یہ صرف =

= جہاں تك تصور الٰہی کی تنزیہ کا تعلق ہے قرآن کی دو چھوٹی چھوٹی آیتوں میں سب کچھ کہہ دیا گیا ہے، حن میں سے ایك آیت یہ ہے، دوسری "لیس کمثلہ شیء" (٤٢ : ١١) . تنزیہ کے بارے میں تم جو کچھ بھی کہو اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتے: اس کے لیے تمثیلیں نہ گھڑو، وہ ان ساری چیزوں میں سے کسی چیز کے بھی مثل نہیں ہے حس کا تم تصور کر سکتے ہو .

لیکن اگر قرآن کے تصور الٰہی کی تنزیہ کا یہ حال ہے تو پھر کیوں اس نے صفات کا اثبات کیا؟ صفات کے اثبات کا لازمی نتیجہ تشخص (٤) ہے اور تشخص پیدا ہوا تو اطلاق باقی نہ رہا اور اطلاق باقی نہیں رہا تو تنزیہ بھی اپنی بلندی سے نیچے اتر آئی .

اس لیے کہ اگر تنزیہ کا مطلب یہ سمجھا جائے تو انسان کے تصور کے لیے کچھ باقی نہیں رہتا . خدا کا تصور محض ایك سلبی (٥) تصور ہو جاتا ہے اور سلبی تصور سے خدا پرستی کی زندگی پیدا نہیں ہوسکتی . خدا کا ایسا تصور اس کی فطرت کے لیے ایك ناقابل برداشت بوجھ ہو جائے گا . وہ وجدانی طور پر ایك خالق و پروردگار ہستی کا یقین رکھتا ہے تو نا گزیر ہے کہ اس کا تصور بھی کرے اور جب تصور کرے گا تو تشخص کے =

= ایک ایک لمحہ کیا کہہ رہا ہے؟ کیا ممکن ہے کہ انسان اس کی طرف سے کان بند کر لے؟ کیا ہو سکتا ہے کہ وہ آنکھیں کھولنے سے انکار کر دے؟ یہاں کی ہر چیز گواہی دے رہی ہے کہ کسی بنانے والے میں بنانے اور سنوارنے کی صفتیں ہیں اور اس کی صفتوں کے ہم نقش و نگار ہیں۔ انسان یہ سارے نقش و نگار دیکھتا ہے اور ان میں حقیقتیں پاتا ہے، پس ان کا تصور اسے کرنا ہی پڑے گا۔ وہ دیکھتا ہے کہ یہاں حسن و جمال ہے، اس لیے اسے تصور کرنا ہی پڑے گا کہ اس میں حسن و جمال ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ یہاں پروردگاری ہے، اس لیے اسے تصور کرنا ہی پڑے گا کہ وہ پروردگار ہے۔

پس اس راہ کی ٹھوکر اثبات صفات میں نہ ہوئی، اس میں ہوئی کہ صفات کیسی ہونی چاہییں؟ ذہن انسانی نے جب کبھی نقشہ کھینچنا چاہا تو اپنی رسائی فکر کے مطابق تمثیلیں بنائیں اور اسی میں گم راہ ہوا۔ انبیاء کرام کی دعوت کا مقصد یہ رہا کہ اس گم راہی سے دنیا کو نجات دلائیں اور صفات الٰہی کا صحیح تصور پیدا کر دیں۔ قرآن کا تصور الٰہی اسی لیے تصور کی تکمیل ہے کہ اس نے تنزیہ کا مقصد بھی پورا کر دیا اور صفات الٰہی =

= الله کا تصور ہے ۔ یہی تصور ہے جو اس کے لیے
اڑنے اور اونچے ہونے کا ایک ایسا نصب العین بہم پہنچا
دیتا ہے جس سے بلند تر کوئی نصب العین نہیں ہو سکتا
اور یہاں جو کچھ ہے سب اس سے فروتر ہے ۔ یہ اس کے
آگے مقام انسانیت کی غیر محدود ترقیوں کی شاہ راہ
کھول دیتا ہے ۔ بس ضروری ہے کہ وہ اپنے سامنے
ایک تصور رکھے اور تصور رکھے تو یہ ایک ایجابی
تصور ہو، محض نفی و سلب نہ ہو ۔ نفی و سلب اسے کچھ
نہیں دے سکتا، اسے کھینچ نہیں سکتا، اسے اپنی آغوش
میں لے نہیں سکتا ۔ اور اس کا وجدان ایک ایسی ہستی
کے لیے تشنہ ہے جو دینے والی ہو، بلانے والی ہو،
کھینچنے والی ہو، اپنے حسن و جمال کی صفتوں کے اندر
سے جھانکنے والی ہو!

اس کی پیاس صرف اس سے نہیں بجھ سکتی کہ اسے
بتلا دیا جائے خدا کی ذات ایسی نہیں ہے، ایسی نہیں ہے ۔
اس کی طلب و احتیاج تو کسی ایسے کو ڈھونڈ رہی ہے
جو بتلائے: میں ایسا ہوں اور مجھ میں ایسی ایسی
صفتیں ہیں ۔

پھر تمام کائنات ہستی کی پکار کیا ہے جو انسان کے
چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے؟ اور خود اس کی ہستی کا =

= و جمال، کبریائی و کمال اور علو و عظمت کی بات تھی . لیکن اس نے کم راھی فکر سے بری باتیں ، گری ھوئی باتیں ، نا سزا باتیں گھڑ لیں ، یعنی "مثل السوء" سے کام لیا ، "المثل الاعلیٰ" نه پا سکا ، حالانکه الله کے لیے جو بات ھو گی "المثل الاعلیٰ" ھی کی ھو گی ، "مثل السوء" کی نہیں ھو سکتی . قرآن نے اسی "المثل الاعلیٰ" کا جمال حقیقت نمایاں کر دیا ھے اور یہی "المثل الاعلیٰ" ھے جسے سورۂ اعراف میں "اسماء الحسنیٰ" سے تعبیر کیا اور "مثل السوء" کے لیے "الحاد فی الاسماء" کی تعبیر اختیار کی : "و لله الاسماء الحسنیٰ فادعوه بها ص و ذروا الذین یلحدون فی اسمآئه ط سیجزون ما کانوا یعملون" (۷ : ۱۸۰) .

ایک دوسری جگه فرمایا : "له الاسماء الحسنیٰ ط یسبح له ما فی السمٰوٰت و الارض ج و هو العزیز الحکیم" (۵۹ : ۲٤) اس کے لیے حسن و خوبی کی صفتیں ھیں اور آسمانوں میں اور زمین میں جتنی مخلوقات ھیں سب اس کی تسبیح کر رھی ھیں ، یعنی تمام کائنات ھستی ان صفتوں کی شہادت دے رھی ھے . آسمان و زمین کی ھر چیز ان صفتوں کا اعتراف ھے ، ان صفتوں کی نمود ھے ، اس کی پاکی و کبریائی کے اعلان میں تسبیح کی زبان ھے ، تقدیس کی پکار ھے .

= کا کامل نقشہ بھی کھینچ دیا۔ اس نے ایک طرف تو ہر طرح کے تمثل و تجسم کا دروازہ بند کردیا کہ "لا تضربوا للہ الامثال" اور "لیس کمثلہ شیء"۔ اور دوسری طرف اس کی صفتوں سے بھی ہمیں آشنا کردیا جو تمام تر "حسنیٰ" ہیں، یعنی حسن و خوبی کی صفتیں ہیں اور جنہیں ہم کائنات ہستی کے ایک ایک ذرہ سے پوچھ لے سکتے ہیں اور ایک ایک ذرہ کے منہ سے سن لے سکتے ہیں! "شہد اللہ انہ لآ الٰہ الا ھو، و الملٰئکۃ و اولوا العلم قائماً م بالقسط ط لآ الٰہ الا ھو العزیز الحکیم" (۳: ۱۸)۔

اس کی تنزیہ بھی کامل ہے، کیوں کہ تشبہ اور تجسم کی پرچھائیں بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ اس کی بتلائی ہوئی صفتیں بھی اعلیٰ ہیں، کیوں کہ سرتاسر حسن، سرتاسر کبریائی، سرتاسر عظمت و جلال ہیں۔

اسی سورت کی آیت ٦٠ میں گزر چکا ہے:

"للذین لا یؤمنون بالاٰخرۃ مثل السوء ج و للہ المثل الاعلیٰ" افسوس ہے کہ اس آیت کا مطلب لوگوں نے نہیں سمجھا۔ اس میں بھی یہی حقیقت واضح کی گئی ہے۔ قرآن اس سے نہیں روکتا کہ انسان خدا کے تصور کے لیے ایک بات دھیان میں لائے، لیکن وہ بات کیسی ہونی چاہیے؟ یہیں اسے ہمیشہ ٹھوکر لگی۔ وہ اسے نہیں پا سکا، وہ حسن =

= کیوں که همارا "وه" کہنا بھی تشخص کی آلودگی سے منزہ نہیں ہو سکتا . یا پھر تجسم کی پستی میں گرے تو ایسے گرے که نه صرف تشخص کو اس کی ساری تمثیلوں اور جسمانیتوں کے ساتھ جائز کر دیا، بلکه اس کے سب سے زیادہ ادنٰی اور اسفل درجے کی بھی اجازت دے دی، یعنی مورتی پوجا کی . چنانچه هم دیکھتے هیں که ویدانت کی توحید وجودی کا مسلك فلسفه کا ایك مذهب بن گیا، لیکن انسان کا عملی مذهب نه بن سکا . عملی مذهب کے لیے اصنام پرستی هی اختیار کرنی پڑی .

نفی صفات اور استغراق اطلاق کا بھی مسلك هے جسے اصحاب حدیث نے "تعطیل" سے تعبیر کیا هے، قرآن کی توحید تنزیه پر مبنی هے، تعطیل پر نہیں هے .

تاریخ اسلام میں سب سے پہلے نفی صفات کی صدا جہم بن صفوان نے بلند کی جس کی طرف جهمیه منسوب هیں، پھر متکلمین و نظار کے مختلف گروه اس سے کم و بیش متأثر هوئے . باطنیه کا مذهب اثبات و نفی بھی اسی پر مبنی تھا، یعنی وه اثبات کے ساتھ نفی بھی کر دیتے تھے اور کہتے تھے "النور لا نور" اور "الحکیم لا حکیم". توجیه اس کی یه کرتے تھے که اثبات حقیقت صفات کے لیے هے، نفی تشبه کے لیے .

= بہر حال اثبات صفات ایك ایسی حقیقت ہے جس کی
وجدانی طلب فطرت انسان میں موجود ہے اور اس لیے
اس حد تك تشخص کا ہونا فطری مطالبہ پورا کرنا ہے۔
اگر اس سے اعراض کیا جائے گا تو غیر فطری بات
ہو جائے گی اور انسان کی وجدانی پیاس کبھی نہیں بجھے گی۔
ہندوستان کے فلسفہ ویدانت نے (٦) نفی صفات کا مسلك
اختیار کیا اور تشخص کو مٹانا چاہا، لیکن عملاً نتیجہ
کیا نکلا؟ یہ نکلا کہ نہ صرف تشخص کی بلکہ تجسم
تك کی لوگوں کو اجازت دے دینی پڑی۔ کیوں کہ انہوں
نے محسوس کیا کہ غیر مشخص تصور سے خدا پرستی
کی پیاس بجھ نہیں سکتی اور ضروری ہے کہ فکر انسانی
کے سامنے ایك چیز لائی جائے۔ اس کا وجدان بغیر اس
کے مطمئن نہیں ہو سکتا کہ کوئی نہ کوئی صورت سامنے
دیکھے۔ اگر صفات کی صورت نہ ہوگی تو پتھر کی
مورتی تراش لے گا:

کرے کیا کعبہ میں جو سرّ بت خانہ سے آگہ ہے
یہاں تو کوئی صورت بھی ہے واں اللہ ہی اللہ ہے

یا تو تنزیہ میں اس قدر بلند ہونا چاہا تھا کہ اثبات
صفات بھی ان پر شاق گزرا حتیٰ کہ اس کے بھی روادار
نہ ہوے کہ اس کی طرف "وہ" کہہ کے اشارہ کریں؛ =

مَوْلٰىهُ لا اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ	بات کے کرنے کی قدرت نہیں ،
لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ط هَلْ يَسْتَوِىْ	اپنے آقا پر ایك بوجھ ، جہاں
هُوَ لا وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ لا	کہیں بھیجے کوئی خوبی کی
وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ع ٧٦	بات اس سے بن نہ آئے. دوسرا

١٠ ع ١٦

ایسا ھے کہ (گونگے ھونے کی جگہ) لوگوں کو عدل و انصاف کی باتوں کا حکم دیتا ھے اور خود بھی (عدل و راستی کے) سیدھے راستے پر ھے. کیا پہلا آدمی اور یہ دونوں برابر ھوسکتے ھیں؟ ٧٦

---

٧٥ و ٧٦ - اس آیت کے بعد دو مثالیں بیان کی ھیں: "ضرب الله مثلا عبدا مملوکا" اور "و ضرب الله مثلا رجلین احدهما ابکم":

(ا) پہلی مثال میں فرمایا: اگر تمہیں احتیاج ھو تو تم کس کے پاس جاؤ گے؟ ایك غلام کے پاس جو کسی دوسرے کے اختیار میں ھے اور خود کوئی اختیار نہیں رکھتا، یا اس کے پاس جو مالك و مختار ھے اور جس طرح چاھے اپنا مال خرچ کرسکتا ھے؟ کیا دونوں برابر ھوسکتے ھیں: ایك بے بس غلام اور ایك مالك و مختار آقا؟ اگر نہیں =

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا	الله ایك مثال بیان کرتا ھے (اس
مَّمْلُوْكًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰی	پر غور کرو!) ایك غلام ھے
شَیْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا	کسی دوسرے آدمی کی ملك ،
رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ یُنْفِقُ	وہ خود کسی بات کی قدرت
مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًاؕ هَلْ	نہیں رکھتا . اور ایك دوسرا
یَسْتَوٗنَؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِؕ	آدمی ھے (خود مختار)، ھم نے
بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝٧٥	اپنے فضل سے اسے اچھی روزی

دے رکھی ھے اور وہ ظاھر و پوشیدہ (جس طرح چاھتا ھے) اسے خرچ کرتا ھے . اب بتلاؤ کیا یہ دونوں آدمی برابر ھوسکتے ھیں؟ ساری ستایش الله کے لیے ھے (اس کے برابر کوئی نہیں) مگر اکثر آدمی ھیں جو نہیں جانتے! ٧٥

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَیْنِ	اور (دیکھو!) الله نے ایك
اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا یَقْدِرُ	(اور) مثال بیان فرمائی: دو آدمی
عَلٰی شَیْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰی	ھیں، ایك گونگا ھے ، کسی

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ٧٧

اور آسمانوں اور زمین کی جتنی مخفی باتیں ھیں سب کا علم اللہ ھی کے پاس ھے . اور (آنے والے) مقررہ وقت کا معاملہ بس ایسا سمجھو جیسے آنکھ کا جھپکنا ، بلکہ اس سے بھی جلد تر . بے شك اللہ کی قدرت سے کوئی بات باھر نہیں ٧٧ .

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ

اور (دیکھو!) اللہ نے تمھیں تمھاری ماؤں کے شکم سے نکالا اور اس حال میں نکالا کہ تم

=زندگی کیا ھے؟ بہری گونگی زندگی ، عقل وحواس تاراج کردینے والی ، جس راہ میں قدم اٹھائے کوئی خوبی کی بات حاصل نہ کرسکے .

قرآن ھر جگہ ایمان کو عقل و بصیرت اور ھدایت و رہ نمائی کی راہ قرار دیتا ھے اور کفر کو جہل و کوری اور تعطل و ھیچ کاری سے تعبیر کرتا ھے .

= هوسکتے تو اس سے بڑھ کر عقل کی ہلاکت اور کیا ہوسکتی ہے کہ تم اپنی حاجتوں اور مصیبتوں میں ان کے آگے جھکتے ہو جو خود اللہ کے بندے ہیں اور اپنی ساری احتیاجوں میں اس کی بخشایش کے محتاج ۔ اور اس کی طرف سے گردن موڑ لیتے ہو جس کے اختیار میں سب کچھ ہے اور کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ پکڑنے والا ہو!

(ب) دوسری مثال ایمان اور کفر کی مثال ہے ۔ فرمایا: فرض کرو دو آدمی ہوں: ایک گونگا بہرا، اپنے ساتھیوں کے لیے بوجھ، کوئی کام بھی اس سے بن نہ پڑے ۔ دوسرا متکلم اور رہ نما، فلاح و کام یابی کی راہ چلنے والا اور دوسروں کو بھی راہ دکھانے والا ۔ تو کیا ان دونوں کی حالت میں تمھیں کوئی فرق نہیں دکھائی دے گا؟ تمھاری نگاہ میں دونوں کا حکم ایک ہی ہوگا؟ اگر نہیں ہوگا اور تم بے اختیار بول اٹھوگے کہ کہاں ایک گونگا بہرا اور کہاں ایک گویا اور کار فرما، تو پھر کیا ہوگیا ہے کہ تم ایمان کی زندگی پر کفر کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو؟ ایمان کی زندگی کیا ہے؟ عقل و بصیرت کی زندگی جو خدا کے دیے ہوے حاسوں سے کام لیتی، خود بھی سیدھی راہ چلتی اور دوسروں کی بھی رہ نمائی کرتی ہے ۔ کفر کی =

اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ؀ [79]

کیا پرندوں کو نہیں دیکھتے جو آسمان کی فضا میں مطیع و منقاد (اڑ رہے) ہیں؟ اللہ کے سوا کون ہے جو انہیں تھامے ہوے ہے؟ بلا شبہ ایمان والوں کے لیے اس بات میں (قدرت حق کی) بڑی ہی نشانیاں ہیں [79].

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا

اور (دیکھو!) اللہ نے تمہارے گھروں کو تمہارے لیے سکونت کی جگہ بنا دیا۔ نیز تمہارے لیے چار پایوں کی

= پر توجہ دلائی ہے کہ کس طرح کرۂ ارضی کی ہر پیداوار میں تمہارے لیے افادہ و فیضان کی نوعیت پیدا ہوگئی ہے۔ اور کوئی شے نہیں جو تمہاری کسی نہ کسی کار برآری کا ذریعہ نہ ہو۔ اس مقام کی تشریح تفسیر فاتحہ کے مبحث «افادہ و فیضان فطرت» میں ملے گی۔

السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـئِدَةَ لا	کچھ بھی نہیں جانتے تھے (یعنی
لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝ ٧٨	علم و ادراک سے محروم تھے)

پھر تمہارے لیے شنوائی، بینائی اور عقل کی قوتیں پیدا کردیں تاکہ تم شکر گزار ہو ٧٨ .

---

٧٨ - آیت ٧٨ میں فرمایا: وہ کون ہے جس نے عقل و حواس کا چراغ تمہارے نہاں خانۂ دماغ میں روشن کردیا ہے؟ جب تم پیدا ہوتے ہو تو تمہاری تمام ذہنی قوتیں بظاہر معدوم ہوتی ہیں، لیکن پھر جوں جوں بڑھتے جاتے ہو حواس کی قوتیں ابھرنے لگتی ہیں، ادراک کا جوہر ابھرنے لگتا ہے اور عقل کا چراغ روشن ہوجاتا ہے .

اس آیت اور اس کی ہم معنیٰ آیات میں ربوبیت الٰہی کی معنوی پروردگاریوں سے استدلال کیا ہے اور یہ حقیقت واضح کی ہے کہ اللہ کی ربوبیت نے انسان کے لیے عقلی ہدایت کا سر و سامان کردیا اور یہی ہدایت ہے جس نے اسے تمام مخلوقات ارضی میں سب سے بلند مقام پر پہنچادیا ہے . تشریح کے لیے تفسیر فاتحہ کے مبحث «برھان ربوبیت» کا مطالعہ کرو .

اس کے بعد کی آیات میں بھی ربوبیت الٰہی کی بخششوں =

اور لباس پیدا کردیا کہ (لو کی) گرمی سے بچاتا ہے، نیز آہنی لباس جو (ہتیاروں کی) زد سے بچاتا ہے۔ (دیکھو!) اس طرح اللہ اپنی نعمتیں پوری طرح بخش رہا ہے تاکہ اس کے آگے (اطاعت میں) جھک جاؤ ۸۱۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ ۸۲ — پھر (اے پیغمبر!) اگر اس پر بھی لوگ اعتراض کریں (اور سمجھنے بوجھنے کے لیے تیار نہ ہوں) تو (ان کی فکر چھوڑ دو!) تمہارے ذمے جو کچھ ہے وہ صرف یہی ہے کہ صاف صاف پیغام حق پہنچا دینا ۸۲۔

يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ ع ۸۳ — یہ اللہ کی نعمتیں پہچانتے ہیں پھر بھی اس سے انکار کرتے ہیں اور اکثر ایسے ہیں جنہیں سچائی سے (قطعاً) انکار ہے ۸۳۔

١١ ع ١٧

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝ ۸۴ — اور جس دن ایسا ہوگا ہم ہر امت میں سے ایک گواہی دینے والا (یعنی پیغمبر) اٹھا کھڑا

يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ لا	کھالوں سے گھر بنا دیے (یعنی
وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا	خیمے جنھیں ایك جگه سے دوسری
وَ اَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا	جگه اپنے ساتھ لیے پھرتے هو)
اِلٰی حِیْنٍ ۝ ٨٠	کوچ کرو یا اقامت کی حالت

میں هو، دونوں حالتوں میں نهایت سبك . اور پھر چار پایوں کی اون سے اور روؤں سے اور بالوں سے کتنے هی سامان اور مفید چیزیں بنادیں که ایك خاص وقت تك کام دیتی هیں ٨٠ .

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ	اور الله نے اپنی پیدا کی هوئی
ظِلٰلًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ	چیزوں سے تمهارے لیے سایے
الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّ جَعَلَ	پیدا کردیے (که جنهیں خیمے
لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ	میسر نهیں هوتے وه درختوں،
الْحَرَّ وَ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ	مکانوں اور پهاڑوں کے سایے
بَاْسَكُمْ ط كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ	میں پناه لیتے هیں) اور پهاڑوں
عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ ٨١	میں پناه لینے کی جگهیں بنا دیں

وَ اَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ﹰ اور اس دن سب اللہ کے آگے

السَّلَمَ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ سر اطاعت جھکا دیں گے اور وہ

مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ ٨٧ ساری افترا پردازیاں ان سے

کھوئی جائیں گی جو (دنیا میں) کیا کرتے تھے ٨٧ ۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ جن لوگوں نے کفر کیا اور

سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا

فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا تو ان کی شرارتوں کی پاداش

يُفْسِدُوْنَ ۝ ٨٨ میں ہم نے ان کے عذاب پر ایک

اور عذاب بڑھا دیا (کہ ایک عذاب کفر کا ہوا، دوسرا راہ حق سے

روکنے کا) ٨٨ ۔

وَ يَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ اور وہ (آنے والا) دن

شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ جب ہم ہر ایک امت میں ایک

وَ جِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى گواہ (یعنی پیغمبر) اٹھا کھڑا

هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ کریں گے جو انہیں میں سے

کریں گے ، پھر کافروں کو اجازت نہ دی جائے گی (کہ زبان کھولیں) نہ ھی ان سے کہا جائے گا کہ توبہ کریں ٨٤.

وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ٨٥

اور جن لوگوں نے ظلم کیا ھے جب وہ عذاب اپنے سامنے دیکھیں گے تو ایسا ھرگز نہ ھوگا کہ ان پر عذاب ھلکا کردیا جائے ، نہ ھی انھیں مہلت دی جائے گی ٨٥.

وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ٨٦

اور جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھیرائے ھیں جب (قیامت کے دن) اپنے بنائے ھوئے شریکوں کو دیکھیں گے تو پکار اٹھیں گے "اے پروردگار! یہ ھیں ھمارے (بنائے ھوئے) شریک جنھیں ھم تیرے سوا پکارا کرتے تھے". اس پر وہ بنائے ھوئے شریک ان کی طرف اپنا جواب بھیجیں گے: "نہیں! تم سراسر جھوٹے ھو" ٨٦.

تاکه (سمجھو اور) نصیحت پکڑو ۹۰.

۹۰ - آیت ۸۹ میں سلسلۂ بیان نے یہ رخ احتیار کیا تھا که " نزلنا علیك الكتٰب " ھم نے تجھ پر ایک کتاب نازل کی جو دین کی تمام باتیں واضح کرتی ھے اور مسلمانوں کے لیے ھدایت ، رحمت اور بشارت ھے .

لیکن وہ مسلمانوں کے لیے ھدایت ، رحمت اور بشارت کیوں کر ھوئی ؟ اس طرح ھوئی که انھیں فلاح و سعادت کی راہ پر چلاتی ھے ، بدعملیوں کی راھوں سے روکتی ھے . چنانچه اس کے بعد ھی سلسلۂ بیان مسلمانوں کی طرف متوجه ھوگیا ، اور فرمایا : " ان الله یامر بالعدل و الاحسان " الله کا تمھارے لیے فرمان یه ھے که عدل کو اپنا شیوہ بناؤ ، نیك کرداری میں سرگرم رھو ، قرابت والوں کے ساتھ حسن سلوك کرو ، فحش کاموں سے بچو ، ھر طرح کی برائیوں سے اجتناب کرو ، ظلم و زیادتی سے کبھی آلودہ نه ھو .

جو لوگ مسلمان ھوچکے تھے ان کے لیے اب آزمایش عقائد میں نه تھی ، اعمال میں تھی ، اس لیے اس آیت میں عملی زندگی کی تمام مہمات بیان کردیں . یه گویا قرآن کے اس وصف کی تفسیر ھے جو پچھلی آیت میں بیان کیا گیا تھا که " تبیاناً لکل شیء " ؛ اس لیے مفسرین نے اسے جوامع آیات میں شمار کیا ھے . =

الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۸۹

هو گا (اور جو بتلائے گا که کس طرح اس نے پیام حق پهنچایا اور کس طرح لوگوں نے اس کا جواب دیا). اور (اے پیغمبر!) تجھے ان لوگوں کے لیے (جو آج تجھے جھٹلا رہے ھیں) گواہ بنائیں گے. (یہی بات ھے که) ھم نے تجھ پر "الکتاب" نازل کی، (دین کی) تمام باتیں بیان کرنے کے لیے اور اس لیے که مسلمانوں کے لیے رہ نمائی ھو اور رحمت اور خوش خبری! ۸۹

١٢ ع ١٨

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۹۰

(مسلمانو!) الله حکم دیتا ھے که (ھر معاملے میں) انصاف کرو، (سب کے ساتھ) بھلائی کرو اور قرابت داروں کے ساتھ سلوك کرو. اور تمھیں روکتا ھے (کن باتوں سے؟) بے حیائی کی باتوں سے، ھر طرح کی برائیوں سے اور ظلم و زیادتی کے کاموں سے. وہ تمھیں نصیحت کرتا ھے

وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ	اور جب تم آپس میں قول
وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ	و قرار کرو تو (سمجھ لو کہ یہ
تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ	الله کے نزدیك ایك عهد هو گیا
عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ	تو) چاهیے که الله کا عهد پورا
يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۹۱	کرو اور ایسا نه کرو که قسمیں

پکی کر کے انہیں توڑ دو، حالانکه تم الله کو اپنے اوپر نگہبان ٹہیرا چکے هو (یعنی اس کے نام کی قسم کہا کر اسے شاهد قرار دے چکے هو) . یقین کرو تم جو کچھ کرتے هو الله سے پوشیدہ نہیں (اس کا علم هر بات کا احاطه کیے هوے هے) ۹۱ .

---

۹۱ - اس کے بعد خصوصیت کے ساتھ ایك خاص معاملے پر زور دیا جو عموماً طرح طرح کی لغزشوں کا باعث هوتا هے . اور مسلمانوں کو بحیثیت ایك جماعت کے سب سے زیادہ اس میں سرگرم و استوار هونے کی ضرورت تھی ، یعنی ایفاء عهد پر . جب تم نے کسی فرد سے یا جماعت سے کوئی قول و قرار لیا تو اب یه قرآن کے نزدیك "عهد الله" هو گیا یعنی ایسا عهد جس کے لیے تم الله کے آگے ذمه دار هو گئے . اگر تم نے اسے پورا نہیں کیا تو الله کے آگے =

= عدل تمام محاسن اعمال کی اصل ہے۔ جس انسان کے اندر یہ بات پیدا ہو گئی کہ جو بات کرنی چاہیے انصاف کے ساتھ کرنی چاہیے، اس نے سب کچھ پالیا۔ احسان سے یہاں مقصود حسن عمل ہے۔ جو بات کرو حسن وخوبی کی کرو، نیکی اور بھلائی کی کرو، یعنی بنیاد عمل بھلائی ہو، برائی نہ ہو۔ جس نے یہ بات پالی اس کے لیے اور کیا باقی رہا؟ پھر جو ہم سے قریب کا رشتہ رکھتے ہیں وہ ہمارے حسن سلوک کے زیادہ حق دار ہیں، اس لیے "ایتاء ذی القربیٰ" کی رعایت بھی ضروری ہوئی اور اس حکم پر اوامر کا معاملہ پورا ہو گیا۔ پھر فحشاء، منکر اور بغی سے روک کر نواہی کے سارے مقاصد پورے کر دیے۔ فحش سے مقصود وہ برائیاں ہیں جو حد درجے کی برائیاں تسلیم کر لی گئی ہیں، مثلاً زنا، کنجوسی، افترا پردازی۔ منکر میں ہر طرح اور ہر قسم و درجے کی برائیاں آ گئیں۔ بغی میں ہر طرح کی زیادتی آ گئی، کسی گوشے اور کسی شکل میں کی گئی ہو۔

۔ جو کتاب ایسے سانچے لے کر آئی ہو، جس سے ایسے اعمال ڈھلتے ہوں، جو ایسی زندگیاں بناتی ہو، اگر وہ ہدایت، رحمت اور بشارت نہیں ہے تو اور کس نام سے اسے پکارا جا سکتا ہے؟

= اور خلاف ورزیاں جائز سمجھتے ھیں اور تاریخ کے اوراق کو آج تك اس کی مہلت نہیں ملی ھے کہ سیاسی معاھدوں کی شکست کی افسانہ سرائی سے فارغ ھو جائے!

ایك انگریز، ایك فرنچ، ایك جرمن شریف آدمی کی انفرادی زندگی کی سیرت (کیرکٹر = Character) دیکھو وہ اپنے وعدوں میں سچا اور اپنے قول و قرار میں بے داغ ھوگا. اس کے لیے اس سے بڑھ کر توھین کی کوئی بات نہیں ھوسکتی کہ اس کے وعدے میں شك کیا جائے. لیکن انہیں افراد کا مجموعہ جب ایك جماعتی ذھنیت کی شکل اختیار کرلیتا ھے اور قومی اور سیاسی معاھدوں کی پابندی اس کی خود غرضانہ کام جوئیوں کی راہ میں حائل ھونے لگتی ھے تو پھر کیا ھوتا ھے؟ کیا ایك لمحے کے لیے بھی یہ انفرادی سیرت جماعتی بد عہدی کی راہ روك سکتی ھے؟ نہیں، بلکہ سب سے بڑا مدبر انسان وھی سمجھا جاتا ھے جو سب سے زیادہ عہد شکنیوں میں بے باك ھو!

جس جماعت کے افراد ایك فرد واحد کے ساتھ بد عہدی کرنا گوارا نہیں کرسکتے، وہ لاکھوں کروڑوں افراد کے ساتھ بد عہدی کرنے میں کوئی بد اخلاقی محسوس نہیں کرتے!

ھندوستان میں انگریزی اقتدار کی تخم ریزی اس وقت =

= جواب ده هوں گے ۔ چنانچہ فرمایا: "و اوفوا بعهد الله اذا عاهدتم" ۔

عہد و میثاق کے معاملات میں سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ نازک معاملہ جماعتوں کے معاهدوں کا ہے اور اسی میں اس کی اصلی آزمایش ہے ۔ افراد بحیثیت فرد کے بہت کم عہد شکنی کرتے ہیں اور کریں تو اس کے قبائح شخصی دائرے سے باہر نہیں جاتے، لیکن جماعتیں بحیثیت جماعت کے اکثر عہد شکن ہوتی ہیں اور اس کے نتائج سیکڑوں ہزاروں افراد کے حصے میں آتے ہیں ۔ بسا اوقات ایک جماعت کے افراد کبھی گوارا نہیں کریں گے کہ اپنی انفرادی زندگی کے معاملات میں عہد شکنی کا عار گوارا کریں ۔ لیکن اگر انہیں لوگوں کو بحیثیت ایک جماعت، قوم اور حکومت کے بد عہدی کرنی پڑے تو ایک لمحے کے لیے بھی اس میں تأمل نہیں کریں گے اور اسے جماعتی کامجوئی و فتح مندی کی ایک ہشیاری اور دانش مندی سمجھیں گے، خصوصاً اگر بد عہدی کسی ایسے گروہ کے ساتھ کرنی پڑے جس سے دشمنی اور لڑائی ہو ۔ آج بیسویں صدی میں دنیا کی متمدن اقوام کا سیاسی اخلاق ہمارے سامنے ہے ۔ ان کے جو افراد چھوٹی سی چھوٹی بات میں بھی یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ وعدہ خلاف ثابت ہوں، قومی اور سیاسی معاملات میں ہر طرح کی بد عہدیاں =

= لوگ بھی تھے جو اپنے اور اپنے قبیلے کے مفاخر میں سب سے زیادہ نمایاں جگہ وفاء عہد ھی کو دیتے تھے . لیکن جہاں تک جماعتی معاھدوں کا تعلق ھے وفاء عہد کا عقیدہ کوئی عملی قدر و قیمت نہیں رکھتا تھا . آج ایک قبیلہ ایک قبیلے سے معاھدہ کرتا تھا . کل دیکھتا تھا کہ اس کے مخالف زیادہ طاقت ور ھو گئے ھیں تو بے دریغ ان سے جا ملتا تھا اور معاھد و حلیف پر حملہ کر دیتا تھا . اگر کسی دشمن فریق سے امن کا معاھدہ کرتے اور پھر دیکھتے کہ اس کی کم زوری سے فائدہ اٹھانے کا موقع پیدا ھو گیا ھے تو ایک لمحے کے لیے بھی معاھدے کا احترام انہیں حملہ کر دینے سے نہیں روکتا تھا اور بے خبر دشمن پر جا کرتے .

لیکن قرآن راست بازی کی جو روح پیدا کرنی چاھتا تھا ، وہ ایک لمحے کے لیے بھی یہ بد اخلاقی گوارا نہیں کر سکتی تھی . اس نے وفاء عہد اور احترام مواثیق کا جو معیار قائم کیا ھے وہ اس درجہ بلند ، قطعی ، بے لچک اور عالم گیر ھے کہ انسانی اعمال کا گوشہ بھی اس سے باھر نہیں رہ سکتا . وہ کہتا ھے : فرد ھو یا جماعت ، ذاتی معاملات ھوں یا سیاسی ، عزیز ھو یا اجنبی ، ھم قوم و مذھب ھو یا غیر قوم و مذھب ، دوست ھو یا دشمن ، امن کی حالت ھو یا جنگ کی لیکن کسی حال میں بھی عہد =

= شروع ہوئی جب کہ انگریزی قوم کی قومی سیرت لینے بہترین سانچوں میں ڈھل رہی تھی اور ان کا اخلاقی پیمانہ روز بروز اونچا ہورہا تھا، یعنی اٹھارھویں صدی کے اوائل میں ۔ لیکن ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں ۔ ہم صرف ہندوستان کی گزشتہ دو صدیوں کی تاریخ ہی میں دیکھ لے سکتے ہیں کہ اس بارے میں انگریزی قوم کے جماعتی اخلاق کا معیار کیا رہا ہے؟ ہر معاہدہ جو طاقت ور فریق کے ساتھ کیا گیا اور وہ طاقت ور رہا، معاہدہ تھا، ہر معاہدہ جو کم زور فریق کے ساتھ کیا گیا اور وہ کم زور ہی رہا، معاہدہ نہ تھا ۔ امی چند، میر جعفر، میر قاسم، شاہ عالم، راجہ چیت سنگھ، نواب فیض اللہ، سعادت علی خاں، نظام علی خاں، برار، جے پور، میران سندھ کے لیے معاہدے کچھ مفید نہ ہوسکے، لیکن حیدر علی، ہلکر، سندھیا اور رنجیت سنگھ کے معاہدوں کی اخلاقی قدر و قیمت سے اس وقت تک انکار نہیں کیا گیا ۔ جماعتی معاہدے اگر پورے کیے جاتے ہیں تو اس لیے نہیں کہ معاہدے ہیں اور معاہدوں کا پورا کرنا ضروری ہے، بلکہ اس لیے کہ طاقت ور فریق سے کیے گئے ہیں اور ان کی شکست معید ہونے کی جگہ مضر ہوگی ۔

عہد جاہلیت میں عربوں کا بھی یہی حال تھا ۔ وہ وفاء عہد کی اخلاقی قیمت سے بے خبر نہ تھے ۔ ان میں ایسے =

مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۞[٩٢] ایك گروه (کسی) دوسرے گروه سے (طاقت میں) بڑھ چڑھ گیا ھے. (یاد رکھو!) الله اس معاملے میں تمهاری (راست بازی و استقامت کی) آزمایش کرتا ھے (که تم طاقت ور گروه کا پاس کرنے لگتے ھو یا اپنے قول و قرار کا). جن جن باتوں میں تمهارے اختلافات ھیں ضرور ایسا ھوگا که وه قیامت کے دن (حقیقت حال) تم پر آشکارا کردے٩٢ .

٩٢ - یہاں خصوصیت کے ساتھ جماعتی عہد و قرار کے احترام پر زور دیا ھے، چنانچه ورمایا: " تتخدون ایمانکم دخلاء بینکم ان تکون امة هی اربیٰ من امة "، اگر تم نے ایك گروه سے معاهده کیا ھے اور کل کو اس کا مخالف گروه زیاده طاقت ور نظر آئے تو محض اس لیے که طاقت ور کا ساتھ دینا تمهارے لیے ریاده مفید ھوگا، نه کم زور کا، بد عہدی پر آماده نه ھوجاؤ. جب تم نے ایك گروه سے قول و قرار کرلیا تو هر حال میں اس کا پورا کرنا لازمی ھوگا، خواه وه کم زور ھوگیا ھو خواه طاقت ور. اگر اس کے مخالف طاقت ور ھوگئے ھیں اور ان کے خلاف جانے مین تمهارے لیے خطرات ھیں تو تمهارا فرض ھے که خطرات برداشت کرو، کیوں که عہد کرچکے ھو. ==

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ	اور (دیکھو!) تمہاری مثال اس
غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ	عورت کی سی نہ ہو جائے جس
اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ	نے بڑی محنت سے سوت کاتا
دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ	پھر توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے
اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ	کر دیا. تم آپس کے معاملے میں
اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ	اپنی قسموں کو مکر و فساد
وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	کا ذریعہ بناتے ہو، اس لیے کہ

= شکنی جائز نہیں. وہ ہر حال میں جرم ہے، معصیت ہے، اللہ کے ساتھ ایک بات کر کے اسے توڑ دینا ہے، عذاب عظیم کا اپنے کو مستحق ثابت کرنا ہے.

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے جا بجا وفاء عہد پر زور دیا ہے اور جہاں کہیں مؤمنوں کے ایمانی خصائل کی تصویر کھینچی ہے، یہ وصف سب سے زیادہ ابھرا ہوا نظر آتا ہے: ''و الموفون بعہدھم اذا عٰہدوا (۲: ۱۷۷) و الذین ھم لامٰنتھم و عہدھم راعون (۲۳: ۸) اور احادیث میں ہر جگہ منافق کی یہی پہچان بتلائی گئی ہے کہ « اذا وعد اخلف» (صحیحین ۷) جب وعدہ کرے گا پورا نہیں کرے گا.

(کام پانی کی) راہ گم کر دیتا ہے، جس کسی پر چاہتا ہے کھول دیتا ہے اور (پھر) ضرور ایسا ہونا ہے کہ تم سے ان کاموں کی باز پرس ہو جو (دنیا میں) کرتے رہتے ہو ۹۳.

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝٩٤

اور (دیکھو!) آپس کے معاملات میں اپنی قسموں کو مکر و فریب کا ذریعہ نہ بناؤ کہ لوگوں کے پاوں جمنے کے بعد اکھڑ جائیں اور اس بات کی پاداش میں کہ اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکا، برے نتیجوں کا تمہیں مزہ چکھنا پڑے اور (بالآخر) ایک بڑے عذاب کے سزاوار ہو ۹٤.

---

۹٤ - اس کے بعد آیت ۹٤ میں فرمایا: اپنی قسموں کو لوگوں کے لیے ٹھوکر نہ بناؤ، کیوں کہ اگر تم نے بد عہدی کی تو لوگوں کا یقین تم سے اٹھ جائے گا. وہ کہیں گے: ایسے لوگوں کا دین کیا جو اپنی بات کے پکے نہیں. اس طرح تم نہ صرف بد عہدی کے مجرم ہوگے، بلکہ راہ حق سے لوگوں کو روکنے کا باعث ہوگے.

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ	اور (دیکھو!) اگر اللہ چاھتا تو
اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ	تم سب کو ایك ھی امت بنا دیتا
مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ	(یعنی مختلف گروھوں اور
يَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا	مختلف طریقوں کا اختلاف ظھور
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞ ۹۳	ھی میں نہ آتا) لیکن (تم دیکھ

رھے ھو کہ اس نے ایسا نہیں چاھا) وہ جس کسی پر چاھتا ھے

= پھر اس طرح کی بد عہدی کی مثال کیا ھے؟ فرمایا:

"کالتی نقضت غزلھا من م بعد قوۃ انکاثا"، اس عورت کی سی ھے جس نے بڑی جاں فشانی سے سوت کاتا اور پھر خود ھی ٹکڑے ٹکڑے کرکے برباد کردیا۔ یعنی جب ایك شخص یا ایك گروہ کوئی معاھدہ کرتا ھے تو اس کی پختگی کے لیے بڑی بڑی باتیں کرتا ھے اور ھر طرح دوسرے فریق کو یقین دلاتا ھے۔ پھر اگر ایك بات اتنی کوشش کے بعد پختہ کی گئی ھے تو کیوں کر جائز ھوسکتا ھے کہ جس نے کل پختہ کی تھی وھی آج اسے اپنے ھاتھوں سے توڑ کر رکھ دے؟

ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ	خواہ مرد ہو خواہ عورت
فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً	اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے تو
طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ	(یاد رکھو!) ہم ضرور اسے
اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا	(دنیا میں) اچھی زندگی بسر
يَعْمَلُوْنَ ۝ ٩٧	کرائیں گے اور آخرت میں

بھی ضرور اسے اجر دیں گے۔ انہوں نے جیسے جیسے اچھے کام کیے اسی کے مطابق ہمارا اجر بھی ہوگا۔ ٩٧

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ	پس جب تم قرآن پڑھنے لگو
فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ	تو چاہیے کہ شیطان مردود
الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ ٩٨	(کے وسوسوں سے) اللہ کی

پناہ مانگ لیا کرو ٩٨۔

اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ	جو لوگ ایمان والے ہیں اور
عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى	اپنے پروردگار پر بھروسا رکھتے
رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ ٩٩	ہیں، ایسا کبھی نہیں ہو سکتا

کہ ان پر اس کا زور چلے ٩٩۔

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ۹۵

اور اللہ کے نام پر کیے ہوے عہد (دنیا کے) بہت تھوڑے فائدے کے بدلے نہ بیچو۔ (راست باری کا) جو اجر اللہ کے پاس ہے وہی تمہارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ تم سمجھتے بوجھتے ہو ۹۵ ۔

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ۹٦

جو کچھ تمہارے پاس ہے (ایک نہ ایک دن) ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ختم ہونے والا نہیں ۔ جن لوگوں نے صبر کیا (اور زندگی کی عارضی مشکلیں جھیل گئے) ہم ضرور انہیں ان کا اجر عطا فرمائیں گے ۔ انہوں نے جیسے جیسے اچھے کام کیے ہیں اسی کے مطابق ہمارا اجر بھی ہوگا ۹٦ ۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ

جس کسی نے اچھا کام کیا

طرف سے روح القدس نے اتاری ہے اور اس لیے اتاری ہے کہ ایمان والوں کے دل جما دے، فرماں بردار بندوں کے لیے رہ نمائی ہو اور (نجات و سعادت کی) خوش خبری ۱۰۲.

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِىْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِىٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِيْنٌ ۝١٠٣

اور بلا شبہ ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ (قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ یہ) کہتے ہیں: ''اس شخص کو تو ایک آدمی (یہ باتیں) سکھا دیتا ہے''، حالانکہ اس آدمی کی زبان جس کی طرف اسے منسوب کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ صاف اور آشکارا عربی زبان ہے ۱۰۳ .

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝١٠٤

اصل یہ ہے کہ جو لوگ (دیدہ و دانستہ) اللہ کی آیتوں پر یقین نہیں کرتے اللہ انہیں (کام یابی کی) راہ کبھی نہیں دکھاتا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہونا ہے ۱۰۴.

اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ

اپنے جی سے جھوٹ گھڑنا تو

إِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى	اس کا زور تو انہیں پر چلتا ہے
الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ	جو اسے اپنا رفیق بناتے ہیں
هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ع ١٠٠	اور جو اس کی وجہ سے شرک

١٣ ع ١٩

کا ارتکاب کرتے ہیں ١٠٠ .

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ	اور جب ہم ایك آیت کی جگہ
اٰيَةٍ لا وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ	دوسری آیت نازل کرتے ہیں
قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ط	اور اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے
بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ١٠١	کہ وہ کیا نازل کر رہا ہے تو

یہ لوگ کہتے ہیں "تم تو بس اپنے جی سے گھڑ لیا کرتے ہو"
حالانکہ ان میں سے اکثروں کو معلوم نہیں کہ حقیقت حال
کیا ہے ١٠١ .

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ	(اے پیغمبر!) تم کہہ دو: (یہ
مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ	میرے جی کی بناوٹ نہیں ہے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى	اور نہ ہو سکتی ہے) یہ تو فی
وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝ ١٠٢	الحقیقت تمہارے پروردگار کی

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ — آحرت چھوڑ کر دنیا کی زندگی
وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ — سے محبت کی ، نیز اس وجہ سے
الْكٰفِرِيْنَ ۝ ١٠٧ — که الله (کا قانون ہے وہ)

منکروں پر (فلاح و سعادت کی) راہ نہیں کھولتا ١٠٧ .

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى — یہ وہ لوگ ہیں که الله نے ان کے
قُلُوْبِهِمْ وَ سَمْعِهِمْ — دلوں پر، کانوں پر اور آنکھوں
وَ اَبْصَارِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ — پر مہر کر دی (کیوں که اس کا
الْغٰفِلُوْنَ ۝ ١٠٨ — مقررہ قانون ہے که جو عقل

وحواس سے کام نہیں لیتے ، وہ اس کی روشنی سے محروم
ہو جاتے ہیں) اور یہی ہیں که غفلت میں ڈوب گئے ہیں ١٠٨ .

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ — لا محاله یہی لوگ ہیں که آخرت
هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ ١٠٩ — میں تباہ حال ہوں گے ١٠٩ .

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ — اور پھر جن لوگوں کا یہ حال
هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا — ہوا که (کفر و ایمان کی)

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝١٠٥

انہیں کا کام ہے جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے، (اللہ پر ایمان رکھنے والا تو کبھی افترا پردازی نہیں کر سکتا) یہی ہیں کہ سر تا سر جھوٹے ہیں ۱۰۵۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝١٠٦

جو کوئی ایمان لانے کے بعد اللہ سے منکر ہوا اور اس کا دل اس انکار پر رضا مند ہو گیا تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ مگر ہاں، جو کوئی کفر پر مجبور کیا جائے (اور بے بس ہو کر بخوف جان کوئی ایسی بات کہہ دے) اور اس کا دل اندر سے ایمان پر مطمئن ہو (تو ایسے لوگوں سے مواخذہ نہیں) ۱۰۶۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا

یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے

فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ ١١٢

اور ہر شخص فراغت سے کھاتا پیتا تھا۔ لیکن پھر ایسا ہوا کہ انھوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے بھی ان کے کاموں کی پاداش میں انہیں نعمتوں سے محروم کر دیا، (تنعم کی جگہ) فاقہ اور (اطمینان کی جگہ) خوف ان پر چھا گیا ۱۱۲۔

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ ١١٣

اور پھر خود انہیں میں سے ایک رسول بھی ان کے سامنے آیا (اور کامیابی وسعادت کی راہ کی دعوت دی) مگر انھوں نے اسے جھٹلایا، پس عذاب میں گرفتار ہو گئے اور وہ (خود اپنے اوپر) ظلم کرنے والے تھے ۱۱۳۔

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ص وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ ١١٤

پس چاہیے کہ اللہ نے جو رزق تمہیں عطا کیا ہے اسے شوق سے کھاؤ، حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں۔ اور (ساتھ ہی) چاہیے کہ

ثُمَّ جَاهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا لا — آزمایشوں میں پڑنے کے بعد

اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا — ھجرت کی اور پھر (راہ حق میں)

لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ع ١١٠ — جہاد بھی کیا اور (ھر طرح کی

١٤
ع
٢٠

مصیبتوں میں) صابر رھے تو بلا شبہ تمہارا پروردگار ان اعمال کے بعد ضرور بخشنے والا، ضرور رحمت فرمانے والا ھے ١١٠ .

يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ — وہ (قیامت کا) آنے والا دن

عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ — جب ھر جان صرف اپنے ھی

نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ — لیے سوال وجواب کرتی ھوئی

لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ ١١١ — آئے گی (یعنی کسی کو کسی کی

فکر نہ ھوگی) اور جس دن ھر جان کو اس کے عمل کا پورا پورا نتیجہ مل جائے گا، کسی کے ساتھ زیادتی نہ ھوگی ١١١ .

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً — اور (دیکھو!) اللہ نے ایک مثال

كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً — بیان کی: ایک بستی تھی جہاں

يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ — ھر طرح کا امن چین تھا، ھر

كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ — جگہ سے سامان رزق آتا رھتا

يَفْتَرُونَ عَلَى اللهِ الْكَذِبَ حکم لگا دو: یہ چیز حلال ہے،
لَا يُفْلِحُونَ ١١٦ یہ چیز حرام ہے۔ اس طرح حکم
لگانا اللہ پر افتراپردازی کرنا ہے۔ (اور یاد رکھو!) جو لوگ اللہ
پر افتراپردازیاں کرتے ہیں وہ کبھی فلاح پانے والے نہیں ١١٦ .

١١٦ - سورۂ انعام میں گزر چکا ہے کہ مشرکین عرب نے اپنے اوہام سے طرح طرح کی چیزیں حرام ٹھیرا دی تھیں۔ یہودیوں نے بھی کھانے پینے میں طرح طرح کی رکاوٹیں اختیار کرلی تھیں اور سمجھتے تھے یہ شریعت کا حکم ہے۔

آیت ١١٦ میں فرمایا: اپنی زبانوں کو کذب سرائی کے لیے بے لگام نہ چھوڑ دو کہ جس چیز کو چاہا اپنی رائے اور قیاس سے حرام ٹھیرا دیا، جس کو چاہا حلال کہہ دیا۔ حلال و حرام ٹھیرانے کا حق تو صرف وحی الٰہی کو ہے اور تمہارے پاس اپنے اوہام و آراء کے سوا کوئی وحی کی روشنی نہیں جو قرآن کے خلاف پیش کر سکو۔

یہ آیت ان لوگوں کے خلاف حجت قاطع ہے جو محض اپنے گھڑے ہوئے قیاسوں کی بناء پر جس چیز کو چاہتے ہیں حرام ٹھیرا دیتے ہیں اگرچہ کوئی نص قطعی موجود نہ ہو۔ اصل قرآنی اس بارے میں یہ ہے (جیسا کہ

اللہ کی نعمت کا شکر بھی بجا لاؤ اگر فی الحقیقت تم صرف اسی کے پجاری ہو ١١٤.

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ١١٥

جو کچھ تم پر حرام کیا گیا ہے وہ تو صرف یہ ہے کہ مردار جانور، لہو، سور کا گوشت اور وہ جانور جسے خدا کے سوا کسی دوسری ہستی کے لیے پکارا جائے. پھر جو کوئی (حلال غذا نہ ملنے کی وجہ سے) ناچار ہو جائے اور نہ تو (حکم الٰہی سے) سرتابی کرنے والا ہو، نہ (حد ضرورت سے) گزر جانے والا (اور وہ جان بچانے کے لیے کچھ کھالے) تو اللہ بخشنے والا، رحمت والا ہے ١١٥.

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ

اور (دیکھو!) ایسا نہ کرو کہ تمہاری زبانوں پر جو جھوٹی بات آجائے بے دھڑک نکال دیا کرو اور (اپنے جی سے ٹھیرا کر)

نہیں کی (کیوں کہ یہ ہمارا شیوہ نہیں) وہ خود اپنے ہاتھوں اپنے اوپر ظلم کرتے رہے ۱۱۸ .

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا	ہاں! جو لوگ نادانی سے برائیوں
السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا	میں پڑ گئے، لیکن اس کے بعد
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْٓا	تائب ہوگئے اور توبہ کے بعد
اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا	اپنی حالت بھی سنوار لی تو تمہارا
لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ع ۱۱۹	پروردگار، ہاں! بلا شبہ تمہارا

۱۵ ع ۲۱

پروردگار اس صورت حال کے بعد ضرور بخشنے والا، رحمت فرمانے والا ہے ۱۱۹ .

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً	بلا شبہ ابراھیم (اپنی شخصیت
قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ	میں) ایک پوری امت تھا، اللہ
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ ۱۲۰	کے آگے جھکا ہوا، تمام (بناوٹی)

راہوں سے ہٹا ہوا اور ہرگز مشرکوں میں سے نہ تھا ۱۲۰ .

۱۲۰ - مشرکین عرب اپنے اوہام و خرافات کو حضرت ابراھیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے تھے. آیت ۱۲۰ میں اس نسبت کی تغلیط کی ہے اور واضح =

مَتَاعٌ قَلِيلٌ ص وَلَهُمْ (یہ دنیا کے) بہت تھوڑے

عَذَابٌ اَلِيمٌ ﴿١١٧﴾ فائدے ہیں جو اٹھالیں،

(آخر کار) انہیں عذاب دردناک پیش آنے والا ہے ۱۱۷ ۔

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا اور (اے پیغمبر!) یہودیوں پر

مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِن ہم نے وہ چیزیں حرام کر دی

قَبْلُ ج وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ تھیں جن کی سرگذشت تجھے

وَلٰكِنْ كَانُوٓا اَنْفُسَهُمْ پہلے سنا چکے ہیں۔ اور (یہ

يَظْلِمُونَ ﴿١١٨﴾ پابندیاں جو ان پر لگائی گئیں

تو خود انہیں کی گمراہیوں کا نتیجہ تھیں) ہم نے ان پر زیادتی

= سورۂ اعراف کی آیت ۳۲ میں تصریح گزر چکی ہے) کہ خدا کی تمام پیدا کی ہوئی چیزیں انسان کے برتنے کے لیے ہیں، الاوہ جو مضر ہیں اور وحی الٰہی نے ان سے روک دیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ہر چیز مباح ہے جب تک کہ شریعت اسے حرام نہ ٹھیرا دے اور شریعت کے معنٰی قرآن و سنت کے نصوص قطعیہ ہیں، نہ کہ کسی فرد یا گروہ کی مجرد رائے اور قیاس۔

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى	"سبت" منانے کا حکم تو
الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ	صرف انہیں لوگوں کو دیا گیا
وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ	تھا جو اس بارے میں اختلاف
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا	کرنے لگے تھے اور بلا شبہ
فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۞ ١٢٤	تمہارا پروردگار قیامت کے دن

ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا کہ جن جن باتوں میں اختلافات کرتے رہے ان کی اصل حقیقت کیا تھی ١٢٤ ۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ	(اے پیغمبر!) اپنے پروردگار
بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ	کی راہ کی طرف لوگوں کو
الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ	بلاؤ، اس طرح کہ حکمت کی باتیں
هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ	بیان کرو اور اچھے طریقے پر

١٢٤ - ایک اور شبہ جو حلت و حرمت کے بارے میں کیا گیا تھا یہ تھا کہ "سبت" کے دن کا شکار یہودیوں پر حرام کر دیا گیا تھا، پس کیوں قرآن اس سے نہیں روکتا؟ فرمایا: یہودیوں کو جو اس سے روکا گیا تھا تو اس لیے نہیں =

شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۱۲۱

وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر بجالانے والا تھا۔ اللہ نے اسے برگزیدگی کے لیے چن لیا (اور سچائی کے) سیدھے راستے پر لگا دیا ۱۲۱۔

وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ؕ ۝۱۲۲

اسے دنیا میں بھی بہتری دی اور بلا شبہ آخرت میں اس کی جگہ صالح انسانوں میں ہوگی ۱۱۲۔

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۲۳

اور پھر (اے پیغمبر!) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی کہ (اسی) ابراھیم کے طریقے کی پیروی کرو، ہر طرف سے ہٹا ہوا (صرف دین حق ھی پر کار بند رھنے والا) اور جو مشرکوں میں سے نہ تھا ۱۲۳ ۔

= کیا ھے کہ ان کی راہ وھی راہ تھی جس کی طرف پیغمبر اسلام دعوت دیے رھے ھیں۔

سختی سے نہیں دیا) تو بلا شبہ صبر کرنے والوں کے لیے صبر ھی بہتر ھے ١٢٦ .

١٢٥ و ١٢٦ - آیت ١٢٥ میں واضح کیا ھے کہ دعوت الی الحق کا طریقہ کیا ھے؟ فرمایا: سر تا سر حکمت اور موعظۂ حسنہ ھے . حکمت ، یعنی دانائی کی باتیں ، موعظۂ حسنہ ، یعنی پند و نصیحت کی باتیں جو حسن و خوبی کے ساتھ کی جائیں . اس کے بعد فرمایا: " وجادلھم بالتی ھی احسن " اور اگر بحث ونزاع کرنی پڑے تو کر سکتے ہو ، لیکن ایسی ھی بحث ونزاع جو نہایت اچھے طریقے پر ھو . اس سے معلوم ھوا کہ دعوت حق کا طریقہ حکمت اور موعظۂ حسنہ کا طریقہ ھے اور بحث و نزاع کی اجازت صرف اس صورت میں ھے کہ احسن طریقے پر ھو ، پس ھر بحث ونزاع جو احسن طریقے پر نہ ھو دعوت کا طریقہ نہیں ھو گی .

احسن طریقے سے مقصود کیا ھے؟ یہ کہ مقصود طلب حق ھو، اپنی بات کی پچ نہ ھو، مخالف کے اندر یقین پیدا کرنا ھو، اسے باتوں سے ھرانا نہ ھو . اگر وہ چپ ھوگیا اور دل کا کانٹا نہ نکلا تو بحث سے کیا فائدہ ھوا ؟ ایسا اسلوب، ایسا طریق خطاب، ایسا لب ولهجہ، اس طرح کے الفاظ اختیار نہ کیے جائیں جو مخالف کے دل کو دکھ=

اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝١٢٥

پند و نصیحت کرو اور مخالفوں سے بحث و نزاع کرو تو (وہ بھی) ایسے طریقے پر کہ حسن وخوبی کا طریقہ ہو. تمھارا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹك گیا ہے اور وہی جانتا ہے کہ کون راہ راست پر ہے ١٢٥ .

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝١٢٦

اور مخالفوں کی سختی کے جواب میں سختی کرو تو چاہیے کہ ویسی ہی اور اتنی ہی کرو جیسی تمھارے ساتھ کی گئی ہے. اور اگر تم نے صبر کیا (یعنی جھیل گئے اور سختی کا جواب

= کہ سبت کے دن حلال جانور شکار کیا جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے، بلکہ یہ ان کے اختلاف اور عدم اطاعت کی ایك سزا تھی، یعنی جب انھوں نے احکام سبت کی تعمیل نہ کی اور حیلے بہانے نکال کر شکار کرنے لگے تو سداً للذریعہ سبت کے شکار کا گوشت ممنوع قرار دیا گیا.

= نہ کرتے. دنیوی معاملات میں کچھ نہ کچھ لینا دینا ہوتا ہے، اس لیے غرض پرست آدمی اپنی بات کی پچ کرتا ہی رہے گا، لیکن دین کی راہ لین دین کی راہ نہیں ہے، سچ کو سچ مان لینے کی راہ ہے. اور جونہیں ہم نے کسی بات کو سچ نہ سمجھ کر بھی سچ ثابت کرنا چاہا، دین کی راہ نہ رہی، عین اس کی ضد ہو گئی. لیکن مصیبت یہ ہے کہ ہم نے سچائی کے کام کو بھی جھوٹ کا کاروبار بنا دیا ہے.
ہم دین کے بارے میں بھی ٹھیک اسی طرح جھگڑتے ہیں جس طرح دنیا کے معاملات میں. ہم جب کبھی کسی سے بحث کریں گے تو ہمارے وہم و گمان میں بھی یہ خیال نہیں گزرے گا کہ اس راہ میں اصل مقصود طلب حق ہے اور جو نہیں حق سامنے آجائے ہمارا فرض ہے کہ اعتراف کر لیں، بلکہ بحث کریں گے ہی اس لیے کہ اپنی اور اپنے فریق کی بات منوانی ہے اور خواہ کچھ ہو، فریق مخالف کو ہرانا ہے. اگر دیکھیں گے کہ حق اور معقولیت ہمارے ساتھ نہیں ہے تو غیر متعلق باتوں پر زور دینے لگیں گے، بدزبانی پر اتر آئیں گے، مارنے مرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے اور پھر کہیں گے کہ ہم جیت گئے.
قرآن کہتا ہے: یہ "جدل" کا طریقہ ہے، "دعوت" کا طریقہ نہیں ہے اور دین کی راہ دعوت کی راہ ہے، =

= پہنچانے والے ہوں یا اسے سننے والوں کی نظروں میں ذلیل و رسوا کرنے والے ہوں۔ کیوں کہ اگر بحث سے مقصود دعوت حق ہے تو مخاطب کے دل کو نرمی و محبت سے حق کی طرف متوجہ کرنا چاہیے، نہ یہ کہ صدمہ پہنچانا، ضد میں لانا اور جوش نفرت سے بھر دینا۔ بد قسمتی سے دنیا میں طلب حق کی راہ بھی محض جدل و نزاع کی راہ بن گئی ہے، ہم اپنے دنیوی اغراض و مقاصد کے لیے لڑنے جھگڑنے کے عادی ہیں۔ جب کبھی کوئی ایسا جھگڑا پیش آجاتا ہے تو صرف اپنی جیت ہی کے لیے لڑتے ہیں۔ اس خیال سے نہیں لڑتے کہ حق و انصاف کیا ہے؟ اکثر اوقات خود ہمارا ضمیر گواہی دیتا ہے کہ ہم برسرحق نہیں ہیں اور انصاف مخالف کے ساتھ ہے، لیکن چوں کہ اپنا مطلب کسی نہ کسی طرح حاصل کرنا ہوتا ہے، اس لیے کبھی اعتراف حقیقت کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ حق اور انصاف ہم سے جس قدر الگ ہوتا جاتا ہے، بحث و نزاع کی سرگرمی اتنی ہی زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔ اگر ہمارا مقدمہ سب سے زیادہ کم زور ہوگا تو ہم خیال کریں گے کہ ہماری بحث و نزاع کی سرگرمی سب سے زیادہ ہونی چاہیے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ کم از کم دین کے معاملے میں ہم ایسا=

=طرح مقاصد و مسائل کے فیصلے کر دیا کرتی ہے؟ پہلے بصیغۂ امر دعوت کا حکم دیا گیا تھا " ادع الی سبیل ربك" پس چاہیے تھا کہ یہاں بھی بدلا لینے کا حکم دیا جاتا اور کہا جاتا: اگر تمھارے ساتھ سختی کی گئی ہے تو تم بھی ویسی ہی سختی کرو. مگر نہیں، ایسا نہیں فرمایا، بلکہ کہا: "وان عاقبتم" اگر ایسا ہو کہ تم مخالف کی سختی کے جواب میں سختی کرنا چاہو تو چاہیے کہ حد سے نہ بڑھو. اس سے معلوم ہوا کہ سختی کے جواب میں سختی کا حکم نہیں ہے، محض اجازت ہے، یعنی اگر ایك آدمی وہ مقام حاصل نہیں کرسکتا جو اس بارے میں بہتری اور خوبی کا اصلی مقام ہے، یعنی جھیل جانا اور بخش دینا تو پھر اسے بدلے کی اجازت دے دی گئی ہے، لیکن اجازت کو " بمثل ما عوقبتم" سے مقید کر دیا ہے تاکہ زیادتی کا دروازہ بکلی بند ہو جائے. اب دو ہی راہیں کھلی رہ گئیں: عزیمت تو اس میں ہوئی کہ جھیل جاؤ اور بخش دو، رخصت اس کی ہوئی کہ جتنی سختی کی گئی ہے، اتنی ہی تم بھی کر لو، اس سے آگے قدم نہیں بڑھا سکتے.

اس آیت کی تفسیر میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ایك تقریر بہت مقبول ہوئی ہے جو انھوں نے " القسطاس المستقیم" میں لکھی ہے اور بعد کے مفسرین نے عموماً اسے =

=جدل کی راہ نہیں ھے۔ اگر جدل کرنا ھی پڑے تو صرف اسی حالت میں کیا جاسکتا ھے کہ احسن طریقے پر ھو یعنی راست بازی، دیانت، شیریں زبانی اور شایستگی کے ساتھ کیا جائے۔ آگے چل کر سورۂ عنکبوت میں بھی یہی حکم ملے گا:

"ولا تجادلوا اھل الکتٰب الا بالتی ھی احسن ٤٦

اس کے بعد فرمایا: "وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہٖ ولئن صبرتم لھو خیر للصّٰبرین"، اگر مخالف ناحق کوشش میں سرگرم ھے اور سختی و زیادتی پر اتر آیا ھے تو ایسا نہیں ھونا چاھیے کہ تم بھی آپے سے باھر ھو جاؤ. ایسا کرنا راست بازی کا طریقہ نہ ھوگا. ایک برائی کے جواب میں دوسری برائی کا ارتکاب ھوگا، جو ممکن ھے پہلی سے بھی زیادہ سخت برائی ھو جائے۔ بہتری تو اس میں ھے کہ سختی کا جواب سختی سے نہ دو، جھیل جاؤ، پروا نہ کرو، بخش دو. اسی میں تمھاری اصلی جیت ھے. لیکن اگر طبیعت پر قابو نہیں پاتے اور سختی کا جواب سختی سے دینا چاھتے ھو تو پھر انصاف کا سر رشتہ ھاتھ سے نہ چھوٹے۔ جتنی اور جیسی سختی تمھارے ساتھ کی گئی ھے، ویسی ھی اور اتنی ھی تم بھی کرلو. اس سے آگے نہ بڑھو، ذرا بھی بڑھے تو یہ ظلم ھوگا اور ظلم راستی کے ساتھ جمع نہیں ھو سکتا.

غور کرو! قرآن کا محض ایک لفظ یا ایک ترکیب کس=

= پیغمبر اسلام کو مخاطب کیا ہے کہ:

(ا) صبر کر اور تیرا صبر کرنا اللہ ہی کی مدد و توفیق سے ہے۔

(ب) منکروں کی محرومی پر غم نہ کھا۔ جو ماننے والے نہیں ہیں وہ کبھی نہیں مانیں گے۔

(ج) دعوت حق کی مخالفت میں وہ جو کچھ مخفی تدبیریں اور سازش کر رہے ہیں، ان سے بھی دل تنگ نہ ہو۔

(د) یہ قانون الٰہی یاد رکھ کہ اللہ کی نصرت انہیں کا ساتھ دیتی ہے جو برائیوں سے بچتے ہیں اور جن کی زندگی نیک کرداروں کی زندگی ہوتی ہے۔

✡ ✡ ✡ ✡ ✡

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

(اے پیغمبر!) صبر کر اور تیرا صبر کرنا نہیں ہے مگر اللہ کی مدد سے اور ان لوگوں کے حال پر غم نہ کھا، نہ ہی ان کی مخالفانہ تدبیروں سے دل تنگ ہو۱۲۷.

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ ع

یقیناً اللہ انہیں کا ساتھی ہے جو متقی ہیں اور نیک عملی میں سرگرم رہتے ہیں۱۲۸.

۱۶
ع
۲۲

= اختیار کر لیا ہے. وہ کہتے ہیں: استعداد و فہم کے لحاظ سے ہر انسان کی طبیعت یکساں نہیں اور ہر ذہنی حالت ایک خاص طرح کا اسلوب خطاب چاہتی ہے. ارباب دانش کے لیے استدلال کی ضرورت ہوتی ہے، عوام کے لیے موعظت کی اور اصحاب خصومت کے لیے جدل کی. پس اس آیت میں قرآن نے تینوں جماعتوں کے لیے یہ تینوں طریقے بتلا دیے ہیں: ارباب دانش کو حکمت کے ساتھ مخاطب کرو، عوام کو موعظت کے ساتھ اور ارباب خصومت کے لیے جدل کی بھی اجازت ہے مگر بطریق احسن.

۱۲۷ و ۱۲۸ - آخر میں سورت ختم کرتے ہوئے =

= (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اسراء کا معاملہ پیش آیا جو عام طور پر معراج کے نام سے مشہور ہے ۔ اس سورت کی ابتداء اسی واقعے کے ذکر سے کی گئی ہے اور واضح کیا ہے کہ اس معاملے سے مقصود کیا تھا: ''لنریہ من اٰیٰتنا''، تاکہ اللہ کی نشانیاں ان کے مشاہدے میں آجائیں ، یعنی دلائل حقیقت کا عینی مشاہدہ کرلیں ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ معاملہ وحی کی تکمیل تھا ۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد فرمایا: '' و اٰتینا موسی الکتٰب ''. اسی طرح حضرت موسیٰ کا معاملۂ وحی بھی کوہ طور کے اعتکاف میں مکمل ہوا تھا کہ ''و لما جاء موسیٰ لمیقاتنا و کلمہ ربہ '' (۷ : ۱۴۳) اور انہیں کتاب شریعت دی گئی تھی ۔

'' انہ ھو السمیع البصیر '' وہی ہے جو سننے والا ، دیکھنے والا ہے ۔ پس جسے چاہے اس سے زیادہ سنا دے جتنا سب سن رہے ہیں اور اس سے زیادہ دکھا دے جتنا سب دیکھ رہے ہیں ۔

یہاں مسجد حرام سے مقصود مکہ ہے اور مسجد اقصیٰ سے بیت المقدس کا ہیکل ۔ اسے اقصیٰ اس لیے فرمایا کہ عرب کے لیے قریب کی عبادت گاہ خانۂ کعبہ تھی اور دور کی عبادت گاہ ہیکل ۔

سورة بنی اسرائیل - ۱۷

مکیة و هی مائة و احدی عشرة اٰیة

مکی، ۱۱۱ آیات

بسم الله الرحمن الرحیم

سبحٰن الذی - ۱۵

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی	پاکی ہے اس ذات کے لیے
بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ	جس نے اپنے بندے کو (یعنی
الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا	پیغمبر اسلام کو) راتوں رات
الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ	مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ
مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ	تک کہ اس کے اطراف کو ہم
الۡبَصِیۡرُ ۝۱	نے بڑی ہی برکت دی ہے

سیر کرائی اور اس لیے سیر کرائی کہ اپنی نشانیاں اسے دکھادیں۔ بلا شبہ وہی ذات ہے جو سننے والی، دیکھنے والی ہے [1]۔

---

۱ - ہجرت مدینہ سے تقریبًا ایک سال پہلے پیغمبر اسلام =

کرو گے ٤ .

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝

پھر جب ان دو وقتوں میں سے پہلا وقت آگیا تو (اے بنی اسرائیل!) ہم نے تم پر اپنے ایسے بندے بھیج دیے جو بڑے ہی خوفناک تھے۔ پس وہ تمہاری آبادیوں کے اندر پھیل گئے اور الله کا وعدہ تو اسی لیے تھا کہ پورا ہو کر رہے ٥ .

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ

پھر (دیکھو!) ہم نے زمانے کی

٤ ـ آیت ٤ میں کتاب سے مقصود انبیاء بنی اسرائیل کے صحیفے ہیں ، چنانچہ یسعیاہ، یرمیاہ اور حزقیل کی کتابوں میں بنی اسرائیل کے دو بڑے فسادوں اور دو بڑی بربادیوں کی خبر دے دی گئی تھی . پہلی بربادی بابل کے بادشاہ نبوخد نصر (Nebuchadnezzar) (بخت نصر) کے حملے سے ہوئی ، دوسری رومیوں کے حملے سے جو ٹیٹس (Titus) کے زیر قیادت ہوئی تھی .

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ۝۲

اور (اسی طرح) ہم نے موسٰی کو کتاب (شریعت) دی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ھدایت کا ذریعہ ٹھیرایا (اور حکم دیا) کہ (دیکھو!) میرے سوا اور کسی کو اپنا کارساز نہ ٹھیراؤ[۲].

ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝۳

تم ان لوگوں کی نسل ہو جنھیں ہم نے (طوفان کی ھلاکت سے نجات دی تھی اور) نوح کے ساتھ (کشتی مین) سوار کرایا تھا اور وہ ایك شکر گزار بندہ تھا[۳].

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝۴

اور (دیکھو!) ہم نے کتاب میں (یعنی تورات میں) بنی اسرائیل کو اس فیصلے کی خبر دے دی تھی کہ تم ضرور ملك میں دو مرتبہ خرابی پھیلاؤ گے اور بڑی ھی سخت درجے کی سرکشی

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ	اگر تم نے بھلائی کے کام کیے
لِاَنْفُسِكُمْ قف وَاِنْ اَسَاْتُمْ	تو اپنے ھی لیے کیے اور اگر
فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ	برائیاں کیں تو بھی اپنے ھی
الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ	لیے کیں . پھر جب دوسرے
وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا	وعدے کا وقت آیا (تو ھم نے
دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا	اپنے دوسرے بندوں کو بھیج
مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝ ۷	دیا) تاکہ تمھارے چھروں پر

رسوائی پھیر دیں اور اسی طرح (ھیکل کی) مسجد میں داخل ھو جائیں حس طرح پہلی مرتبہ حملہ آور گھسے تھے اور جو کچھ پائیں توڑ پھوڑ کر برباد کر ڈالیں ۷ .

= وہ بھی اپنے ھی لیے کی تھیں . اس کی پاداش بھی تمھارے ھی حصے میں آئی . چنانچہ جب ایسا ھوا کہ اس دوسری مہلت کی بھی تم نے قدر نہ کی اور اپنی توبہ و انابت کے وہ تمام عہد بھلادیے جو بابل کی اسیری کے زمانے میں کیے تھے تو پھر دوسری ھلاکت کا وقت نمودار ھو گیا یعنی رومی حملے کا . یہ بنی اسرائیل کی آخری ھلاکت تھی ، اس کے بعد پھر نہ سنبھل سکے .

عَلَيْهِمْ وَ اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ گردش تمہارے دشمنوں کے
وَّ بَنِيْنَ وَ جَعَلْنٰكُمْ خلاف اور تمہارے موافق کردی
اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝۶ اور مال ودولت اور اولاد کی

کثرت سے تمہاری مدد کی اور تمہیں (پھر) ایسا بنادیا کہ بڑے جتھے والے ہوگئے[۶] ۔

۶ - بابل کے حملے نے صرف یہودیا (Judea) کی آبادیوں ھی کو پامال نہیں کیا تھا، بلکہ بنی اسرائیل کی نسل و قومیت بھی ھلاک و منتشر ھوگئی تھی ۔ لیکن ایک صدی کے بعد گردش زمانہ نے پھر پلٹا کھایا اور کار ساز قدرت نے وقت کی سب سے بڑی فاتح شہنشاھیت کو ان کی اعانت و دست گیری کے لیے کھڑا کر دیا، یعنی شہنشاہ فارس کو ۔ اب یہودیا کی تمام اجڑی بستیاں پھر آباد ھو گئیں اور یہودی جمعیت کا جسم مردہ پھر زندہ ھوگیا ۔ آیت ۶ میں اسی عہد کی طرف اشارہ کیا ھے ۔ فرمایا: اگر تم نے اچھے کام کیے تھے تو اپنے ھی لیے کیے تھے، یعنی اس کے نتائج تمہارے ھی حصے میں آئے ۔ اور بد عملیاں کی تھیں تو=

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِیْ	بلا شبہ یہ قرآن اس راہ کی
لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ	طرف رہنمائی کرتا ہے جو سب
وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ	سے زیادہ سیدھی راہ ہے اور

= قدم اٹھایا برے نتائج کے بھی قدم اٹھ گئے ۔ اس راہ میں جتنے بڑھتے جاؤ اور جس قدر بھی غور کرو حقیقت ہر جگہ یہی نظر آئے گی کہ " وان عدتم عدنا " .

آیت کا مطلب یہ ہے کہ دو ہلاکتیں ہو چکیں ۔ اب تیسری مہلت تمہیں ملی ہے ، یعنی دعوت حق کے ظہور نے رحمت الٰہی کی بخشایشوں کا دروازہ کھول دیا ہے . اگر انکار و سرکشی سے باز آجاؤ تو تمہارے لیے سعادت و کامرانی ہے ۔ باز نہ آؤ گے تو پھر جس طرح دو مرتبہ نتائج عمل کا قانون اپنی عقوبتیں دکھلا چکا ہے ، تیسری مرتبہ بھی دکھلائے گا ۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔ یہودیوں نے جس طرح اس مہلت سے فائدہ نہیں اٹھایا تھا جو حضرت مسیح علیہ السلام کے ظہور نے انہیں دی تھی ، اسی طرح دعوت اسلام سے بھی فائدہ نہ اٹھایا اور محرومی و نامرادی کی مہر ہمیشہ کے لیے ان کی قسمت پر لگ گئی ۔

عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ ۚ وَ اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَ جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا ﴿۸﴾

وقف لازم

کچھ عجب نہیں کہ تمھارا پروردگار تم پر رحم فرمائے (اگر اب بھی باز آجاؤ)، لیکن اگر تم پھر (سرکشی و فساد کی طرف) لوٹے تو (اللہ فرماتا ھے:) ھماری طرف سے بھی پاداش عمل لوٹ آئے گی اور (یاد رکھو!) ھم نے منکرین حق کے لیے جہنم کا قید خانہ تیار کر رکھا ھے [۸].

۸ - آیت ۸ نے دو لفظوں کے اندر وہ سب کچھ کہہ دیا جو جزاء عمل کے بارے میں کہا جاسکتا ھے اور اس سے قرآن کی معجزانہ بلاغت کا اندازہ کیا جاسکتا ھے: ''وان عدتم عدنا''، اگر تم پھر انھیں شرارتوں کی طرف لوٹے تو ھم بھی لوٹیں گے. یعنی اگر تم بد عملیوں کی طرف لوٹو گے تو اللہ کا قانون مجازات بھی پاداش و عقوبت کی طرف لوٹے گا. جونہی تم نے برائی کا رخ کیا، نتائج عمل کا قانون بھی پاداش و عقوبت میں سرگرم ھو گیا. ''عمل'' اور ''نتیجہ'' دو ایسی لازم و ملزوم حقیقتیں ھیں جو کسی حال میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ھو سکتیں. نتیجہ عمل کا سایہ ھے. جہاں عمل آیا اس کا سایہ بھی ساتھ آگیا. تم نے اچھے عمل کی طرف رخ کیا اور اچھے نتائج بھی تمھاری طرف تکنے لگے. تم نے برے عمل کی طرف =

وَّ اَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ع ١٠

اور (اس بات کا بھی اعلان کرتا ھے کہ) جو لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے ان کے لیے ہم نے عذاب درد ناك تیار کر رکھا ھے ١٠

ا
ع
ا

وَ يَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝ ١١

اور (دیکھو!) جس طرح انسان اپنے لیے بھلائی کی دعائیں مانگتا ھے اسی طرح (بسا اوقات) برائی بھی مانگنے لگتا ھے (اگر چہ نہیں جانتا کہ یہ اس کے لیے برائی ھے) اور حقیقت یہ ھے کہ انسان بڑا ھی جلدباز ھے ١١ .

---

١١ - آیت ١١ میں انسان کی اس کمزوری کی طرف اشارہ کیا ھے کہ وہ خیر و شر میں امتیاز نہیں کرتا اور بسا اوقات شر کا اس طرح طالب ہوجاتا ھے جس طرح اسے خیر کا خواستگار ہونا چاہیے۔ =

الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ	ایمان والوں کو جو نیک عملی
اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا ۙ ۹	میں سر گرم رهتے هیں بشارت

دیتا هے که انهیں بهت بڑا اجر ملنے والا هے ۹ .

---

۹ - آیت ۸ میں فرمایا تها: عجب نهیں که پروردگار تم پر رحم فرمائے اگر سر کشی و فساد سے باز آجاؤ اور دعوت حق پر لبیك کهو. پس آیت ۹ میں اس کی مزید تشریح کی اور فرمایا: ''ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم'' قرآن هدایت کی ایسی راه دکهاتا هے جو سب سے زیاده سیدهی راه هے اور ان لوگوں کے لیے جو اس راه پر چلیں هر طرح کی کام یابیوں کی بشارت هے .

قرآن نے اپنے جس قدر اوصاف بیان کیے هیں ان سب میں جامع ترین وصف یهی هے . زندگی اور سعادت کے هر گوشے میں اس کی ره نمائی سیدهی سے سیدهی بات کے لیے هے . کسی طرح کی کجی، کسی طرح کا پیچ وخم، کسی طرح کا الجهاؤ، کسی طرح کی افراط و تفریط اس کی ره نمائی میں نهیں هوسکتی . یهی حقیقت دوسری جگه ''صراط مستقیم'' اور ''دین قیم'' سے تعبیر کی گئی هے .

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا دھیمی کردی (کہ راحت وسکون
عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ کا وقت بن جائے) اور دن کی
وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا[۱۲] نشانی روشن کردی کہ (اس کے
اجالے میں) اپنے پروردگار کا فضل ڈھونڈھو (یعنی معیشت کا
سروسامان مہیا کرو)، نیز (رات دن کے اختلاف سے) برسوں کی
گنتی اور (برسوں کی گنتی سے ہر طرح کا) حساب بھی معلوم
کرلو. ہم نے (قرآن میں) ہر چیز کا بیان کھول کھول کر
الگ الگ واضح کردیا ہے ۱۲.

---

۱۲ - اس کے بعد آیت ۱۲ میں اس طرف اشارہ کیا
ہے کہ کس طرح ربوبیت الٰہی نے تمہاری ہدایت کا
فطری سامان کردیا ہے اور کس طرح کارخانۂ ہستی کا
ہر معاملہ تمہاری کار برآریوں کا ذریعہ ہے. اور جب
ربوبیت الٰہی کی یہ کار فرمائیاں شب و روز دیکھ رہے
ہو تو اس سے تمہیں کیوں انکار ہو اگر وہ وحی ونبوت
کے قیام کے ذریعے تمہاری ہدایت کا مزید سامان کردے؟

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ — اور (دیکھو!) ہم نے رات
اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ — اور دن کو ایسا بنایا که (ہماری
وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ — قدرت و حکمت کی) دو نشانیاں
مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا — ھو گئیں . سو رات کی نشانی

= یه حالت اسے کیوں پیش آتی ھے ؟ اس لیے که اس کی طبیعت میں جلد بازی ھے یعنی ایسی خواھشیں ھیں جو فوراً پورا ھونا چاھتی ھیں اور جب چھا جاتی ھیں تو ایك لمحے کے لیے بھی صبر و انتظار نہیں کرسکتیں . نتیجه یه نکلتا ھے که وہ اچھائی کی طلب گاری کرتے ھوے برائیوں کا طلب گار ھو جاتا ھے اور نہیں جانتا که اس کی طلب گاری اسے برائیوں کی طرف لیے جارھی ھے .

پس معلوم ھوا که اسے ایك رہ نمائی کی ضرورت ھے جو خیر و شر کا امتیاز سکھلائے اور خواھشوں کی ٹھوکروں سے اس کی حفاظت کرے . یہی رہ نمائی ھدایت وحی کی راہ نمائی ھوئی اور اسی لیے انسان کسی ایسی رہ نمائی کا بالطبع محتاج ھوا .

وِزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا	اٹھائے گا ۔ کوئی بوجھ اٹھانے
مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ	والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں
رَسُوْلًا ۞ ۱۵	اٹھاتا (ہر جان کو خود اپنے ہی

اعمال کا بوجھ اٹھانا ہے)۔ اور ہم کبھی ایسا نہیں کرتے کہ (کسی قوم کو) عذاب دیں مگر اسی وقت جب کہ اس میں ایک رسول پیدا کردیتے ہیں (اور پھر بھی لوگ سرکشی و فساد سے باز نہیں آتے) ۱۵ .

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ	اور جب ہمیں منظور ہوتا ہے
قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا	کہ کسی بستی کو ہلاک کریں
فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ	تو ایسا ہوتا ہے کہ اس کے
عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا	خوش‌حال لوگوں کو حکم دیتے
تَدْمِيْرًا ۞ ۱۶	ہیں (یعنی وحی کے ذریعے احکام

حق پہنچا دیتے ہیں)، پھر وہ (بجائے اس کے کہ اس کی تعمیل کریں) نافرمانی میں سرگرم ہوجاتے ہیں۔ پس ان پر عذاب کی بات ثابت ہوجاتی ہے اور (پاداش عمل میں) انہیں برباد و ہلاک کر ڈالتے ہیں ۱۶ .

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝ ۱۳

اور هم نے هر انسان کی شامت خود اس کی گردن سے باندھ دی هے (کہیں باهر سے اس پر آکر نهیں گرتی) اور قیامت کے دن هم اس کے لیے (نامۂ اعمال کی) ایك کتاب نکال کر پیش کردیں گے، وہ اسے اپنے سامنے کھلا دیکھ لے گا ۱۳ .

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ؕ ۝ ۱۴

(هم کہیں گے :) اپنا نامۂ اعمال پڑھ لے . آج کے دن خود تیرا وجود هی تیرے احتساب کے لیے بس کرتا هے ۱٤ .

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ

جو سیدھے رستے چلا تو اپنے هی لیے چلا اور جو بھٹك گیا تو بھٹکنے کا خمیازہ بھی وهی

مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝۱۸

دے دیتے ھیں ۔ پھر آخر کار اس کے لیے جہنم بنا دی ھے ، اس میں داخل ھو گا ، بد حال ، ٹھکرایا ھوا ۱۸ ۔

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝۱۹

لیکن جو کوئی آخرت کا طالب ھوا اور اس کے لیے جیسی کچھ کوشش کرنی چاھیے ویسی کوشش کی ، نیز ایمان بھی رکھتا ھے تو (اس کے لیے دائمی کام یابیاں ھیں اور) ایسے ھی لوگ ھیں جن کی کوشش مقبول ھو گی ۱۹ ۔

---

۱۸ و ۱۹ - آیت ۱۸ میں فرمایا کہ نتائج عمل کے لحاظ سے انسان کے دو گروہ ھو گئے ھیں : ایک وہ ھے جس کی ساری طلب دنیا کی چند روزہ زندگی ھی کے لیے ھے ۔ دوسرا وہ ھے جو یقین رکھتا ھے کہ اس زندگی کے بعد بھی ایک زندگی ھے اور اس لیے اس دوسری زندگی کی سعادت کا بھی طالب ھے ۔ جہاں تک دنیا کی زندگی کا تعلق ھے ھمارا قانون یہ ھے کہ دونوں کے آگے یکساں طریقے پر دنیوی نتائج کا دروازہ کھول دیا جائے اور=

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ	اور (دیکھو!) نوح کے بعد
مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ ۭ وَكَفٰى	قوموں کے کتنے ہی دور
بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ	گزر چکے ہیں جنہیں ہم نے
خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ۝۱۷	ہلاک کر دیا اور (اے پیغمبر!)

تیرے پروردگار کی خبرداری اور نگرانی اس کے بندوں کے (گناہوں کے) لیے بس کرتی ہے[۱۷] ۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ	جو کوئی فوری فائدہ (اسی
عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَاۗءُ	دنیا میں) چاھتا ھے تو جس
لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا	کسی کو ھم دینا چاھیں اور
لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا	جتنا دینا چاھیں، اسی دنیا میں

---

۱۳ تا ۱۷ ـ آیت ۱۳ سے آیت ۱۷ تک یہ حقیقت واضح کی ھے کہ انسان اپنے اعمال کے نتائج سے بندھا ھوا ھے اور جو برائی بھی اسے پیش آتی ھے خود اسی کے اعمال کی پیداوار ھے ۔ یہ مقام تشریح طلب ھے ۔ اس کی تشریح سورت کے آخری نوٹ میں ملے گی ۔

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۝۲۱

دیکھو! ہم نے کس طرح (یہاں) بعض لوگوں کو بعض لوگوں پر برتری دے دی ہے (کہ کوئی کسی حال میں نظر آتا ہے، کوئی کسی میں) اور حقیقت یہ ہے کہ آخرت کے درجے سب سے بڑھ کر ہیں اور سب سے برتر ۲۱۔

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝۲۲ ع

اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ ٹھیراؤ، ورنہ ایسے ہو رہو گے کہ ہر طرف سے نفریں کے مستحق اور ہر طرف سے درماندگی میں پڑے ہوے ۲۲۔

۲ ع ۲

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ

اور تمھارے پروردگار نے یہ بات ٹھیرا دی کہ اس کے سوا اور کسی کی بندگی نہ کرو اور اپنے ماں باپ کے ساتھ

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ۝ ۲۰

ہم ہر فریق کو اپنی پروردگاری کی بخشایشوں سے (دنیا میں) مدد دیتے ہیں، ان کو بھی (کہ صرف دنیا ہی کے پیچھے پڑ گئے) اور ان کو بھی (کہ آخرت کے طالب ہوے اور راہ حق پر چلے) اور (اے پیغمبر!) تیرے پروردگار کی بخشش عام کسی پر بند نہیں ۲۰ ۔

= سب کو کارخانۂ ربوبیت کا فیضان مل رہا ہے، انہیں بھی جو صرف دنیا کے ہو رہے، انہیں بھی جو آخرت کے بھی طالب ہوے ۔ لیکن جہاں تک آخرت کی سعادتوں کا تعلق ہے پہلے کے لیے محرومیاں ہوں گی، دوسرے کے لیے کام رانیاں ۔

آیت ۱۹ نے یہ حقیقت بھی واضح کر دی کہ سعادت اخروی کی شرائط کیا ہیں ۔ فرمایا: دو شرطیں ہیں: اول یہ کہ سعادت اخروی کے لیے کوشش کرے، لیکن کیسی کوشش؟ ویسی کوشش جو اس کے لیے صحیح کوشش ہو سکتی ہے، یعنی جو اللہ کی وحی نے بتلا دی ہے ۔ دوسری یہ کہ اللہ پر اور اس کی صداقتوں پر ایمان ہو ۔ اس سے معلوم ہوا کہ آخرت کی سعادت کی کوئی سعی بغیر ان دو شرطوں کے مقبول نہیں ہو سکتی ۔

اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ۝۲۵

جو کچھ تمھارے جی میں ہوتا ہے . اگر تم نیک کردار ہوے (اور بغیر قصد کے تم سے کوئی فروگزاشت ہو گئی) تو (اس کی وجہ سے تمہیں مضطرب نہیں ہونا چاھیے) وہ بلا شبہ توبہ کرنے والوں کے لیے بڑا ھی بخشنے والا ھے ۲۵ .

۲۲ تا ۲۵ - آیت ۲۲ سے سلسلۂ بیان اوامر و نواھی کی طرف متوجہ ہوا ھے اور واضح کیا ھے کہ طالب آخرت گروہ کے اعمال کیسے ہونے چاھییں . طالبین آخرت کی کام یابی اس سے مشروط کر دی تھی کہ "و سعیٰ لها سعیها"، اب اس کی تشریح کی ھے کہ سعادت اخروی کے لیے سعی اس طرح کرنی چاھیے .

سب سے پہلے توحید فی العبادۃ کی تلقین کی کہ اللہ کے سوا اور کسی کی بندگی نہ کرو . کیوں کہ نفس توحید کا اعتقاد تو تمام پیروان مذاھب میں موجود تھا ، لیکن توحید فی العبادۃ کی حقیقت مفقود ھو گئی تھی . پھر والدین کے حقوق پر توجہ دلائی . کیوں کہ انسان کے لیے والدین کی ربوبیت ، ربوبیت الٰہی کا پر تو ھے ، اور اس لیے عبودیت الٰہی کے بعد جو عمل اس کے لیے مقدم ھو سکتا ھے وہ یہی ھے کہ والدین کے حقوق پرورش سے غافل نہ ھو . =

اَوْ كِلٰـهُمَـا فَـلَا تَـقُـلْ — بھلائی کرو. اگر ماں باپ میں

لَّـهُـمَـآ اُفٍّ وَّلَا تَـنْـهَـرْهُمَا — سے کوئی ایک یا دونوں

وَقُـلْ لَّـهُـمَـا قَـوْلًا كَرِيـمًا ۝٢٣ — تمہاری زندگی میں بڑھاپے کی

عمر تک پہنچ جائیں (اور ان کی خدمت کا بوجھ تم پر آ پڑے) تو ان کی کسی بات پر اف نہ کرو (یعنی کوئی بات کتنی ہی ناگوار گزرے مگر حرف شکایت زبان پر نہ لاؤ) اور نہ (تیزی میں آ کر) جھڑکنے لگو، ان سے بات چیت ادب و عزت کے ساتھ کرو۲۳.

وَاخْـفِـضْ لَـهُـمَـا جَنَـاحَ — ان کے آگے محبت و مہربانی

الـذُّلِّ مِـنَ الرَّحْـمَـةِ وَقُـلْ — کے ساتھ عاجزی کا سر جھکائے

رَّبِّ ارْحَـمْـهُـمَـا كَمَـا رَبَّـيٰـنِيْ — رکھو، ان کے حق میں (ہمیشہ)

صَغِيْرًا ۝٢٤ — دعا کرو کہ پروردگار! جس

طرح انہوں نے مجھے صغر سنی میں پالا پوسا اور بڑا کیا تو اسی طرح تو بھی ان پر رحم کیجیو۲۴.

رَبُّـكُـمْ اَعْـلَـمُ بِـمَـا فِيْ نُفُوْسِكُمْ — تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے

ادا کرتے رہو اور مال و دولت کو بے محل خرچ نہ کرو جیسا کہ بے محل خرچ کرنا ہوتا ہے ۲۶ ۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝۲۷

بے محل خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی بند ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کی نعمتوں کا کفران کرنے والا ہے ۲۷ ۔

۲۶ و ۲۷ - ماں باپ کے بعد قرابت داروں کے حقوق ہیں اور پھر ان سب کے ہیں جو ہماری خبر گیری کے محتاج ہوں ۔ پس آیت ۲۶ میں اس کا حکم دیا اور فرمایا "و لا تبذر تبذیرا"، تمہارے خرچ کرنے کا صحیح محل یہ ہے، پس مال و دولت بے محل خرچ نہ کرو ۔

پھر فرمایا: جو لوگ تبذیر کرتے ہیں، یعنی خدا کی دی ہوئی دولت بے محل خرچ کر ڈالتے ہیں، مثلاً محض اپنے نفس کی عیش پرستیوں میں اڑا دیں گے تو وہ شیطان کے بھائی بندوں میں سے ہیں، کیوں کہ شیطان کی راہ کفران کی راہ ہے اور انہوں نے بھی کفران نعمت کی راہ اختیار کی ۔

مال و دولت کے بے جا استعمال کی دو ہی صورتیں =

وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ ۲۶

اور (دیکھو!) جو لوگ تمہارے قرابت دار ہیں، جو مسکین ہیں، جو (بے یار و مددگار) مسافر ہیں ان سب کا تم پر حق ہے، ان کا حق

= والدین کی خدمت و اطاعت کی آزمایش کا اصلی وقت ان کے بڑھاپے کا وقت ہوتا ہے. کیوں کہ بڑھاپے کی کم زوریاں انہیں دوسروں کی خدمت و اعانت کا محتاج بنا دیتی ہیں اور اولاد اپنی جوانی کی امنگوں اور عیش پرستیوں میں اس کی بہت کم مہلت پاتی ہے کہ اپنے محتاج اور معذور ماں باپ کی خبر گیری کرے۔ پس یہاں سب سے زیادہ زور اسی بات پر دیا، کیوں کہ جو اولاد اپنے بوڑھے ماں باپ کی خدمت و اطاعت میں کوتاهی نہیں کرے گی وہ دوسرے وقتوں میں کب کوتاهی گوارا کر سکتی ہے۔

انسان کی احتیاج کے دو ہی وقت ہوتے ہیں: طفولیت اور بڑھاپا۔ طفولیت میں ماں باپ نے خدمت کی تھی، بڑھاپے میں اولاد کو کرنی چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ فرمایا: ”رب ارحمهما کما ربینی صغیرا“۔

مَّحۡسُوۡرًا ۝۲۹ پهیلا دو . دونوں صورتوں کا نتیجه یه نکلیے گا که هر طرف سے ملامت پڑے اور درمانده هو کر ره جاؤ ۲۹ .

اِنَّ رَبَّكَ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيۡرًاۢ بَصِيۡرًا ۝۳۰

تمهارا پروردگار جس کسی کی روزی چاهتا هے فراخ کردیتا هے اور جس کی چاهتا هے نپی تلی . وه اپنے بندوں (کی حالت) کی خبر رکهنے والا (اور سب کچه) دیکهنے والا هے ۳۰ .

۳
ع
۳

۲۹ - آیت ۲۹ جوامع مواعظ میں سے هے . فرمایا : مال و دولت خرچ کرنے میں اور هر بات میں اعتدال کی راه اختیار کرو . کسی ایك هی طرف کو جهك نه پڑو . مثلاً خرچ کرنے پر آئے تو سب کچه اڑا دیا ، احتیاط کرنی چاهی تو اتنی کی که کنجوسی پر اتر آئے .

در اصل تمام محاسن و فضائل کی بنیادی حقیقت توسط و اعتدال هے اور جتنی برائیاں بهی پیدا هوتی هیں ، افراط و تفریط سے پیدا هوتی هیں .

وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝۲۸

اور اگر ایسا ہو کہ تم اپنے پروردگار کی مہربانی کی راہ دیکھ رہے ہو (یعنی تنگ دستی کی حالت میں ہو اور رزق کی جستجو کر رہے ہو) اور اس لیے تمھیں (ان حق داروں سے) منہ پھیرنا پڑے تو چاہیے کہ نرمی سے انہیں سمجھا دو (سختی سے پیش نہ آؤ) ۲۸ .

وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا

اور (دیکھو!) نہ تو اپنا ہاتھ اتنا سکیڑ لو کہ گردن میں بندھ جائے اور نہ بالکل ہی

═ ہو سکتی ہیں: ایک یہ کہ آدمی نہ تو اپنے اوپر حرج کرے نہ دوسروں پر، محض جمع کرکے رکھے. دوسری یہ کہ صرف اپنے اوپر خرچ کرے، دوسروں پر خرچ نہ کرے. قرآن نے دونوں صورتوں کو معصیت قرار دیا ہے. پہلی صورت "اکتناز" کی ہے: "و الذین یکنزون الذھب و الفضة" (۹ : ۳٤)، دوسری تبذیر کی. یہاں تبذیر سے روکا ہے.

چاهیے که خون ریزی میں زیادتی نه کرے (یعنی حق سے زیادہ بدلا لینے کا قصد نه کرے)، وہ (حد کے اندر رهنے میں) فتح مند هے۳۳.

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ص وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ

اور یتیموں کے مال کے قریب بھی نه جانا (یعنی اسے خرچ کرنے کا ارادہ بھی نه کرنا) مگر هاں، ایسے طریقے پر جو بہتر هو،

۳۳ - قرآن نے قتل نفس کو انسان کی سب سے بڑی معصیت قرار دیا هے. شرك کے بعد اگر کوئی برائی هوسکتی هے تو وہ یہی هے: ”و الذین لا یدعون مع الله الٰهاً اٰخر و لا یقتلون النفس التی حرم الله الا بالحق (۲۵ : ۶۸). اس بارے میں طبیعت انسانی کے لیے اصلی آزمایش کا وقت وہ هوتا هے جب انتقام کا جوش ابھر آتا هے اور بسا اوقات ایك قتل کے بدلے سینکڑوں جانوں کا خون بہادیا جاتا هے. پس یہاں آیت ۳۳ میں خصوصیت کے ساتھ اس فتنے پر توجه دلائی: ”ولا یسرف فی القتل“. جو شخص کسی ظلم سے مارا جائے تو اس کے وارثوں کو قصاص کے مطالبے کا حق دیا گیا هے، لیکن اس حق کا بے جا استعمال نہیں هونا چاهیے که ایك خون ریزی کے بدلے بہت سی خون ریزیاں هوجائیں.

وَلَا تَقْتُلُوٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝ ۳۱

اور (دیکھو!) افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو ھلاك نه کرو. هم هی هیں که انهیں بهی اور تمهیں بهی روزی دیتے هیں . انهیں هلاك کرنا بڑے هی گناه کی بات هے ۳۱ .

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ ۳۲

اور زنا کاری کے قریب بهی نه جاؤ. یقین کرو وه بڑی هی بے حیائی کی بات اور بڑی برائی کا چلن هے ۳۲ .

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّى الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝ ۳۳

اور کسی جان کو ناحق قتل نه کرو، جسے قتل کرنا الله نے حرام ٹهیرادیا هے . جو کوئی ظلم سے مارا جائے تو هم نے اس کے وارث کو (قصاص کے مطالبے کا) اختیار دے دیا هے . پس

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ	اور زمین پر اکڑ کر نہ چلو ۔
اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ	یقیناً تم زمین میں شگاف نہیں ڈال
وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ	سکتے اور نہ پہاڑوں کی لمبان
طُوْلًا ۞ ٣٧	تك پہنچ سکتے ہو ٣٧ ۔
كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَیِّئُهٗ عِنْدَ	ان ساری باتوں کا یہ حال ہے کہ
رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ۞ ٣٨	ان کی برائی تمہارے پروردگار

کے نزدیك بڑی ہی ناپسندیدہ ہے ٣٨ ۔

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰۤی اِلَیْكَ	(اے پیغمبر!) یہ ان دانائی کی
رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا	باتوں میں سے ہیں جو تیرے
تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ	پروردگار کی جانب سے تجھ پر
فَتُلْقٰی فِیْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا	وحی کی گئی ہیں ۔ اور (تمام
مَّدْحُوْرًا ۞ ٣٩	باتوں کی جڑ یہ ہے کہ) اللہ کے

ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ ٹھیراؤ کہ بالآخر دوزخ میں ڈالے جاؤ ، ملامت کے مستوجب اور ٹھکرائے ہوے ٣٩ ۔

كَانَ مَسْـُٔولًا ۝۳٤ یہاں تك كه یتیم جوان هو جائیں
(اور تم ان کی امانت ان کے حوالے کردو) . اور (دیکھو!) اپنا عهد پورا کرو. عهد کے بارے میں تم سے باز پرس کی جائے گی۳٤.

وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ اور جب کوئی چیز ماپو تو
وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ پیمانه بھر پور رکھا کرو (اس
ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝۳٥ میں کمی نه کرو) اور جب تولو
تو درست ترازو سے تولو (یعنی نه تو ترازو غلط هو، نه تولنے میں ڈنڈی دبائی جائے) . یه (معاملے کا) بهتر طریقه هے اور اچھا انجام لانےوالا هے ۳۵ .

وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ اور (دیکھو!) جس بات کا
عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ تمهیں علم نهیں اس کے پیچھے
وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ نه پڑو (اپنی حد کے اندر رهو).
عَنْهُ مَسْـُٔولًا ۝۳٦ (یاد رکھو!) کان، آنکھ، عقل، ان سب کے بارے میں باز پرس هونے والی هے ۳٦ .

۳۰ - آیت ۳۹ مهمات معارف قرآنی میں سے هے .
اس کی تشریح آخری نوٹ میں ملے گی .

تو اس صورت میں ضروری تھا کہ وہ فوراً صاحب تخت ھستی تک (مقابلے کی) راہ نکال لیتے (اور کار خانۂ ھستی میں فساد پڑ جاتا) ٤٢ ۔

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝٤٣ | ان ساری باتوں سے جو یہ کہتے ھیں اس کی ذات پاک اور بلند ھے ، بے حد بلند ھے ٤٣ ۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝٤٤ | ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ھے اس کی پاکیزگی و کبریائی کا زمزمہ بلند کر رھے ھیں ۔ یہاں کوئی چیز نہیں جو اس کی حمد و ثنا میں زمزمہ سنج نہ ھو ، مگر تم ان کی زمزمہ سنجیاں سمجھتے نہیں ۔ بلا شبہ وہ بڑا ھی بردبار ھے ، بڑا ھی بخشنے والا ٤٤ ۔

---

٤٤ - آیت ٤٤ میں فرمایا : کائنات ھستی میں کوئی چیز =

اَفَاَصۡفٰكُمۡ رَبُّكُمۡ بِالۡبَنِيۡنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الۡمَلٰٓـئِكَةِ اِنَاثًا‌ ؕ اِنَّكُمۡ لَتَقُوۡلُوۡنَ قَوۡلًا عَظِيۡمًا ۴۰

ع ۴

کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے تمہیں تو اس برگزیدگی کے لیے چن لیا ہو کہ بیٹے والے ہو اور خود اپنے لیے یہ پسند کیا ہو کہ فرشتوں کو بیٹیاں بنائے؟ (افسوس تم پر!) کیسی سخت بات ہے جو تم کہہ رہے ہو ۴۰ ۔

وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا فِىۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لِيَذَّكَّرُوۡا ؕ وَمَا يَزِيۡدُهُمۡ اِلَّا نُفُوۡرًا ۴۱

اور (دیکھو!) ہم نے اس قرآن میں طرح طرح کے طریقوں سے (مطالب حق) بیان کیے تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں، لیکن ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ ہوا تو یہ ہوا کہ (سچائی سے) اور زیادہ نفرت بڑھ گئی ۴۱ ۔

قُلْ لَّوۡ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوۡلُوۡنَ اِذًا لَّابۡتَغَوۡا اِلٰى ذِى الۡعَرۡشِ سَبِيۡلًا ۴۲

(اے پیغمبر!) تم کہہ دو: اگر اللہ کے ساتھ اور بہت سے معبود ہوتے جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں

= کائنات ہستی کا ہر وجود، ہر ہستی، ہر چیز، ہر حالت، ہر حادثہ اپنے بنانے والے کی یکتائی اور صنعت گری کی تصویر ہے۔ اور خود تصویر سے بڑھ کر اور کس کی زبان ہوسکتی ہے جو مصور کے صنعت و کمال کا اعلان کرے؟

اگر ایک با کمال سنگ تراش موجود ہے تو اس کی صناعی و کمال کی تعریف تم زبانوں سے نہیں کرسکتے، اس کی مجسم تعریف و توصیف خود اس کی بنائی ہوئی مورتی ہوتی ہے۔ اس مورتی کا حسن، اس کا تناسب، اس کا انداز، اس کی ساری باتیں اپنے سنگ تراش کے دست صناعی کی ابھرتی ہوئی تعریف اور ابلتی ہوئی مدح و ثنا ہوتی ہے!

اس آیت نے یہ حقیقت بھی واضح کردی کہ کارخانۂ ہستی میں جو کچھ ہے سر تا سر حسن و خوبی ہی ہے۔ کیوں کہ حمد کے معنی ثناء جمیل کے ہیں اور تمام چیزوں کا صدائے حمد ہونا اس امر کا ثبوت ہے کہ بنانے والے نے جتنی چیزیں بنائی ہیں حسن و خوبی ہی کی بنائی ہیں اگرچہ تمہاری کوتاہ بینی اسے نہ پاسکے۔ اس مقام کی مزید تشریح کے لیے تفسیر فاتحہ کا مبحث برہان رحمت دیکھنا چاہیے۔

لیکن کیا کائنات ہستی کی یہ تسبیح محض صدائے حال=

= نہیں جو اللہ کی حمد و تسبیح نہ کر رہی ہو، لیکن تم میں سمجھ نہیں کہ ان کی تسبیح و تقدیس پر غور کرو۔

یہ تسبیح جو کائنات ہستی کی ہر چیز کر رہی ہے، کیا محض صداؤں کی تسبیح ہے؟ نہیں، وہ اپنی ہستی میں، اپنی بناوٹ میں، اپنی صورت میں، اپنے افعال و خواص میں مجسم تسبیح و تقدیس ہیں۔ ان کی ہستی ہی تسبیح کا ترانہ اور ان کی موجودگی ہی سر تا سر حمد و ثنا ہے۔ وہ اپنی ہر بات میں کسی بنانے والے کی صنعت، کسی پرورش کرنے والے کی پرورش اور کسی سرچشمۂ حسن و کمال کی حسن افروزیاں ہیں اور اس لیے زبان حال سے اس کی خالقیت و حکمت و ربوبیت و رحمت کی تحمید و تسبیح کر رہی ہیں۔

عربی میں "مَن" ذوی العقول کے لیے آتا ہے، اس لیے پہلے فرمایا: آسمان اور زمین میں جتنی ذوی العقول ہستیاں ہیں سب تسبیح الٰہی میں سرگرم ہیں۔ پھر فرمایا "و ان من شیء"، اور کائنات ہستی میں کوئی شے نہیں جو اس تسبیح میں ان کی شریک نہ ہو۔ عربی میں "شے" کا اطلاق نہ صرف ان چیزوں پر ہوتا ہے جو جسم و حجم رکھتی ہوں، بلکہ ہر بات اور ہر حادثے پر ہوتا ہے، حتی کہ دروازہ کھلنے کی آواز کو بھی "شیے" کہیں گے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ =

پروردگار ھی کا ذکر کرتا ھے (اور یہ اپنے ٹھیرائے شریکوں کا ذکر نہیں پاتے) تو پیٹھ پھیر کے بھاگنے لگتے ھیں، نفرت میں بھرے ہوئے ۴۶ .

۴۵ و ۴۶ - پچھلی آیت میں منکرین حق کی یہ حالت بیان کی تھی کہ: "لا یفقھون تسبیحھم"، اب آیت ۴۵ میں فرمایا: یہی حال ان کا قرآن کے بارے میں ھے کہ اس کی طرف رخ نہیں کرتے، اسے سننا نہیں چاھتے، اسے سمجھنے کے لیے تیار نہیں .

اللہ کا مقررہ قانون یہ ھے کہ اگر تم آنکھیں نہیں کھولو گے تو تمہارے آگے ایک سیاہ پردہ حائل ھوجائے گا، اگر تم سننا نہیں چاھو گے تو تمہارے کان بہروں کے کان ھوجائیں گے، اگر تم سوچنے سے انکار کردو گے تو تمہاری عقل پر پردے پڑجائیں گے، اس کی روشنی کام نہیں دے سکے گی. قرآن نے انکار و اعراض کی یہ حالت جا بجا بتلائی ھے اور یہاں بھی اس طرف اشارہ کیا ھے.

منکروں کی یہ حالت خود انہیں کی پسند کی ھوئی حالت تھی . یہ قانون اللہ کا ٹھیرایا ھوا ھے کہ نہ دیکھنے والوں کی آنکھوں پر پردہ پڑجاتا ھے، لیکن اسی وقت=

وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ	(اے پیغمبر!) جب تو قرآن
جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَ بَیْنَ	پڑھتا ھے تو ھم تجھ میں اور ان
الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ	لوگوں میں جو آخرت پر یقین
حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۙ ۴۵	نہیں رکھتے، ایك پوشیدہ پردہ

حائل کر دیتے ھیں (یعنی ھمارا ٹھہرایا ھوا قانون یہ ھے کہ ایسے لوگوں میں اور صداے حق میں ایك پردہ سا حائل ھوجاتا ھے)۴۵.

وَّ جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ	اور ھم نے ان کے دلوں پر
اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَ فِیْٓ	غلاف ڈال دیے کہ سمجھ کام
اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ اِذَا ذَكَرْتَ	نہیں دیتی اور کانوں میں گرانی
رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ	کہ کچھ سنائی نہیں دیتا . اور جب
وَلَّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ۴۶	تو قرآن میں تن تنہا صرف اپنے

= ھی کی تسبیح ھے ، صداے مقال کا اس میں کوئی حصہ نہیں؟ کون ھے جو ایسا کہنے کی جرأت کر سکتا ھے؟ ابھی چند آیتوں کے بعد اسی سورت میں تم پڑھو گے:
" وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ".

تو اس سے بھی ہم بے خبر نہیں ہیں ۴۷ ۔

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۞ ۴۸

(اے پیغمبر) غور کر! ان لوگوں نے تیری نسبت کیسی کیسی باتیں بنائی ہیں جس کی وجہ سے گم راہی میں پڑ گئے، پس اب راہ نہیں پاتے ۴۸ ۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۞ ۴۹

اور (دیکھ!) انہوں نے کہا: جب ہم (مرنے کے بعد) محض چند ہڈیوں کی شکل میں رہ گئے اور گل سڑ گئے تو پھر کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ از سر نو اٹھا کھڑے کیے جائیں؟ ۴۹

قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۞ ۵۰

تم کہدو: ہاں، تم (مرنے کے بعد) کچھ ہی کیوں نہ ہو جاؤ، پتھر ہو جاؤ، لوہا ہو جاؤ ۵۰ ۔

اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِىْ

یا کوئی اور چیز جو تمہارے

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ	جب یہ لوگ تمھاری طرف کان
بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ	لگاتے ھیں تو جو کچھ ان کا سننا
وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ	ھوتا ھے اسے ھم اچھی طرح
الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ	جانتے ھیں اور جب یہ ظالم
اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝٤٧	باھم سرگوشیاں کرتے ھیں

اور سرگوشیاں کرتے ھوے کہتے ھیں "تم جس آدمی کے پیچھے پڑے ھو وہ اس کے سوا کیا ھے کہ جادو سے مارا ھوا ھے"

= پڑتا ھے جب دیکھنے والا دیکھنے سے انکار کر دیتا ھے۔ یہاں تین باتیں بیان کی گئی ھیں: آنکھوں کے آگے حجاب، کانوں میں گرانی اور عقل پر تہ در تہ غلافوں کا چڑھ جانا۔ لیکن یہ وھی تین حالتیں ھیں جو خود منکروں نے اپنے لیے پسند کرلی تھیں: "و قالوا قلوبنا فی اکنة مما تدعونا الیه و فی اذاننا وقر و من بیننا و بینك حجاب" (۴۱: ۵) "حجاباً مستوراً" یعنی ایسا پردہ جو حائل تو ھو جاتا ھے مگر دکھائی نہیں دیتا۔ اور دکھائی دے کس طرح؟ وہ لکڑی کا یا اینٹوں کا پردہ تو ھوتا نہیں، وہ تو اعراض و غفلت کا پردہ ھوتا ھے جسے تمھاری ظاھر بیں نگاھیں پا نہیں سکتیں۔

يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ — وہ دن کہ اللہ تمھیں بلائے گا

بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّونَ اِنْ — اور تم اس کی حمد کرتے ہوئے

لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيلًا ۵۲ — اس کی پکار کا جواب دو گے

ع

اور ایسا خیال کروگے کہ (دونوں زندگیوں کے درمیان) تم نے جو وقت گزارا وہ کوئی بڑی مدت نہ تھی؛ تھوڑا سا وقت تھا! ۵۲

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُولُوا — اور (اے پیغمبر!) میرے

الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ — بندوں سے کہہ دو (یعنی ان

يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ — سے جو دعوت حق پر ایمان

كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۵۳ — لائے ہیں: مخالفوں سے گفتگو

= ہر فرد اپنی ہستی میں غور کرسکتا ہے۔ اس کا وجود نہ تھا مگر ظہور میں آگیا۔ اور کس طرح ظہور میں آیا؟ محض نطفے کے ایک خورد بینی کیڑے سے جو "علقہ" کی طرح ہوتا ہے یعنی جونک کی طرح۔ پھر اگر کیڑے کے ایک ذرے سے اس کا وجود بن جاسکتا تھا تو کیا اس کے پورے وجود کے ذرات سے دوبارہ وجود نہیں بن سکتا؟ "ما لکم کیف تحکمون"؟

صُدُورِكُمْ ۚ فَسَيَقُولُونَ	خیال میں (دو بارہ زندہ ہونے
مَنْ يُعِيدُنَا ۖ قُلِ الَّذِي	کے لیے) بہت ہی سخت ہو
فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ	(لیکن قدرت الٰہی تمھیں دوبارہ
فَسَيُنْغِضُونَ إِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ	زندہ کر کے رھے گی)۔ یہ سن کر
وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هُوَ ۖ قُلْ	وہ کہیں گے "لیکن کون ھے
عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ قَرِيبًا ۝٥١	جو اس طرح ہمیں دوبارہ زندہ

کر دے گا؟" تم کہو "وهی جس نے پہلی مرتبہ تمھیں پیدا کیا!" اس پر یہ لوگ تیرے آگے سر مٹکانے لگیں گے اور کہیں گے "ایسا کب ہوگا"؟ تم کہو: عجب نہیں کہ اس کا وقت قریب ہو ۵۱۔

۵۱ - قرآن حکیم نے جابجا نشأۃ اولیٰ سے نشأۃ ثانیہ پر استدلال کیا ھے، یعنی جس خالق و قدیر نے تمھیں پہلی مرتبہ زندگی دی کیا وہ تمھیں دوبارہ زندگی نہیں دے سکتا؟ پھر اس پر اچنبھا کیوں ہو؟

یہاں بھی آیت ۱۰ میں یہی استدلال ھے۔ پہلی زندگی سے مراد نوع کی زندگی بھی ہوسکتی ھے اور فرد کی بھی۔ =

= اس موقع پر سورۂ انعام کی یہ آیت بھی یاد کر لو "و لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوًا بغیر علم ؕ کذلک زینا لکل امۃ عملھم ص ثم الی ربھم مرجعھم فینبئھم بما کانوا یعملون" (۶ : ۱۰۸) اور یہ حکم بھی نہ بھولو "و جادلھم بالتی ھی احسن" (۱۶ : ۱۲۵) جو پچھلی سورت کے خاتمہ میں گزر چکا ہے۔

غور کرو! کس طرح قرآن قدم قدم پر یہ بات یاد دلاتا رہتا ہے کہ فکر میں رواداری ہونی چاہیے، حکم میں احتیاط ہونی چاہیے۔ تم جس بات کو حق سمجھتے ہو اس پر جم جاؤ اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دو، مگر یہ نہ بھولو کہ انسان کی نجات و عدم نجات کی ٹھیکے داری تمھیں نہیں دے دی گئی۔ کون نجات پانے والا ہے اور کس کے لیے بالآخر محرومی ہے؟ اس کا علم خدا ہی کو ہے، تمھیں حق نہیں کہ اس طرح کے حکم لگاتے پھرو۔ علاوہ ازیں اگر ایک انسان غلط راہ چل رہا ہے تو تمھارے جہنمی کہہ دینے سے وہ جنتی نہیں بن جائے گا، بلکہ بہت ممکن ہے اور زیادہ اپنی غلطی میں ضدی ہو جائے۔ پس جو کچھ بھی زبان سے نکالو حسن و خوبی کی بات ہو، سختی و خشونت کی بات نہ ہو۔ =

کرتے ہوئے) جو بات کہو ایسی کہو کہ خوبی کی بات ہو . شیطان لوگوں کے درمیان فساد ڈالتا ہے . یقیناً شیطان انسان کا صریح دشمن ہے[۵۳] .

۵۳ - آیت ۵۳ میں مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ منکرین اسلام سے گفتگو کرو تو پسندیدہ طریقے پر کرو . اس طرح کی باتیں نہ کہو جس سے باہم فتنہ و فساد پیدا ہو اور بجائے کھنچنے کے اور زیادہ لوگ متنفر ہو جائیں .

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مسلمانوں نے بعض مشرکوں کو کہا تھا " انکم من اهل النار " تم جہنمی ہو ، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو اس بات سے روکا گیا کہ تعین کے ساتھ کسی انسان یا جماعت کو ایسا نہ کہیں کہ تم جہنمی ہو . کیوں کہ کوئی نہیں جانتا کس آدمی کا خاتمہ کس حال پر ہونے والا ہے . بہت ممکن ہے جسے تم جہنمی کہہ رہے ہو اسے ہدایت کی توفیق ملنے والی ہو اور اس کی جگہ جنتیوں میں ہو . بلا شبہ تم کہہ سکتے ہو : یہ بات حق ہے اور یہ حق نہیں . لیکن کسی خاص جماعت یا فرد کی نسبت حکم نہیں لگا سکتے کہ یہ ضرور جہنمی ہے . ایسا کہنے کا کسی انسان کو حق نہیں . =

وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۞ ۵۵

آسمان و زمیں میں جو کوئی ہے تیرا پروردگار سب کا حال بہتر جاننے والا ہے۔ ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر برتری دی اور ہم نے داود کو زبور عطا فرمایا ۵۵ ۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۞ ۵٦

(اَے پیغمبر! ان لوگوں سے) کہہ دو: تم نے اپنے خیال میں اللہ کے سوا جن ہستیوں کو معبود سمجھ رکھا ہے انہیں (اپنی حاجتوں اور مشکلوں میں) پکار دیکھو۔ نہ تو وہ اس کی طاقت رکھتے ھیں کہ تمہارا کوئی دکھ دور کر دیں اور نہ تمہاری حالت بدل سکتے ھیں ۵٦ ۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ

یہ لوگ جن ہستیوں کو پکارتے ھیں (اور اللہ کے حضور انھیں وسیلۂ تقرب

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ۗ اِنْ يَّشَاْ	تمہارا پروردگار تمہارے حال
يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ	سے خوب واقف ہے . وہ
يُعَذِّبْكُمْ ۗ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ	چاہے تو تم پر رحم کرے ،
عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۞ ۵٤	چاہے تو عذاب میں ڈالے .

اور (اے پیغمبر!) ہم نے تجھے ان لوگوں پر پاسبان بنا کر نہیں بھیجا ہے (کہ تو ان کے ہدایت پانے نہ پانے کے لیے جواب دہ ہو) ۵٤ .

= چنانچہ فرمایا: " ان الشیطن ینزغ بینھم " شیطان چاہتا ہے لوگوں میں تفرقہ و فساد ڈالے ، یعنی اس طرح کا طریق کلام تفرقہ و فساد پیدا کرتا ہے اور اصل مقصود کہ ہدایت و ارشاد ہے مفقود ہوجاتا ہے .
اس کے بعد فرمایا: " ربکم اعلم بکم "، یہ اللہ کا کام ہے کہ جسے چاہے نجات دے ، جسے چاہے عذاب میں ڈالے. " وما ارسلنٰك علیھم وکیلا " اے پیغمبر ہم نے تجھے لوگوں پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے کہ لوگوں کی نجات و عدم نجات کے لیے ذمہ دار ہو. اور جب خود پیغمبر کو یہ منصب حاصل نہیں تو اور کسی کے لیے کب جائز ہو سکتا ہے کہ اپنے کو جنت و دوزخ کا داروغہ سمجھ لے .

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝ ۵۹

اور (جو نشانیاں منکر طلب کرتے ہیں ان) نشانیوں کے بھیجنے سے ہمیں کون روک سکتا ہے؟ مگر یہ کہ ہم جانتے ہیں پچھلے عہد کے لوگ ایسی ہی نشانیاں جھٹلا چکے ہیں۔

ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی کہ ایک آشکارا نشانی تھی، لیکن انہوں نے اس پر ظلم کیا (اور نشانی سے عبرت نہ پکڑی) اور ہم نشانیاں تو صرف اس لیے بھیجتے ہیں کہ لوگ (انکار و سرکشی کے نتائج سے) ڈریں ۵۹۔

= پاداش کا مل جانا ضروری ہے، خواہ ہلاکت کی صورت میں ہو، خواہ کسی دوسرے عذاب کی صورت میں۔

۵۹ - آیت ۵۹ نے قطعی طور پر یہ حقیقت واضح کر دی کہ پیغمبروں نے جو نشانیاں دکھائی تھیں ان کی حقیقت کیا تھی؟ فرمایا: "و ما نرسل بالاٰیت الا تخویفا" نشانیاں اس لیے نہیں دی گئیں کہ سچائی کی دلیل تھیں یا ہدایت کا معاملہ ان پر موقوف ہوتا ہے، بلکہ صرف =

رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝۵۷

سمجھتے ہیں) وہ تو خود اپنے پروردگار کے حضور (بندگی و اطاعت کے ذریعے) وسیلہ ڈھونڈتے رہتے ہیں کہ کون اس راہ میں زیادہ قریب ہوتا ہے، نیز اس کی رحمت کے متوقع رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے ترساں ۔ فی الحقیقت تمہارے پروردگار کا عذاب بڑے ہی ڈرنے کی چیز ہے[۵۷] ۔

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۵۸

اور روز قیامت سے پہلے ضرور ایسا ہونے والا ہے کہ (نافرمانوں کی) جتنی بستیاں ہیں ہم انہیں ہلاک کر دیں یا عذاب سخت میں مبتلا کر دیں، یہ بات (قانون الٰہی کے) نوشتے میں لکھی جا چکی ہے[۵۸] ۔

---

۵۸ - آیت ۵۸ میں افراد کا ذکر نہیں ہے، جماعتوں اور قوموں کی بستیوں کا ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں ہر بد اعمال گروہ کو اس کے اعمال بد کی =

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ	اور (اے پیغمبر!) وہ وقت
اَحَاطَ بِالنَّاسِ ط وَمَا جَعَلْنَا	یاد کر) جب تیرے پروردگار
الرُّءْيَا الَّتِىْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا	نے تجھ سے کہا تھا: یقین کر
فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ	تیرے پروردگار نے لوگوں
الْمَلْعُوْنَةَ فِى الْقُرْاٰنِ ط	کو گھیرے میں لے لیا ھے
وَنُخَوِّفُهُمْ لا فَمَا يَزِيْدُهُمْ	(یعنی اب وہ دعوت حق کے
اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ع ۶۰	دائرے سے باھر نکل نہیں

ع ۶ ۶

سکتے)۔ اور رؤیا جو ھم نے تجھے دکھائی تو اسی لیے دکھائی کہ لوگوں کے لیے ایك آزمایش ھو، اسی طرح اس درخت کا ذکر جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ھے۔ ھم انہیں (طرح طرح سے) ڈراتے ھیں، لیکن ان پر کوئی اثر نہیں پڑتا، پڑتا ھے تو صرف یہی کہ اپنی سرکشیوں میں اور زیادہ بڑھتے جاتے ھیں ۶۰ .

۶۰ - اس کے بعد آیت ۶۰ میں دو باتوں کی طرف اشارہ کیا ھے: اسراء کا واقعہ اور اس درخت کا معاملہ جس کا قرآن میں ذکر کیا گیا ھے، یعنی "ان شجرت =

= اس لیے کہ وہ ظہور عذاب کا مقدمہ تھیں ۔ یعنی جو قومیں سرکشی سے باز نہیں آئیں انہیں ظہور نتائج کی خبر دے دی گئی اور اس خبر کا ظہور ایک نشانی کی صورت میں ہوا ۔ چنانچہ قوم ثمود جب سرکشی سے باز نہ آئی تو اونٹنی کا معاملہ اس کے لیے ایک فیصلہ کن نشانی ہو گئی اور اس نشانی کے بعد موعودہ عذاب ظہور میں آ گیا ۔

آیت میں خطاب منکرین عرب سے ہے جو اپنی بات بنانے کے لیے نشانیوں کی فرمایشیں کرتے تھے ۔ فرمایا: جو طالب حق ہیں ان کے لیے سچائی کی دعوت ہی سب سے بڑی نشانی ہے اور جو ماننے والے نہیں ان کے لیے کوئی نشانی سود مند نہیں ہوتی ۔ چنانچہ پچھلے عہدوں میں ہمیشہ ایسا ہی ہو چکا ہے ۔ کوئی نشانی بھی سرکشوں کے لیے سود مند نہ ہو سکی ۔

نیز فرمایا: ہمارا قانون یہ ہے کہ اس طرح کی نشانیاں تخویف و انذار ہی کے لیے نمودار ہوتی ہیں ۔ پس اگر اب بھی ان تک نوبت پہنچی تو منکروں کے لیے ظہور عذاب نا گزیر ہوگا، اور مشیت الٰہی کا یہ فیصلہ نہیں ہے کہ عذاب ظہور میں آئے ۔

قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِىْ	نیز اس نے کہا : کیا تیرا یہی
كَرَّمْتَ عَلَىَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ	فیصله هوا که تو نے اس (حقیر)
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ	هستی کو مجھ پر بڑائی دی ؟
ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ٦٢	اگر تو مجھے قیامت کے دن

تك مهلت دے دے تو میں ضرور اس کی نسل کی بیخ بنیاد اکھاڑ کے رھوں ، تھوڑے آدمی اس هلاکت سے بچیں اور کوئی نه بچے ٦٢ .

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ	الله نے فرمایا : جا، اپنی راه
مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ	لے . جو کوئی بھی ان میں
جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۝ ٦٣	سے تیرے پیچھے چلے گا

تو اس کے لیے اور تیرے لیے جهنم کی سزا هوئی ، پوری پوری سزا ٦٣ .

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ	ان میں سے جس کسی کو
مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ	تو اپنی صدائیں سنا کر بهکا

= تاکه واضح هو جائے حق کے مقابلے میں سرکشی کی چال چلنا ابلیس کی چال هے اور یه قدیم سے چلی آتی هے .

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا	اور (دیکھو!) جب ایسا ہوا
لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ	تھا کہ ہم نے فرشتوں کو
قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ	حکم دیا "آدم کے آگے جھك
طِيْنًا ؑ ٦١	جاؤ!" اس پر سب جھك گئے

مگر ایك ابلیس نہ جھکا۔ اس نے کہا کیا میں ایسی ہستی کے آگے جھکوں جسے تو نے مٹی سے بنایا ہے؟ ٦١.

= الزقوم طعام الاثیم" (٤٤ : ٤٣) جہنم میں تھوھر کا درخت مجرموں کی غذا ہوگی. منکروں نے ان دونوں باتوں کی ہنسی اڑائی تھی جیسا کہ روایات صحیحہ سے ثابت ہے. اسراء کا معاملہ حسب بیان کیا گیا تو کہنے لگے "یہ جنون کی انتہا ہے" اور جہنم کے اھوال و شدائد کی جب آیتیں سنائی گئیں تو کہنے لگے: جہنم بھی عجیب جگہ ہوئی جہاں آگ کے شعلوں میں درخت پیدا ہوں گے.

فرمایا: ان دونوں باتوں میں ان لوگوں کے لیے آزمایش ہوئی. اگر طالب حق ہوتے تو ہنسی اڑانے کی جگہ عقل و بصیرت سے کام لیتے.

٦١ - آیت ٦١ میں ابلیس کی سرکشی کا تذکرہ کیا =

رَحِيۡمًا ۞ ٦٦ تاکہ تم (سیر و سیاحت کے ذریعے) اس کا فضل تلاش کرو۔ بلا شبہ وہ تم پر بڑی ہی رحمت رکھنے والا ہے ٦٦۔

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الۡبَحۡرِ ضَلَّ مَنۡ تَدۡعُوۡنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰٮكُمۡ اِلَى الۡبَرِّ اَعۡرَضۡتُمۡ‌ ؕ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ كَفُوۡرًا ۞ ٦٧ اور حب کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تم سمندر میں ہوتے ہو اور مصیبت آ لگتی ہے تو اس وقت وہ تمام ہستیاں تم سے کھوئی جاتی ہیں جنھیں تم پکارا کرتے ہو، صرف ایك اللہ ہی کی یاد باقی رہ حاتی ہے۔ پھر حب وہ تمھیں مصیبت سے نجات دے دیتا ہے اور حشکی پر پہنچا دیتا ہے تو تم اس سے گردن موڑ لیتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی نا شکرا ہے ٦٧۔

---

٦٦ – آیت ٦٦ سے سلسلۂ بیان انسان کی عفلت وگمراہی کے تذکرے پر متوجہ ہوگیا ہے اور حن حالات کی طرف اشارہ کیا ہے ان کی تشریحات گزشتہ سورتوں کے نوٹوں میں گزر چکی ہیں۔

عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۞ ٦٤

سکتا ھے بہکانے کی کوشش کرلے، اپنے لشکر کے سواروں اور پیادوں سے حملہ کر، ان کے مال اور اولاد میں شریک ھو جا، ان سے (طرح طرح کی باتوں کے) وعدے کر. اور شیطان کے وعدے تو اس کے سوا کچھ نہیں ھیں کہ سرتاسر دھوکا ٦٤ .

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۚ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ۞ ٦٥

جو میرے (سچے) بندے ھیں، ان پر تو قابو پانے والا نہیں. تیرا پروردگار کارسازی کے لیے بس کرتا ھے ٦٥ .

رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ۚ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ

(اے لوگو!) تمہارا پروردگار تو وہ ھے جو تمہاری کاربراریوں کے لیے سمندر میں جہاز چلاتا ھے

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ع ۷۰

اور البته هم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور خشکی اور تری دونوں کی قوتیں اس کے تابع کر دیں که اسے اٹھائے پھرتی هیں اور اچھی چیزیں اس کی روزی کے لیے مهیا کر دیں ، نیز جو مخلوقات هم نے پیدا کی هیں ان میں سے اکثر پر اسے برتری دے دی ، پوری برتری جیسی که هونی چاهیے ۷۰ ۔

۷ ع ۷

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۷۱

وه (آنے والا) دن جب که هم تمام انسانوں کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے (اور اپنے حضور جمع کریں گے)۔ پھر جو کوئی اپنا نوشتۂ (اعمال) اپنے داهنے هاتھ میں پائے گا تو وه ان لوگوں میں هو گا جو اپنا نوشته پڑھ لیں گے اور ان پر رائی برابر بھی زیادتی نهیں هو گی ۷۱ ۔

اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ	پھر کیا تمھیں اس سے امن
جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ	مل گیا ہے کہ وہ تمھیں خشکی
حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ	کے گوشے میں دھنسا دے
وَكِیْلًا ۙ۶۸	یا تم پر پتھر برسانے والی

آندھیاں بھیج دے اور تم اس حال میں کسی کو اپنا مددگار نہ پاؤ؟ ۶۸

اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَكُمْ	یا تم اس بات سے بے خوف
فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَیُرْسِلَ	ہو گئے ہو کہ اللہ تمھیں دوبارہ
عَلَیْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ	ویسی ہی مصیبت میں ڈال
فَیُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ	دے اور ہوا کا ایک سخت
ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَیْنَا	طوفان بھیج دے اور تمھاری
بِهٖ تَبِیْعًا ۶۹	ناشکری کی پاداش میں تمھیں

غرق کر دے اور پھر کسی کو نہ پاؤ جو اس کے لیے ہم پر دعوی کرنے والا ہو ۶۹ .

وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ	اور اگر (راہ حق میں) ہم
كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا	نے تجھے جما نہ دیا ہوتا تو
قَلِيْلًا لا ق ۷۴	تو ضرور ان کی طرف کچھ

نہ کچھ میلان کر ہی بیٹھتا ۷۴ ۔

اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ	اور اس صورت میں ضرور
وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ	ایسا ہوتا کہ ہم تجھے زندگی
لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا	کا بھی دوہرا عذاب چکھاتے

= و استقامت کے ساتھ اپنی راہ چلتا رہتا ۔ کام کی دشواریاں ضرور تجھے مغلوب کر لیتیں ، لوگوں کی مقاومتیں ضرور تجھے تھکا دیتیں ، طاقت ور افراد کی منتیں اور التجائیں ضرور تجھے متوجہ کر لیتیں ، طرح طرح کی مصلحتیں ضرور دامن گیر ہو جاتیں ، لغزشیں ٹھوکریں قدم قدم پر نمودار ہوتیں ۔ لیکن اب کوئی چیز بھی تیری راہ نہیں روک سکتی ، کوئی فتنہ بھی تجھے قابو میں نہیں لا سکتا ۔ یہ وحی الٰہی کی رہ نمائی ہے اور وحی الٰہی کی رہ نمائی پر کوئی انسانی طاقت غالب نہیں آ سکتی ۔

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى	اور جو کوئی اس دنیا میں
فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى	اندھا رھا (اور اس نے اللہ کے
وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ ۷۲	دیے ہوے ہوش و حواس

سے کام نہیں لیا) تو یقین کرو آخرت میں بھی وہ اندھا ھی رھے گا اور راستے سے یک قلم بھٹکا ھوا ۷۲ .

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ	اور (اے پیغمبر!) ان لوگوں
عَنِ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ	نے تو اس میں کوئی کسر
لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ	اٹھا نہیں رکھی تھی کہ تجھے
وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ۝ ۷۳	فریب دے کر اس کلام

(کی تبلیغ) سے باز رکھیں جو ھم نے بذریعۂ وحی نازل کیا ھے، اور مقصود ان کا یہ تھا کہ اس کلام کی جگہ دوسری باتیں کہہ کر تو ھم پر افترا پردازی کرے اور پھر اس سے خوش ھو کر یہ تجھے اپنا دوست بنا لیں ۷۳ .

۷۳ - آیت ۷۳ میں فرمایا: اگر وحی الٰہی کی روشنی تیری رہ نمائی کے لیے موجود نہ ھوتی تو وقت کی تاریکی اتنی شدید تھی کہ ممکن نہ تھا اس بے لاگ ثبات =

الْفَجْرِ ۭ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ سے لے کر رات کے اندھیرے
كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ ۷۸ تك (یعنی ظہر، عصر، مغرب
اور عشاء کے وقتوں میں)، نیز صبح کی تلاوت قرآن (یعنی صبح کی نماز). بلا شبہ صبح کی تلاوت قرآن ایك ایسی تلاوت ھے جو (خصوصیت کے ساتھ) دیکھی جاتی ھے ۷۸ .

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ اور (اے پیغمبر!) رات کا
نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ کچھ حصہ (یعنی پچھلا پہر)

۷۸ - آیت ۷۸ نے نماز کے اوقات معین کر دیے. فرمایا: سورج کے ڈھلنے سے لے کر رات کے اندھیرے تك نماز کے اوقات ھیں، یعنی ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کے اوقات، نیز صبح کی تلاوت ھے، یعنی صبح کی نماز ھے.

"نفل" کے معنی کسی ایسی بات کے ھیں جو اصل مطلوب سے زیادہ ھو. پس فرمایا: "نافلة لك"، رات کا بھی کچھ حصہ جاگنے اور عبادت میں صرف کیا کرو. یہ تمہارے لیے عبادت کی مزید زیادتی ھو گی.

اس آیت میں خطاب اگرچہ پیغمبر اسلام سے ھے لیکن حکم عام ھے. اس سے معلوم ھو گیا کہ شب بیداری کی عبادت، یعنی تہجد ایك مزید عبادت ھے اگر بن پڑے.

نَصِيْرًا ۝ ۷۵ اور موت کا بھی، اور پھر

تجھے ہمارے مقابلے میں کوئی مددگار نہ ملتا ۷۵ ۔

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ اور انہوں نے اس میں بھی

مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا ۔۔ کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی

وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ کہ تجھے اس سرزمین سے

اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ۷۶ عاجز کر کے نکال دیں۔ اور

اگر ایسا کر بیٹھتے تو (یاد رکھ) تیرے (نکالے جانے کے)

پیچھے مہلت نہ پاتے مگر بہت تھوڑی سی ۷۶ ۔

سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا ہم تجھ سے پہلے جو پیغمبر

قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ بھیج چکے ہیں ان سب کے

لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ۝ ع ۷۷ معاملے میں ہمارا ایسا ہی

۸ ع ۸

قاعدہ رہا ہے اور ہمارے ٹھرائے ہوئے قاعدوں کو کبھی

بدلتا ہوا نہ پائے گا ۷۷ ۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ (اے پیغمبر!) نماز قائم کر

اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ سورج کے ڈھلنے کے وقت

= مقاماً محموداً" حسن و کمال کا ایسا مقام جہاں پہنچ کر محمودیت خلائق کی عالم گیر اور دائمی مرکزیت حاصل ہو جائے گی۔ کوئی عہد ہو، کوئی ملک ہو، کوئی نسل ہو، لیکن کروڑوں دلوں میں اس کی ستایش ہوگی، ان گنت زبانوں پر اس کی مدحت طرازی ہوگی، محمود یعنی سرتاسر ممدوح ہستی بن جائے گی:

ما شئت قل فیه فأنت مصدق

فالحب یقضی و المحاسن تشهد

یہ مقام انسانی عظمت کی انتہا ہے۔ اس سے زیادہ اونچی جگہ اولاد آدم کو نہیں مل سکتی، اس سے بڑھ کر انسانی رفعت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ انسان کی سعی و ہمت ہر طرح کی بلندیوں تك اڑ جا سکتی ہے، لیکن یہ بات نہیں پا سکتی کہ روحوں کی ستایش اور دلوں کی مداحی کا مرکز بن جائے۔ سکندر (Alexander) کی ساری فتوحات خود اس کے عہد و ملك کی ستایش اسے نہ دلا سکیں اور نپولین (Napoleon) کی ساری جہاں ستانیاں اتنا بھی نہ کر سکیں کہ کورسیکا (Corsica) کے چند غدار باشندوں ہی میں اسے محمود و ممدوح بنا دیتیں جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔ محمودیت اسی کو حاصل ہو سکتی ہے جس میں حسن و کمال ہو، کیوں کہ =

يَبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُودًا ۝۷۹ شب بیداری میں بسر کر ۔ یہ تیرے لیے ایک مزید عمل ھے ۔ قریب ھے کہ اللہ تجھے ایک ایسے مقام میں پہنچا دے جو نہایت پسندیدہ مقام ھو ۷۹ ۔

۷۹ - آیت ۷۹ میں مقام محمود سے مقصود ایسا درجہ ھے جس کی عام طور پر ستایش کی جائے ۔ فرمایا : کچھ بعید نہیں کہ تمہارا پروردگار تمھیں ایسے مقام پر پہنچا دے جو عالم گیر اور دائمی ستایش کا مقام ھو ۔

یہ آیت اس وقت نازل ھوئی تھی جب پیغمبر اسلام کی مکی زندگی کے آخری سال گزر رھے تھے اور مظلومیت اور بے سرو سامانی اپنے انتہائی درجوں تک پہنچ چکی تھی ، حتی کہ مخالف قتل کی تدبیروں میں سرگرم تھے ۔ ایسی حالت میں کون امید کر سکتا تھا کہ انھیں مظلومیتوں سے فتح و کامرانی پیدا ھو سکتی ھے ؟ لیکن وحی الٰہی نے صرف فتح و کامرانی ھی کی بشارت نہیں دی ، کیوں کہ فتح و کامرانی کی عظمت کوئی غیر معمولی عظمت نہ تھی ، بلکہ ایک ایسے مقام تک پہنچنے کی خبر دی جو نوع انسانی کے لیے عظمت و ارتفاع کی سب سے آخری بلندی ھے ، یعنی "عسیٰ ان یبعثك ربك =

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ	اور تیری دعا یہ ہونی چاہیے کہ
صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ	اے پروردگار! مجھے (جہاں
صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ	کہیں پہنچا تو) سچائی کے ساتھ
لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ۝ ۸۰	پہنچا اور (جہاں کہیں سے

نکال تو) سچائی کے ساتھ نکال اور اپنے حضور سے قوت عطا فرما، ایسی قوت کہ (ہر حال میں) مدد گاری کرنے والی ہو ۸۰.

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ	اور تیرا اعلان یہ ہو کہ (دیکھو!)
الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ	حق ظاہر ہو گیا اور باطل نابود
زَهُوْقًا ۝ ۸۱	ہوا. اور باطل اسی لیے تھا

کہ نابود ہو کر رہے ۸۱.

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ	اور ہم نے جو کچھ قرآن میں
شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۙ	سے نازل کیا ہے تو وہ یقین
وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝ ۸۲	کرنے والوں کے لیے (روح

کی ساری بیماریوں کی) شفاء اور رحمت ہے اور جو نافرمان ہیں

= روحیں حسن ہی سے عشق کر سکتی ہیں اور زبانیں کمال ہی کی ستایش میں کھل سکتی ہیں ، لیکن حسن و کمال کی مملکت وہ مملکت نہیں جسے شہنشاہوں اور فاتحوں کی تلواریں مسخر کر سکیں ۔

غور کرو ! جس وقت سے نوع انسانی کی تاریخ معلوم ہے نوع انسانی کے دلوں کا احترام اور زبانوں کی ستایشیں کن انسانوں کے حصے میں آئی ہیں ؟ شہنشاہوں اور فاتحوں کے حصے میں یا خدا کے ان رسولوں کے حصے میں جنھوں نے جسم و ملک کو نہیں ، روح و دل کو فتح کیا تھا ؟

یہی مقام محمود ہے جس کی خبر ہمیں ایک دوسری آیت میں دی گئی ہے اور خبر کے ساتھ امر بھی ہے : " ان اللہ و ملٰئکتہ یصلون علی النبی ، یایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما (۳۳ : ۵۶) ۔

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام کا ایک مشہد وہ معاملہ ہوگا جو قیامت کے دن پیش آئے گا جب کہ اللہ کی حمد و ثنا کا علم آپ بلند کریں گے ۔ اور بلا شبہ محمودیت کا مقام دنیا و آخرت دونوں کے لیے ہے ۔ جو ہستی یہاں محمود خلائق ہے وہاں بھی محمود و ممدوح ہوگی ۔

حکم سے ھے اور تمھیں (اسرار کائنات کا) علم جو کچھ دیا گیا ھے وہ بہت تھوڑا ھے (اس سے زیادہ تم نہیں پاسکتے) ۸۵ .

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ۙ ۸۶	اور (اے پیغمبر!) جو کچھ ھم نے تجھ پر وحی کی ھے اگر ھم چاھیں تو اسے بھی سلب

کرلیں، پھر تجھے کوئی نہ ملے جو اس کے لیے ھم پر اپنی وکالت چلائے ۸۶ .

اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ۸۷	مگر یہ محض تیرے پروردگار کی رحمت ھے (کہ وہ ایسا نہیں

کرتا) . اس میں شك نہیں کہ اس کا تجھ پر بڑا ھی فضل ھے ۸۷ .

قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓي اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۸۸	(اے پیغمبر!) اس بات کا اعلان کردے کہ اگر تمام انسان اور جن اکٹھے ھوکر چاھیں کہ اس قرآن کے مانند کوئی کلام پیش کردیں تو کبھی

تو انہیں کچھ فائدہ ہونے والا نہیں بجز اس کے کہ (انکار و شقاوت کی وجہ سے) اور زیادہ تباہ ہوں ٨٢ .

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ۝٨٣

اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو ہم سے منہ پھیر لیتا ہے اور پہلو تہی کرتا ہے، اور جب اسے دکھ پہنچ جائے تو (دیکھو!) بالکل مایوس ہو کر بیٹھ رہتا ہے ٨٣ .

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ۝٨٤

(اے پیغمبر!) کہہ دو: ہر انسان اپنے طور طریقے کے مطابق عمل کرتا ہے. پس تمہارا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کون سب سے زیادہ ٹھیک راہ پر ہے ٨٤ .

ع ٩

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝٨٥

اور (اے پیغمبر!) یہ لوگ تجھ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں. تو کہہ دے: روح میرے پروردگار کے

روان کر کے دکھادے ۹۱ .

اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۙ ۹۲

یا جیسا کہ تو نے خیال کیا ھے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ھو کر ھم پر آگرے یا اللہ اور اس کے فرشتے ھمارے سامنے آ کھڑے ھوں ۹۲.

اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ ۹۳

یا ھم دیکھیں کہ سونے کا ایک محل تیرے لیے مہیا ھو گیا ھے یا ایسا ھو کہ تو بلند ھو کر آسمان پر چلا جائے. اور اگر تو آسمان پر چلا بھی گیا تو بھی ھم یہ بات ماننے والے نہیں جب تک کہ ایک (لکھی لکھائی) کتاب ھم پر نہ اتار لائے اور ھم خود اسے پڑھ کر جانچ نہ لیں . (اے پیغمبر! ان لوگوں سے) کہہ دے: سبحان اللہ!

۱۰
ع
۱۰

پیش نہیں کرسکیں گے اگرچہ ان میں سے ہر ایك دوسرے کا مددگار ہی کیوں نہ ہو ۸۸ .

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ز فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا۝۸۹

اور ہم نے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بار بار لوٹا کر بیان کیں (کہ لوگ سمجھیں بوجھیں) لیکن (ان میں سے) اکثروں نے کوئی بات قبول نہیں کی اور قبول کی تو صرف ناسپاسی ۸۹ .

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝۹۰ لا

اور انھوں نے کہا: "ہم تو اس وقت تك تجھے ماننے والے نہیں جب تك کہ تو اس طرح کی باتیں کر کے نہ دکھادے، (مثلاً) ایسا ہو کہ تو حکم کرے اور زمین سے ایك چشمہ پھوٹ نکلے ۹۰ .

اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝۹۱ لا

یا تیرے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایك باغ ہو اور اس کے درمیان بہت سی نہریں

كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ۝۹۶ گواهی بس کرتی هے . یقیناً وہ اپنے بندوں کے حال سے واقف اور سب کچھ دیکھنے والا هے ۹۶.

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ۝۹۷

جس کسی کو الله (سعادت و کام یابی کی) راہ پر لگا دے فی الحقیقت وهی راہ پر هے . اور جس کسی پر اس نے (کام یابی کی) راہ گم کر دی تو تم الله کے سوا اس کا کوئی مددگار نہیں پاؤ گے . قیامت کے دن هم ایسے لوگوں کو ان کے منہ کے بل اٹھائیں کے اندھے، گونگے، بہرے. ان کا آخری ٹھکانا دوزخ هو گا . جب کبھی اس کی آگ بجھنے کو هو گی هم اسے اور زیادہ بھڑکا دیں کے ۹۷ .

نصف

ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا

یہ ان کی سزا هوئی اس لیے کہ انھوں نے هماری آیتوں سے

(میں نے کچھ خدائی کا دعوٰی تو کیا نہیں) میں اس کے سوا کیا ہوں کہ ایك آدمی ہوں پیغام حق پہنچانے والا ۹۳ .

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ ۹۴

اور حقیقت یہ ہے کہ جب کبھی اللہ کی ہدایت (دنیا میں) ظاہر ہوئی تو صرف اسی بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا کہ (متعجب ہو کر) کہنے لگے: کیا اللہ نے (ہماری طرح کا) ایك آدمی پیغمبر بنا کر بھیج دیا ہے ۹۴ .

قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝ ۹۵

(اے پیغمبر!) کہہ دے: اگر ایسا ہوا ہوتا کہ زمین میں (انسانوں کی جگہ) فرشتے بسے ہوتے اور اطمینان سے چلتے پھرتے تو ہم ضرور آسمان سے ایك فرشتہ پیغمبر بنا کر اتار دیتے ۹۵ .

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ۚ اِنَّهٗ

(نیز) کہہ دے: میرے اور تمہارے درمیان (اب) اللہ کی

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۧ ۱۰۰

(اے پیغمبر!) کہہ دے: اگر میرے پروردگار کی رحمت کے خزانے تمہارے اختیار میں ہوتے تو تم ضرور خرچ ہوجانے کے ڈر سے انہیں روکے رکھتے (لیکن وہ اپنی رحمت کا فیضان روکنے والا نہیں. اس کی بخششیں اتنی نپی تلی نہیں ہیں کہ صرف دنیا کی چند روزہ زندگی ہی میں خرچ ہوجائیں) . حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی تنگ دل ہے (وہ رحمت الٰہی کی وسعت کا اندازہ نہیں کرسکتا!) ۱۰۰ .

۱۱ ع ۱

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ۝ ۱۰۱

اور (اے پیغمبر!) ہم نے موسیٰ کو نو آشکارا نشانیاں دی تھیں جب وہ بنی اسرائیل میں ظاہر ہوا تھا. تو بنی اسرائیل سے دریافت کرلے (کہ کیا ماجرا گزرچکا ہے) . فرعون نے اس سے کہا تھا: اے موسیٰ! میں

ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ ۹۸

انکار کیا تھا اور کہا تھا: بھلا جب (مرنے کے بعد گل سڑ کر) محض ھڈیاں ھو گئے اور ریزہ ریزہ تو کیا ایسا ھوسکتا ھے کہ از سر نو پیدا کرکے اٹھائے جائیں؟ ۹۸ ۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ۝ ۹۹

کیا ان لوگوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ وہ اللہ جس نے آسمان و زمین کی یہ تمام کائنات پیدا کردی ھے، ضرور اس پر قادر ھے کہ ان کی موجودہ زندگی کی طرح ایک دوسری زندگی پیدا کردے! نیز یہ بات کہ ضرور اس نے ان کے لیے (آخری فیصلے کی) ایک معیاد مقرر کر رکھی ھے جس میں کسی طرح کا شک نہیں کیا جا سکتا! اس پر بھی (دیکھو!) ان ظالموں نے کوئی چال چلنی نہ چاھی مگر انکار حقیقت کی! ۹۹ ۔

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًاؕ ۱۰۴

اس سرزمین میں (فارغ البال ہوکر) بسو (تمھارے لیے کوئی کھٹکا نہیں رہا). پھر جب آخرت کا وعدہ وقوع میں آجائے گا تو ہم تم سب کو اپنے حضور اکٹھا کرلیں گے ۱۰۴.

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًاۘ ۱۰۵

اور ہم نے قرآن کو سچائی کے ساتھ اتارا اور وہ سچائی کے ساتھ اترا بھی. اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا ہے مگر صرف اسی حیثیت سے کہ (ایمان و عمل کے نتائج کی) بشارت دینے والا اور (انکار و بد عملی کے نتائج سے) خبردار کردینے والا ہے ۱۰۵.

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۱۰۶

اور ہم نے قرآن کو الگ الگ ٹکڑوں میں منقسم کردیا تاکہ تم ٹھیر ٹھیر کر لوگوں کو سناتے رہو اور (یہی وجہ ہے کہ) اسے یک دفعہ نہیں اتاردیا، بتدریج اتارا ۱۰۶.

خیال کرتا ہوں ضرور تجھ پر کسی نے جادو کردیا ھے ۱۰۱ .

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝۱۰۲

موسیٰ نے اس پر کہا تھا: تو یقیناً جان چکا ھے کہ نشانیاں مجھ پر کسی اور نے نہیں اتاری ھیں مگر اسی نے جو آسمان و زمین کا پروردگار ھے اور (ان میں عبرت و تذکیر کے لیے) سمجھنے بوجھنے کی روشنی ھے. اور اے فرعون! میں تو سمجھتا ہوں تو نے اپنے کو ھلاکت میں ڈال دیا ھے ۱۰۲.

فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ۙ ۝۱۰۳

تو (دیکھو!) فرعون نے چاھا تھا کہ بنی اسرائیل پر ملک میں رھنا دشوار کردے، لیکن ھم نے اسے اور ان سب کو جو اس کے ساتھ تھے (سمندر) میں غرق کردیا! ۱۰۳.

وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ

اور ھم نے اس واقعے کے بعد بنی اسرائیل سے کہا تھا: اب

اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا فَلَهُ الۡاَسۡمَآءُ کہہ کر (اسے) پکارو یا رحمٰن

الۡحُسۡنٰی ۚ وَلَا تَجۡهَرۡ بِصَلَاتِكَ کہہ کر، جس نام سے پکارو

وَلَا تُخَافِتۡ بِهَا وَابۡتَغِ اس کے سارے نام حسن و خوبی

بَیۡنَ ذٰلِكَ سَبِیۡلًا ۞ ۱۱۰ کے نام ہیں۔ اور (اے پیغمبر!)

تو جب نماز میں مشغول ہو تو نہ تو چلا کر پڑھ نہ چپکے چپکے، چاہیے کہ درمیان کی راہ اختیار کی جائے ۱۱۰.

وَقُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ اور کہہ: ساری ستایشیں اللہ کے

وَلَدًا وَّلَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ شَرِیۡكٌ لیے ہیں جو نہ تو اولاد رکھتا

فِی الۡمُلۡكِ وَلَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ ہے، نہ اس کی فرماں روائی

وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرۡهُ میں اس کا کوئی شریک ہے اور

تَكۡبِیۡرًا ۚ ۱۱۱ نہ کوئی ایسا ہے کہ اس کی

۱۲ ع ۱۲

درماندگی کی وجہ سے اس کا مددگار ہو (وہ ان ساری باتوں سے بے نیاز ہے)۔ اس کی بڑائی کی پکار بلند کر جیسی پکار بلند کرنی چاہیے ۱۱۱.

* * *

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ۱۰۷

(اے پیغمبر! ان لوگوں سے) کہہ دے: تم قرآن کو (کلام الٰہی) مانو یا نہ مانو، لیکن جن لوگوں کو پچھلی کتابوں کا علم دیا گیا ہے (یعنی اہل کتاب) انھیں جب یہ کلام سنایا جاتا ہے تو وہ بے اختیار سجدے میں گر پڑتے ہیں ۱۰۷.

وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۱۰۸

اور پکار اٹھتے ہیں کہ ہمارے پروردگار کے لیے پاکی ہو! بلا شبہ ہمارے پروردگار کا وعدہ اسی لیے تھا کہ پورا ہو کر رہے ۱۰۸.

وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۱۰۹ السجدة

وہ ٹھوڑیوں کے بل (اس کے آگے) گر پڑتے ہیں، ان کی آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں، کلام حق کی سماعت ان کی عاجزی اور زیادہ کر دیتی ہے! ۱۰۹.

السجدة - ۷

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ

(اے پیغمبر!) کہہ دے: تم اللہ

= حقیقت حال کی کامل تعبیر ہو سکتی ہے؟ صحیحین کی ایك حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: جب وحی آتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ''صلصلة الجرس'' کی آواز ہو(۸). ظاہر ہے کہ یہ ایك تمثیل ہے جو اس لیے اختیار کی گئی کہ اس معاملے کا ایك قریبی تخیل ہمارے اندر پیدا ہو جائے، ورنہ وحی کی آمد محض گھنٹیوں کی آواز کی طرح نہیں ہو سکتی.

پس اسراء کے معاملے کے لیے بھی ہماری محدود تعبیرات کام نہیں دے سکتیں. یہی وجہ ہے کہ صحابہ کے تأثرات مختلف ہوے. جن لوگوں نے اس کی نفی کی کہ بیداری میں پیش آیا تھا، وہ اس طرف گئے کہ یہ ہماری جسمانی نقل و حرکت کی طرح کا معاملہ نہ تھا. جن لوگوں نے اس پر زور دیا کہ بیداری میں پیش آیا تھا، وہ اس طرف گئے کہ اسے محض خواب کی طرح کا معاملہ نہیں کہہ سکتے. اور اس میں شك نہیں کہ دونوں اپنے اپنے تأثرات میں برسرحق تھے. خود صحیحین کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت ایك ایسے عالم میں تھا کہ نہ تو سوتا تھا نہ جاگتا تھا: ''بین النائم والیقظان''(۹). اس سے معلوم ہو گیا کہ اس معاملے کو نہ تو ایسا معاملہ قرار دے سکتے ہیں جیسا ہمیں جاگتے میں پیش آیا =

اس سورت کے بعض مقامات کی تشریحات رہ گئی ہیں۔ ضروری ہے کہ ان پر ایک نظر ڈال لی جائے:

واقعۂ اسراء

(ا) واقعۂ اسراء کی نوعیت کیا تھی؟ یہ عالم بیداری میں پیش آیا یا عالم خواب میں؟ صرف روح پر طاری ہوا تھا یا روح اور جسم دونوں پر؟ اس بارے میں صحابہ و سلف کا اختلاف معلوم ہے۔ ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ روح و جسم دونوں پر طاری ہوا، لیکن حضرت عائشہ، حذیفہ بن الیمان، حسن، معاویہ، ابن اسحاق و غیرہم سے مروی ہے کہ یہ ایک روحانی معاملہ تھا۔

اصل یہ ہے کہ انبیاء کرام (علیہم السلام) کے احوال و واردات ایک ایسے عالم سے تعلق رکھتے ہیں جن کے لیے ہماری عام تعبیرات کام نہیں دے سکتیں۔ ہماری ہر تعبیر کسی ایسی حالت کا تصور پیدا کردے گی جو عام طور پر ہمیں پیش آتی رہتی ہیں۔ لیکن انبیاء کرام کو جو حالات پیش آتے ہیں ان کی نوعیت ہی دوسری ہوتی ہے۔ وہ ہمارے محسوسات و مفہومات کے دائرے سے باہر کے معاملات ہیں۔

خود نبوت کی حقیقت کیا ہے؟ وحی کا معاملہ کیونکر انجام پاتا ہے؟ کیا اس بارے میں ہماری کوئی تعبیر بھی =

=عباس ان صحابه میں هیں جو معراج کو عالم بیداری کا معامله سمجھتے تھے اور اس مذهب کے سب سے بڑے پیش رو تھے ، با ایں همه انهوں نے بھی اس آیت میں " رؤیا " کی یہی تفسیر کی هے که واقعۂ اسراء مراد هے : " رؤیا عین اریها رسول الله صلی الله علیه وسلم " (بخاری)(۱۰) ایك آنکھوں سے دیکھی هوئی رؤیا جو لیلة الاسراء میں آنحضرت کو دکھائی گئی تھی ۔ اگر حضرت ابن عباس کو اس آیت کی اس تفسیر میں کوئی دقت پیش نه آئی جو اس مذهب کے سب سے بڑے قائل تھے تو پھر اور لوگوں کو کیوں دوراز کار توجیهوں کی ضرورت پیش آئے ؟

اور یه جو حضرت ابن عباس نے فرمایا : " رؤیا عین اریها " تو اس نے سارا مسئله حل کر دیا اور وه حقیقت آشکارا هو گئی جس کی طرف ابھی ابھی هم اشاره کر چکے هیں ، یعنی یه جو کچھ پیش آیا ، تھا تو رؤیا ، لیکن کیسی رؤیا ؟ ویسی هی رؤیا جیسی عالم خواب میں هم دیکھا کرتے هیں ؟ نهیں ، " رؤیا عین " ایسی رؤیا جس میں آنکھیں غافل نهیں هوتیں ، بیدار هوتی هیں ۔ جو کچھ دیکھا جاتا هے وه ایسا هوتا هے جیسے آنکھوں سے دیکھا جا رها هو : " ما زاغ البصر و ما طغٰی * لقد رأی من اٰیٰت ربه الکبرٰی (۵۳ : ۱۷ و ۱۸)=

= کرتا ھے ، نہ ایسا جیسا سوتے میں دیکھا کرتے ھیں ۔
وہ ان دونوں حالتوں سے ایک مختلف قسم کی حالت تھی
اور ھماری تعبیرات میں اس کے لیے کوئی تعبیر نہیں ھے۔
اس مقام کی مزید تشریح البیان میں ملے گی ۔

(ب) آیت ۶۰ "وما جعلنا الرءیا التی اریٰنك الا فتنة
للناس" میں "رؤیا" سے مقصود یہی واقعہ ھے ۔ چنانچہ
عبد اللہ بن عباس ، سعید بن جبیر ، حسن ، مسروق ، قتادہ ،
مجاھد ، عکرمہ ، ابن جریج و غیرھم سے ایسا ھی مروی ھے
اور حافظ ابن کثیر لکھتے ھیں کہ اس پر محققین تفسیر کا
اجماع ھو چکا ھے ۔ پس جن مفسروں نے یہاں رؤیا سے
مراد کوئی دوسری رؤیا لی ھے مثلاً فتح مکہ کی رؤیا ، وہ
قابل اعتنا نہیں ، کیوں کہ سورت بالاتفاق مکی ھے اور وہ
معاملہ ایک عرصے کے بعد مدینہ میں پیش آیا تھا اور تطبیق
کے لیے طرح طرح کے تکلفات کرنا قرآن کو چیستان
بنا دینا ھے ۔ ان مفسروں نے یہ تکلفات اس لیے کیے کہ
رؤیا کا اطلاق خواب پر ھوتا ھے اور اگر رؤیا سے
مقصود واقعۂ اسراء ھو تو پھر ان صحابہ کا قول تسلیم
کر لینا پڑے گا جو اس کے بیداری میں ھونے کے قائل
نہیں ۔ لیکن تعجب ھے کہ ان لوگوں نے حضرت عبد اللہ
بن عباس کی تفسیر پر نظر نہ ڈالی ۔ حضرت عبد اللہ بن =

= لیے کچھ نہیں رہا . حالانکہ نہیں جانتا کہ اس کے لیے سب کچھ ہے ، بشرطیکہ ہمت نہ ہارے اور اللہ کے فضل و کرم سے مایوس نہ ہو .

کتنے ہی انسان ہیں جنھوں نے خوش حالیاں پائیں ، لیکن ان کی خوش حالیاں بد حالیوں سے بدل گئیں ، کیوں کہ غفلت میں پڑ گئے اور خوش حالی کی قدر نہ کی . کتنے ہی نا کام انسان ہیں جو اچانک کام یاب ہو گئے ، کیوں کہ ناکامیاں انھیں مایوس نہ کر سکیں اور کسی حال میں بھی وہ خدا کے فضل سے نا امید نہ ہوے .

فی الحقیقت انسانی سعی و طلب کی ساری نامرادیاں انھیں دو دروازوں سے آتی ہیں: غفلت اور مایوسی . کام رانیوں اور خوش حالیوں کے متوالے غفلت کے زہر سے مرتے ہیں اور ناکامیوں اور بد حالیوں کے نامراد مایوسی کے زہر سے . جس فرد اور گروہ نے ان دو ہلاکتوں سے اپنی نگرانی کرلی، اس نے فلاح و سعادت کی ساری دولتیں پالیں . اس کی کام رانیوں کے لیے کبھی زوال نہ ہوگا، اس کی سعی و طلب ضرور بار آور ہو کر رہے گی .

مادیات کی طرح روحانیات میں بھی یہی قانون کام =

اعراض اور مایوسی دونوں میں ھلاکت ھے

(ج) آیت ۸۳ "و اذا انعمنا علی الانسان اعرض و نابجانبہ ج و اذا مسہ الشر کان یٔوسا" میں انسان کی اس کم زوری کی طرف اشارہ کیا ھے کہ جب اسے خوش حالی ملتی ھے تو غافل ھو جاتا ھے اور جب رنج و غم پہنچتا ھے تو مایوس ھو جاتا ھے۔ حالانکہ دونوں حالتوں میں اس کے لیے نامرادی ھے۔ سعادت کی راہ یہ ھے کہ خوش حالی میں غافل نہ ھو، کیوں کہ غفلت کا نتیجہ محرومی ھے، بد حالی میں مایوس ھو کر بیٹھ نہ رھے، کیوں کہ مایوسی کا نتیجہ ھلاکت ھے۔

غور کرو! طبیعت انسانی کی کیسی سچی تصویر ھے! انسان جب اپنی کوششوں میں کام یاب ھوتا ھے تو خوش حالی کا گھمنڈ اسے غافل و سرشار کر دیتا ھے۔ وہ سمجھنے لگتا ھے اب میرے لیے کوئی کھٹکا نہیں رھا۔ حالانکہ نہیں جانتا کتنا ھی خوش حال ھو جائے، اگر غفلت میں پڑ گیا ھے تو اس کے لیے کھٹکا ھی کھٹکا ھے، اس کی خوش حالیاں کبھی پایدار نہیں ھو سکتیں۔ پھر جب ایسا ھوتا ھے کہ اس کی کوششیں کام یاب نہیں ھوتیں تو بجاے اس کے کہ اپنی طلب و سعی میں اور زیادہ سرگرم ھو جائے، یک قلم مایوس ھو جاتا ھے اور سمجھنے لگتا ھے اب میرے =

= کا مطلب یہ ہوا کہ دنیا میں ہر انسان کا کوئی نہ کوئی طریقہ ہے اور وہ اسی کے مطابق کام کر رہا ہے۔ کوئی اس طرف جا رہا ہے کوئی اس طرف، کسی نے ایک ڈھنگ اختیار کیا ہے کسی نے دوسرا، کسی کو ایک طرح کی بات بھاتی ہے کسی کو دوسری طرح کی اور اللہ جانتا ہے کون سیدھی راہ پر ہے، کون کام یاب ہونے والا ہے۔

اس آیت کی عام طور پر جو تفسیر کی گئی ہے وہ یہ ہے: "شاکلة" کو "جبلت" کے معنوں میں لیا ہے، یعنی ہر آدمی کی ایک فطری بناوٹ ہے اور وہ اسی کے مطابق کام کرتا ہے۔ لیکن مندرجۂ صدر تصریح سے واضح ہو گیا کہ "شاکلة" کے معنی جبلت کے نہیں ہو سکتے، طریقے اور مسلک کے ہیں۔

"قل الروح من امر ربی"

(٥) ترمذی، نسائی اور مسند میں ہے کہ قریش مکہ نے علماء یہود سے سن کر یہ سوال کیا تھا کہ روح کیا ہے؟ اس پر یہ آیت اتری: "و یسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربی"۔ تورات اور انجیل میں "روح" کا لفظ فرشتے کے لیے بولا گیا ہے اور قرآن نے فرشتہ اور وحی دونوں کے لیے استعمال کیا ہے۔ پس یہاں "الروح" سے مقصود جسم انسانی کی روح ہے یا فرشتہ؟ اس بارے میں=

= کر رہا ہے۔ دنیا کی طرح آخرت کی محرومیاں بھی انھیں دو مہلک راہوں سے آتی ہیں۔ عابدوں اور پارساؤں کے لیے گھمنڈ میں موت ہے اور گنہگاروں کے لیے مایوسی میں۔ جو نیک و پارسا ہوکر غرور میں مبتلا ہو گیا اس نے اپنی پارسائی کی ساری کمائی ضائع کر دی۔ جو گناہوں کے بوجھ سے دب کر مایوسی میں پڑ گیا اس نے رحمت الٰہی کی چارہ سازیوں سے اپنے کو محروم کر دیا۔ جس فرد نے ان دونوں ہلاکتوں سے اپنی نگہداشت کرلی: پارسائی کی کمائی پر مغرور نہ ہوا، نافرمانی و گناہ کی حالت میں مایوس نہ ہوا، اس نے جاودانی سعادت پالی اور اس کے لیے نامرادی کا کوئی کھٹکا باقی نہ رہا۔ وللہ در ما قال:

زاہد غرور داشت سلامت نہ برد راہ
رند از رہ نیاز بدار السلام رفت

تفسیر "کل یعمل علی شاکلتہ"

(د) عربی میں "شکل" بالکسر کے معنی ہیئت کے ہیں اور "شکل" بالفتح کے معنی طریقے کے۔ چنانچہ ایسے راستے کو جس سے بہت سی راہیں ادھر ادھر نکلی ہوں "طریق ذو شواکل" کہتے ہیں اور بول چال میں عام طور پر کہا جاتا ہے "لست علی شکلی ولا علی شاکلتی"۔ پس آیت "قل کل یعمل علی شاکلتہ فربکم اعلم بمن هو اهدی سبیلا" =

=حاصل بھی کرلے تو اس کی مقدار حقیقت کے مقابلے میں کیا ہوگی؟ ایک قطرے کا علم! اس سے زیادہ نہیں۔ اور حالت یہ ہے کہ انسان محسوسات کے بھی کامل علم کا دعوی نہیں کر سکتا۔ وہ ہمیشہ اسی ایک قطرے کے لیے پیاسا رہا اور آج تک پیاسا ہے!

اس پہلو پر بھی نظر رہے کہ فرمایا: ''من امر ربی''، میرے پروردگار کے حکم سے، یعنی وہ پروردگار ہے اور پروردگاری یہی چاہتی تھی کہ یہ جوہر پیدا ہو۔

اجنھوں کی فرمائشیں اور قرآن کا جواب

(و) آیت ۸۹ سے ۹۶ تک جو بات بیان کی گئی ہے وہ اگرچہ پچھلی سورتوں میں بھی گزر چکی ہے اور آیندہ بھی آئے گی، لیکن یہاں زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے اور مہمات معارف میں سے ہے۔

قرآن نے جابجا منکرین حق کے عقائد و اقوال نقل کرکے دو خاص گمراہیوں پر توجہ دلائی ہے:

ایک یہ کہ لوگ سمجھتے ہیں روحانی ہدایت کا معاملہ ایک ایسا معاملہ ہے جو محض ایک انسان کے ذریعے ظاہر نہیں ہوسکتا، ضروری ہے کہ انسانیت سے کوئی بالاتر ہستی ہو۔ اسی خیال نے دیوتاؤں کے ظہور اور ان کی عجائب آفرینیوں کا اعتقاد پیدا کیا۔ چنانچہ سورۂ اعراف اور ہود میں گزر چکا ہے کہ ہر داعی حق کے منکروں نے یہ بات ضرور=

= ائمۂ تفسیر کی رائیں مختلف ہوئیں . لیکن اکثر مفسر اس طرف گئے ہیں کہ یہاں "الروح" سے مقصود جسم انسانی کی روح ہے نہ کہ فرشتہ. بہر حال سوال دونوں کی سمت ہو سکتا ہے اور جواب بھی دونوں کے لیے مطابقت رکھتا ہے اور آیت کی اصلی موعظت سوال کی تفصیل میں نہیں ہے، جواب کی نوعیت میں ہے. فرمایا: "من امر ربی". اس معاملے کے لیے جو کچھ بھی تمہیں بتلایا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کا حکم کام کر رہا ہے. اس سے زیادہ تم پا نہیں سکتے اور اس سے زیادہ پانے کی کاوش کیوں کرو؟ "وما اوتیتم من العلم الا قلیلا"، تمہارا دائرۂ علم نہایت محدود ہے . تم اپنے علم و ادراک میں ایک خاص حد سے آگے بڑھ نہیں سکتے . تم علم میں سے جو کچھ پاسکتے ہو وہ اصل حقیقت کے مقابلے میں بہت ہی تھوڑا ہے . وہ اس سمندر میں چند قطروں سے زیادہ نہیں اور تمہیں اسی پر قناعت کرنا ہے .

انسان کے علم و ادراک کی حقیقت کیا ہے؟ یہ کہ اسے حواس دیے گئے ہیں، انہیں کے ذریعے وہ محسوسات کا ادراک حاصل کرتا ہے. لیکن خود محسوسات کے دائرے کا کیا حال ہے؟ یہ کہ کائنات ہستی کے سمندر میں ایک قطرے سے زیادہ نہیں . پھر اگر انسان تمام عالم محسوسات کا علم =

= کہتے ہیں : ہم تو جبھی مانیں گے جب تم ہمیں اس طرح کی باتیں کر دکھاؤ، مثلاً مکے کی ریگستانی زمین میں اچانک ایک نہر پھوٹ نکلے، آسمان کے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں، اللہ اور اس کے فرشتے ہمارے سامنے آ کھڑے ہوں، سونے کا ایک بنا بنایا محل نمودار ہو جائے، تم ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ دوڑو اور وہاں سے ایک لکھی لکھائی کتاب لا کر ہمارے ہاتھوں میں پکڑا دو۔ پھر پیغمبر اسلام کو حکم دیا ہے کہ ان فرمایشوں کے جواب میں کہہ دو: "سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا"، میرے پروردگار کے لیے پاکی ہو! میری حیثیت اس کے سوا کیا ہے کہ ایک آدمی ہوں خدا کا بھیجا ہوا۔

سبحان اللہ! قرآن کی معجزانہ بلاغت کہ اس جملے کے اندر وہ سارے دفتر آ گئے جو انکار و سرکشی کی ان صداؤں کے جواب میں کہے جا سکتے تھے: "هل کنت الا بشرا رسولا"، میں نے کچھ خدائی کا دعوی نہیں کیا ہے۔ میں نے یہ نہیں کہا ہے کہ آسمان کو زمین اور زمین کو آسمان بنا دینے والا ہوں۔ اور دنیا کی ساری قوتیں میرے تصرف و اختیار میں ہیں۔ میرا دعوی جو کچھ ہے وہ تو یہ ہے کہ ایک آدمی ہوں، پیام حق پہنچانے والا۔ پھر تم مجھ سے =

دعوے اور دلیل کی مطابقت

= کہی: ما نریٰک الا بشراً مثلنا (۱۱ : ۲۷)، تم تو ہماری ہی طرح کے ایک انسان ہو، پھر تمہارا یہ دعوی کیسے مان لیں. مشرکین مکہ بھی یہی کہتے تھے: "مال هذا الرسول یاکل الطعام و یمشی فی الاسواق" (۲۵ : ۷)، یہ کیسا خدا کا فرستادہ ہے کہ ہماری طرح کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے.

دوسری یہ کہ سچائی کو خود سچائی میں نہیں ڈھونڈھتے، اچنبھوں اور کرشموں میں ڈھونڈھتے ہیں اور سمجھتے ہیں جو آدمی سب سے زیادہ عجیب قسم کے کرتب کرد کھائے، وہی سب سے زیادہ سچائی کی بات بتلانے والا ہے! گویا سچائی اس لیے سچائی نہ ہوئی کہ وہ سچائی ہے، بلکہ اس لیے کہ عجیب عجیب طرح کے کرشمے اس کے پیچھے کھڑے ہیں.

چنانچہ یہاں بھی فرمایا: "ولقد صرفنا للناس فی هذا القرآن من کل مثل فابی اکثر الناس الا کفورا"، ہم نے قرآن میں عبرت و موعظت کی تمام باتیں دھرا دھرا کر بیان کردیں. مگر یہ باتیں انہیں کے دلوں کو پکڑ سکتی ہیں جن میں سچائی کی طلب ہے، ورنہ اکثروں کا یہ حال ہے کہ انکار و سرکشی میں بڑھے ہی جاتے جاتے ہیں.

پھر ان کی انکار و سرکشی کی باتیں نقل کی ہیں، فرمایا: وہ =

= لوھار ھوں"، وہ سنتے ھی فرمایش کر دے گا کہ قفل بنا دو. کبھی اس کی زبان سے یہ نہیں نکلے گا کہ شیشے کا برتن بنا دو.

اچھا! ایك انسان آتا ھے اور کہتا ھے: میں رسول ھوں، پیام حق پہنچانے والا ھوں. اب اس کا دعوی کیا ھوا؟ یہ کہ خدا نے اس پر سچائی کی راہ کھول دی ھے اور وہ دوسروں کو بھی اسی راہ چلانا چاھتا ھے. جب دعوی یہ ھوا تو اسی کے مطابق دلیل بھی ھونی چاھیے. قدرتی طور پر اس کی دلیل یہی ھو سکتی ھے کہ دیکھا جائے وہ سچائی کی راہ پر ھے یا نہیں اور اس کی بتلائی ھوئی راہ پر چل کر سچائی ملتی ھے یا نہیں؟ یہ کیسے ھو سکتا ھے کہ دعوی تو اس نے سچائی کی راہ دکھانے کا کیا ھو اور ھم دلیل یہ مانگنے لگیں کہ پہاڑ کو سونا بنا دے یا آسمان پر اڑ کر چلا جائے؟

طبیب کہتا ھے "میں بیماروں کو چنگا کر دیتا ھوں" اور ھم دیکھتے ھیں اس کے علاج سے بیمار چنگے ھوے یا نہیں. اسی طرح خدا کا رسول کہتا ھے "میں روح و دل کی بیماریاں دور کر دیتا ھوں" اور اگر ھم طالب حق ھیں تو ھمیں دیکھنا چاھیے اس کے علاج سے روح و دل کے =

=یه فرمایشیں کیوں کرتے ہو؟ کیوں میرے لیے ضروری ہو کہ میں سونے کا محل دکھاؤں اور آسمان پر سیڑھی لگا کر چڑھ جاؤں؟

اس پہلو پر غور کرو جس پر جواب کا اصلی زور پڑرہا ہے:

اگر ایک شخص نے کسی بات کا دعوی کیا ہے تو ہم دیکھیں گے اس کا دعوی کیا ہے اور اسی کے مطابق اس سے دلیل مانگیں گے. اگر اس شخص نے دعوی کیا ہے کہ لوہار ہے تو ہم دیکھیں گے کہ وہ لوہے کا سامان بنا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ایک شخص نے دعوی کیا ہے کہ طبیب ہے تو ہم دیکھیں گے کہ علاج میں ماہر ہے یانہیں اور بیماروں کو اس سے شفا ملتی ہے یا نہیں؟ ایسا نہیں کریں گے کہ کسی نے دعوی تو کیا ہو طبابت کا اور ہم اس سے دلیل وہ مانگنے لگیں جو ایک لوہار سے مانگنی چاہیے، یعنی کہیں: ہمیں لوہے کے شہ تیر بنا کر دکھا دو. اگر ایسا کریں گے تو یہ صریح بے عقلی کی بات ہوگی. یہ بات یعنی دعوے اور دلیل کی مطابقت، ایک ایسی عام اور قدرتی بات ہے کہ ہر آدمی خواہ کتنی ہی موٹی عقل کا ہو، خود بخود اسے پالیتا ہے. جونہیں ایک آدمی کہے گا. "میں=

= خدا کا فرستادہ کیسے ہو سکتا ہے اور کیوں ہم اس پر ایمان لائیں؟ فرمایا: میں تو اس کے سوا کچھ نہیں ہوں کہ ایك آدمی ہوں، پیام حق پہنچانے والا آدمی. میں نے یہ دعوی نہیں کیا کہ فرشتہ ہوں یا کوئی ماوراء اسانیت مخلوق.

اس کے بعد فرمایا: "و ما منع الناس ان یؤمنوا اذجاءهم الهدی الا ان قالوا ابعث الله بشرا رسولا" ۹٤. جب کبھی دنیا میں خدا کی ہدایت نمودار ہوئی تو ہمیشہ اسی خیال فاسد نے لوگوں کو قبولیت حق سے روکا کہ کہنے لگتے: کیا خدا نے ایك آدمی کو پیغمبر بنا کر بھیج دیا ہے؟ یعنی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہماری ہی طرح کا ایك کھانے پینے والا آدمی خدا کا پیغمبر ہو جائے؟ پھر اس کا جواب دیا ہے کہ "قل لو کان فی الارض ملئکة یمشون مطمئنین لنزلنا علیهم من السماء ملکا رسولا" ۹۵، اگر زمین میں انسانوں کی جگہ فرشتے بسے ہوتے تو ان کی ہدایت کے لیے فرشتے ہی اترتے، لیکن یہاں تو انسان بستے ہیں اور انسانوں ہی کی ہدایت مقصود ہے. پس ان کی ہدایت کی صدائیں انسانوں ہی کی زبان سے نکلیں گی، فرشتے نہیں اتر سکتے اور نہ کبھی فرشتے اترے ہیں. =

= بیماروں کو شفا ملتی ہے یا نہیں؟ اگر ہم طبیب سے کہیں "تیرا دعویٰ ہم جبھی مانیں گے جب تو آسمان پر اڑ کر چلا جائے" تو یقیناً وہ کہے گا: میں نے طبابت کا دعوی کیا ہے، آسمان پر اڑنے کا نہیں کیا ہے۔ ہو سکتا ہے خدا مجھے اڑنے کی بھی طاقت دے دے، لیکن طبابت کے دعوے کا اڑنے سے کیا واسطہ؟ اگر میرا دعوی پرکھنا چاہتے ہو تو آؤ تمہارا علاج کر کے اپنی طبابت کا ثبوت دے دوں۔

ٹھیک یہی معنی اس جواب کے ہیں کہ "هل كنت الا بشرا رسولا"۔ میں نے یہ کب کہا ہے کہ آسمان اور زمین کے قلابے ملا دوں گا؟ میرا دعوی تو صرف یہ ہے کہ پیام حق پہنچانے والا ہوں۔ پس اگر طالب حق ہو تو میرا پیام پرکھ لو۔ میرے پاس نسخۂ شفا ہے کہ نہیں؟ میں صراط مستقیم پر چلا دے سکتا ہوں کہ نہیں؟ میں سر تا سر ہدایت اور رحمت ہوں کہ نہیں؟

پھر اس جواب میں صرف یہی نہیں کہ میں رسول ہوں، بلکہ "بشرا" کے لفظ پر بھی زور دیا، کیوں کہ جو بات منکروں کے دماغ میں کام کر رہی تھی وہ یہ تھی کہ ایک آدمی جس میں کوئی مافوق انسانیت کرشمہ نہیں پایا جاتا =

= اور فرمایشیں پوری کردو، حب بھی وہ کوئی نہ کوئی اور بات ڈھونڈھ نکالے گا اور راست بازی کی راہ کبھی نہیں چلے گا۔ چنانچہ قرآن نے جا بجا منکروں کی اس حالت کا ذکر کیا ھے اور واضح کر دیا ھے کہ وہ کبھی ماننے والے نہیں۔ اگر ماننے والے ھوتے تو اس طرح کی روش کبھی اختیار نہ کرتے۔ سورۂ انعام کی آیت ۱۱۱ میں گزر چکا ھے: ”و لو اننا نزلنا الیھم الملٰئکۃ و کلمھم الموتی و حشرنا علیھم کل شیء قبلا ما کانوا لیؤمنوا الا ان یشآء اللہ و لکن اکثرھم یجھلون“۔

ان آیات میں ان کے جو اقوال نقل کیے ھیں ان پر غور کرو۔ پھلے کہا: نہر بہا دو، باغ اگا دو، سونے کا محل لا دکھاؤ، خود اللہ اور اس کے فرشتوں کو ھمارے سامنے لا کھڑا کرو۔ پھر کہا: آسمان پر چڑھ جاؤ۔ لیکن کیا آسمان پر چڑھ جانا کافی ھوگا؟ نہیں، اس پر بھی وہ ماننے والے نہیں۔ یہ بھی ھونا چاھیے کہ وھاں سے ایک لکھی لکھائی کتاب اپنی بغل میں دابے ھوے واپس آؤ اور پھر وہ لکھی ھوئی بھی ایسی ھو کہ وہ خود اسے پڑھ کر جانچ سکیں، تب کہیں جا کر ان کی شرط پوری ھوگی۔ ظاھر ھے کہ کسی راست باز =

= یہ بھی واضح رہے کہ منکروں کی یہ فرمایشیں
حجت و برہان کی طلب میں نہ تھیں ، بلکہ محض سرکشی
اور ھٹ دھرمی کی باتیں تھیں جو اس لیے کہی جاتی
تھیں کہ کوئی نہ کوئی بات کہہ کر اپنے انکار کے لیے
سہارا پیدا کیا جائے ۔ اور ھمیشہ راست بازوں کے
مقابلے میں نہ ماننے والوں کا ایسا ھی طرز عمل رہا ھے ۔
حب کبھی سچائی کی کوئی بات کہی جاتی ھے تو طلب
حق رکھنے والی طبیعتیں اور کسی طرف نہیں جاتیں ،
حود اسی بات پر غور کرتی ھیں اور حب سچائی پالیتی ھیں
تو موراً قبول کر لیتی ھیں ۔ لیکن ایک سرکش اور
ھٹ دھرم آدمی کبھی ایسا نہیں کرتا ۔ وہ پہلے سے طے
کر لیتا ھے کہ کبھی ماننے والا نہیں ۔ پھر کوشش
کرتا ھے کہ اپنے نہ ماننے کے لیے کوئی نہ کوئی بات
بناتا رہے ۔ وہ طرح طرح کی باتیں ادھر اُدھر کی
نکالے گا ۔ کبھی ایک بات کہے گا ، کبھی دوسری ۔
پہلے کسی ایک بات پر زور دے گا کہ اس کا جواب
کیا ھے ؟ جب اس کا جواب مل جائے گا تو کوئی
دوسری بات ڈھونڈھ نکالے گا اور کہے گا اس کا جواب
تمھارے پاس کوئی نہیں ۔ یہاں تک کہ اگر ہم اس کی
ساری کٹ حجتیوں کا جواب دے دو اور ساری شرطیں =

= کا فیضان اتنا ھی تھا کہ چار دن کی زندگی پیدا کر دے اور وہ ھمیشہ کے لیے ختم ھو جائے۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں دے سکتی تھی؟

چنانچہ فرمایا "قل لو انتم تملکون خزآئن رحمۃ ربی اذاً لامسکتم خشیۃ الانفاق"، ان منکروں سے کہہ دو: اگر میرے پروردگار کی رحمت کے خزانے تمہارے قبضے میں ھوتے تو ضرور تم ھاتھ روک روک کے خرچ کرتے کہ کہیں ختم نہ ھو جائیں۔ لیکن وہ تمہارے قبضے میں نہیں ھیں، وہ اس کے قبضے میں ھیں جس کی بخشش کی کوئی انتہا نہیں، جس کے خزانے کبھی ختم ھونے والے نہیں، جس کا فیضان دائمی اور لگاتار ھے۔

اس مقام کے سمجھنے کے لیے ضروری ھے کہ تفسیر فاتحہ کے مبحث "برھان فضل و رحمت" کا مطالعہ کیا جائے۔ تفسیروں میں یہ متاع نہیں ملے گی۔

وحدت مسمّٰی اور کثرت اسماء

(ح) آیت ۱۱۰ "قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن ایاًما تدعوا فلہ الاسماء الحسنٰی ج" میں ایک بہت بڑی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ھے اور افسوس ھے کہ لوگوں کی نظر بحث و تفسیر میں اس طرف نہیں گئی۔

دنیا میں انسان کے اکثر اختلافات محض لفظ و صورت کے اختلافات ھیں۔ وہ معنی پر نہیں لڑتا، لفظ پر لڑتا ھے۔ =

= آدمی کی زبان سے ایسی باتیں نہیں نکل سکتیں . اس کے معنی صریح یہی تھے کہ وہ کبھی ماننے والے نہیں .

برہان رحمت اور حیات اخروی

(ز) آیت ۱۰۰ میں حیات اخروی پر رحمت الٰہی کی وسعت سے استدلال کیا ہے . اس کی حقیقت سمجھ لینی چاہیے :

انسان کی زندگی کیا ہے؟ قرآن کہتا ہے : اللہ کی رحمت کا فیضان ہے . یہ رحمت ہے جو چاہتی تھی کہ وجود ہو ، بناؤ ہو ، حسن ہو ، کمال ہو اور اس لیے سب کچھ ظہور میں آ گیا .

اچھا ! اگر رحمت الٰہی کا مقتضٰی یہ ہوا کہ انسان کو زندگی ملی تو کیا اسی رحمت کا مقتضٰی یہ نہیں ہونا چاہیے کہ زندگی صرف اتنی ہی نہ ہو ، اس کے بعد بھی ہو اور رحمت کا فیضان برابر جاری ہے؟ اس کی رحمت ابدی ہے . پھر کیا اس کا فیضان دائمی نہ ہو گا؟ اگر دائمی ہونا چاہیے تو کیوں انسانی زندگی اس سے محروم رہ جائے؟ کیوں اس گوشے میں کہ مخلوقات ارضی کا سب سے بلند گوشہ ہے ، وہ ایک بہت ہی محدود اور حقیر حد سے آگے نہ بڑھے .

انسان کی دنیوی زندگی کی مقدار کیا ہے؟ محض چند گنے ہوے دنوں کی زندگی . پھر کیا خدا کی رحمت =

مزید تشریح نسبت "الرحمٰن" و آثار یمن

= خدا کے لیے ہر قوم نے اپنی زبان میں کوئی خاص نام ٹھیرا لیا ہے اور اسی سے اسے پکارتی ہے اور خوش ہوتی ہے. یہودیوں نے "یہوٰی" کے نام سے اسے پہچانا، ایرانیوں نے "اھورا مزدا" میں اسے دیکھا، بابلیوں اور آشوریوں نے "الاحیا" کی صدائیں بلند کیں. نام بہت سے ہو گئے مگر حقیقت ایک ہی رہی. تم اس کے بے شمار ناموں میں سے کوئی نام بھی لو، تمہاری ندائیں الگ الگ ہوں گی، مگر تمہارا منادٰی ایک ہی ہو گا:

عبار اتنا شتی و حسنك واحد و كل الٰی ذاك الجمال یشیر

یمن سے جو آثار نکلے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے لیے "الرحمٰن" کا نام وہاں بولا جاتا تھا. مسیحیت آئی تو وہ خدا کے لیے رحمت و محبت کا تصور اپنے ساتھ لائی، اس لیے یہ بات قدرتی معلوم ہوتی ہے کہ یمن کے عیسائیوں نے خدا کے لیے "الرحمٰن" کا نام اختیار کر لیا. عرب کے دوسرے حصوں کے باشندے اس نام سے آشنا نہ تھے. قرآن نے جب خدا کے لیے یہ نام بار بار استعمال کیا، بلکہ خصوصیت کے ساتھ اس پر زور دیا تو قریش مکہ پر یہ بات بہت ہی شاق گزری. وہ کہنے لگے: یہ "الرحمٰن" کیا ہوتا ہے؟ ہم اس نام کا خدا نہیں جانتے. چنانچہ دوسری جگہ بجنسہ ان کا قول نقل کیا ہے: =

= بسا اوقات ایک ھی حقیقت سب کے سامنے ھوتی ھے ، لیکن چوں کہ نام مختلف ھوتے ھیں ، صورتیں مختلف ھوتی ھیں ، اسلوب اور ڈھنگ مختلف ھوتے ھیں ، اس لیے ھر انسان دوسرے انسان سے لڑنے لگتا ھے اور نہیں جانتا کہ یہ ساری لڑائی لفظ کی لڑائی ھے ، معنی کی لڑائی نہیں ھے . مولانا روم نے چار دوستوں کی نزاع کا قصہ سنایا ھے جن میں سے ھر شخص انگور کا خواھش مند تھا ، لیکن چوں کہ ایک آدمی "عنب" کہتا تھا ، دوسرا "تاک" اس لیے تلواریں نیام سے نکل آئی تھیں .

اگر دنیا صرف اتنی بات پالے تو نوع انسانی کے دو تہائی اختلافات جنھوں نے دائمی نزاعوں اور جنگوں کی صورت اختیار کر لی ھے ، ھمیشہ کے لیے ختم ھو جائیں .

اس آیت میں اور اس کی ھم معنیٰ آیات میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ھے . مشرکین عرب "اللہ" کے لفظ سے آشنا تھے ، کیوں کہ یہ لفظ پروردگار عالم کے لیے بطور اسم ذات کے قدیم سے مستعمل رھا ھے ، لیکن دوسرے ناموں سے آشنا نہ تھے جن کا قرآن نے اس کی صفتوں کے لیے اعلان کیا تھا ، مثلاً "الرحمٰن" . =

سورة الكهف-۱۸

مكية و هى مائة و عشر آيات

مکی، ۱۱۰ آیات

بسم الله الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی	ساری ستایشیں اللہ کے لیے ہیں
عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَ لَمْ يَجْعَلْ	جس نے اپنے بندے پر «الکتاب»
لَّهٗ عِوَجًا ۜ ۱	اتاری (یعنی قرآن اتارا) اور

اس میں کوئی کجی نہ رکھی ۱ .

قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا	بالکل سیدھی بات! (ہر طرح
مِّنْ لَّدُنْهُ وَ يُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ	کے پیچ و خم سے پاک!) اور
الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ	اس لیے اتاری کہ لوگوں کو
اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ ۲	خبردار کردے کہ اللہ کی جانب

سے ایک سخت ہولناکی (ان پر) آسکتی ہے اور مومنوں کو جو

= قالوا و ما الرحمن؟ (۲۵ : ۶۰) ۔ (۱۱)
پس جب ایسے اسماء سنتے تو متعجب ہوتے اور
طرح طرح کے اعتراضات کرتے ۔ قرآن کہتا ھے :
تم اسے "اللہ" کہہ کر پکارو یا "الرحمن" کہہ کر پکارو،
جس نام سے بھی پکارو، پکار اسی کے لیے ھے، اور
ناموں کے تعدد سے حقیقت متعدد نہیں ہو جا سکتی ۔ اس
کا نام ایک نہیں ، اس کے بہت سے نام ھیں :

عبارا تنا شتّی و حسنك واحد و کل الی ذاك الجمال یشیر

ھمارے مفسروں کو چوں کہ یمن کے عیسائیوں کا حال
معلوم نہ تھا ، اس لیے انھیں اس آیت کی تفسیر میں طرح
طرح کی توجیہیں کرنی پڑیں ، لیکن اس صورت حال
کو پیش نظر رکھنے کے بعد وہ تمام توجیہیں غیر ضروری
ھو جاتی ھیں ۔



وَّ يُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ	نیز ان لوگوں کو متنبہ کر دے
وَلَدًا ۝ ٤	جنھوں نے (ایسی سخت بات منہ

سے نکالی کہ) کہا: اللہ بھی اولاد رکھتا ہے! ٤ .

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ	اس بارے میں انہیں کوئی علم
وَّ لَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً	نہیں، نہ ان کے باپ دادوں کے پاس
تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ	کوئی علم تھا. کیسی سخت بات
يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝ ٥	ہے جو ان کی زبانوں سے نکلتی

ہے! یہ کچھ نہیں کہتے مگر سرتاسر جھوٹ! ٥ .

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى	(اے پیغمبر!) تیری حالت تو
اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا	ایسی ہو رہی ہے کہ جب لوگ
بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ ٦	یہ (واضح) بات بھی نہ مانیں

تو عجب نہیں ان (کی ھدایت) کے پیچھے مارے افسوس کے اپنی جان ھلاکت میں ڈال دے (حالانکہ یہ ماننے والے نہیں) ٦ .

---

٦ و ٧ - یہ سورت بھی مکی عہد کی آخری سورتوں سے ہے. یہ وہ وقت تھا کہ منکروں کی سرکشی انتہائی=

اچھے اچھے کام کرتے ھیں، خوش‌خبری دے دے کہ یقیناً ان
کے لیے بڑی ھی خوبی کا اجر ھے ۲.

مَّاكِثِينَ فِيهِ أَبَدًا ۙ ۳ ھمیشہ اس میں خوش‌حال رھیں
گے ۳.

۱ تا ۳ - سچائی کے لیے دنیا کی عالم گیر تعبیر یہ ھے
کہ وہ سیدھی بات ھے، اس میں ٹیڑھ پن نہیں.
جس بات میں کجی ھو، پیچ و خم ھو، الجھی ھوئی ھو،
وہ سچائی کی بات نہیں ھوسکتی.
یہی وجہ ھے کہ قرآن نے سعادت کی راہ کو صراط
مستقیم سے تعبیر کیا اور ھر جگہ وہ اپنا وصف یہ بیان کرتا
ھے کہ اس میں کوئی بات بھی کجی کی بات نہیں ھے. وہ اپنی
ھر بات میں دنیا کی زیادہ سے زیادہ سیدھی بات ھے!
چنانچہ اس سورت کی ابتداء میں بھی اسی حقیقت کی
طرف اشارہ کیا ھے.
اس کے بعد اس کے نزول کا مقصد واضح کیا کہ
"تبشیر" اور "تنذیر" ھے. کیوں کہ ھدایت وحی جب
کبھی ظاھر ھوئی ھے اسی لیے ظاھر ھوئی ھے کہ ایمان
و عمل کے نتائج کی بشارت دے، انکار و بدعملی کے
نتائج سے متنبہ کردے.

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ ٧	روےزمین میں جو کچھ بھی ہے اسے ہم نے زمین کی خوش نمائی کا موجب بنایا ہے

(اور اس لیے بنایا ہے) کہ لوگوں کو آزمایش میں ڈالیں کہ ان میں کون ایسا ہے جس کے کام سب سے زیادہ اچھے ہوتے ہیں ٧ ۔

وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝ ٨	اور پھر ہم ہی ہیں کہ جو کچھ زمین پر ہے اسے (نابود کرکے)

چٹیل میدان بنادیتے ہیں ٨ ۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ ٩	(اے پیغمبر!) کیا تو خیال کرتا ہے کہ غار اور رقیم والے ہماری نشانیوں میں سے کوئی

= ہوتی، چھانٹ دی جاتی ہے ۔ پس جن لوگوں نے اپنی ہستی خراب کردی ہے، ضروری ہے کہ وہ چھانٹ دیے جائیں ۔ ان کی محرومی پر غم کرنا لاحاصل ہے ۔

= حدتک پہنچ چکی تھی اور پیغمبر اسلام کا قلب مبارک لوگوں کی شقاوت و محرومی کے غم سے بڑا ھی دل گیر ھورھا تھا. ان کے حوش دعوت و اصلاح کا یہ حال تھا کہ چاھتے تھے ھدایت گھونٹ بنا کر پلادوں اور منکروں کا یہ حال تھا کہ سیدھی سے سیدھی بات بھی ان کے دلوں کو نہیں پکڑتی.

انبیاء کرام ھدایت و اصلاح کے صرف طالب ھی نہیں ھوتے، عاشق ھوتے ھیں. انسان کی گم راھی ان کے دلوں کا ناسور ھوتی ھے اور انسان کی ھدایت کا جوش ان کے دل کے ایک ایک ریشے کا عشق. اس سے بڑھ کر ان کے لیے کوئی غمگینی نہیں ھوسکتی کہ ایک انسان سچائی سے منہ موڑ لے. اس سے بڑھ کر ان کے لیے کوئی شادمانی نہیں ھوسکتی کہ ایک گم راہ قدم راہ راست پر آجائے!

قرآن میں اس صورت حال کی جا بجا شہادتیں ملتی ھیں. یہاں آیت ۶ میں اسی طرف اشارہ کیا ھے: ان کی یہ گم راھی عجب نہیں تجھے شدت غم سے بے حال کردے لیکن جو گم راھی میں ڈوب چکے ھیں وہ کبھی اچھلنے والے نہیں. پھر اس کے بعد آیت ۷ میں واضح کیا ھے کہ قانون الٰہی اس بارے میں ایسا ھی واقع ھوا ھے کہ یہ دنیا آزمایش گاہ عمل ھے. یہاں جو چیز کار آمد نہیں =

لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝ ۱۰

انھوں نے دعا کی تھی: پروردگار! تیرے حضور سے ہم پر رحمت ہو اور تو ہمارے اس کام کے لیے کامیابی کا سامان مہیا کردے ۱۰.

فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝ ۱۱

پس غار میں کئی برسوں تک ہم نے ان کے کان (دنیا کی طرف سے) بند رکھے ۱۱.

ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝ ۱۲ ع ۱ ۱۴

پھر انھیں اٹھا کھڑا کیا تاکہ واضح ہو جائے دونوں جماعتوں میں سے کون ہے جو گزری ہوئی مدت کا زیادہ بہتر طریقے پر احاطہ کر سکتا ہے ۱۲.

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى ۝ ۱۳ ق

(اے پیغمبر!) ہم ان لوگوں کی خبر ٹھیک ٹھیک تیرے آگے بیان کردیتے ہیں: وہ چند نوجوان تھے کہ اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے. ہم نے انھیں ھدایت

عجیب نشانی تھے؟ ۹ ۔

اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ	جب ایسا ہوا تھا کہ چند جوان
فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ	غار میں جا بیٹھے تھے اور

۹ ۔ آیت ۹ سے اصحاب کہف کی سرگذشت شروع ہوئی ۔ اس کی تشریح سورت کے آخری نوٹ میں ملے گی ۔

فرمایا: یہ چند نوجوان تھے جنہوں نے اللہ کی رحمت پر بھروسا کیا تھا اور ایک پہاڑ کے غار میں جا چھپے تھے ۔ کئی برسوں تک یہ اس میں پوشیدہ رہے آبادی سے ان کا کوئی علاقہ نہیں رہا ۔ زندگی کی کوئی صدا ان کے کانوں تک نہیں پہنچتی تھی ۔ پھر وہ اٹھائے گئے ، یعنی ظاہر ہوئے اور یہ سارا معاملہ اس لیے ہوا کہ واضح ہوجائے دونوں جماعتوں میں سے کونسی ایسی جماعت تھی جو وقت کے واقعات اور ان کے نتائج کا بہتر اندازہ کرسکتی تھی ۔

دو جماعتوں سے مقصود اصحاب کہف اور ان کی قوم و ملک کے لوگ ہیں ۔

یہ گویا اس تمام معاملہ کا ماحصل ہے ، اس کے بعد اس کی ضروری تفصیلات آتی ہیں ، چنانچہ آیت ۱۳ میں فرمایا: نحن نقص علیک نباھم بالحق ۔

عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍ ۢ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ ١٥

معبودوں کو پکڑے بیٹھے ہیں۔ وہ اگر معبود ہیں تو کیوں اس کے لیے کوئی روشن دلیل پیش نہیں کرتے؟ (ان کے پاس تو کوئی دلیل نہیں)۔ پھر اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ کہہ کر بہتان باندھے؟ ١٥ .

وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ۞ ١٦

(پھر وہ آپس میں کہنے لگے کہ) جب ہم نے ان لوگوں سے اور ان سے جنھیں یہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کنارہ کشی کرلی تو چاہیے کہ غار میں چل کر پناہ لیں۔ ہمارا پروردگار اپنی رحمت کا سایہ ہم پر پھیلائے گا اور ہمارے اس معاملے کے لیے (سارے) سر و سامان مہیا کردے گا ١٦ .

وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ

اور (وہ حس غار میں جا کر

میں اور زیادہ مضبوط کر دیا ١٣ .

وَّرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ۝ ١٤

اور ان کے دلوں کی (صبر و استقامت میں) بندش کر دی. وہ جب (راہ حق) میں کھڑے ہوے تو انھوں نے (صاف صاف) کہہ دیا: ہمارا پروردگار

تو وهی هے جو آسمان و زمین کا پروردگار هے . هم اس کے سوا کسی اور معبود کو پکارنے والے نہیں اگر هم ایسا کریں تو یہ بڑی هی بے جا بات هوگی ١٤ .

هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ

یہ هماری قوم کے لوگ هیں جو اللہ کے سوا دوسرے

---

١٣ - (ا) ایک گم راہ اور ظالم قوم سے چند حق پرست نوجوانوں کا کنارہ کشی کر لینا اور ایک پہاڑ کے غار میں جا کر پوشیدہ هو جانا . ان کی قوم چاهتی تهی انهیں سنگ سار کر دے، یا جبراً اپنے دین میں واپس لے آئے. انهوں نے دنیا چهوڑ دی مگر حق سے منہ نہ موڑا .

الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۚ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ۞ ١٨

(یعنی زندہ ہیں) حالانکہ وہ سو رہے ہیں (یعنی مردہ ہیں)۔ ہم انہیں دہنے بائیں پلٹتے رہتے ہیں (یعنی ان کے رخ پلٹتے رہتے ہیں) اور ان کا کتا چوکھٹ کی جگہ اپنے دونوں بازو پھیلائے بیٹھا ہے۔ اگر تم انہیں جھانک کر دیکھو تو الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہو اور تم پر (ان کے منظر سے) دہشت چھا جائے ۱۸۔

وَكَذَٰلِكَ بَعَثْنَٰهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ ۚ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۖ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۚ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۚ فَابْعَثُوا أَحَدَكُم بِوَرِقِكُمْ هَٰذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ

اور (دیکھو!) اسی طرح (یہ بات ہوئی کہ) ہم نے انہیں پھر اٹھا کھڑا کیا تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کریں۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: ہم یہاں کتنی دیر تک رہے ہوں گے؟ سب نے کہا: ایک

تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ هُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ع ۱۷

بیٹھے وہ اس طرح واقع ہوا ہے کہ) جب سورج نکلے تو تم دیکھو کہ ان کے دھنے جانب سے ھٹا ھوا رھتا ھے اور جب ڈوبے تو بائیں طرف کترا کر نکل جاتا ھے (یعنی کسی حال میں بھی اس کی شعاعیں اندر نہیں پہنچتیں) اور وہ اس کے اندر ایك کشادہ جگہ میں پڑے ھیں. یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایك نشانی ھے (کہ انھوں نے راہ حق کی خاطر دنیا اور دنیا کے سارے علاقے چھوڑ دیے). جس کسی پر وہ (کام یابی کی) راہ کھول دے تو وھی راہ پر ھے اور جس پر گم کردے تو تم کسی کو اس کا کارساز، اس کا راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے ۱۷.

ع ۲ / ۱۴

وَ تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّ هُمْ رُقُوْدٌ ۖۗ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ

اور تم (انھیں دیکھو! تو) خیال کرو کہ یہ جاگ رھے ھیں

چاہے جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو پھر کبھی تم فلاح نہ پاسکو گے ۲۰۔

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝۲۱

اور (پھر دیکھو!) اسی طرح (یہ بات بھی ہوئی کہ) ہم نے لوگوں کو ان کے حال سے واقف کر دیا (ان کی بات پوشیدہ نہ رہ سکی)۔ اور اس لیے واقف کر دیا کہ لوگ جان لیں اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شبہ نہیں! اسی وقت کی بات ہے کہ لوگ آپس میں بحث کرنے لگے کہ ان لوگوں کے معاملے میں کیا کیا جائے۔ لوگوں نے کہا: اس غار پر ایک عمارت بنا دو (کہ یادگار رہے۔ اس سے زیادہ اس معاملے کے پیچھے نہ پڑو)۔ ان پر جو کچھ گزری ان کا پروردگار ہی اسے بہتر جانتا ہے۔ تب ان لوگوں نے کہ

فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۱۹

دن یا ایک دن کا کچھ حصه ۔ (پھر جب ٹھیک ٹھیک مدت معلوم نه کرسکے تو) بولے: همارا پروردگار هی بهتر جانتا هے کتنی دیر تك یهاں پڑے رهے هیں ۔ اچھا! ایك آدمی کو یه سکه (۱۲) دے کر شهر میں بھیجو ۔ جاکر دیکھے کس کے یهاں اچھا کھانا ملتا هے اور جهاں کهیں سے ملے تھوڑی بهت غذا لے آئے اور هاں اچپکے سے لائے، کسی کو هماری خبر نه هونے پائے ۱۹ ۔

قصص القرآن

اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۲۰

اگر لوگوں نے خبر پالی تو (وہ چھوڑنے والے نہیں ، یا تو) سنگ سار کریں گے یا مجبور کریں گے که پھر ان کے دین میں واپس

---

۱۹ - (ب) وہ جب غار میں اٹھے تو اس کا اندازہ نه کرسکے که کتنے عرصے تك یهاں رهے هیں ۔ انهوں نے اپنا ایك آدمی شهر میں کھانا لانے کے لیے بھیجا اور کوشش کی که کسی کو خبر نه هو، لیکن حکمت الٰهی کا فیصله دوسرا تھا ۔ خبر هو گئی اور یه معامله لوگوں کے لیے تذکیر و عبرت کا موجب هوا ۔

حال بہت کم لوگوں کے علم میں آیا ہے . (اور جب صورت حال یہ ہے) تو لوگوں سے اس بارے میں بحث و نزاع نہ کر مگر صرف اس حد تک کہ صاف صاف بات میں ہو (یعنی باریکیوں مین نہیں پڑنا چاہیےکہ کتنے آدمی تھے، کتنے دنوں تک رہے تھے) اور نہ ان لوگوں میں سے کسی سے اس بارےمیں کچھ دریافت کر۲۲.

۲۲و۲۳ - (د) اس واقعہ کی تفصیلات لوگوں کو معلوم نہیں . طرح طرح کی باتیں مشہور ہوگئی ہیں . بعض کہتے ہیں: وہ تین آدمی تھے، بعض کہتے ہیں: پانچ تھے، بعض کہتے ہیں: سات تھے . مگر یہ سب اندھیرے مین تیر چلاتے ہیں . حقیقت حال اللہ ہی کو معلوم ہے . اور غور کرنے کی یہ بات نہیں ہے کہ ان کی تعداد کتنی تھی؟ دیکھنا چاہیے کہ ان کی حق پرستی کا کیا حال تھا؟

آیت۲۳ میں فرمایا: جو کھلی ہوئی اور پکی بات ہے وہ تذکیر و عبرت کے لیے کفایت کرتی ہے . اس سے زیادہ کاوش میں نہ پڑو اور نہ بحث و نزاع کرو اور نہ کبھی کسی ایسی بات کے لیے جس کا علم اللہ ہی کو ہے، زور دے کر کہو کہ میں ضرور ایسا کرکے رہوں گا. یہ اللہ کے ہاتھ ہے کہ جتنی باتیں چاہے وحی کے ذریعے بتلادے. غیبی امور میں انسان کی کاوشیں کچھ کام نہیں دے سکتیں.

معاملات پر غالب آگئے تھے، کہا: (ٹھیک ہے!) ہم ضرور ان کے مرقد پر ایک عبادت گاہ بنائیں گے ۲۱ ۔

سَيَقُولُونَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَّبِّيْ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۗ قف فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ص وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ۲۲ ع

کچھ لوگ کہیں گے: غار والے تین آدمی تھے، چوتھا ان کا کتا تھا. کچھ لوگ ایسا بھی کہتے ہیں: نہیں! پانچ تھے، چھٹا ان کا کتا تھا. یہ سب اندھیرے میں تیر چلاتے ہیں. بعض کہتے ہیں: سات تھے، آٹھواں ان کا کتا. (اے پیغمبر!) کہہ دے: ان کی اصل گنتی تو میرا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے، کیوں کہ ان کا

۳ ع ۱۵

۲۱ - (ج) جس قوم کے ظلم سے عاجز ہو کر انہوں نے غار میں پناہ لی تھی وہی ان کی اس درجہ معتقد ہوئی کہ ان کے مرقد پر ایک ہیکل تعمیر کیا گیا ۔

اور لوگوں نے نو برس اور بڑھادیے ہیں ۲۵ ۔

قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۡ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ۲۶

(اے پیغمبر!) تو کہہ دے: اللہ ہی بہتر جانتا ہے وہ کتنی مدت تک رہے۔ وہ آسمان و زمین کی ساری پوشیدہ باتیں جاننے والا ہے، بڑا ہی دیکھنے والا، بڑا ہی سننے والا۔ اس کے سوا لوگوں کا کوئی کار ساز نہیں اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے ۲۶ ۔

وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۲۷

اور (اے پیغمبر!) تیرے پروردگار کی کتاب جو تجھ پر وحی کی گئی ہے، اس کی تلاوت میں لگا رہ۔ اللہ کی باتیں کوئی بدل نہیں سکتا اور تجھے اس کے سوا کوئی پناہ کا سہارا ملنے والا نہیں ۲۷ ۔

---

۲۷ - آیت ۲۷ میں فرمایا: اللہ کی کتاب کی تلاوت میں =

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ	اور کوئی بات ہو مگر کبھی
ذٰلِكَ غَدًا ۙ ۲۳	ایسا نه کہو «میں کل اسے ضرور

کرکے رہوں گا ۲۳ .

اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَاذْكُرْ	الا یه که سمجھ لو ہوگا وہی
رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰٓی	جو الله چاہے گا اور جب کبھی
اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ	بھول جاؤ تو اپنے پروردگار کی
هٰذَا رَشَدًا ۲۴	یاد تازہ کرلو . تم کہو: امید ہے

میرا پروردگار اس سے بھی زیادہ کام یابی کی راہ مجھ پر کھول دے گا ۲۴ .

وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ	اور (کہتے ہیں) وہ غار میں
مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ۲۵	تین سو برس تک رہے

---

۲۴ - (ه) آیت ۲۴ میں اس طرف اشارہ ہے که عن قریب = ایسا ہی معامله تمہیں پیش آنے والا ہے یعنی اپنی قوم سے راہ حق میں کنارہ کشی کروگے اور غار ثور میں کئی دن تك مقیم رہوگے . پھر تم پر فتح و کام رانی کی ایسی راہ کھولی جائے گی جو اس معاملے سے بھی کہیں عظیم تر ہوگی .

ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا (یعنی ہمارے ٹھہرائے ہوے قانون نتائج کے مطابق حس کا دل غافل ہو گیا) اور وہ اپنی خواهش کے پیچھے پڑ گیا تو ایسے آدمی کی باتوں پر کان نہ دھرو، اس کا معاملہ حد سے گزر گیا ھے ۲۸.

وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ قف	اور کہہ دو «یہ سچائی تمہارے
فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ	پروردگار کی جانب سے ھے.
وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ج	اب جو چاھے مانے، جو چاھے
اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ	نہ مانے». ہم نے ظالموں
نَارًا لا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ	کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی
وَ اِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ	ھے جس کی چادریں چاروں
كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ؕ	طرف سے انھیں گھیر لیں گی.
بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَ سَآءَتْ	وہ (پانی کے لیے) فریاد کریں گے
مُرْتَفَقًا ۲۹	تو ان کی فریاد کے جواب میں

ایسا پانی ملے گا جیسے پگھلا ہوا سیسا ہو! وہ ان کے منہ (گرمی سے) پکادے گا. (تو دیکھو!) پینے کی کیا ھی بری چیز انھیں ملی اور بیٹھنے کی کیا ھی بری جگہ! ۲۹.

۲۹ ـ آیت ۲۹ میں مزید تشریح کی، فرمایا: آخری=

وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ	اور جو لوگ صبح شام اپنے
يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ	پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں
وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ	اور اس کی محبت میں سرشار
وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ	ہیں تو انہیں کی صحبت پر اپنے
تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ	جی کو قانع کرلو ۔ ان کی طرف
وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا	سے کبھی تمہاری نگاہ نہ پھرے
قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ	کہ دنیوی زندگی کی رونقیں
هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۞ ۲۸	ڈھونڈھنے لگو ۔ جس کے دل کو

الثلثہ

= مشغول رہو ۔ کلمات وحی نے جن باتوں کا اعلان کیا ہے انہیں کوئی بدل نہیں سکتا اور انقلاب حال کا وقت اب دور نہیں ہے ۔

جو ماننے والے نہیں ان کی فکر نہ کرو، جو ایمان لائے ہیں اور شب و روز اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں وہی تمہارے لیے بہت ہیں ۔ انہیں میں جی لگاؤ ۔ یہی دعوت حق کے چند بیج ہیں جو عن قریب ایک تن آور درخت کی صورت اختیار کرلیں گے ۔

٤ ع ١٦

وحسنت مرتفقا ٣١ پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔

تو کیا ہی اچھا ان کا ثواب ہوا اور کیا ہی اچھی انہوں نے جگہ پائی ! ٣١ ۔

واضرب لهم مثلا رجلين اور (اے پیغمبر !) ان

جعلنا لاحدهما جنتين من لوگوں کو ایک مثال سنا دو :

اعناب وحففنهما بنخل دو آدمی تھے، ان میں سے ایک

وجعلنا بينهما زرعا ٣٢ کے لیے ہم نے انگور کے دو باغ

مہیا کر دیے، گرداگرد کھجور کے درختوں کا احاطہ تھا، بیچ کی زمین میں کھیتی تھی ٣٢ ۔

كلتا الجنتين اتت اكلها (پس ایسا ہوا کہ) دونوں باغ

ولم تظلم منه شيئا لا پھلوں سے لد گئے، پیداوار

وفجرنا خللهما نهرا ٣٣ میں کسی طرح کی بھی کمی

نہ ہوئی، ہم نے ان کے درمیان (آب پاشی کے لیے) ایک نہر جاری کر دی تھی ٣٣ ۔

وكان له ثمر فقال نتیجہ یہ نکلا کہ آدمی دولت مند

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا	مگر جو لوگ ایمان لائے اور
الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیۡعُ	اچھے کام کیے تو (ان کے لیے
اَجۡرَ مَنۡ اَحۡسَنَ عَمَلًا ۚ ۳۰	کوئی اندیشہ نہیں) جس نے

اچھے کام کیے ہوں ، ہم کبھی اس کا اجر ضائع نہیں کرتے ۳۰ .

اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ	یہ لوگ ہیں جن کے لیے
تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهِمُ	ہمیشگی کے باغ ہوں گے اور
الۡاَنۡهٰرُ یُحَلَّوۡنَ فِیۡهَا مِنۡ	باغوں کے تلے نہریں بہ رہی
اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ وَّ یَلۡبَسُوۡنَ	ہوں گی. یہ (بادشاہوں کی طرح)
ثِیَابًا خُضۡرًا مِّنۡ سُنۡدُسٍ	سونے کے کنگن پہنے ہوئے،
وَّ اِسۡتَبۡرَقٍ مُّتَّكِئِیۡنَ فِیۡهَا	سبز ریشم کے باریك اور دبیز
عَلَی الۡاَرَآئِكِ ؕ نِعۡمَ الثَّوَابُ ؕ	کپڑوں سے آراستہ، مسندوں

اعلان کردو کہ خدا کی سچائی سب کے سامنے آگئی اب
اب جس کا جی چاہے مانے، جس کا جی چاہے نہ مانے .
جو مانیں گے ان کے لیے ان کا اجر ہوگا. جو مانیں گے
ان کے لیے ان کا عذاب :

قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا ۝٣٧

یہ سن کر اس کے دوست نے کہا اور باہم گفتگو کا سلسلہ جاری تھا : کیا تم اس ہستی سے انکار کرتے ہو جس نے تمہیں پہلے مٹی سے اور پھر نطفے سے پیدا کیا اور پھر آدمی بنا کر نمودار کر دیا ؟ ٣٧

لَّكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا ۝٣٨

لیکن میں تو یقین رکھتا ہوں کہ وہی اللہ میرا پروردگار ہے اور میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا ٣٨ ۔

وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ إِن تَرَنِ أَنَا أَقَلَّ مِنكَ مَالًا وَوَلَدًا ۝٣٩

اور پھر جب تم اپنے باغ میں آئے (اور اس کی شادابیاں دیکھیں) تو کیوں تم نے یہ نہ کہا کہ وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے ۔ اس کی مدد بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا ۔ اور یہ جو تمہیں دکھائی دے رہا ہے کہ میں تم سے مال اور اولاد کمتر

لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا ۝ ٣٤

ہو گیا . تب ایک دن (گھمنڈ میں آ کر) اپنے دوست سے (جسے یہ خوش حالیاں میسر نہ تھیں) باتیں کرتے کرتے بول اٹھا : دیکھو ! میں تم سے زیادہ مال دار ہوں اور میرا جتھا بھی بڑا طاقت ور جتھا ہے ٣٤ .

وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۙ ۝ ٣٥

پھر وہ (یہ باتیں کرتے ہوئے) اپنے باغ میں گیا اور وہ اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر رہا تھا . اس نے کہا : میں نہیں سمجھتا کہ ایسا شاداب باغ کبھی ویران ہو سکتا ہے ٣٥ .

وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝ ٣٦

مجھے توقع نہیں کہ (قیامت کی) گھڑی برپا ہو . اور اگر ایسا ہوا بھی کہ میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا گیا تو (میرے لیے کیا کھٹکا ہے ؟) مجھے ضرور (وہاں بھی) اس سے بہتر ٹھکانا ملے گا ٣٦ .

لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ کرنے لگا کہ ان باغوں کی درستگی پر میں نے کیا نہیں خرچ کیا تھا (وہ سب برباد ہو گیا) اور باغوں کا یہ حال ہوا کہ ٹٹیاں گر کے زمین کے برابر ہو گئیں. اب وہ کہتا ہے: اے کاش! میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریك نہ کرتا ۴۲.

وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ اور (دیکھو!) کوئی جتھا نہ ہوا کہ اللہ کے سوا اس کی مدد کرتا اور نہ خود اس نے یہ طاقت پائی کہ بربادی سے جیت سکتا ۴۳.

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ یہاں سے معلوم ہو گیا کہ فی الحقیقت سارا اختیار اللہ ہی کے لیے ہے. وہی ہے جو بہتر ثواب دینے والا ہے اور اسی کے ہاتھ بہتر انجام ہے ۴۴.

ع ۵ ۱۷

۳۲ تا ۴۴ - پہلے فرمایا تھا: جس کا جی چاہے مانے، جس کا جی چاہے نہ مانے. جو نہ مانیں گے انہیں اپنی بدعملیوں کا نتیجہ بھگتنا ہے، جو مانیں گے ان کے لیے =

رکھتا ہوں (تو اس پر مغرور نہ ہو) ۳۹ .

فَعَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَ یُرْسِلَ عَلَیْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا زَلَقًا ۙ۴۰

کیا عجب ہے میرا پروردگار تمہارے اس باغ سے بھی بہتر (باغ) مجھے دے دے اور تمہارے باغ پر آسمان سے کوئی ایسی اندازہ کی ہوئی بات اتار دے کہ چٹیل میدان ہو کر رہ جائے ۴۰ .

اَوْ یُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِیْعَ لَهٗ طَلَبًا ۴۱

یا پھر (بربادی کی کوئی اور ناگہانی صورت نکل آئے، مثلاً) اس کی نہر کا پانی بالکل نیچے اتر جائے اور تم کسی طرح بھی اس تک نہ پہنچ سکو ۴۱ .

وَ اُحِیْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ یُقَلِّبُ كَفَّیْهِ عَلٰی مَآ اَنْفَقَ فِیْهَا وَ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا وَ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ

اور (پھر دیکھو! ایسا ہی ہوا کہ) اس کی دولت (بربادی کے) گھیرے میں آ گئی . وہ ہاتھ مل مل کر افسوس

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ ۴۵

اور (اے پیغمبر!) انہیں دنیا کی زندگی کی مثال سنا دو: اس کی مثال ایسی ہے جیسے (زمین کی روئیدگی کا معاملہ کہ) آسمان سے ہم نے پانی برسایا اور رمین کی روئیدگی اس سے مل جل کر ابھر آئی (اور خوب پھلی پھولی)، پھر (کیا ہوا؟ یہ کہ) سب کچھ سوکھ کر چورا چورا ہو گیا، ہوا کے جھونکے اسے اڑا کر منتشر کر رہے ہیں! اور کون سی بات ہے جس

= اس مثال میں خوش حال آدمی سے مقصود رؤساء مکہ ہیں اور دوسرے آدمی سے مقصود مومنوں کی جماعت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خوش حالیوں کے لیے باغوں کا تصور پیدا کیا گیا۔ عرب میں اس سے بڑھ کر تمول و خوش حالی کی اور کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی کہ شام کے تاکستانوں کی طرح باغ ہوں۔ گردا گرد کھجور کے درختوں کا احاطہ، وسط میں قدرتی نہر، نہر کے دونوں طرف لہلہاتی ہوئی کھیتیاں۔

ان کی نیک عملیوں کا اجر ہے . پھر اخروی عذاب و ثواب
کا نقشہ کھینچا تھا کہ منکروں کے لیے آگ کی جلن
ہوگی ، مومنوں کے لیے ھیشگی کے باغ .

اب یہ حقیقت واضح کی ہے کہ آخرت کی طرح دنیا
میں بھی منکرین دعوت کو محرومیاں ملنے والی ھیں .
وہ اپنی موجودہ خوش حالیوں پر مغرور نہ ھوں اور نہ
مومن اپنی موجودہ بے سرو سامانیاں دیکھ کر دل تنگ
ھو جائیں . دنیا کی خوش حالیوں کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے .
وہ جب مٹنے پر آتی ہے تو لمحوں میں مٹ جاتی ھیں
اور انسان کی کوئی سعی و تدبیر انہیں بچا نہیں سکتی .

چنانچہ اس حقیقت کے لیے ایک مثال بیان کی : فرض
کرو دو آدمی تھے ، ایک کو سب کچھ میسر تھا ، دوسرے
کو کچھ میسر نہ تھا . پہلا گھمنڈ میں آ کر دوسرے کو
حقیر سمجھتا اور کہتا : میں تم سے زیادہ خوش حال ھوں
اور میری خوش حالی کبھی بگڑنے والی نہیں . دوسرا
اسے سمجھاتا کہ ان خوش حالیوں پر مغرور نہ ھو . کون
جانتا ہے پل کے پل میں کیا سے کیا ھو جائے . چنانچہ
ایک دن کیا ھوا کہ اس کے سارے باغ جن کی شادابیوں پر
اسے ناز تھا ، اچانک اجڑ گئے اور وہ اپنی نامرادیوں
پر کف افسوس ملتا رہ گیا . =

= (ا) دنیوی زندگی کی دل فریبیاں جب نکھرتی ہیں تو ٹھیک ٹھیک ان کا ایسا ہی حال ہوتا ہے۔

(ب) لیکن عارضی ہوتی ہیں، پائدار نہیں۔ قدرت نے جو وقت مقرر کر رکھا ہے، جونہیں وہ پورا ہوا، پھر کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔

(ج) زمین ایک ہے، پانی بھی ایک ہی طرح کا ہے، روئیدگی بھی ایک ہی طرح پر ہوتی ہے، مگر پھل یکساں نہیں۔ یہی حال دنیوی زندگی کا ہے۔ زندگی ایک طرح کی ہے، مگر ہر زندگی کا پھل یکساں نہیں۔ فطرت کی بخشش سب کی یکساں طور پر رکھوالی کرتی ہے، مگر سب ایک طرح کا پھل نہیں لاتے۔ کوئی اچھا ہوتا ہے، کوئی ناقص، کوئی بالکل نکما!

(د) عذاب و ثواب اور سعادت و محرومی کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ تم زمین میں کاشت کرتے ہو، لیکن کیوں کرتے ہو؟ دانے اور پھل کے لیے، پتوں اور شاخوں کے لیے نہیں۔ جب فصل پکتی ہے تو دانے لے لیتے ہو جس میں تمہارے لیے نفع ہے، باقی سب کچھ چھانٹ دیتے ہو جس میں نفع نہیں۔ یہی حال دنیوی زندگی کا بھی ہے۔ فطرت نے وجود انسانی کی کاشت کی ہے اور اس لیے کی ہے کہ "ایکم احسن عملا"۔ =

کے کرنے پر اللہ قادر نہیں !۴۵ .

۴۵ و۴۶ - پھر جو کچھ بھی ھو، دنیا کی یہ خوش حالیاں ھیں کیا؟ محض چار گھڑی کی دھوپ ! اس سے زیادہ انہیں قرار نہیں ، اس سے زیادہ ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں .

دنیوی زندگی کی مثال ایسی ھے جیسے زمین کی روئیدگی . آسمان سے پانی برستا ھے اور طرح طرح کی سبزیوں اور لالیوں سے زمین کا گوشہ گوشہ بہشت زار ھو جاتا ھے . جس طرف نگاہ اٹھاؤ پھولوں کا حسن و جمال ھے پادانوں اور پھلوں کا فیضان و نوال ! لیکن پھر اس کے بعد کیا ھوتا ھے؟ وھی کھیت جن کا ایك ایك درخت زندگی کا سرمایہ اور بخشش و نوال کا کارخانہ تھا ، اچانك کس عالم میں نظر آنے لگتے ھیں؟ "ھشیما تذروہ الریح" بھوسے کے ذرے جنھیں ھوا کے جھونکے اڑا کے منتشر کر دیتے ھیں ! نہ کوئی انہیں پہچانا چاھتا ھے ، نہ وہ کسی مصرف کے ھوتے ھیں . بہت کام دیں کے تو چولھے میں جلنے کے لیے ڈال دیے جائیں گے .

انسان کی دنیوی زندگی اور اس کی جد و جہد کی یہ کیسی جامع مثال ھے ! جس پہلو سے بھی دیکھو گے اس سے بہتر مثال نہیں ملے گی : =

(اپنے حضور) اکٹھا کردیں گے، کوئی نہ ہوگا جسے چھوڑ دیا ہو! ۴۷ .

وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ۞ ۴۸

اور ان کی صفیں (ایک کے بعد ایک) تمھارے پروردگار کے سامنے پیش ہوں گی . (تب ان سے کہا جائے گا:) جس طرح ہم نے تمھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اسی طرح تمھیں آج ہمارے سامنے حاضر ہونا پڑا، مگر تم نے خیال کیا تھا کہ ہم نے تمھارے لیے اس کا کوئی وقت نہیں ٹھیرایا ہے! ۴۸ .

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ

اور (اس وقت) نوشتے لائے جائیں گے تو تم دیکھو گے جو کچھ ان میں لکھا ہے اس سے مجرم ہراساں ہو رہے ہیں . وہ بول اٹھیں گے "افسوس ہم پر! یہ کیسا نوشتہ ہے کہ کوئی بات

اَلۡمَالُ وَ الۡبَنُوۡنَ زِیۡنَةُ — مال و دولت اور آل اولاد

الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا ۚ وَ الۡبٰقِیٰتُ — دنیوی زندگی کی دل فریبیاں ھیں

الصّٰلِحٰتُ خَیۡرٌ عِنۡدَ رَبِّكَ — (مگر چند روزہ، نا پایدار) .

ثَوَابًا وَّ خَیۡرٌ اَمَلًا ۝۴۶ — اور جو نیکیاں باقی رہنے والی ھیں

تو وھی تمہارے پروردگار کے نزدیك باعتبار ثواب کے بہتر ھیں
اور وھی ھیں جن کے نتائج سے بہتر امید رکھی جاسکتی ھے[46].

وَ یَوۡمَ نُسَیِّرُ الۡجِبَالَ وَ تَرَی — اور (دیکھو!) وہ (آنے والا) دن

الۡاَرۡضَ بَارِزَةً ۙ وَّ حَشَرۡنٰھُمۡ — جب ھم پہاڑوں کو چلادیں گے

فَلَمۡ نُغَادِرۡ مِنۡھُمۡ اَحَدًا ۚ۝۴۷ — اور زمین کو تم دیکھو گے که

(اپنی اصلی حالت میں) ابھر آئی ھے اور (اس وقت) ھم تمام انسانوں کو

= کون درخت ھے جو اچھے عمل کا پھل لاتا ھے . پس
وہ پھل لے لیتی ھے، باقی جو کچھ بچ جاتا ھے چھانٹ
دیتی ھے. تم سوکھی شاخوں اور پتوں کو کیا کرتے ھو؟
چولھے میں جلاتے ھو . اس نے بھی ایك چولھا گرم
کر رکھا ھے، اسی کا نام دوزخ ھے .

والوں کے لیے کیا ہی بری تبدیلی ہوئی! ۵۰

مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ص وَ مَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝ ۵۱

میں نے انھیں اپنے ساتھ شریک نہیں کیا تھا جب آسمان و زمین کو پیدا کیا اور نہ اس وقت وہ شریک ہوئے جب خود انہیں پیدا کیا (اور جب وہ خود مخلوق ہیں تو اپنی خلقت کے وقت کیسے موجود ہو سکتے تھے؟) میں ایسا نہ تھا کہ گمراہ کرنے والوں کو اپنا دست و بازو بناتا ۵۱.

وَ يَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَ جَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ۝ ۵۲

اور (دیکھو!) وہ دن جب اللہ فرمائے گا "جن ہستیوں کو تم سمجھتے تھے میرے ساتھ شریک ہیں اب انہیں بلاؤ".

وہ پکاریں گے مگر کچھ جواب نہیں پائیں گے. ہم نے ان دونوں کے درمیان آڑ کردی ہے (ایک دوسرے کی سننے والے نہیں) ۵۲.

وَ رَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ

اور مجرم دیکھیں گے آگ بھڑک

۶
ع
۱۸

وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۴۹ ع چھوٹی ھوئی نہیں، بڑی ھو یا چھوٹی، سب کو اس نے ضبط کرلیا ھے" عرضیکہ جو کچھ انھوں نے (دنیا میں) کیا تھا سب اپنے سامنے موجود پائیں گے اور تمھارا پروردگار کسی پر زیادتی نہیں کرتا (جو جس نے کیا ھے ٹھیک ٹھیک وھی اس کے آگے آئے گا) ۴۹ .

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۵۰

اور جب (ایسا ھوا تھا کہ) ھم نے فرشتوں کو حکم دیا تھا "آدم کے آگے جھک جاؤ" اور سب جھک گئے تھے مگر ابلیس نہیں جھکا تھا. وہ جن میں سے تھا، پس اپنے پروردگار کے حکم سے باھر ھوگیا. پھر کیا تم مجھے چھوڑ کر (کہ تمھارا پروردگار ھوں) اسے اور اس کی نسل کو اپنا کار ساز بناتے ھو، حالانکہ وہ تمھارے دشمن ھیں؟ (دیکھو!) ظلم کرنے

وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَ يَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۵۵

اور جب لوگوں کے سامنے ہدایت آگئی تو ایمان لانے اور طلب گار مغفرت ہونے سے انہیں کونسی بات روك سکی ہے؟ مگر یہی کہ اگلی قوموں کا سا معاملہ انہیں بھی پیش آجائے یا ہمارا عذاب سامنے آ کھڑا ہو ۵۵ .

= اور ان مقامات پر غور کرنے سے اس کے اسلوب بیان کی علت واضح ہو جاتی ہے .

سورۂ بنی اسراءیل کی آیت ٤١ میں گزر چکا ہے "و لقد صرفنا فی ھذا القرآن لیذکروا"، یعنی قرآن میں مطالب کا لوٹ لوٹ کر بیان میں آنا اس لیے ہے کہ تذکیر و موعظت کا ذریعہ ہو. پس معلوم ہوا اس اسلوب بیان کی علت تذکیر ہے . اس بات پر غور کرتے جاؤ ، قرآن کے اسلوب بیان کے سارے بھید کھلتے جائیں گے . قرآن کا مقصد تذکیر تھا اور تذکیر کا مقصد اسی طرح حاصل ہو سکتا تھا کہ اسلوب بیان ایك واعظ و خطیب کی موعظت کا ہو ، ایك فلسفی کے درس کا نہ ہو .

فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا رهی هے اور سمجھ جائیں کے
وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۚ۵۳ اس میں انهیں گرنا هے اور وه کوئی گریز کی راه نه پائیں کے!۵۳ ۔

ع ۷ ۱۹

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۵۴ اور (دیکھو!) هم نے اس قرآن میں لوگوں کی هدایت کے لیے هر طرح کی مثالیں لوٹا لوٹا کر بیان کر دیں، مگر انسان بڑا هی جھگڑالو واقع هوا هے!۵۴ ۔

۵۴ - قرآن کا یه اسلوب کیوں هوا که ایك هی مطلب بار بار دهرایا جاتا هے اور مختلف شکلوں پر ایك هی بات لوٹ لوٹ کر آتی هے؟ ایسا نه هوا که هماری علمی کتابوں کی طرح ضبط و ترتیب کے ساتھ تمام مطالب مدون کر دیے جاتے؟

قرآن خود اس بات کو جا بجا آیتوں، مثالوں اور نصیحتوں کی "تصریف" سے تعبیر کرتا هے، یعنی لوٹا لوٹا کر بیان کرنے سے۔ چنانچه یهاں بھی اس طرف اشاره کیا هے=

أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِيْٓ أٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۞ ۵۷

موڑ لے اور اپنی بدعملیاں بھول جائے جو پہلے کرچکا ہے؟ بلا شبہہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں کہ کوئی بات پا نہیں سکتے اور کانوں میں گرانی (کہ صدائے حق سن نہیں سکتے) (۱۳)۔ تم انھیں کتنا ہی سیدھی راہ کی طرف بلاؤ، مگر وہ کبھی راہ پانے والے نہیں ۵۷۔

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ۞ ۵۸

مگر (اے پیغمبر!) تیرا پروردگار بڑا ہی بخشنے والا ہے، بڑا ہی رحمت والا ہے۔ اگر وہ ان لوگوں کو ان کے عمل کی کمائی پر پکڑنا چاہتا تو فوراً عذاب نازل کردیتا، لیکن ان کے لیے ایک میعاد ٹھہرادی گئی ہے، اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں پائیں گے (یعنی سب کو بالآخر اس مقررہ میعاد کی جگہ پہنچنا ہے) ۵۸۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ۵۶

اور ہم تو پیغمبروں کو صرف اس لیے بھیجتے ہیں کہ (ایمان و عمل کی کامرانیوں کی) بشارت دیں اور (انکار و بدعملی کے نتائج سے) خبردار کردیں، مگر جنھوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے وہ جھوٹی باتوں کی آڑ پکڑ کے جھگڑنے لگتے ہیں کہ اس طرح سچائی کو متزلزل کردیں۔ انھوں نے ہماری نشانیوں کو اور اس بات کو جس سے انھیں خبردار کیا گیا ہے تمسخر کی بات بنا رکھا ہے! ۵۶۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جسے اس کے پروردگار کی آیتیں یاد دلائی جائیں، اور وہ ان سے گردن

=پھر آیت ۵۸ میں فرمایا: منکروں کی ان سرکشیوں کا نتیجہ کیوں اچانک ظہور میں نہیں آجاتا؟ کیوں ان کے لیے خوش حالیاں ہیں اور پیروں حق کے لیے درماندگیاں؟ اس لیے کہ تمہارا پروردگار رحمت والا ہے اور یہاں رحمت کا قانون کام کر رہا ہے۔ رحمت کا مقتضا یہی تھا کہ ایک خاص وقت تک سب کو مہلت کار ملے۔ چنانچہ مہلت کی رسی ڈھیل دے رہی ہے، لیکن جونہیں مقررہ وقت آگیا پھر نتائج کا ظہور ٹلنے والا نہیں!

اب آیت ۶۰ میں اسی معاملے کا ایک دوسرا پہلو واضح کیا ہے اور یہ فی الحقیقت کائنات ہستی کے مسائل میں سے ایک نہایت اہم مسئلے کا حل ہے:

فرمایا: بلاشبہ موجودہ حالت ایسی ہی ہے کہ سرکشیوں کے لیے کامرانیاں دکھائی دیتی ہیں، مومنوں کے لیے محرومیاں، لیکن صرف اتنی ہی بات دیکھ کر حقیقت حال کا فیصلہ نہ کرلو۔ یہاں معاملات کی حقیقت وہی نہیں ہوا کرتی جو بظاہر دکھائی دیا کرتی ہے۔ کتنی ہی اچھائیاں ہیں جو فی الحقیقت برائیاں ہوتی ہیں اور کتنی ہی برائیاں ہیں جو فی الحقیقت اچھائیاں ہوتی ہیں۔ تمہاری عقل صرف ظواہر دیکھ کر حکم لگادیتی ہے، مگر نہیں جانتی ان ظواہر کی تہ میں کیسے بواطن پوشیدہ ہیں۔ =

وَ تِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ	اور (دیکھو!) یہ (پرانی) بستیاں
لَمَّا ظَلَمُوْا وَ جَعَلْنَا	ہیں، جب ان کے باشندوں نے
لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۝۵۹	ظلم کا شیوہ اختیار کیا تو ہم نے

ع ۸ ۲۰

انہیں ہلاک کر دیا۔ ہم نے ان کی ہلاکت کے لیے ایک میعاد ٹھیرا دی تھی ۵۹

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ	اور (دیکھو!) جب ایسا ہوا تھا
لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ	کہ موسیٰ نے اپنے ساتھی خادم
الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۝۶۰	سے کہا تھا: میں اپنی کوشش

سے باز آنے والا نہیں جب تک اس جگہ نہ پہنچ جاؤں جہاں دونوں سمندر آملے ہیں۔ میں تو (اپنی راہ) چلتا ہی رہوں گا ۶۰ .

---

۶۰ - آیت ۵٤ سے ۵۷ تک فرمایا تھا کہ منکرین قرآن کی شقاوت انتہائی حد تک پہنچ چکی ہے۔ طلب حق کی جگہ جدل و نزاع اور عبرت پذیری کی جگہ تمسخر و استہزاء ان کا شیوہ ہے۔ ان کی عقلیں ماری گئی ہیں اور حواس معطل ہو چکے ہیں۔ تم کتنی ہی رہنمائی کرو، راہ پانے والے نہیں! =

قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ز وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ج وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ ق عَجَبًا ۝ ۶۳

اس نے کہا : کیا آپ نے نہیں دیکھا جب ہم (سمندر کے کنارے) چٹان کے پاس ٹھیرے تھے تو مجھے مچھلی کا کچھ خیال نہیں رہا تھا. اس نے عجیب طریقے پر سمندر میں جانے کی راہ نکال لی اور یہ شیطان ھی کا کام ہے کہ میں اس کا ذکر کرنا بالکل بھول گیا ۶۳ .

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ق فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ۝ لا ۶۴

موسیٰ نے کہا " جو بات ہم چاھتے تھے وہ یہی ہے" . پس وہ اپنے پاؤں کا نشان دیکھتے ہوئے لوٹ گئے ۶۴ .

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ ۶۵

پھر (جب چٹان کے پاس پہنچے تو) انھیں ہمارے (خاص) بندوں میں سے ایك بندہ مل گیا. اس شخص پر ہم نے خصوصیت کے ساتھ مہربانی کی تھی اور اسے اپنے

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۝ ٦١

پھر جب وہ دونوں سمندروں کے ملنے کی جگہ پہنچ گئے تو اس مچھلی کا انھیں خیال نہ رہا جو اپنے ساتھ رکھ لی تھی . اس نے سمندر میں جانے کے لیے سرنگ کی طرح ایک راہ نکال لی ٦١ .

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ؗ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ۝ ٦٢

جب وہ آگے بڑھے تو موسیٰ نے اپنے آدمی سے کہا : آج کے سفر نے ھمیں بہت تھکا دیا . لاؤ! صبح کا کھانا کھالیں ٦٢ .

= سرکشوں کے لیے اس وقت کام رانیاں ھیں ، مومنوں کے لیے محرومیاں . لیکن کیا فی الحقیقت سرکشوں کی کام رانیاں کام رانیاں ھیں اور مومنوں کی محرومیاں محرومیاں ؟ اس کا تم فیصلہ نہیں کرسکتے . جب پردہ اٹھے گا تو دیکھ لوگے کہ حقیقت حال کیا تھی .

اس حقیقت کی وضاحت کے لیے ایک واقعہ بیان کیا ھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیش آیا تھا .

مَعِیَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾ میرے ساتھ رہ کر صبر نہ کرسکو گے ٦٧.

وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿٦٨﴾ جو بات تمهاری سمجھ کے دائرے سے باهر هے، تم (دیکھو اور) صبر کرو، یہ کیسے هوسکتا هے؟ ٦٨.

قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿٦٩﴾ موسیٰ نے کہا: اگر خدا نے چاها تو آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا ٦٩.

قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿٧٠﴾ اس نے کہا: اچھا! اگر تمھیں میرے ساتھ رهنا هی هے تو اس بات کا خیال رکھو کہ جب تك میں خود تم سے کچھ نہ کہوں، تم کسی بات کی نسبت سوال نہ کرنا ٧٠.

٩ ع ٢١

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا پھر (ایسا هوا کہ) دونوں

پاس سے (براہ راست) ایك علم عطا فرمایا تھا ٦٥۔

قَالَ لَهُ مُوسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ موسٰی نے اس سے کہا: آپ

عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ اجازت دیں تو آپ کے ساتھ

رُشْدًا ٦٦ رھوں، بشرطیکہ جو علم آپ

کو اس خوبی کے ساتھ سکھایا گیا ھے اس میں سے مجھے بھی

کچھ سکھادیں ٦٦۔

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ اس نے جواب دیا: ھاں! مگر تم

٦٥ ۔ حضرت موسٰی کی جس شخص سے ملاقات ھوئی اس کی نسبت فرمایا: ھم نے اسے اپنے پاس سے ایك علم عطا فرمایا تھا۔ قرآن جب کبھی کسی بات کو اس طرح بولتا ھے تو اس کا مطلب یہ ھوتا ھے کہ وہ بات براہ راست ظھور میں آئی تھی، یعنی دنیوی وسائل کو اس میں دخل نہ تھا۔ پس معلوم ھوا وہ شخص صاحب وحی تھا اور اللہ نے اسے براہ راست علم عطا فرمایا تھا، چنانچہ آگے چل کر اس کا قول آتا ھے، «ما فعلته عن امری»، میں نے جو کچھ کیا اللہ کے حکم سے کیا، اپنی سمجھ سے نہیں کیا۔

یہ علم خاص جو اسے دیا گیا تھا یقیناً یہ تھا کہ بعض امور کے بواطن و اسرار اس پر کھول دیئے گئے تھے۔

نَفْسًا زَكِيَّةً ۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ پهنچے اور) انهیں ایك لڑکا ملا.

لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ۝٧٤ موسیٰ کے ساتھی نے اسے قتل کرڈالا. اس پر موسیٰ بول اٹھا: آپ نے ایك بے گناہ کی جان لے لی، حالانکہ اس نے کسی کی جان نہیں لی تھی. آپ نے کیسی برائی کی بات کی! ٧٤.

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ اس نے کہا: کیا میں نے نہیں

لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝٧٥ کہہ دیا تھا: تم میرے ساتھ صبر نہ کرسکو گے؟ ٧٥.

قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ موسیٰ نے کہا: اگر پھر میں

بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ نے کچھ پوچھا تو مجھے اپنے

قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ۝٧٦ ساتھ نہ رکھیے گا. اس صورت میں آپ پوری طرح معذور سمجھے جائیں گے ٧٦.

فَانْطَلَقَا وقفہ حَتّٰٓى اِذَآ وہ دونوں اور آگے بڑھے، یہاں

اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ۨ اسْتَطْعَمَآ تك کہ ایك گاؤں کے پاس پہنچے.

اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا گاؤں والوں سے کہا "ہمارے

فِی السَّفِیۡنَۃِ خَرَقَہَا ؕ قَالَ اَخَرَقۡتَہَا لِتُغۡرِقَ اَہۡلَہَا ۚ لَقَدۡ جِئۡتَ شَیۡئًا اِمۡرًا ﴿۷۱﴾

سفر میں نکلے، یہاں تک کہ (سمندر کے کنارے پہنچنے اور) کشتی میں سوار ہوے۔ اب موسٰی کے ساتھی نے یہ کیا کہ کشتی میں ایک جگہ دراڑ نکال دی۔ یہ دیکھتے ہی) موسٰی بول اٹھا: آپ نے کشتی میں دراڑ نکال دی کہ مسافر غرق ہو جائیں ۔ آپ نے کیسی خطرناک بات کی! ۷۱ ۔

قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ اِنَّکَ لَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ مَعِیَ صَبۡرًا ﴿۷۲﴾

اس نے کہا: کیا میں نے نہیں کہا تھا: تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے؟ ۷۲ ۔

قَالَ لَا تُؤَاخِذۡنِیۡ بِمَا نَسِیۡتُ وَ لَا تُرۡہِقۡنِیۡ مِنۡ اَمۡرِیۡ عُسۡرًا ﴿۷۳﴾

موسٰی نے کہا: بھول ہو گئی، اس پر نہ پکڑیے ۔ اگر ایک بات بھول چوک میں ہو جائے تو آپ سخت گیری کیوں کریں؟ ۷۳ ۔

فَانۡطَلَقَا ٝ وقفہ حَتّٰۤی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَہٗ ۙ قَالَ اَقَتَلۡتَ

پھر وہ دونوں آگے چلے، یہاں تک کہ (ایک بستی کے قریب

عَلَيۡهِ صَبۡرًا ۝ ۷۸ جدائی کا وقت آ گیا۔ ھاں! جن باتوں پر تم سے صبر نہ ھو سکا ان کی حقیقت تمھیں بتلا دیتا ھوں ۷۸.

اَمَّا السَّفِيۡنَةُ فَكَانَتۡ لِمَسٰكِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ فِى الۡبَحۡرِ فَاَرَدْتُّ اَنۡ اَعِيۡبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمۡ مَّلِكٌ يَّاۡخُذُ كُلَّ سَفِيۡنَةٍ غَصۡبًا ۝ ۷۹

سب سے پہلے کشتی کا معاملہ لو۔ وہ چند مسکینوں کی تھی جو سمندر میں محنت مردوری کرتے ھیں۔ وہ جس طرف بڑھ رھے تھے وھاں ایک پادشاہ ھے (ظالم)، جس کسی کی (اچھی) کشتی پاتا ھے، زبردستی لے لیتا ھے۔ میں نے چاھا اس کی کشتی میں ایک عیب نکال دوں (تاکہ عیبی دیکھ کر پادشاہ کے آدمی چھوڑ دیں) ۷۹.

وَاَمَّا الۡغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤۡمِنَيۡنِ فَخَشِيۡنَاۤ اَنۡ يُّرۡهِقَهُمَا طُغۡيَانًا وَّكُفۡرًا ۚ ۝ ۸۰

باقی رھا لڑکے کا معاملہ تو اس کے ماں باپ مومن ھیں۔ میں یہ دیکھ کر ڈرا کہ انھیں سرکشی اور کفر کر کے اذیت پہنچائے گا ۸۰.

فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ ط قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا ۝٧٧

کھانے کا انتظام کردو"، انہوں نے مہمان نوازی کرنے سے صاف انکار کردیا۔ پھر ان دونوں نے دیکھا گاؤں میں ایک (پرانی) دیوار ہے اور گرنا چاہتی ہے۔ یہ دیکھ کر موسیٰ کے ساتھی نے (اس کی مرمت شروع کردی اور) اسے ازسر نو مضبوط کردیا۔ اس پر موسیٰ (سے نہ رہا گیا اور) بول اٹھا: اگر آپ چاہتے تو اس محنت کا کچھ معاوضہ ان لوگوں سے وصول کرتے (بغیر معاوضے کے بے کار کی محنت کیوں کی؟) ٧٧۔

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَ بَيْنِكَ ج سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ

تب موسیٰ کے ساتھی نے کہا: بس! اب مجھ میں اور تم میں

٧٧ - حضرت موسیٰ نے ارادہ کیا تھا کہ خاموش رہیں گے، لیکن ان کا ارادہ چل نہ سکا اور ہر مرتبہ بول اٹھے۔ اس سے معلوم ہوا انسانی عقل مجبور ہے کہ ظواہر پر حکم لگائے، وہ اس سے رک نہیں سکتی۔ مگر یہیں ٹھوکر کھاتی ہے، کیوں کہ بواطن و حقائق تک نہیں پہنچ سکتی۔

۱۰ ع ۱

عَلَيۡهِ صَبۡرًا ۸۲ پاکر نکال لیں۔ (اگر وہ دیوار گرجاتی تو ان کا خزانہ محفوظ نہ رھتا، اس لیے ضروری ھوا کہ اسے مضبوط کردیا جائے)۔ یہ ان لڑکوں کے حال پر پروردگار کی ایك مہربانی تھی جو اس طرح ظہور میں آئی۔ اور (یاد رکھو!) میں نے جو کچھ کیا اپنے اختیار سے نہیں کیا (اللہ کے حکم سے کیا)۔ یہ ھے حقیقت ان باتوں کی جن پر تم صبر نہ کرسکے ۸۲ .

وَيَسۡـَٔلُونَكَ عَن ذِي ٱلۡقَرۡنَيۡنِ (اے پیغمبر!) تم سے ذوالقرنین قُلۡ سَأَتۡلُواْ عَلَيۡكُم مِّنۡهُ کا حال دریافت کرتے ھیں .

---

۸۲ - حضرت موسٰی کے ساتھی نے تین باتیں کہیں. تینوں کا ظاھر برا تھا، لیکن تینوں کی تہ میں بہتری ھی بہتری تھی. حضرت موسٰی ظاھر دیکھ رھے تھے، لیکن ان کے ساتھی پر اللہ نے باطن روشن کردیا تھا. اگر اسی طرح ظواھر کا پردہ اٹھ جائے اور وہ حقیقتیں سب کے سامنے آجائیں جو حضرت موسٰی کے ساتھی کے سامنے آگئی تھیں تو دنیا کا کیا حال ھو؟ سارے احکام کس طرح بدل جائیں! لیکن نہیں، حکمت الٰھی یہی ھے کہ پردہ نہ اٹھے، کیوں کہ اسی پردے سے عمل کی ساری آزمایش قائم ھے اور ضروری ھے کہ آزمایش ھوتی رھے .

فَأَرَدْنَآ أَنْ يُّبْدِلَهُمَا پس میں نے چاہا کہ ان کا
رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً پروردگار اس لڑکے سے بہتر
وَّأَقْرَبَ رُحْمًا ٨١ انہیں لڑکا دے، دین‌داری میں
بھی اور محبت کرنے میں بھی ٨١ ۔
وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ اور وہ جو دیوار درست کردی
يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ گئی تو (اس کا معاملہ بھی
وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَّهُمَا ایسا ہی ہے)۔ وہ شہر کے
وَكَانَ أَبُوْهُمَا صَالِحًا ج دو یتیم لڑکوں کی ہے جس کے
فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَّبْلُغَآ نیچے ان کا خزانہ گڑا ہوا ہے،
أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا ۔
كَنْزَهُمَا صلے ق رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ج پس تمہارے پروردگار نے
وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِيْ ط چاہا دونوں لڑکے اپنی جوانی کو
ذٰلِكَ تَأْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ پہنچیں اور اپنا خزانہ محفوظ

حُسْنًا ۝ ۸٦

گروہ کو بھی آباد پایا۔ ہم نے کہا : اے ذو القرنین ! (اب یہ لوگ تیرے اختیار میں ہیں) تو چاہے انہیں عذاب میں ڈالے، چاہے اچھا سلوک کر کے اپنا بنالے ۸٦.

قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۝ ۸۷

ذو القرنین نے کہا:(ہم نا انصاف کرنے والے نہیں) جو سرکشی کرے گا اسے ضرور سزا دیں گے، پھر اسے اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے. وہ (بد اعمالوں کو) سخت عذاب میں مبتلا کرے گا ۸۷ .

وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ۝ ۸۸

اور جو ایمان لائے گا اور اچھے کام کرے گا تو اس کے بدلے اسے بھلائی ملے گی اور ہم اسے ایسی ہی باتوں کا حکم دیں گے جس میں اس کے لیے آسانی و راحت ہو ۸۸ .

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۝ ۸۹

اس کے بعد پھر اس نے تیاری کی (اور پورب کی طرف نکلا) ۸۹ .

ذِكْرًا ؕ ٨٣ — تم کہہ دو: میں اس کا کچھ حال تمہیں (کلام الٰہی میں) پڑھ کر سنا دیتا ہوں ٨٣.

اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِى الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ سَبَبًا ۙ ٨٤ — ہم نے اسے زمین میں حکمرانی دی تھی، نیز اس کے لیے ہر طرح کا ساز و سامان مہیا کر دیا تھا ٨٤.

فَاَتْبَعَ سَبَبًا ۝ ٨٥ — تو (دیکھو!) اس نے (پہلے ایک مہم کے لیے) ساز و سامان کیا (اور پچھم کی طرف نکل کھڑا ہوا) ٨٥.

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِىْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ — یہاں تک کہ (چلتے چلتے) سورج کے ڈوبنے کی جگہ پہنچ گیا. وہاں اسے سورج ایسا دکھائی دیا جیسے ایک سیاہ دل دل کی جھیل میں ڈوب جاتا ہے اور اس کے قریب ایک

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ۞ ۹۴

اس قوم نے (اپنی زبان میں) کہا: اے ذو القرنین! یاجوج اور ماجوج اس ملك میں آ کر لوٹ مار کرتے ہیں۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایك روك سا دیں اور اس غرض سے ہم آپ کے لیے کچھ خراج مقرر کر دیں؟ ۹۴۔

قَالَ مَا مَكَّنِّیْ فِيْهِ رَبِّیْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۞ ۹۵

ذو القرنین نے کہا: میرے پروردگار نے جو کچھ میرے قبضے میں دے رکھا ہے وہی میرے لیے بہتر ہے (تمہارے خراج کا محتاج نہیں)، مگر تم اپنی قوت سے (اس کام میں) میری مدد کرو۔ میں تمہارے اور یاجوج وماجوج کے درمیان ایك مضبوط دیوار کھڑی کر دوں گا ۹۵۔

اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ

(اس کے بعد اس نے حکم دیا:) لوہے کی سلیں میرے لیے مہیا

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ۙ ٩٠	یہاں تك كه سورج نكلنے كى آخرى حد تك پہنچ گیا. اس نے دیكھا سورج ایك گروہ پر نكلتا ھے جس سے ھم نے ان كے لیے كوئی آڑ نہیں ركھی ھے ٩٠.
كَذٰلِكَ ۭ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ۝ ٩١	ان كی حالت ایسی ھی تھی . اور جو كچھ ذو القرنین كے پاس تھا اس كی ھمیں پوری پوری خبر ھے ٩١ .
ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۝ ٩٢	اس نے پھر سازو سامان تیار كیا (اور تیسری مہم میں نكلا) ٩٢ .
حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ۝ ٩٣	یہاں تك كه دو (پہاڑوں كی) دیواروں كے درمیان پہنچ گیا. وھاں اس نے دیكھا پہاڑوں كے اس طرف ایك قوم آباد ھے جس سے بات كہی جائے تو بالكل نہیں سمجھتی ٩٣ .

قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا ۹۸

ذو القرنین نے (تکمیل کار کے بعد) کہا: یہ (جو کچھ ہوا تو فی الحقیقت) میرے پروردگار کی مہربانی ہے۔ جب میرے پروردگار کی فرمائی ہوئی بات ظہور میں آئے گی تو وہ اسے ڈھا کر ریزہ ریزہ کردے گا (مگر اس سے پہلے کوئی اسے ڈھا نہیں سکتا) اور میرے پروردگار کی فرمائی ہوئی بات سچ ہے، ٹلنے والی نہیں! ۹۸ .

= ڈوب جاتا ہے، کیونکہ حد نگاہ تک خشکی دکھائی نہیں دیتی تھی .

(ب) پھر وہ پورب کی طرف چلا، یہاں تک کہ وحشی قبائل کی ٹولیاں اسے ملیں. وہ کھلے میدانوں میں زندگی بسر کرتے تھے.

(ج) پھر وہ نکلا اور ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں دو پہاڑوں نے دو دیواروں کی شکل اختیار کرلی ہے. یاجوج اور ماجوج اسی راہ سے آتے تھے اور اس طرف کی بستیوں میں لوٹ مار کرتے تھے. وہاں کے باشندوں کی استدعا پر اس نے وہاں ایک دیوار بنادی جس کی وجہ سے حملہ آوروں کا راستہ بالکل بند ہوگیا .

انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِیْۤ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا ؕ ۹۶

کر دو. پھر جب (تمام سامان مہیا ہو گیا اور) دونوں پہاڑوں کے درمیان دیوار اٹھا کر ان کے برابر بلند کر دی تو حکم دیا: (بھٹیاں سلگاؤ اور) دھونکو. پھر جب (اس قدر دھونکا گیا کہ) بالکل آگ (کی طرح لال) ہو گئی تو کہا: گلا ہوا تانبا لاؤ، اس پر انڈیل دیں ۹۶.

فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَ مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ۚ ۹۷

چنانچہ (اس طرح ایک ایسی سد بن گئی کہ) یاجوج اور ماجوج نہ تو اس پر چڑھ سکتے تھے، نہ اس میں سرنگ لگا سکتے تھے ۹۷.

---

۸۳ تا ۹۷ - اہل کتاب سے معلومات حاصل کر کے لوگوں نے بعض سوالات کیے تھے. انہیں میں ایک سوال ذو القرنین کی نسبت تھا. یہاں اس کا جواب دیا ہے. فرمایا: ہم نے اسے زمین میں حکمرانی دی تھی اور فتوحات کے سارے سار و سامان مہیا کر دیے تھے.

پھر اس کی تین مہموں کا ذکر کیا ہے:-

(ا) وہ پچھم کی طرف بڑھتا گیا، یہاں تک کہ ایک ایسے سمندر کے کنارے پہنچ گیا جس کا پانی کیچڑ سے ملا ہوا گدلا تھا اور معلوم ہوتا تھا روز سورج اسی پانی میں =

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ	جن لوگوں نے کفر کی راہ
يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ	اختیار کی ہے ، کیا انھوں نے
اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ	خیال کیا ہے ہمیں چھوڑ کر

= میرے ہاتوں انجام پا گیا ۔ اب اسے کوئی ڈھا نہیں سکتا۔ ہاں ! جب وہ مقررہ وقت آئے گا جس کی اللہ نے خبر دے دی ہے تو بلا شبہ یہ ریزہ ریزہ ہوکر رہ جائے گی اور یہاں ہر چیز کو بالآخر فنا ہونا ہے !

ذو القرنین کے اس قول پر اس کی سرگذشت ختم ہوگئی ۔ اب آیت ۹۹ میں فرمایا : مقررہ وقت آئے گا تو یہ قومیں نکلیں گی اور سمندر کی موجوں کی طرح ایک دوسرے پر آپڑیں گی ۔ پھر ایک وقت آئے گا جب سب کو اکٹھا ہوجانا ہے اور اس وقت منکرین حق دیکھ لیں گے کہ دوزخ ان کے سامنے ہے !

جب لوگوں کو جمع کرنا مقصود ہوتا ہے تو نرسنگا پھونکا جاتا ہے اور اس کی آواز سنتے ہی ہر گوشے سے لوگ نکل آتے ہیں ۔ فرمایا : ایک ایسی ہی بات اس دن بھی ہونے والی ہے ۔ نرسنگا پھونکا جائے گا کہ سب اکٹھے ہوجائیں !

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوجُ فِي بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ۙ ٩٩

اور جس دن وہ بات ظہور میں آئے گی تو اس دن ہم ایسا کریں گے کہ (سمندر کی لہروں کی طرح ان قوموں میں سے) ایک (قوم) دوسری (قوم) کے درمیان بھنے لگے گی اور نرسنگا پھونکا جائے گا اور ساری قوموں کی بھیڑ اکٹھی ہو جائے گی [٩٩].

وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ۙ ١٠٠

اس دن ہم منکروں کے سامنے دوزخ اس طرح نمودار کردیں گے جیسے ایک چیز بالکل سامنے دکھائی دے [١٠٠].

الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ع ١٠١

وہ منکر جن کی نگاہوں پر ہمارے ذکر سے پردہ پڑ گیا تھا اور (کانوں میں گرانی کہ) کوئی بات سن نہیں سکتے تھے! [١٠١].

١١
ع
٢

---

٩٨ تا ١٠١ - جب دیوار تیار ہوگئی تو ذو القرنین نے کہا: یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ ایسا عظیم الشان کام =

أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِاٰيٰتِ	یہی لوگ ہیں کہ اپنے پروردگار
رَبِّهِمْ وَلِقَآئِه فَحَبِطَتْ	کی آیتوں سے اور اس کے حضور
أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ	حاضر ہونے سے منکر ہوئے
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝۱۰۵	پس ان کے سارے کام اکارت

گئے اور اس لیے قیامت کے دن ہم ان (کے اعمال) کا کوئی وزن تسلیم نہیں کریں گے ۱۰۵.

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا	انھوں نے جیسی کچھ کفر کی
كَفَرُوا وَاتَّخَذُوٓا اٰيٰتِي وَرُسُلِي	راہ اختیار کی تھی اور ہماری

= اس زندگی میں کھوئی جاتی ہیں اور وہ اس دھوکے میں رہتے ہیں کہ ہم بڑے بڑے کارخانے سارھے ہیں!".

عور کرو! کتنی ہی زندگیاں ہیں حن کا ہر لمحہ طرح طرح کی کوششوں میں بسر ہوتا ہے، لیکن ان کی کوئی کوشش بھی کام یاب نہیں ہوتی اور حب پردۂ غفلت ھٹتا ہے تو صاف دیکھ لیتے ہیں کہ حد و جہد کی ساری زندگی رایگاں گئی! وہ ہمیشہ اسی دھوکے میں رہتے ہیں کہ ہم نے فلاں بات بنالی اور فلاں کارخانہ درست کرلیا، حالانکہ بنتا ونتا کچھ بھی نہیں، سرتاسر بگڑتا ہی جاتا ہے!

لِلْکٰفِرِیْنَ نُزُلًا ۝۱۰۲ ہمارے بندوں کو اپنا کارساز بنالیں؟ (انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ) ہم نے کافروں کی مہمانی کے لیے دوزخ تیار کر رکھی ہے!۱۰۲.

قُلْ ھَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ۝۱۰۳ (اے پیغمبر!) تو کہہ دے: ہم تمہیں خبر دے دیں کون لوگ اپنے کاموں میں سب سے زیادہ نامراد ہوئے؟ ۱۰۳.

اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝۱۰۴ وہ جن کی ساری کوششیں دنیا کی زندگی میں کھوئی گئیں اور وہ اس دھوکے میں پڑے ہیں کہ بڑا اچھا کارخانہ بنا رہے ہیں!۱۰۴.

۱۰۲۔۔۔آیت ۱۰۲ سے سلسلۂ خطاب پھر منکرین دعوت کی طرف متوجہ ہوگیا ہے اور اس طرف اشارہ کیا ہے کہ ان کی تمام کوششیں اکارت جانے والی ہیں اور کلمۂ حق کی کامیابی اٹل ہے۔

۱۰۴ - آیت ۱۰۴ میں انسان کی نامرادیوں کی کیسی کامل تصویر کھینچ دی ہے! "جن لوگوں کی کوششیں =

پیدا کر دیں جب بھی وہ کفایت نہ کریں!۱۰۹.

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ع ۱۱۰	(نیز) کہہ دے: میں تو اس کے سوا کچھ نہیں ہوں کہ تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہوں، البتہ اللہ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ تمہارا معبود وہی ایک ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں۔ پس جو کوئی

۱۲ ع ۳

اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو رکھتا ہے، چاہیے کہ اچھے کام انجام دے اور اپنے پروردگار کی بندگی میں کسی دوسری ہستی کو شریک نہ کرے (بس اس کے سوا میری کوئی پکار نہیں!)۱۱۰.

* * *

سورت کے بعض مقامات کی مزید تشریحات:

اصحاب کہف

۱ - مسیحی مذہب کے ابتدائی قرنوں میں متعدد واقعات ایسے گزرے ہیں کہ راسخ الاعتقاد عیسائیوں نے مخالفوں کے ظلم و وحشت سے عاجز آ کر پہاڑوں کے غاروں میں پناہ لے لی اور آبادیوں سے کنارہ کش ہو گئے، ==

هُزُوًا ۝ ١٠٦ آیتوں اور رسولوں کی ہنسی

اڑائی تھی تو عذاب دوزخ اس کا (لازمی) نتیجہ ہے ١٠٦ .

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ ١٠٧

لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے تو ان کی مہمانی کے لیے فردوس کے باغ ہوں گے ١٠٧ .

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ۝ ١٠٨

وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، کبھی نہیں چاہیں گے کہ اپنی جگہ بدلیں ١٠٨ .

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۝ ١٠٩

(اے پیغمبر!) اعلان کر دے: اگر میرے پروردگار کی باتیں لکھنے کے لیے دنیا کے تمام سمندر سیاہی بن جائیں تو سمندر کا پانی ختم ہو جائے گا، مگر میرے پروردگار کی باتیں ختم نہ ہوں گی . اگر ان سمندروں کا ساتھ دینے کے لیے ویسے ہی سمندر اور بھی

= اور ان کے انکشافات نے بحث و نظر کا ایک نیا میدان مہیا کر دیا ہے ۔

جزیرہ نمائے سینا اور خلیج عقبہ سے سیدھے شمال کی طرف بڑھیں تو دو پہاڑی سلسلے متوازی شروع ہو جاتے ہیں اور سطح زمین بلندی کی طرف اٹھنے لگتی ہے ۔ یہ علاقہ نبطی قبائل کا علاقہ تھا اور اسی کی ایک پہاڑی سطح پر "راقیم" نامی شہر آباد تھا ۔ دوسری صدی عیسوی میں جب رومیوں نے شام اور فلسطین کا الحاق کر لیا تو یہاں کے دوسرے شہروں کی طرح راقیم نے بھی ایک رومی نو آبادی کی حیثیت اختیار کر لی اور یہی زمانہ ہے جب پیٹرا کے نام سے اس کے عظیم الشان مندروں اور تھیٹروں کی شہرت دور دور تک پہنچی ۔ سنہ ٦٤٠ء میں جب مسلمانوں نے یہ علاقہ فتح کیا تو راقیم کا نام بہت کم زبانوں پر رہا تھا ۔ یہ رومیوں کا پیٹرا اور عربوں کا بطرا تھا ۔

جنگ کے بعد سے اس علاقے کی ازسر نو اثری پیمایش کی جا رہی ہے اور نئی نئی باتیں روشنی میں آ رہی ہیں ۔ ازانجملہ اس علاقے کے عجیب و غریب غار ہیں جو دور دور تک چلے گئے ہیں اور نہایت وسیع ہیں ۔ نیز اپنی نوعیت میں ایسے واقع ہوئے ہیں کہ دن کی روشنی کسی طرح بھی ان کے اندر نہیں پہنچ سکتی ۔ ایک غار ایسا بھی ملا ہے =

= یہاں تک کہ وھیں وفات پا گئے اور ایک عرصے کے بعد ان کی نعشیں بر آمد ھوئیں ۔ چنانچہ ایک واقعہ جو روم کے اطراف میں گزرا تھا ، ایک انطاکیۃ (Antioch) کی طرف منسوب ھے ، ایک افیسس (Ephesus) میں بیان کیا جاتا ھے ۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ھوتا ھے کہ اس سورت میں جو واقعہ بیان کیا گیا ھے وہ کہاں پیش آیا تھا ؟

قرآن نے ”کہف“ کے ساتھ ”الرقیم“ کا لفظ بھی بولا ھے اور بعض ائمۂ تابعین نے اس کا یہی مطلب سمجھا تھا کہ ایک شہر کا نام ھے ۔ لیکن چوں کہ اس نام کا کوئی شہر عام طور پر مشہور نہ تھا ، اس لیے اکثر مفسرین اس طرف چلے گئے کہ یہاں ” رقیم“ کے معنی کتابت کے ھیں ، یعنی ان کے غار پر کوئی کتبہ لگا دیا گیا تھا ، اس لیے کتبہ والے مشہور ھو گئے ۔

لیکن اگر انھوں نے تورات کی طرف رجوع کیا ھوتا تو معلوم ھو جاتا کہ ”رقیم“ وھی لفظ ھے جسے تورات میں ”راقیم“ کہا گیا ھے ۔ اور یہ فی الحقیقت ایک شہر کا نام تھا جو آگے چل کر ”پیٹرا“ (Petra) کے نام سے مشہور ھوا اور عرب اسے ”بطرا“ کہنے لگے ۔

١٩١٨ء کی عالم گیر جنگ کے بعد آثار قدیمہ کی تحقیقات کے جو نئے نئے گوشے کھلے ھیں ان میں ایک پیٹرا بھی ھے =

=جن سے ہمیشہ عربوں کا ملنا جلنا رهتا هو، ایسے لوگ کون هو سکتے تهے؟ اگر اسے پیٹرا کا واقعه قرار دیا جائے تو بات بالکل واضح هو جاتی هے ۔ اول تو خود یه مقام عرب سے قریب تها، یعنی عرب کی سرحد سے ساٹھ ستر میل کے فاصلے پر۔ ثانیاً نبطیوں کی وهاں آبادی تهی اور نبطیوں کے تجارتی قافلے برابر حجاز میں آتے رهتے تهے۔ یقیناً نبطیوں میں اس واقعے کی شہرت هوگی اور انهیں سے عربوں نے سنا هوگا ۔

خود قریش مکه کے تجارتی قافلے بهی هر سال شام جایا کرتے تهے اور سفر کا ذریعه وهی شاه راه تهی جو رومیوں نے ساحل خلیج سے لے کر ساحل مارمورا تك تعمیر کردی تهی (۱٤). پیٹرا اسی شاه هراه پر واقع تها بلکه اس نواح کی سب سے پہلی تجارتی منڈی تهی، اس لیے اس سے زیاده قدرتی بات اور کیا هو سکتی هے که یه واقعه ان کے علم میں آگیا هو. (۱۵) عرب جاهلیه میں اس واقعے کی صحت ضرور تهی ۔ امیة بن ابی الصلت :

و لیس بها الا الرقیم مجاوراً

و صیدهم و القوم فی الکهف همدا (۱٦)

اس سلسلے میں چند باتیں اور تشریح طلب هیں :

(۱) آیت ۹ " ام حسبت ان اصحاب الکهف و الرقیم=

اصل واقعه

= جس کے دھانے کے پاس قدیم عمارتوں کے آثار پائے جاتے ھیں اور بے شمار ستونوں کی کرسیاں شناخت کی گئی ھیں خیال کیا گیا ھے کہ یہ کوئی معبد ھوگا جو یہاں تعمیر کیا گیا تھا ۔

اس انکشاف کے بعد قدرتی طور پر یہ بات سامنے آجاتی ھے کہ اصحاب کہف کا واقعہ اسی شہر میں پیش آیا تھا اور قرآن نے صاف صاف اس کا نام ”الرقیم“ بتلا دیا ھے۔ اور جب اس نام کا ایک شہر موجود تھا تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ رقیم کے معنی میں تکلفات کیے جائیں اور بغیر کسی بنیاد کے اسے کتبہ پر محمول کیا جائے ۔

علاوہ بریں دوسرے قرائن بھی اس بات کی تصدیق کرتے ھیں ۔

قرآن نے جس طرح اس واقعے کا ذکر کیا ھے اس سے صاف معلوم ھوتا ھے کہ اس واقعے کی عرب میں شہرت تھی، لوگ اس بارے میں بحثیں کیا کرتے تھے اور اسے ایک نہایت ھی عجیب و غریب بات تصور کرتے تھے ۔ اب یہ ظاھر ھے کہ مشرکین عرب کے وسائل معلومات محدود تھے ۔ بہت کم امکان ھے کہ دور کی باتیں ان کے علم میں آئی ھوں ۔ پس ضروری ھے کہ یہ قرب و جوار ھی کی کوئی بات ھو اور ان لوگوں کی زبانی سنی جاسکے =

"ای الحزبین احصیٰ"

=بھروسا! چنانچه کئی سال تک وه وهیں رهے اور اس طرح رهے که دنیا کی صداؤں کی طرف سے ان کے کان بالکل بند تھے. پھر هم نے انھیں اٹھا کھڑا کیا تاکه واضح هو جائے ان دونوں جماعتوں میں سے کون گروه تھا جس نے اس عرصے میں نتائج عمل کا بهتر اندازه کیا هے. یعنی صورت حال نے دو جماعتیں پیدا کر دی تھیں: ایک اصحاب کهف تھے، ایک ان کے مخالف. ایک نے حق کی پیروی کی، دوسرے نے ظلم و تشدد پر کمر باندھی. یه چند برسوں کی مدت دونوں جماعتوں پر گزری تھی: اس پر بھی جو غار میں پناه لینے پر مجبور هوئی اور اس پر بھی جس نے غار میں پناه لینے کے لیے انھیں مجبور کیا. اب دیکھنا یه تھا که دونوں میں سے کس نے کمایا هے اور کس نے کھویا هے؟ کون ان دونوں میں وقت کا بهتر اندازه شناس تھا؟

چنانچه آگے چل کر جو تفصیلات آتی هیں ان سے واضح هو جاتا هے که ظالم جماعت کے ظلم کی عمر بهت تھوڑی تھی اور بالآخر وهی راه فتح مند هونے والی تھی جو اصحاب کهف نے اختیار کی تھی، کیوں که بالآخر مسیحی دعوت تمام ملک میں پھیل گئی اور جب کچھ عرصے کے بعد وه غار سے نکلے اور ایک آدمی کو آبادی میں بھیجا تو اب=

= کانوا من اٰیتنا عجبا" کا اسلوب خطاب صاف کہ رہا ہے
کہ کچھ لوگ "اصحاب الکھف والرقیم" کے نام سے مشہور
ہیں . ان کا معاملہ قدرت الٰہی کا ایک عجیب و غریب
کرشمہ سمجھا جاتا ہے ، لوگوں نے پیغمبر اسلام سے ان کا
ذکر کیا ہے اور اب وحی الٰہی اس معاملے کی حقیقت
واضح کر رہی ہے. چنانچہ پہلے مجملاً اس کا خلاصہ اور
نتیجہ بتلا دیا کہ جو کچھ پیش آیا تھا وہ اس سے زیادہ
نہیں ہے اور جو کچھ عبرت وتذکیر کی بات ہے وہ یہ ہے.
پھر آیت ١٣ میں فرمایا : "نحن نقص علیك نباهم بالحق" .
اب ہم تجھے ان کی سچی خبر سنا دیتے ہیں . یعنی واقعے کی
تفصیلات بیان کر دیتے ہیں. چنانچہ اس کے بعد تفصیلات
بیان کی ہیں .

یہ مجمل خلاصہ جو آیت ١٠ سے ١٢ تک بیان کیا ہے ،
تمام سرگذشت کا ماحصل ہے. اسی کی روشنی میں بقیہ
تفصیلات پڑھنی چاہیں . فرمایا : چند نوجوان تھے جنھوں
نے سچائی کی راہ میں دنیا اور دنیا کی راحتوں سے منہ موڑا
اور ایک غار میں پناہ گزیں ہوگئے. ان کے پیچھے ظلم
وستم کی قوتیں تھیں ، سامنے غار کی تاریکی و وحشت .
تاہم وہ ذرا بھی ہراساں نہ ہوئے. انہوں نے کہا : خدایا !
تیری ہی رحمت کا آسرا ہے اور تیری ہی چارہ سازی پر =

= یعنی غـار اپنے طول میں شمال و جنوب رویہ واقع ھے. ایك طرف دھانہ ھے، دوسری طرف منفذ. روشنی اور ھوا دونوں طرف سے آتی ھے، لیکن دھوپ کسی طرف سے بھی راہ نہیں پاسکتی.

اس صورت حال سے بیك وقت دو باتیں معلوم ھوئیں: ایك یہ کہ زندہ رھنے کے لیے وہ نہایت محفوظ اور موزوں مقام ھے، کیوں کہ ھوا اور روشنی کی راہ موحود ھے، مگر دھوپ کی تپش پہنچ نہیں سکتی. پھر اندر سے کشادہ ھے، جگہ کی کمی نہیں. دوسری یہ کہ باھر سے دیکھنے والوں کے لیے اندر کا منظر بہت ڈراونا ھوگیا ھے. کیوں کہ روشنی کے منافذ موحود ھیں، اس لیے بالکل اندھیرا نہیں رھتا. سورج کسی وقت سامنے آتا نہیں، اس لیے بالکل احالا بھی نہیں ھوتا. روشنی اور اندھیرے کی ملی جلی حالت رھتی ھے. اور جس غار کی اندرونی فضا ایسی ھو اسے باھر سے جھانك کر دیکھا جائے تو اندر کی ھر چیز ضرور ایك بھیانك منظر پیش کرے گی.

انقلاب حال

یہ لوگ کچھ عرصے تك غار میں رھے. اس کے بعد نکلے تو انھیں کچھ اندازہ نہ تھا کتنے عرصے تك اس میں رھے ھیں. وہ سمجھتے تھے باشندوں کا وھی حال ھوگا جس حال =

= مسیحی ہونا کوئی نا قابل معافی جرم نہیں تہا. عزت و سر براہی کی سب سے بڑی عظمت تہی!

صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان پرستاران حق کی استقامت ہی تہی جس نے دعوت حق کو فتح مند کیا. اگر وہ مظالم سے تنگ آکر اتباع حق سے دست بردار ہو جاتے تو یقیناً یہ انقلاب ظہور میں نہیں آتا.

(ب) اس کے بعد واقعے کی بعض تفصیلات واضح کر دی ہیں. جو لوگ خدا پرستی کی راہ اختیار کرتے تہے. ان کی مخالفت میں تمام باشندے کمر بستہ ہو جاتے اور اگر وہ اپنی روش سے باز نہ آتے تو سنگ سار کرتے. یہ حالت دیکھ کر انہوں نے فیصلہ کیا آبادی سے منہ موڑیں اور کسی غار میں معتکف ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول ہو جائیں، چنانچہ ایک غار میں مقیم ہو گئے.

ان کا ایک وفادار کتا تہا، وہ بہی ان کے ساتھ غار میں چلا گیا. جس غار میں انہوں نے پناہ لی وہ اس طرح کا واقع ہوا ہے کہ اگرچہ اندر سے کشادہ ہے اور دہانہ کہلا ہوا، لیکن سورج کی کرنیں اس میں راہ نہیں پاسکتیں، نہ تو چڑھتے دن میں، نہ ڈھلتے میں. جب سورج نکلتا ہے تو دہنی جانب رہتے ہوئے گزر جاتا ہے جب ڈھلتا ہے تو بائیں جانب رہتے ہوئے غروب ہو جاتا ہے =

غار کی نوعیت

= سوتے رہے ، اس لیے یہ کوئی عجیب بات نہیں
کہ بعد کو بھی اسی طرح کی روایتیں مشہور ہو گئیں.
عرب میں قصے کے اصلی راوی شام کے نبطی تھے. اور ہم
دیکھتے ہیں کہ اس قصے کی اکثر تفصیلات تفسیر کے
انہیں راویوں پر جا کر منتہی ہوتی ہیں جو اہل کتاب
کے قصوں کی روایت میں مشہور ہوچکے ہیں، مثلاً ضحاک
اور سدی. بہر حال اگر یہاں " ضرب علی الآذان " سے مقصود
نیند کی حالت ہو تو پھر مطلب یہ قرار پائے گا کہ وہ
غیر معمولی مدت تک نیند کی حالت میں پڑے رہے اور
" ثم بعثنٰھم " کا مطلب یہ کرنا پڑے گا کہ اس کے بعد نیند
سے بیدار ہو گئے.

یہ بات کہ ایک آدمی پر غیر معمولی مدت تک نیند کی
حالت طاری رہے اور پھر بھی زندہ رہے ، طبی تجارب
کے مسلمات میں سے ہے اور اس کی مثالیں ہمیشہ تجربے
میں آتی رہتی ہیں. پس اگر اصحاب کہف پر قدرت الٰہی
سے کوئی ایسی حالت طاری ہو گئی ہو جس نے غیر معمولی
مدت تک انہیں سلائے رکھا تو یہ کوئی مستبعد بات نہیں ،
البتہ قرآن حکیم کی تصریح اس بارے میں ظاہر اور قطعی
نہیں ہے . =

میں انہیں چھوڑا تھا ۔ لیکن اس عرصے میں یہاں انقلاب
ہوچکا تھا ۔ اب غلبہ ان لوگوں کا تھا جو اصحاب کہف
ہی کی طرح خدا پرستی کی راہ اختیار کر چکے تھے۔ جب
ان کا ایک آدمی شہر میں پہنچا تو اسے یہ دیکھ کر حیرت
ہوئی کہ اب وہی لوگ جنھوں نے انہیں سنگسار کرنا چاہا
تھا، ان کے ایسے معتقد ہوگئے کہ ان کے غار نے زیارت گاہ
عام کی حیثیت اختیار کرلی اور امراء شہر نے فیصلہ
کیا کہ یہاں ایک ہیکل تعمیر کیا جائے۔

ضرب علی الآذان

(ج) اصحاب کہف نے یہ مدت کس حال میں بسر کی
تھی؟ اس بارے میں قرآن نے صرف اس قدر اشارہ
کیا ہے کہ ''فضربنا علی اٰذانہم فی الکہف سنین عددا'' - ۱۱ ۔
''ضرب علی الآذان'' کے صاف معنی تو یہ ہیں کہ ان کے کان
دنیا کی طرف سے بند ہوگئے تھے، یعنی دنیا کی کوئی صدا
ان تک نہیں پہنچتی تھی۔ لیکن مفسرین نے اسے نیند پر محمول
کیا ہے، یعنی ان پر نیند طاری ہوگئی تھی۔ اور چوں کہ
نیند کی حالت میں آدمی کوئی آواز نہیں سنتا، اس لیے اس
حالت کو ''ضرب علی الآذان'' سے تعبیر کیا گیا۔ (۱۷)
اصل یہ ہے کہ اصحاب کہف کا جو قصہ عام طور پر
مشہور ہوگیا تھا وہ یہی تھا کہ غار میں برسوں تک

= حل دریافت نہ کرسکے . بعضوں نے کہا: وہ اس لیے
جاگتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں .
لیکن اگر ایك بے حس و حرکت نعش پڑی دکھائی دے اور
اس کی آنکھیں کھلی ہوں تو دیکھنے والا اسے ہشیار
و بیدار کیوں سمجھنے لگا ؟ یہی سمجھے گا کہ مر گیا ہے
مگر آنکھیں کھلی رہ گئی ہیں. بعضوں نے کہا: " نقلبھم
ذات الیمین و ذات الشمال " کی وجہ سے وہ بیدار دکھائی
دیتے ہیں . یعنی چوں کہ دھنے بائیں کروٹ بدلتی رہتی
ہے ، اس لیے دیکھنے والا خیال کرتا ہے یہ بیدار ہیں .
لیکن یہ توجیہ پہلے سے بھی زیادہ بے معنی ہے . اول تو
کروٹ بدلنا بیداری کی دلیل نہیں . آدمی گہری سے
گہری نیند میں ہوتا ہے اور کروٹ بدلتا ہے. ثانیاً اگر
کروٹ بدلتے ہوں گے تو کچھ وقفے کے بعد بدلتے ہوں گے.
یہ تو نہیں ہوسکتا کہ ہر آن کروٹ بدلتے ہی رہتے ہوں
اور جب کبھی کوئی جھانك کر دیکھے انہیں کروٹ بدلتا
ہی پائے ! لطف یہ ہے کہ " نقلبھم ذات الیمین و ذات الشمال "
کی تفسیر میں یہی مفسر ہمیں بتلاتے ہیں کہ بعضوں کے
نزدیك سال میں دو دفعہ کروٹ بدلتی ہے . بعضوں کے
نزدیك ایك مرتبہ. بعض کہتے ہیں: تین سال بعد، بعض =

تفسیر "وتحسبہم ایقاظا وہم رقود"

=(د) آیت ۱۸: "وتحسبہم ایقاظًا وہم رقود" کا مطلب کیا ھے؟ اس میں اس صورت حال کی طرف اشارہ کیا ھے جو نزول قرآن کے وقت تھی یا جو حالت اس غار کی ایک مدت تک ابتداء میں رہ چکی تھی؟ دونوں صورتیں ھوسکتی ھیں۔

اس سے معلوم ھوا کہ انقلاب حال کے بعد اصحاب کہف نے غار کی گوشہ نشینی ترک نہیں کی تھی، اسی میں رھے یہاں تک کہ انتقال کر گئے۔ ان کے انتقال کے بعد غار کی حالت ایسی ھو گئی کہ باھر سے کوئی دیکھے تو معلوم ھو زندہ آدمی موجود ھیں۔ دھانے کے قریب ایک کتا دونوں ھاتھ آگے کیے بیٹھا ھے، حالانکہ نہ آدمی زندہ ھیں، نہ کتا ھی زندہ ھے!

لیکن باھر سے دیکھنے والا انہیں زندہ اور جاگتا کیوں سمجھے؟ اگر ان کی نعشیں پڑی ھیں تو نعشوں کو کوئی زندہ تصور نہیں کرسکتا۔ اگر "رقود" سے مقصود سونے کی حالت ھے اور وہ لیٹے ھوے ھیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک لیٹا ھوا آدمی دیکھنے والے کو جاگتا دکھائی دے۔

مفسرین نے یہ اشکال محسوس کیا، لیکن اس کا کوئی =

= مفسرین کے پیدا کیے ہوے تخیل سے بالکل الگ ہو کر تحقیق نہ کی جائے، اصلیت کا سراغ نہیں مل سکتا ۔

مفسرین کی حیرانیاں اور انکشاف حقیقت

(۵) سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جو حالت اس آیت میں بیان کی گئی ہے وہ کس وقت کی ہے ۔ اس وقت کی ہے جب وہ نئے نئے غار میں جا کر مقیم ہوے تھے ؟ یا اس وقت کی جب انکشاف حال کے بعد دوبارہ معتکف ہو گئے ؟ مفسرین نے خیال کیا اس کا تعلق پہلے وقت سے ہے اور یہی بنیاد کی غلطی ہے جس نے سارا الجھاؤ پیدا کر دیا ہے ۔ در اصل اس کا تعلق بعد کے حالات سے ہے ۔ یعنی جب وہ ہمیشہ کے لیے غار میں گوشہ نشین ہو گئے اور پھر کچھ عرصے کے بعد وفات پا گئے تو غار کے اندرونی منظر کی یہ نوعیت ہو گئی تھی : «تحسبهم ایقاظا و هم رقود» ۔ «ایقاظ» سے مقصود ان کا زندہ ہونا ہے اور «رقود» سے مردہ ہونا، نہ کہ بیداری اور خواب ۔ چنانچہ عربی میں زندگی و موت کے لیے یہ تعبیر عام و معلوم ہے ۔

پھر یہ بات سامنے لانی چاہیے کہ یہ واقعہ مسیحی دعوت کی ابتدائی صدیوں کا ہے اور جنہیں پیش آیا تھا وہ عیسائی تھے ۔ صرف اتنی بات پر غور کرنے سے سارا معاملہ حل ہو جاتا ہے ۔ =

= کہتے ھیں: نو سال بعد!

علاوہ بریں قرآن نے یہ بات جس اسلوب و شکل میں بیان کی ھے اس پر ان نکتہ سنجوں نے غور نہیں کیا. «لو اطلعت علیھم لولیت منھم فرارا وملئت منھم رعبا»، یعنی غار کے اندر کا منظر اس درجہ دھشت انگیز ھے کہ اگر تم جھانك کر دیکھو تو خوف کے مارے کانپ اٹھو اور الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ھو. اس سے معلوم ھوا غار کے اندر اصحاب کہف کے اجسام نے ایسا منظر پیدا کر دیا ھے جو بے حد دھشت انگیز ھے. اگر کوئی آدمی باھر سے دیکھے تو دیکھنے کے ساتھ ھی اس پر دھشت چھا جائے، معاً الٹے پاؤں بھاگ کھڑا ھو. اب اگر اندر کا منظر صرف اتنا ھی تھا کہ چند آدمی لیٹے ھوے ھیں اور آنکھیں کھلی ھوئی ھیں تو یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے اس درجہ دھشت انگیزی پیدا ھوسکے. علاوہ بریں جو آدمی باھر سے جھانکے گا وہ اتنا باریك بین نہیں ھوسکتا کہ غار کی تاریکی میں لیٹے ھوے آدمیوں کی آنکھیں بھی بہ اول نظر دیکھ لے اور وہ بھی اس حالت میں کہ دھنے یا بائیں کروٹ پر لیٹے ھوے ھوں!

در اصل یہ سارا معاملہ ھی دوسرا ھے اور جب تك=

= عبادت کا استغراق جستجو کی مہلت ہی نہیں دیتا . اس اعتبار سے ان کی حالت ویسی ہی تھی جیسی ہندوستان کے یوگیوں کی رہ چکی ہے اور اب بھی گاہ گاہ نظر آجاتی ہے .

جس طرح زندگی میں انہیں کوئی نہیں چھیڑتا تھا اسی طرح مرنے کے بعد بھی کوئی اس کی جرأت نہ کرتا. مدتوں تک ان کی نعشیں اس حالت میں باقی رہتیں جس حالت میں انہوں نے زندگی کے آخری لمحے بسر کیے تھے. اگر موسم موافق ہوتا اور درندوں سے حفاظت ہوتی تو صدیوں تک ڈھانچے باقی رہتے اور فاصلے سے دیکھنے والے انہیں زندہ انسان تصور کرتے. چنانچہ ویٹکان(Vatıcan) کے تہ خانوں میں بے شمار ڈھانچے آج تک محفوظ ہیں جو اسی طرح کے مقامات سے برآمد ہوئے تھے اور اپنی اصلی وضع و ہیئت پر باقی تھے.

ابتداء میں اس غرض سے زیادہ تر پہاڑوں کے غار یا پرانی عمارتوں کے کھنڈر اختیار کیے گئے تھے، لیکن آگے چل کر یہ طریقہ اس درجہ عام ہو گیا کہ خاص خاص عمارتیں اس غرض سے تعمیر کی جانے لگیں . یہ عمارتیں اس طرح بنائی جاتی تھیں کہ ان میں آمد و رفت کے لیے کوئی دروازہ نہیں ہوتا تھا، کیوں کہ جو جاتا تھا =

=مسیحی دعوت کے ابتدائی قرنوں ہی میں زھد وانزوا
کی ایك خاص زندگی شروع ہو گئی تھی جس نے آگے
چل کر رھبانیت (موناسٹی سزم=Monasticism) کی مختلف
شکلیں اختیار کر لیں. اس زندگی کی ایك نمایاں خصوصیت
یہ تھی کہ لوگ ترك علائق کے بعد کسی پہاڑ کے غار میں
یا کسی غیر آباد گوشے میں معتکف ہو جاتے تھے اور
پھر ان پر استغراق عبادت کی ایسی حالت طاری ہو جاتی
تھی کہ وضع و نشست کی جو حالت اختیار کر لیتے اسی
میں پڑے رہتے، یہاں تك کہ زندگی ختم ہو جاتی. مثلاً
اگر قیام کی حالت میں مشغول ہوئے تھے تو برابر
کھڑے ہی رہتے اور اسی حالت میں جان دے دیتے.
اگر گھٹنے کے بل رکوع کی حالت اختیار کی تھی تو یہی
حالت آخر تك قائم رہتی. اگر سجدے میں سر رکھ دیا تھا
تو پھر سجدے ہی میں پڑے رہتے اور مرنے کے بعد
بھی اسی وضع میں نظر آتے. زیادہ تر گھٹنے کے بل رکوع
کی وضع اختیار کی جاتی تھی، کیونکہ عیسائیوں میں تعبد
و تضرع کے لیے یہی وضع رائج ہو گئی تھی(۱۸).
غذا کی طرف سے یہ لوگ بالکل بے پروا ہوتے تھے.
اگر آبادی قریب ہوتی تو لوگ روٹی اور پانی پہنچا دیا
کرتے. نہیں ہوتی تو یہ اس کی جستجو نہیں کرتے، =

= راہبوں کی ملتی ہے جو اپنی راہبانہ زندگی کے آخری
دور میں اس طرح کی دائمی گوشہ گیری اختیار
کر لیتے تھے . مرنے کے بعد ان کی نعشیں انہیں گوشوں
میں محفوظ رہتی تھیں .

سینٹ بینی ڈکٹ آف نرسیا (St. Benedict of Nursia)
کے حالات ازمنۂ وسطیٰ کی تاریکی میں گم ہیں . جو کچھ
بھی تاریخ کے حصے میں آیا ہے وہ سینٹ گری گوری
(Gregory) کے مکالموں (Dialogues) کی تصریحات ہیں .

گری گوری کے بیان کے مطابق بینی ڈکٹ سنہ ۴۸۰
میں پیدا ہوا . اس وقت روم کے شہروں میں مسیحیت
پھیل چکی تھی ، لیکن دیہاتی آبادی میں قدیم رومن عقیدہ
باقی تھا. چنانچہ اسی لیے بت پرستوں کے لیے پیگان (Pagan)
کا لفظ عیسائی بولنے لگے ، کیوں کہ لاطینی میں دیہاتی
باشندوں کو پیگانی (Pagani) کہتے ہیں . بینی ڈکٹ
پہلے تعلیم کے لیے روم آیا تھا ، لیکن وہاں کی عیش پرستانہ
زندگی کا اس پر وہی اثر پڑا جو ایک ہزار برس بعد
مارٹن لوتھر (Martin Luther) پر پڑنے والا تھا . وہ روم
سے نکل کر انزیو (Anzio) کے ان غیر آباد کھنڈروں میں
چلا گیا جو نیرو (Nero) کے محل کے وہاں واقع تھے .
محل کی پہاڑیوں میں ایک غار تھا ، یہ اس غار میں =

= وہ پھر باہر نہیں نکلتا تھا۔ صرف ایک چھوٹی سی سلاخ دار کھڑکی رکھی جاتی تھی جو ہوا اور روشنی کا ذریعہ ہوتی اور اسی کے ذریعے لوگ غذا بھی پہنچا دیتے۔

بعد کو جب رہبانیت (موناسٹی سزم = Monasticism) کے باقاعدہ ادارے قائم ہوگئے تو اس طرح کے انفرادی انزوا کی مثالیں کم ہوتی گئیں۔ تاہم تاریخ کی شہادت موجود ہے کہ تیرھویں صدی تک یہ طریقہ عام طور پر جاری تھا اور یورپ کی کوئی آبادی ایسی نہ تھی جو اس طرح کی عمارتوں سے خالی ہو۔ ان مقامات کو عام طور پر (Lagette) کہتے تھے۔ اور جب ایک راہب یا راہبہ کا ان میں انتقال ہو جاتا تو ان پر یہ لاطینی لفظ کندہ کر دیا جاتا کہ (TU.ORA) یعنی اس کے لیے دعا کرو۔

(١٩) تیرھویں صدی میں پیٹرڈامرون (Pietro di Murrone) نے جو آگے چل کر پوپ سلسٹائن پنجم (Celestine V) ہوا، راہبوں کا ایک خاص نظام قائم کیا تھا جس کے لیے ضروری تھا کہ سینٹ بینی ڈکٹ (St. Benedict) کے مقررہ قواعد و اصول پر پورے طور پر عمل کرے۔ اس نظام کی شہرت عام طور پر سلسٹائن ہی کے نام سے ہوئی تھی۔ اس نظام کے پیرووں میں بڑی تعداد ایسے =

= واضح ہو جاتی ہے کہ اس کی ابتداء اضطراری حالات سے ہوئی تھی ۔ آگے چل کر اس نے ایك اختیاری عمل کی نوعیت پیدا کرلی ۔ یعنی ابتداء میں لوگوں نے مخالفوں کے ظلم و تشدد سے مجبور ہو کر غاروں اور جنگلوں میں گوشہ نشینی اختیار کی ۔ پھر ایسے حالات پیش آئے کہ یہ اضطراری طریقہ زہد و تعبد کا ایك احتیاری اور مقبول طریقہ بن گیا ۔ مزید تشریح اس مقام کی سورۂ حدید کی تشریحات میں ملے گی ۔

(و) بہرحال معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب کہف کا معاملہ بھی تمام تر اسی نوعیت کا تھا ۔ ابتداء میں قوم کے ظلم نے انہیں مجبور کیا تھا کہ غار میں پناہ لیں ، لیکن جب کچھ عرصے تك وہاں مقیم رہے تو زہد و عبادت کا استغراق کچھ اس طرح ان پر چھا گیا کہ پھر دنیا کی طرف لوٹنے پر آمادہ نہ ہو سکے اور گو ملك کی حالت بدل گئی تھی ، لیکن وہ بدستور غار ہی میں معتکف رہے ، یہاں تك کہ ان کا انتقال ہوگیا ۔ انتقال اس حال میں ہوا کہ جس شخص نے ذکر و عبادت کی جو وضع اختیار کرلی تھی وہی وضع آخری لمحوں تك باقی رہی ۔ ان کے وفادار کتّے نے بھی آخر تك ان کا ساتھ دیا ۔ وہ پاسبانی کے لیے دہانے کے قریب بیٹھا رہتا تھا ۔ جب اس کے =

= تین سال تک خلوت گزیں رھا ۔ اس کے بعد نکلا تو دیہادتیوں کو مسیحی مذھب کی دعوت دینے لگا اور اسی زمانے میں اس کی کرامتوں کی شہرت ھوئی ۔

اس نے پہلے راھبوں کے لیے بارہ خانقاھیں بارہ حواریوں کے نام سے بنائی تھیں ۔ پھر یہ اپنے خاص شاگرد کو ساتھ لے کر کوہ کاسینو (Cassino) میں چلا آیا اور تقریبا سنه ٥٢٩ میں یہاں خانقاہ تعمیر کی ، جو آج تك کیتھولك (Catholic) عیسائیوں کی ایك متبرك زیارت گاہ ھے ۔

بینی ڈکٹ نے راھبوں کے ڈسپلن کے قواعد وضع کیے جو آگے چل کر موناسٹی سزم (Monasticism) کے اساسات قرار پائے ۔ ان قواعد کی بنا تین اصولوں پر رکھی تھی ۔

تمام تاریخیں متفق ھیں کہ مسیحی رھبانیت سب سے پہلے مشرق میں شروع ھوئی اور اس کا بڑا مرکز فلسطین اور مصر تھا ۔ پھر چوتھی صدی مسیحی میں یہ یورپ پہنچی اور سینٹ بینی ڈکٹ (Benedict) نے سب سے پہلے اس کے قواعد و ضوابط منضبط کیے ۔ سینٹ بینی ڈکٹ نے بھی ایك پہاڑ کی غار ھی میں گوشہ نشینی اختیار کی تھی ۔

مسیحی رھبانیت کی تاریخ کے مطالعے سے یہ بات بھی =

= نہیں ۔ " لو اطلعت علیھم لولیت منھم فرارًا و لملئت منھم رعبًا " کی علت بھی سامنے آ گئی اور وہ تمام بے معنی توجیہیں غیر ضروری ہوگئیں جن پر امام رازی مجبور ہوے ہیں ۔ اگر تم کسی قبر کے اندر جھانك کر دیکھو اور تمھیں مردہ نعش کی جگہ ایك آدمی نماز پڑھتا دکھائی دے تو تمھارا کیا حال ہوگا؟ یقینًا مارے دھشت کے چیخ اٹھو گے!

" و نقلبھم ذات الیمین و ذات الشمال "

اسی طرح " و نقلبھم ذات الیمین و ذات الشمال " کی تفسیر میں بھی کسی تکلف کی احتیاج باقی نہ رھی ۔ غار شمال و جنوب رویہ واقع تھا اور ان دونوں جہتوں میں ھوا اور روشنی کے منافذ تھے جیسا کہ آیت " و تری الشمس اذا طلعت " سے متبادر ھوتا ھے ۔ پس بالمقابل منافذ ھونے کی وجہ سے ھوا برابر اندر چلتی رھتی تھی اور ان کے ڈھانچے دھنے سے بائیں اور بائیں سے دھنی جانب اس طرح متحرك رھتے تھے جیسے ایك زندہ آدمی ایك طرف سے پلٹ کر دوسری طرف دیکھے ۔

اس تفسیر کے بعد اس سوال کا جواب بھی خود بخود مل گیا کہ قرآن نے خصوصیت کے ساتھ یہ بات کیوں بیان کی کہ سورج کی کرنیں غار کے اندر نہیں پہنچتیں جیسا کہ آیت ۱۷ میں ھے اور کیوں اسے قدرت الٰہی کی ایك نشانی فرمایا کہ " ذلك من اٰیٰت اللہ " ۔ =

= مالك مر گئے تو اس نے بھی وہیں بیٹھے بیٹھے دم توڑ دیا .

اب اس واقعے کے بعد غار کے اندرونی منظر نے ایك عجیب دهشت انگیز نوعیت پیدا کر لی . اگر کوئی باهر سے جھانك کر دیکھے تو اسے راهبوں کا ایك پورا مجمع ذکر و تعبد میں مشغول دکھائی دے گا . کوئی گھٹنے کے بل رکوع کی حالت میں ہے ، کوئی سجدے میں پڑا ہے ، کوئی هاتھ جوڑے اوپر کی طرف دیکھ رها ہے . دهانے کے قریب ایك کتا ہے ، وہ بھی بازو پھیلائے باهر کی طرف منہ کیے ہوے ہے . یہ منظر دیکھ کر ممکن نہیں کہ آدمی دهشت سے کانپ نہ اٹھے ، کیوں کہ اس نے یہ سمجھ کر جھانکا تھا کہ مردوں کی قبر ہے ، مگر منظر جو دکھائی دیا وہ زندہ انسانوں کا ہے .

(ز) یہ تفسیر سامنے رکھ کر معاملے کے تمام پہلووں پر نظر ڈالو . ہر بات اس طرح واضح ہوجاتی ہے گویا تمام قفلوں کو کھلنے کے لیے صرف اسی ایك کنجی کا انتظار تھا . " و تحسبهم ایقاظا و هم رقود " کا مطلب بھی ٹھیك ٹھیك اپنی جگہ بیٹھ گیا . کسی دور از کار توجیہ کی ضرورت باقی نہیں رهی ، کیوں کہ اس طرح کا منظر یہی خیال پیدا کرے گا کہ لوگ زندہ ہیں ، حالانکہ زندہ =

= حالانکہ صاف مطلب وهی هے جو حضرت عبد الله بن عباس سے مروی هے ، یعنی جس طرح پہلے ان کی تعداد کے بارے میں لوگوں کے مختلف اقوال نقل کیے تھے ، اسی طرح یہاں مدت بقا کے بارے میں لوگوں کا قول نقل کیا ہے . یعنی لوگ کہتے ہیں : غار میں تین سو برس تك رہے، بعضوں نے اس پر نو برس اور بڑھا دیے . تم کہہ دو: الله هی بہتر جانتا هے که فی الحقیقت کتنی مدت گزر چکی هے . پس یه قرآن کی تصریح نہیں هے ، لوگوں کا قول هے اور "سیقولون" سے نقل اقوال کا کا جو سلسله شروع هوا هے اسی سلسلے کی یه آخری کڑی هے (٢٠). حضرت عبد الله بن مسعود سے بھی ایسی هی تفسیر مروی هے (٢١) .

(ط) امام قرطبی نے حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا هے که "اولئك قوم فدوا و عدموا منذ مدة طويلة" یعنی اصحاب کہف کی موت پر ایك مدت گزر چکی هے ، ان کے اجسام فنا هو گئے جس طرح هر جسم فنا هو جاتا هے . ایك روایت سے یه بھی معلوم هوتا هے که شام کے غزوات میں بعض صحابه کا گزر اصحاب کہف کے غار پر هوا تھا اور انھیں ان کی هڈیاں ملی تھیں . اگر یه روایت صحیح هو تو اس سے اس کی بھی مزید تصدیق هو گئی =

ذالك من ایت الله

=معلوم ہو گیا کہ یہ در اصل اس بات کی تمہید تھی جو بعد کو آیت ۱۰ میں بیان کی گئی ھے کہ "تحسبھم ایقاظا وھم رقود" یعنی چوں کہ یہ بات بیان کرنی تھی کہ مرنے کے بعد ان کی نعشیں عرصے تک باقی رھیں حتی کہ دیکھنے والوں کو زندہ انسانوں کا گمان ہوتا تھا، اس لیے پہلے اس کی علت واضح کر دی کہ جس غار میں معتکف ہوے تھے وہ اس طرح کا غار تھا کہ انسانی جسم زیادہ سے زیادہ عرصے تک اس میں قائم رہ سکتا تھا، کیوں کہ سورج کی روشنی اس میں پہنچتی رھتی لیکن سورج کی تپش کا اس میں گزر نہ تھا. جو چیز نعش کو جلد گلا سڑا دیتی ھے، وہ سورج کی تپش ھے اور جو چیز تازگی پیدا کرتی ھے وہ ھوا اور روشنی ھے ھوا چلتی رھتی تھی، روشنی پہنچتی رھتی ھے، مگر تپش سے پوری حفاظت تھی، و ذلك من ایت الله .

"ثلث مائۃ سنین" کی تفسیر

(ح) "ولبثوا فی کھفھم ثلث مائۃ سنین و ازدادوا تسعا" ۲۵، کا کیا مطلب ھے؟ کیا یہ خود قرآن کی تصریح ھے کہ وہ لوگ اتنی مدت تک غار میں پڑے رھے؟ لیکن اگر ایسا ھے تو پھر اس کے بعد کیوں فرمایا کہ "قل الله اعلم بما لبثوا"؟ مفسرین کو اس اشکال کے دور کرنے میں طرح طرح کے تکلفات کرنے پڑے،=

=امور سامنے آجاتے ھیں :

اولاً ، جس شخصیت کی نسبت پوچھا گیا ھے وہ یھودیوں میں ذو القرنین کے نام سے مشھور تھی ، یعنی ذو القرنین کا لقب خود قرآن نے تجویز نہیں کیا ھے ، پوچھنے والوں کا مجوزہ ھے، کیوں کہ فرمایا ”ویسئلونك عن ذی القرنین“ .

ثانیاً ، اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اسے حکم رانی عطا فرمائی تھی اور ھر طرح کا سازوسامان جو ایك حکم ران کے لیے ھو سکتا تھا، اس کے لیے فراھم ھو گیا تھا .

ثالثاً ، اس کی بڑی مہمیں تین تھیں : پہلے مغربی ممالك فتح کیے ، پھر مشرق ، پھر ایك ایسے مقام تك فتح کرتا ھوا چلا گیا جہاں پہاڑی درہ تھا اور اس کی دوسری طرف سے یاجوج و ماجوج آکر لوٹ مار مچایا کرتے تھے .

رابعاً ، اس نے وھاں ایك نہایت محکم سد تعمیر کردی اور یاجوج و ماجوج کی راہ بند ھوگئی .

خامساً ، وہ ایك عادل حکم راں تھا. جب وہ مغرب کی طرف فتح کرتا ھوا دور تك چلا گیا تو ایك قوم ملی جس نے خیال کیا کہ دنیا کے تمام بادشاھوں کی طرح ذوالقرنین بھی ظلم و تشدد کرے گا. لیکن ذوالقرنین نے=

= کہ یہ واقعہ پیٹرا میں پیش آیا تھا ۔

مسیحی رہبانیت کے طریقے کی نسبت مندرجۂ صدر بیان میں جو اشارات کیے گئے ہیں ان کی تفصیلات کے لیے حسب ذیل کتابیں دیکھنی چاہییں (٢٢)۔

صاحب موسیٰ علیہ السلام

(٢) آیت ٦٥ میں حضرت موسیٰ کے جس شخص سے ملنے کا ذکر کیا گیا ہے اور جسے اللہ تعالی نے ایك خاص علم عطا فرمایا تھا وہ کون تھا؟ اس بارے میں قرآن نے کوئی تصریح نہیں کی ہے ، لیکن صحیحین کی روایت سعید بن جبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام خضر تھا (٢٣) ۔ اس بارے میں بہت سی روایتیں مفسرین نے نقل کر دی ہیں جن کی صحت محل نظر ہے اور تصریحات متناقض اور زیادہ تر اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں ۔

ذو القرنین

(٣) اس سورت میں تیسرا واقعہ جو بیان کیا گیا ہے وہ ذوالقرنین کا ہے ، کیوں کہ لوگوں نے اس بارے میں سوال کیا تھا. تمام مفسرین متفق ہیں کہ سوال یہودیوں کی جانب سے تھا ، اگرچہ غالباً مشرکین مکہ کی زبانی ہوا ، کیوں کہ سورت مکی ہے ۔

(ا) قرآن نے ذوالقرنین کی نسبت جو کچھ بیان کیا ہے اس پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالی جائے تو حسب ذیل =

= بھی ''قرن'' کے صاف معنی سینگ کے ھیں . پس ''ذوالقرنین'' کا مطلب ھوا دو سینگوں والا. لیکن چوں کہ تاریخ میں کسی ایسے بادشاہ کا سراغ نہیں ملا جس کا ایسا لقب رھا ھو، اس لیے مجبوراً ''قرن'' کے معنی میں طرح طرح کے تکلفات کرنے پڑے. پھر چوں کہ فتوحات کی وسعت اور مغرب و مشرق کی حکم رانی کے لحاظ سے سکندر مقدونی کی شخصیت سب سے زیادہ مشہور رھی ھے، اس لیے متاخرین کی نظریں اسی کی طرف اٹھ گئیں، چنانچہ امام رازی نے سکندر ھی کو ''ذوالقرنین'' قرار دیا ھے اور اگر چہ حسب عادت وہ تمام اعتراضات نقل کر دیے ھیں جو اس تفسیر پر وارد ھوتے ھیں، لیکن پھر حسب عادت ان کے بے محل جوابات پر مطمئن بھی ھو گئے ھیں، حالانکہ کسی اعتبار سے بھی قرآن کا ''ذو القرنین'' سکندر مقدونی نہیں ھو سکتا. نہ تو وہ خدا پرست تھا، نہ عادل تھا، نہ مفتوح قوموں کے لیے فیاض تھا اور نہ ھی اس نے کوئی سد بنائی.

بہر حال مفسرین ذو القرنین کی شخصیت کا سراغ نہ لگا سکے.

اگر ذو القرنین کے مفہوم کا کوئی سراغ ملتا تھا تو وہ صرف ایک دور کا اشارہ تھا جو حضرت دانیال کی =

دانیال، بی. ٨ ھو. ١.

= اعلان کیا کہ بے گناھوں کے لیے کوئی اندیشہ نہیں ھے۔
جو لوگ نیك عملی کی راہ چلیں کے ان کے لیے ویسا ھی اجر بھی ھوگا۔ البتہ ڈرنا انھیں چاھیے جو جرم و بد عملی کا ارتکاب کرتے ھیں۔

سادساً، وہ خدا پرست اور راست باز انسان تھا اور آخرت کی زندگی پر یقین رکھتا تھا۔

سابعاً، وہ نفس پرست بادشاھوں کی طرح طامع اور حریص نہ تھا۔ جب ایك قوم نے کہا: یاجوج اور ماجوج ھم پر حملہ آور ھوتے ھیں، آپ ھمارے اور ان کے درمیان ایك سد تعمیر کردیں، ھم خراج دیں گے تو اس نے کہا: "ما مکنی فیہ ربی خیر" جو کچھ خدا نے مجھے دے رکھا ھے وھی میرے لیے بہتر ھے، میں تمہارے خراج کا طامع نہیں۔ یعنی میں خراج کی طمع سے یہ کام نہیں کروں گا، اپنا فرض سمجھ کر انجام دوں گا۔
تاریخ قدیم کی جس شخصیت میں یہ تمام اوصاف و اعمال پائے جائیں وھی ذوالقرنین ھوسکتا ھے۔ سوال یہ ھے کہ یہ کون شخص تھا؟

مفسرین کی حیرانی

سب سے پہلا حل طلب مسئلہ جو مفسرین کے سامنے آیا وہ اس کے لقب کا تھا۔ عربی میں بھی اور عبرانی میں =

=اور وہ بہت بڑا ہو گیا. میں یہ بات سوچ ہی رہا تھا کہ دیکھو! پچھم کی طرف سے ایك بکرا آ کے تمام روے زمین پر پھر گیا. اس بکرے کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایك عجیب طرح کا سینگ تھا. وہ دو سینگ والے مینڈھے کے پاس آیا اور اس پر غصب سے بھڑکا اور اس کے دونوں سینگ توڑ ڈالے اور مینڈھے کو قوت نہ تھی کہ اس کا مقابلہ کرے (دانیال ۸ : ۱). پھر اس کے بعد ھےکہ جبریل نمایاں ہوا اور اس نے اس حواب کی یہ تعبیر بتلائی کہ دو سینگوں والا مینڈھا مادہ اور فارس کی بادشاھت ھے اور بال والا بکرا یونان کی. جو بڑا سینگ اس کی آنکھوں کے درمیان دکھائی دیا ھے وہ اس کا پہلا بادشاہ ہوگا (۸ : ۱۰).

دو سینگوں والی شہنشاهی

اس بیان سے معلوم ھوا کہ مادہ (میڈیا = Media) اور فارس کی مملکتوں کو دو سینگوں سے تشبیہ دی گئی تھی اور چوں کہ یہ دونوں مملکتیں مل کر ایك شہنشاھی بننے والی تھیں، اس لیے شہنشاہ مادہ وفارس کو دوسینگوں والے مینڈھے کی شکل میں ظاھر کیا گیا. پھر اس مینڈھے کو جس نے شکست دی، وہ یونان کے بکرے کا پہلا سینگ تھا، یعنی سکندر مقدونی تھا جس نے فارس پر حملہ کیا اور کیانی شہنشاھی کا خاتمہ ہو گیا. =

= کتاب میں ملتا ہے، یعنی ایک خواب جس کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے بابل کی اسیری کے زمانے میں دیکھا تھا (دانیال - ۸ : ۱ تا ۱۰) ۔

بابل کی اسیری کا زمانہ یہودیوں کے لیے نہایت مایوسی کا زمانہ تھا ۔ ان کی قومیت پامال ہو چکی تھی، ان کا ھیکل منہدم ہو چکا تھا، ان کے شہر اجاڑ تھے اور وہ نہیں جانتے تھے کہ اس ھلاکت کے بعد ان کی زندگی کا کیا سامان ہو سکتا ہے۔ اسی زمانے میں بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت دانیال نبی کا ظہور ہوا جو اپنے علم و حکمت کی وجہ سے شاھان بابل کے دربار میں نہایت مقرب ہوگئے تھے ۔ انہیں کی نسبت تورات میں بیان کیا گیا ہے کہ بیل شازار (Belshazzar) شاہ بابل کی سلطنت کے تیسرے برس انہوں نے ایک خواب دیکھا تھا اور اس خواب میں انہیں آنے والے واقعات کی بشارت دی گئی تھی۔

چنانچہ کتاب دانیال میں ہے : میں کیا دیکھتا ہوں کہ ندی کے کنارے ایک مینڈھا کھڑا ہے جس کے دو سینگ ہیں۔ دونوں سینگ اونچے تھے لیکن ایک دوسرے سے بڑا تھا اور بڑا دوسرے کے پیچھے تھا ۔ میں نے دیکھا کہ پچھم، اتر اور دکھن کی طرف وہ سینگ مارتا ہے، یہاں تک کہ کوئی جانور اس کے سامنے کھڑا نہ رہ سکا=

= یہودیوں کا کوئی مذھبی تخیل نہ تھا بلکہ خود سائرس کا یا باشندگان فارس کا مجوزہ اور پسندیدہ نام تھا۔

اس انکشاف نے شك و تخمین کے تمام پردے اٹھا دیے. یہ خود سائرس کی ایك سنگی تمثال ھے جو اصطخر (Pasargadae) کے کھنڈروں میں دستیاب ہوئی. اس میں سائرس کا جسم اس طرح دکھایا گیا ھے کہ اس کے دونوں طرف عقاب کی طرح پر نکلے ہوے ھیں اور سر پر مینڈھے کی طرح دو سینگ ھیں۔ اوپر خط میخی میں جو کتبہ کندہ ھے. وہ اس کے لیے کافی ھے کہ تمثال کی شخصیت واضح ہو جائے(۲٤). اس سے معلوم ہو گیا کہ مادہ اور فارس کی مملکتوں کو دو سینگوں سے تشبیہ دینے کا تخیل ایك مقبول اور عام تخیل تھا اور یقیناً سائرس کو "ذوالقرنین" کے لقب سے پکارا جاتا تھا(۲۵).

(ب) اس حقیقت کی وضاحت کے بعد جب سائرس کے ان حالات پر نظر ڈالی جاتی ھے جو یونانی مؤرخوں کی زبانی ھم تك پہنچے ھیں تو معلوم ہوتا ھے کہ قرآن کے بیان کی ہوبہو تصویر ھے اور دونوں بیان اس درجہ باھم مطابقت رکھتے ھیں کہ ممکن نہیں کسی دوسری شخصیت کا وھم و گمان بھی کیا جا سکے۔ =

=اس خواب میں بنی اسرائیل کے لیے بشارت یہ تھی کہ ان کی آزادی و خوش حالی کا نیا دور اسی دو سینگوں والی شہنشاہی کے ظہور سے وابستہ تھا، یعنی شہنشاہ فارس بابل پر حملہ کر کے فتح مند ہونے والا تھا اور پھر اسی کے ذریعے بیت المقدس کی از سر نو تعمیر اور یہودی قومیت کی دوبارہ شیرازہ بندی ہونے والی تھی۔ چنانچہ چند برسوں کے بعد سائرس (Cyrus) کا ظہور ہوا. اس نے میڈیا اور فارس کی مملکتیں ملا کر ایک عظیم الشان شہنشاہی قائم کر دی اور پھر بابل کو بھی مسخر کر لیا۔

چوں کہ اس خواب میں میڈیا اور فارس کی مملکتوں کو دو سینگوں سے تشبیہ دی گئی تھی، اس لیے خیال ہوتا تھا کہ عجب نہیں فارس کے شہنشاہ کے لیے یہودیوں میں ”ذوالقرنین“ کا تخیل پیدا ہو گیا ہو، یعنی دو سینگوں والی شہنشاہی، اور وہ اسے اس لقب سے پکارتے ہوں. تاہم یہ محض ایک قیاس تھا، اس کی تائید میں کوئی تاریخی شہادت موجود نہ تھی۔

لیکن اب سنہ ۱۸۳۸ء کے ایک انکشاف نے جس کے نتائج بہت عرصے کے بعد منظر عام پر آئے، اس قیاس کو ایک تاریخی حقیقت ثابت کر دیا اور معلوم ہو گیا کہ فی الحقیقت شہنشاہ سائرس کا لقب ”ذوالقرنین“ تھا اور یہ محض=

سائرس کے مجسمے کا انکشاف

= نے شاهنامه نظم کرنا چاها تو انهیں عربی میں یهی مواد ملا اور اسی کو انهوں نے نظم کا جامه پهنا دیا . پس یه تمام ذخیره قبل از اسکندر عهد کے لیے کچھ سود مند نهیں هے اور سائرس کے حالات کے لیے همیں تمام تر یونانی مؤرخین کی شهادت هی پر اعتماد کرنا هے .

(۲۷) عرب مؤرخ یونانی روایات سے بے خبر نه تهے ، چنانچه البیرونی نے "الآثار الباقیة" میں فارس کے قدیم فرماں رواؤں کی جو فهرست دی هے وه مختلف روایتی سلسلوں پر مشتمل هے اور اس سلسلے میں همیں کوروش اور دارائے اول کے نام ملتے هیں .

عرب مؤرحوں میں تین شخصیتیں ایسی نظر آتی هیں جو اس باب میں حقیقت حال سے بے خبر نه تهیں : ابوحمزه اصفهانی ، ابن مسکویه اور البیرونی . ابوحمزه ایران کے قومی افسانے کو تاریخی افسانے سے الگ کرکے دیکھنا چاهتا تها ، مگر اسے کافی مواد نهیں ملا تها .

ابن مسکویه "تجارب الامم" میں مطمئن نهیں هے اور قابل اعتماد صرف ساسانی عهد کو تصور کرتا هے .

البیرونی نے "الآثار الباقیة" میں دونوں روایتوں کا سراغ لگایا هے اور یونانی و ایرانی دونوں شجرهٔ حکومت مرتب کیے هیں . "کتاب الهند" میں بهی وه جا بجا =

سائرس کے حالات کے تاریخی مصادر

= زمانۂ حال کے محققین تاریخ نے فارس کی تاریخ کو تین عہدوں میں تقسیم کیا ھے: پہلا عہد حملۂ اسکندر سے پہلے کا ھے. دوسرا پارتھوی یا ملوك الطوائف کا. تیسرا ساسانی سلاطین کا. فارسی شہنشاھی کی عظمت کا اصلی عہد وھی ھے جو حملۂ اسکندر سے پہلے گزرا اور جس کی تاریخ سائرس کے ظہور سے شروع ھوتی ھے. لیکن بد قسمتی سے اس عہد کے حالات معلوم کرنے کے براہ راست ذرائع مفقود ھو گئے ھیں (٢٦). جس قدر بھی حالات روشنی میں آئے ھیں، تمام تر یونانی تحریروں سے ماخوذ ھیں. ان میں زیادہ معتمد تین مورخ ھیں: ھیروڈوٹس (Herodotus) ٹی سیار (Ctesıes) اور زینوفن (Xenophon).

فتح ایران کے بعد جب عرب مؤرخین نے ایران کی تاریخ مرتب کرنی چاھی تو انھیں جس قدر مواد ھاتھ آیا، وہ تمام تر پارسیوں کی قومی روایات پر مشتمل تھا. ان روایات میں حملۂ اسکندر سے پہلے کا زمانہ اسی طرح کے قومی افسانوں کی نوعیت رکھتا ھے جس طرح ھندوستان میں پرانوں کے افسانے یا مہابھارت اور راماین کے قصے ھیں. البتہ پچھلے دو عہدوں کی روایتیں تاریخی بنیادوں پر مبنی تھیں. جب دقیقی اور فردوسی =

= سر بلند کر دیا تھا، سب پر چھائی ہوئی اور سب کو مقہور کیے ہوے تھی۔

سائرس کا ظہور

لیکن سنہ ۵۵۹ قبل از مسیح میں ایك غیر معمولی شخصیت غیر معمولی حالات کے اندر ابھری اور اچانك تمام دنیا کی نگاھیں اس کی طرف اٹھ گئیں۔ یہ پارس کے ایکمے می نیز (۲۹) خاندان کا ایك نوجوان گورش تھا جسے یونانیوں نے سائرس، عبرانیوں نے خورس اور عربوں نے قوروش اور خیارشا یا کیارشا یا کے خسرو کے نام سے پکارا۔ اسے پہلے پارس کے تمام امیروں نے اپنا فرماں روا تسلیم کر لیا۔ پھر بغیر کسی خوں ریزی کے میڈیا کی مملکت پر فرماں روا ہو گیا اور اس طرح دونوں مملکتوں نے مل کر ایران کی ایك عظیم الشان شہنشاھی کی صورت اختیار کر لی۔

پھر اس کی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ وہ فتوحات نہیں جو ظلم و قہر کی خوں ریزیوں کے ذریعے حاصل کی جاتی تھیں، بلکہ انسانیت و عدالت کی فتوحات جو تمام تر اس لیے تھیں کہ مظلوم قوموں کی دادرسی اور پامال ملکوں کی دست گیری ہو۔ چنانچہ ابھی بارہ برس کی مدت بھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ بحر اسود سے لے کر بکٹریا (Bactria) (باختر) تك ایشیا کی تمام عظیم الشان =

= داریوش اول اور ارتخششت (اردشیر) اول و ثانی کا ذکر کرتا ھے. غالبًا عرب مؤرخین میں یه خصوصیت صرف البیرونی ھی کے حصے میں آئی تھی که ایران قدیم کے تاریخی افسانے پر نظر رکھتا تھا.

پارس اور میڈیا

حضرت مسیح سے پانچ سو ساٹھ برس پہلے ایران کی سر زمین دو مملکتوں میں بٹی ھوئی تھی: جنوبی حصه پارس کہلاتا تھا اور شمال مغربی میڈیا (٢٨). چوں که ان کے ھمسایه میں آشوری اور بابلی حکومتیں کمال عروج تک پہنچ چکی تھیں، اس لیے قدرتی طور پر یه ان سے دبی ھوئی تھیں. دونوں مملکتوں میں مختلف قبائل کے امراء تھے جو اپنے اپنے حلقوں میں قبائلی حکومت رکھتے تھے. سنه ٦١٢ قبل مسیح میں جب نینویٰ تباہ ھو گیا اور آشوری فرماں روائی ھمیشه کے لیے ختم ھو گئی تو میڈیا کے باشندے آزاد ھو گئے اور بتدریج ایك قومی حکومت نشو ونما پانے لگی. اسی طرح پارس کے امراء قبائل میں سے بھی بعض امیروں کو سر اٹھانے کا موقع ملا اور حکم ران خاندان پیدا ھو گیا. تاھم یه دونوں مملکتیں وقت کی بے اثر حکومتیں تھیں اور بابل کی شہنشاھی جسے نبوخذ نصر (Nebuchadnezzar) (بخت نصر) کی قہارانه فتح مندیوں نے تمام ایشیا میں =

= پیش آئی وہ لیڈیا (Lydia) کے بادشاہ کروئسس (Croesus) سے تھی ۔ لیکن تمام مورخین متفق ھیں کہ حملہ کروئسس کی طرف سے ھوا تھا اور اس نے سائرس کو دفاع پر مجبور کر دیا تھا ۔ لیڈیا سے مقصود ایشیائے کوچك کا مغربی اور شمالی حصہ ھے جو یونانی تمدن کا ایشیائی مرکز بن گیا تھا اور اس کی حکومت بھی اپنے تمام خصائص میں ایك یونانی حکومت تھی ۔ جنگ میں سائرس فتح یاب ھوا ۔ لیکن رعایا کے ساتھ کسی طرح کی بدسلوکی نہیں کی گئی ۔ انھیں محسوس بھی نہیں ھوا کہ ملك ایك انقلاب جنگ کی حالت سے گزر رھا ھے ۔ البتہ کروئسس کی نسبت یونانی روایت یہ ھے کہ اس کے عزم و ھمت کی آزمایش کے لیے سائرس نے حکم دیا تھا : چتا تیار کی جائے اور اسے جلا دیا جائے ۔ لیکن جب اس نے دیکھا وہ مردانہ وار چتا پر بیٹھ گیا ھے تو فوراً اس کی جان بخشی کر دی اور اس نے بقیہ زندگی عزت و احترام کے ساتھ بسر کی ۔

مشرقی فتوحات

اس جنگ کے بعد اسے مشرق کی طرف متوجہ ھونا پڑا ، کیونکہ کیڈروسیا (مکران) اور بکٹریا (باختر) کے وحشی قبائل نے سرکشی کی تھی ۔ یہ مہم سنہ ۵۴۰-۵۴۵ قبل مسیح کی درمیانی مدت میں واقع ھوئی ھوگی ۔ =

= مملکتیں اس کے آگے سر بسجود ہو چکی تھیں ۔

ابتدائی زندگی

دنیا کی تمام غیر معمولی شخصیتوں کی طرح سائرس کے ابتدائی حالات نے بھی ایک پر اسرار افسانے کی نوعیت اختیار کر لی ہے اور ہمیں اس کی جھلک شاہنامہ کے افسانوں میں صاف صاف نظر آجاتی ہے ۔ اس کا اٹھان زندگی کے عام اور غیر معمولی حالات میں نہیں ہوا ، بلکہ ایسے عجیب حالات میں جو ہمیشہ پیش نہیں آتے اور جب کبھی پیش آتے ہیں تو یہ قدرت کی ایک غیر معمولی کرشمہ سنجی ہوتی ہے ۔ قبل اس کے کہ وہ پیدا ہو ، اس کے نانا اسٹیاگس (Astyages) نے اس کی موت کا سامان پیدا کر دیا تھا ، لیکن وہ ایک حیرت انگیز طریقے پر بچا لیا جاتا ہے اور اس کی ابتدائی زندگی جنگلوں اور پہاڑوں میں بسر ہوتی ہے ۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ اس کی غیر معمولی قابلیتیں اور اعلیٰ اخلاق و خصائل اسے ملک میں نمایاں کرتے ہیں اور اس کی خاندانی شخصیت پہچان لی جاتی ہے ۔ اب اسے پورا موقع حاصل تھا کہ اپنے دشمنوں سے انتقام لے ، لیکن اسے ایک لمحے کے لیے بھی اس کا خیال نہیں گزرتا ، حتیٰ کہ خود اسٹیاگس کی زندگی بھی اس کے ہاتھوں محفوظ رہتی ہے ۔

ابتدائی فتوحات

تخت نشینی کے بعد سب سے پہلی جنگ جو اسے =

=تمام مورخین متفق ہیں کہ اس عہد میں بابل سے زیادہ مستحکم اور ناقابل فتح شہر کوئی نہ تھا۔ اس کی چار دیواری اتنی موٹی تہ درتہ اور اونچی تھی کہ اسے مسخر کرنے کا وہم و گمان بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ با ایں ہمہ سائرس نے باشندگان بابل کی فریاد پر لبیک کہا اور دوآبہ کا تمام علاقہ فتح کرتا ہوا شہر کے سامنے نمودار ہوگیا۔ چوں کہ خود باشندگان شہر بیل شازار کے مظالم سے تنگ آگئے تھے اور سائرس کے لیے چشم براہ تھے، اس لیے انہوں نے ہر طرح اس کا ساتھ دیا۔ خود بابلی مملکت کا ایک سابق گورنر گوب ریاس (Gobryas) اس کی فوج کے ساتھ تھا۔ ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ اسی شخص نے دریا میں نہریں کاٹ کر اس کا بہاؤ دوسری طرف ڈال دیا اور دریا کی جانب سے فوج شہر میں داخل ہوگئی۔ قبل اس کے کہ خود سائرس شہر میں پہنچے شہر فتح ہوچکا تھا۔

بنی اسرائیل کی رہائی اور ہیکل کی تعمیر

یہودیوں کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ سائرس کا ظہور اور بابل کی فتح بنی اسرائیل کے لیے زندگی وخوش‌حالی کا نیا پیام تھا اور یہ ٹھیک اسی طرح ظہور میں آئی جس طرح یسعیاہ نبی نے ایک سو ساٹھ برس پہلے اور یرمیاہ نے ساٹھ برس پہلے وحی الٰہی سے مطلع ہوکر خبر دے دی=

= تقریباً یہی زمانہ ھے جب باشندگان بابل نے اس سے درخواست کی ھے کہ بیل شازار (Belshazzar) (٣٠) کے مظالم سے انھیں نجات دلائے .

رکوع: ۲

نینویٰ کی تباھی نے ایك نئی بابلی شہنشاھی کی بنیادیں استوار کردی تھیں اور نبوخدنصر (بخت نصر) کی قاھرانہ فتوحات نے تمام مغربی ایشیا کو مسخر کرلیا تھا . اس کا حملۂ بیت المقدس تاریخ کا ایك انقلاب انگیز واقعہ ھے . وہ صرف پادشاھوں کو مسخر ھی نہیں کرتا تھا بلکہ قوموں کو غلام بناتا اور ملکوں کو تباہ کر ڈالتا تھا ، لیکن اس کے مرنے کے بعد کوئی ایسی شخصیت پیدا نہیں ھوئی جو اس کی جنگ جویانہ قوتوں کی جانشین ھوتی . اس کے بعد بابل کے مندروں کے پوجاریوں نے جو ملك میں سب سے زیادہ اثر و مقبولیت رکھتے تھے ، نابونی دس (Nabonidus) کو تخت نشین کیا تھا . لیکن اس نے حکومت کا تمام کاروبار بیل شازار کے ھاتھ چوڑ دیا جو ظلم و عیاشی کا مجسمہ تھا . اسی کی نسبت اس صحیفہ میں جو دانیال نبی کی طرف منسوب ھے ، ھم پڑھتے ھیں کہ بیت المقدس کے ھیکل کے مقدس پیالوں میں اس نے شراب پی تھی اور ایك غیبی ھاتھ نے نمایاں ھوکر ,, منے منے تقتیل اوفرسین ،، (٣١) کے الفاظ دیوار پر لکھ دیے تھے (دانیال ٥ : ١ تا ٢٥) . =

سائرس کے ظہور کی پیشین گوئیاں

= اب قبل اس کے کہ قرآن کے بیان کردہ حالات پر نظر ڈالی جائے، اس بات پر غور کر لینا چاہیے کہ یہودیوں کے اعتقاد میں انبیاء بنی اسرائیل کی پیشین گوئیاں اس شخصیت کے بارے میں کیا تھیں اور کس طرح وہ حرف بحرف پوری ہوئیں ؟

اس سلسلے میں سب سے پہلی پیشین گوئی یسعیاہ نبی کی کتاب میں ہے جن کا ظہور سائرس کے فتح بابل سے ایک سو ساٹھ برس پہلے ہوا تھا ۔ انہوں نے پہلے بیت المقدس کی تباہی کی خبر دی ہے کہ بابل کے ہاتھوں ظہور میں آئے گی ۔ اس بعد اس کی دوبارہ تعمیر کی بشارت دی ہے اور اس سلسلہ میں خورس (سائرس) کے ظہور کا ذکر کیا ہے : " خداوند تیرا نجات دینے والا یوں فرماتا ہے کہ . . . . یروشلم پھر آباد کیا جائے گا۔ یہودا کے شہر بنائے جائیں گے ۔ میں اس کے ویران مکانوں کو تعمیر کروں گا . . . میں خورس کے حق میں کہتا ہوں کہ وہ میرا چرواہا ہے ، وہ میری ساری مرضی پوری کرے گا . . . خداوند اپنے مسیح خورس کے حق میں یوں فرماتا ہے کہ میں نے اس کا دھنا ہاتھ پکڑا تا کہ قوموں کو اس کے قابو میں کر دوں اور بادشاہوں کی کمریں کھلوا دوں اور دھرے دروازے اس کے لیے کھول دوں ۔ ہاں ! میں تیرے آگے =

=تھی ۔ چنانچہ بیان کیا گیا ہے سائرس نے دانیال نبی کی نہایت توقیر کی ، یہودیوں کو یروشلم میں بسنے کی اجازت دے دی ۔ نیز اپنی تمام مملکت میں اعلان کیا کہ ''خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ یروشلم میں اس کے لیے ایک ہیکل بناؤں (یعنی قدیم برباد شدہ ہیکل سلیمان کو از سر نو تعمیر کروں) ۔ پس تمام لوگوں کو ہر طرح کا ساز وسامان اس کے لیے مہیا کرنا چاہیے'' ۔ اس نے سونے چاندی کے وہ تمام ظروف جو نبوخد نصر ہیکل سے لوٹ کر لایا تھا بابل کے خزانہ سے نکلوائے اور یہودیوں کے ایک امیر شیش بضر (Sheshbazzar) کے حوالے کر دیے کہ ہیکل کی تعمیر کے بعد اس میں بدستور رکھ دیے جائیں (عزرا - باب اول) ۔

بابل کی فتح کے بعد سائرس کی عظمت تمام مغربی ایشیا میں مسلم ہوگئی سنہ ۵۳۹ قبل مسیح میں صرف اسی کی تنہا شخصیت عظمت و حکم رانی کے عالم گیر تخت پر نمایاں نظر آتی ہے ۔ بارہ برس پہلے وہ پارس کے پہاڑوں کا ایک گم نام انسان تھا ، لیکن اب ان تمام مملکتوں کا تنہا فرماں روا ہے جو صدیوں تک قوموں کی ابتدائی عظمتوں اور فتح مندیوں کا مرکز رہ چکی ہیں ۔ فتح بابل کے بعد وہ تقریباً دس برس تک زندہ رہا اور سنہ ۵۲۹ قبل مسیح میں انتقال کر گیا ۔ =

=پر ستر برس گزر چکیں گے تو میں تمھاری خبر لینے آؤں گا. تب تم مجھے پکارو گے اور میں جواب دوں گا. تم مجھے ڈھونڈھو گے اور مجھے پالو گے. میں تمھاری اسیری ختم کر دوں گا. تمھیں تمھارے مکانوں میں واپس لے آؤں گا (۲۹ : ۱۰).

اس پیشین گوئی میں خدا نے اپنی رحمت کی واپسی کو فتح بابل کے واقعے سے وابستہ کر دیا ہے، گویا سائرس کا ظہور اس کی رحمت کا ظہور ہوگا جو بنی اسرائیل پر پھر لوٹ آئے گی.

پیشین گوئیوں کی تاریخی حیثیت

تورات سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جب سائرس نے جس کی نسبت یہودیوں کی روایت ہے کہ بابل فتح کیا تو دانیال نبی نے جو شاہان بابل کے وزراء میں داخل ہو گئے تھے، اسے یسعیاہ نبی کی پیشین گوئی دکھائی کہ ایک سو ساٹھ برس پہلے اس کے ظہور کی خبر دے دی گئی تھی. یہ بات دیکھ کر بے حد متاثر ہوا اور بیان کیا جاتا ہے کہ اسی کا نتیجہ وہ فرمان تھا جو اس نے تعمیر ہیکل کے لیے جاری کیا.

زمانۂ حال کے نقاد ان پیشین گوئیوں کی اصلیت پر مطمئن نہیں ہیں. (۳۲) جرمن نقادوں نے یسعیاہ کی کتاب کے دو حصے کر دیے ہیں: پہلا حصہ آیت ۵۰ پر ختم=

= چلوں گا. میں ٹیڑھی جگہوں کو سیدھا کروں گا. میں
پیتل کے دروازوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردوں گا. میں
گڑے ہوے خزانے اور چھپے ہوے مکانوں کے گنج
تجھے عطا کروں گا. اور یہ سب کچھ اس لیے کروں گا تاکہ
تو جان لے کہ میں خداوند اسرائیل کا خدا ہوں جس نے
اپنی برگزیدہ قوم اسرائیل کے لیے تجھے تیرا نام صاف
صاف لے کے بلایا ھے (یسعیاہ ٤٤ : ٢٨ - ٤٥: ۱ و ۲) .

اس پیشین گوئی میں خدا کا یہ فرمان نقل کیا ھے کہ
خورس (سائرس) میرا چرواہا ہوگا اور میں نے اسے
اس لیے پکارا ھے کہ نبی اسرائیل کو بابلیوں کے ظلم سے
نجات دلائے ، نیز اسے "خدا کا مسیح" بھی کہا ھے .

اسی طرح یرمیاہ نبی نے ساٹھ برس پہلے پیشین گوئی
کی تھی: "قوموں کے درمیان منادی کردو اور اسے مت
چھپاؤ. تم کہو: بابل لے لیا گیا. بعل رسوا ہوا. مردوك
سراسیمہ کیا گیا اس کے بت خجل ہوے. اس کی
مورتیں پریشان کی گئیں ، کیوں کہ اتر سے ایك قوم اس پر
چڑھتی ہوئی آرھی ھے جو اس کی سر زمین اجاڑ دے گی
یہاں تك کہ اس میں کوئی نہیں رھے گا (٥٠ : ١)

یرمیاہ نبی نے اس کی بھی پیشین گوئی کردی تھی کہ
ستر برس تك یہودی بابل میں قید رھیں گے اور اس کے بعد
بیت المقدس کی نئی تعمیر ہوگی: "خداوند کہتا ھے: جب بابل=

= ۱ – سب سے پہلے اس بات پر غور کرو کہ ذو القرنین کی نسبت سوال بالاتفاق یہودیوں کی جانب سے ہوا تھا اور یہ ظاہر ہے کہ اگر کسی غیر یہودی بادشاہ کی شخصیت یہودیوں میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھی جاسکتی تھی تو وہ صرف سائرس ہی کی تھی. نبیوں کی پیشین گوئیوں کا مصداق ، دانیال نبی کے خواب کا ظہور، رحمت الٰہی کی واپسی کی بشارت ، بنی اسرائیل کا نجات دھندہ ، خدا کا فرستادہ چرواہا اور مسیح، یروشلم کی تعمیر ثانی کا وسیلہ! پس اس سے زیادہ قدرتی بات اور کیا ہوسکتی ہے کہ اسی کی نسبت ان کا سوال ہو؟

سدی کی ایک روایت میں بھی جو قرطبی وغیرہ نے نقل کی ہے[1]، اس طرف صریح اشارہ ملتا ہے :"قال : قالت الیھود : اخبرنا عن نبی لم یذکرہ اللہ فی التورات الا فی مکان واحد . قال: و من؟ قالوا: ذو القرنین"، یعنی یہودیوں نے آنحضرت سے کہا: اس نبی کی نسبت ہمیں خبر دیجیے جس کا نام تورات میں صرف ایک ہی مقام پر آیا ہے . آپ نے فرمایا: وہ کون؟ کہا: ذو القرنین. چوں کہ سائرس کے ذو القرنین ہونے کا اشارہ صرف دانیال نبی کے خواب ہی میں آیا ہے، اس لیے یہودیوں کا یہ بیان ٹھیک اسی طرف اشارہ تھا . =

=هو جاتا ھے، دوسرا آیت ۱۰ سے شروع ہوتا ھے۔ پہلے کی نسبت کہا جاتا ھے کہ یہ اسی یسعیاہ کا نوشتہ ہوگا جو فتح بابل سے ایک سو سال برس پہلے پیدا ہوا تھا؛ دوسرے کی نسبت یقین کیا جاتا ھے کہ یہ حملۂ بابل ھی کے زمانے میں لکھا گیا ھے۔ اور اس کی زبان اور اسلوب بیان بھی پہلے حصے سے مختلف ھے۔ پہلے حصے کو وہ یسعیاہ اول اور دوسرے کو یسعیاہ دوم کے نام سے پکارتے ھیں۔ لیکن بہر حال ھمیں یہاں یہ نہیں دیکھنا ھے کہ عہد عتیق کے نوشتوں کی تاریخی حیثیت کیا ھے۔ ھمیں صرف یہ معلوم کرنا ھے کہ یہودیوں کا عام عقیدہ اس بارے میں کیا تھا۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہودیوں کا عام اعتقاد برابر یہی رہا کہ سائرس کا ظہور نبیوں کی پیشین گوئی کے مطابق ہوا تھا اور وہ خدا کی ایک پسندیدہ ہستی تھی جو اسی لیے پیدا کی گئی تھی کہ مظلوموں کی دادرسی ہو اور بابلیوں کے ظلم و شرارت سے قوموں کو نجات ملے۔

اب غور کرو! قرآن کی تصریحات نے جو جامہ تیار کیا ھے وہ کس طرح ٹھیک ٹھیک صرف سائرس ھی کے جسم پر راست آتا ھے؟ ہم نے اس مبحث کے آغاز میں تصریحات قرآنی کا خلاصہ دے دیا ھے جو سات دفعات پر مشتمل ھیں۔ ان پر پھر ایک نظر ڈال لو:=

قرآن کی تصریحات اور سائرس

= کا مقام ایسے ہی حالات میں ملا ہو جو بالکل غیر معمولی قسم کے ہوں اور انہیں محض "توفیق الٰہی" کی کرشمہ سازی سمجھا جاسکے ، کیوں کہ اس کے " تمکن فی الارض " کو براہ راست خدا کی طرف نسبت دی ہے .

لیکن اس اعتبار سے سائرس کی زندگی ٹھیک ٹھیک اس آیت کی تصویر ہے . اس کی ابتدائی زندگی ایسے حالات میں بسر ہوئی جنہیں حیرت انگیز حوادث نے ایک افسانے کی شکل دے دی ہے . قبل اس کے کہ پیدا ہو ، خود اس کا نانا اس کی موت کا خواہش مند ہو گیا تھا . ایک وفادار آدمی اس کی زندگی بچاتا ہے اور وہ شاہی خاندان سے بالکل الگ ہو کر ایک گم نام گڈریے کی طرح پہاڑوں میں زندگی بسر کرتا ہے . پھر اچانک نمایاں ہوتا ہے اور بغیر کسی جنگ و مقابلے کے میڈیا کا تخت اس کے لیے خالی ہو جاتا ہے . یقیناً یہ صورت حال واقعات و حوادث کی عام رفتار نہیں ہے جو ہمیشہ پیش آتی ہو . نوادر ہستی کی ایک غیر معمولی عجائب آفرینی ہے اور صاف نظر آرہا ہے کہ قدرت کا مخفی ہاتھ کسی خاص مقصد سے ایک خاص ہستی تیار کر رہا ہے اور زمانے کی عام رفتار تھم گئی ہے تاکہ اس کی راہ صاف ہو جائے .

۳ - اس کے بعد اس کی تین بڑی مہموں کا ذکر آتا =

تین مہمیں

= علاوہ بریں سائرس کے تمثال کے انکشاف نے قطعی طور پر یہ بات آشکارا کردی ہے کہ اس کے سر پر دو سینگوں کا تاج رکھا گیا تھا اور یہ فارس اور مادہ کی مملکتوں کے اجتماع و اتحاد کی علامت تھی ۔

تفسیر "انا مکنا لہ فی الارض"

٢ - اس کے بعد قرآن کی تصریحات سامنے لاؤ۔ سب سے پہلا وصف جو اس کا بیان کیا ہے یہ ہے کہ "انا مکنا لہ فی الارض و اتینٰہ من کل شیء سببا"- ٨٤، ہم نے اسے زمین میں قدرت دی تھی اور ہر طرح کا ساز و سامان مہیا کردیا تھا۔ قرآن جب کبھی انسان کی کسی کام رانی و خوش‌حالی کو براہ راست خدا کی طرف منسوب کرکے کہتا ہے، جیسا کہ یہاں کہا ہے تو اس سے مقصود عموماً کوئی ایسی بات ہوتی ہے جو عام حالات کے خلاف محض اس کے فضل و کرم سے ظہور میں آئی ہو۔ مثلاً حضرت یوسف کی نسبت فرمایا: "وکذلک مکنا لیوسف فی الارض" اس طرح ہم نے سر زمین مصر میں یوسف کا قدم جمادیا۔ "ہم نے جمادیا" کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ حضرت یوسف کو ہر طرح کے نا موافق حالات میں محض فضل الٰہی سے ایک غیر معمولی بات حاصل ہوگئی تھی۔ یہ بات نہ تھی کہ عام حالات کے مطابق ظہور میں آئی ہو۔ پس ضروری ہے کہ ذوالقرنین کو بھی حکم رانی =

=مصر اور اسپارٹا کی مملکتوں کو اس کے خلاف ابھارا اور پھر اچانک حملہ کر کے سرحدی شہر پٹیریا (Pteria) پر قبضہ کر لیا۔

اب سائرس مجبور ہو گیا کہ بلا توقف اس حملے کا مقابلہ کرے۔ وہ میڈیا کے دار الحکومت ھگ متانہ (٣٤) سے (جو اب ھمدان کے نام سے پکارا جاتا ھے) نکلا اور تیزی کے ساتھ بڑھا کہ صرف دو جنگوں کے بعد جو پٹیریا اور سارڈیس کے قریب واقع ہوئی تھیں، لیڈیا کی تمام مملکت پر قابض ہو گیا!

ھیرو ڈوٹس نے اس جنگ کی سر گذشت پوری تفصیل کے ساتھ بیان کی ھے اور اس کی بعض تفصیلات نہایت دل چسپ اور اھم ھیں لیکن یہ موقع اطناب کا نہیں۔ وہ کہتا ھے: سائرس کی فتح مندی ایسی عجیب اور معجزانہ تھی کہ پٹیریا کے معرکے کے بعد صرف چودہ دن کے اندر لیڈیا کا مستحکم دار الحکومت مسخر ہو گیا اور کروئسس ایک جنگی قیدی کی حیثیت میں سائرس کے آگے سرنگوں کھڑا تھا۔ (٣٥)

اب تمام ایشیائے کوچک بحر شام سے لے کر بحر اسود تک اس کے زیر نگیں تھا۔ وہ برابر بڑھتا گیا یہاں تک کہ مغربی ساحل تک پہنچ گیا۔ قدرتی طور پر اس کے قدم یہاں پہنچ کر اسی طرح رک گئے جس طرح بارہ سو سال بعد=

"تغرب وجدھا تغرب فی عین حمئۃ"

ھے : ایك ''مغرب الشمس'' کی طرف یعنی پچھم کی طرف۔
ایك ''مطلع الشمس'' کی طرف یعنی پورب کی طرف (٣٣).
تیسری ایك ایسے مقام تك جہاں کوئی وحشی قوم آباد تھی
اور یاجوج و ماجوج وہاں آکر لوٹ مار مچایا کرتے
تھے . اب دیکھو! یہ تمام تفصیلات کس طرح ٹھیك ٹھیك
سائرس کی فتوحات پر منطبق ہوتی ہیں ؟

فتوحات مغربی .

اوپر پڑھ آئے ہو کہ سائرس نے ابھی فارس اور میڈیا
کا تاج سر پر رکھا ہی تھا کہ ایشیاے کوچك کے بادشاہ
کروئسس نے حملہ کر دیا .

ایشیاے کوچك کی یہ بادشاہت جو لیڈیا (Lydia)
کے نام سے مشہور ہوئی ، پچھلی صدی کے اندر ابھری تھی .
اس کا دار الحکومت سارڈیس (Sardis) تھا . سائرس کی
تخت نشینی سے پہلے میڈیا اور لیڈیا میں کئی جنگیں ہو چکی
تھیں . بالآخر کروئسس کے باپ نے سائرس کے نانا استیاگس
(Astyages) کے باپ سے صلح کرلی اور باہمی اتحاد کے
استحکام کے لیے باہمی ازدواج کا رشتہ بھی قائم ہو گیا .

لیکن کروئسس نے یہ تمام عہد و پیمان اور باہمی
علائق بھلا دیے . وہ سائرس کی یہ کامرانی برداشت نہ کرسکا
کہ فارس اور میڈیا کی مملکتیں متحد ہو کر ایك عظیم مملکت
کی حیثیت اختیار کررہی ہیں . اس نے پہلے بابل ، =

=کے بعد آگے بڑھا ہوگا تو یقیناً بحر ایجین (Ægean Sea) کے اسی ساحلی مقام پر پہنچا ہوگا جو سمرنا کے قرب و جوار میں واقع ہے۔ یہاں اس نے دیکھا ہوگا کہ سمندر نے ایک جھیل کی سی شکل اختیار کرلی ہے، ساحل کی کیچڑ سے پانی گدلا ہو رہا ہے اور شام کے وقت اسی میں سورج ڈوبتا دکھائی دیتا ہے۔ اسی صورت حال کو قرآن نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے: ''وجدھا تغرب فی عین حمئۃ'' اسے ایسا دکھائی دیا کہ سورج ایک گدلے حوض میں ڈوب رہا ہے!

یہ ظاہر ہے کہ سورج کسی مقام میں بھی ڈوبتا نہیں، لیکن ہم سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر دیکھتے ہیں تو ایسا ہی دکھائی دیتا ہے کہ ایک سنہری تھالی آہستہ آہستہ سمندر میں ڈوب رہی ہے۔

مشرقی مہم

دوسری لشکر کشی مشرق کی طرف تھی۔ چنانچہ ہیروڈوٹس اور ٹی سیاز (۳٦) دونوں اس کی مشرقی لشکر کشی کا ذکر کرتے ہیں جو لیڈیا کی فتح کے بعد اور بابل کی فتح سے پہلے پیش آئی تھی اور دونوں نے تصریح کی ہے کہ مشرق کے بعض وحشی اور صحرا نشین قبائل کی سرکشی اس کا باعث ہوئی تھی۔ یہ ٹھیک ٹھیک قرآن کے اس اشارے کی تصدیق ہے کہ ''حتی اذا بلغ مطلع الشمس=

= موسی بن نصیر کے قدم افریقہ کے شمالی ساحل پر رک جانے والے تھے۔ اس کے فتح مند قدموں کے لیے صحراؤں کی وسعتیں اور پہاڑوں کی بلندیاں روک نہ ہوسکیں۔ اس نے فارس سے لے کر لیڈیا (Lydia) تک چودہ سو میل کا فاصلہ طے کرلیا تھا۔ لیکن سمندر کی موجوں پر چلنے کے لیے اس کے پاس کوئی سواری نہ تھی۔ اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو حد نظر تک پانی ہی پانی دکھائی دیتا تھا اور سورج اس کی لہروں میں ڈوب رہا تھا!

یہ لشکر کشی جو اسے پیش آئی، صریح مغرب کی لشکر کشی تھی، کیونکہ وہ ایران سے مغرب کی طرف چلا اور خشکی کے مغربی کنارے تک پہنچ گیا۔ یہ اس کے لیے "مغرب الشمس" کی آخری حد تھی۔

ایشیائے کوچک کا مغربی ساحل نقشے میں دکھاو۔ تم دیکھو کے تمام ساحل اس طرح کا واقع ہوا ہے کہ چھوٹے چھوٹے خلیج پیدا ہوگئے ہیں اور سمرنا (Samyrna) کے قریب اس طرح کے جزیرے نکل آئے ہیں جنھوں نے ساحل کو ایک جھیل یا حوض کی شکل دے دی ہے۔

لیڈیا کا دار الحکومت سارڈیس مغربی ساحل کے قریب تھا اور اس کا محل موجودہ سمرنا سے بہت زیادہ فاصلہ پر نہ تھا۔ پس جب سائرس سارڈیس کی تسخیر =

منزل ۴

= تیسری لشکر کشی اس نے ایسے علاقے تک کی جہاں یاجوج ماجوج کے حملے ہوا کرتے تھے۔ یہ یقیناً اس کی شمالی مہم تھی جس میں وہ بحر خزر (Caspean Sea) کو دھنی طرف چھوڑتا ہوا کاکیشیا (caucasus) کے سلسلۂ کوہ تک پہنچ گیا تھا اور وہاں ایسے ایک درہ ملا تھا جو دو پہاڑی دیواروں کے درمیان تھا۔ اسی راہ سے ماجوج ماجوج آکر اس طرف کے علاقے میں تاخت و تاراج کیا کرتے تھے اور یہیں اس نے سد تعمیر کی۔

قرآن نے اس مہم کا حال ان لفظوں میں بیان کیا ہے "حتی اذا بلغ بین السدین و جد من دونهما قوماً لا یکادون یفقهون قولا" -۹۳، یہاں تک کہ وہ دو (پہاڑی) دیواروں کے درمیان پہنچ گیا۔ ان کے اس طرف اسے ایک قوم ملی جو کوئی بات بھی سمجھ نہیں سکتی تھی۔ پس صاف معلوم ہوتا ہے "سدین" سے مقصود کاکیشیا کا پہاڑی درہ ہے، کیوں کہ اس کے دھنی طرف بحر خزر ہے جس نے شمال اور مشرق کی راہ روک رکھی ہے۔ بائیں جانب بحر اسود ہے جو شمال مغرب کے لیے قدرتی روک ہے۔ درمیانی علاقے میں اس کا سربفلک سلسلۂ کوہ ایک قدرتی دیوار کا کام دے رہا ہے۔ پس اگر شمالی قبائل کے حملوں کے لیے کوئی راہ باقی =

= وجدھا تطلع علی قوم لم نجعل لھم من دونھا سترا''، جب وہ مشرق کی طرف پہنچا تو اسے ایسی قوم ملی جو سورج کے لیے کوئی آڑ نہیں رکھتی تھی ، یعنی خانہ بدوش قبائل تھے ۔

یہ خانہ بدوش قبائل کون تھے؟ ان مورخین کی صراحت کے مطابق بکٹریا (Bactria) یعنی بلخ کے علاقے کے قبائل تھے۔ نقشے پر اگر نظر ڈالو گے تو صاف نظر آجائے گا کہ بکٹریا ٹھیک ٹھیک ایران کے لیے مشرق اقصیٰ کا حکم رکھتا ھے ، کیوں کہ اس کے آگے پہاڑ ھیں اور انھوں نے راہ روک دی ھے اس کا بھی اشارہ ملتا ھے کہ گیڈروسیا کے وحشی قبیلوں نے اس کی مشرقی سرحد میں بد امنی پھیلائی تھی اور ان کی گوش مالی کے لیے نکلنا پڑا۔ گیڈروسیا سے مقصود وھی علاقہ ھے جو آج کل مکران کہلاتا ھے۔ اس سلسلے میں ھندوستان کی طرف ھمیں کوئی اشارہ نہیں ملتا ۔ اس لیے قیاس کہتا ھے کہ مکران سے نیچے اس کے قدم نہیں اترے ھوں گے ۔ اور اگر اترے ھوں گے تو دریائے سندھ سے آگے نہیں بڑھے ھوں گے ، کیوں کہ دارا کے زمانے میں بھی اس کی جنوب مشرقی سرحد دریائے سندھ ھی تک معلوم ھوتی ھے ۔ =

ذوالقرنین کی مغربی، مشرقی، اور شمالی فتوحات



اس نقشہ میں فارسی شہنشاہی کا وہ رقبہ دکھایا گیا ہے جو سائرس کی فتوحات سے پندرہ برس بعد دارا کے زمانہ میں قائم ہو گیا تھا۔ اس میں عروج مصر اور لبنان کی ماوراء النہر کا دیاں سائرس کے بعد فتح ہوئی ہیں۔ باقی ممالک خود اس نے فتح کیے تھے۔ اس کا دارالحکومت مثلاً بابل تک ستارہ تھا۔ جیسے ہمدان۔ ہمدان سے نکل کر شمال مغرب رو یہ وہ سلیشیا پہنچا اور مغرب رو [illegible] سارڈیس تک پہنچ یا اولیشیا کا دارالحکومت تھا۔ پھر مشرق کی طرف [illegible] باختریا تک پہنچ گیا۔ آخری مہم شمال کی تھی جس میں وہ کاکیشیا کے علاقہ تک پہنچ گیا جہاں یاجوج ماجوج کی سد بنائی (یہ نقشہ یونیورسل ہسٹری آف دی ورلڈ جلد دوم سے نقل کیا گیا ہے) لہ دارا کے کتبہ اصطخر میں ایک علاقہ کا نام ہندو آیا ہے جو ہندیال کیا جاتا ہے کہ اس سے مقصود دریائے سندھ کا علاقہ ہے

= رھی تھی تو وہ صرف اس سلسلۂ کوہ کا ایک عریض درہ یا وسطی وادی تھی اور یقیناً وھیں سے یاجوج ماجوج کو دوسری طرف پہنچنے کا موقع ملتا تھا ۔ اس راہ کے بند ہو جانے کے بعد نہ صرف بحر خزر سے لے کر بحر اسود تک کا علاقہ محفوظ ھو گیا ، بلکہ سمندروں اور پہاڑوں کی ایک ملی جلی ایسی دیوار قائم ھو گئی جس نے تمام مغربی ایشیا کو اپنی پاسبانی میں لے لیا اور شمال کی طرف سے حملے کا کوئی خطرہ باقی نہ رہا ۔ اب ایران ، شام ، عراق ، عرب ، ایشیاے کوچک ، بلکہ مصر بھی شمال کی طرف سے بالکل محفوظ ھوگیا تھا ۔

نقشے میں یہ مقام دیکھو! تمام مغربی ایشیا نیچے ھے ، اوپر شمال میں بحر خزر ھے ، اس سے بائیں جانب مشرق کی طرف بحر اسود ھے ۔ درمیان میں بحر خزر کے مغربی ساحل سے بحر اسود کے مشرقی ساحل تک کاکیشیا کا سلسلۂ کوہ چلا گیا ھے ۔ ان دو سمندروں اور درمیان کے سلسلۂ کوہ نے مل کر سینکڑوں میلوں تک ایک قدرتی روک پیدا کر دی ھے ۔ اب اس روک میں اگر کوئی شگاف رہ گیا تھا جہاں سے شمالی اقوام کے قدم اس روک کو لانگ سکتے تھے تو وہ صرف یہی دو پہاڑوں کے درمیان کا درّہ تھا ۔ ذوالقرنین نے اسے بھی بند کر دیا =

= اور اس طرح شمال اور مغربی ایشیا کا یہ درمیانی پھاٹك پوری طرح مقفل ہو گیا .

شمالی قوم

باقی رہا یہ سوال کہ وہاں جو قوم ذو القرنین کو ملی تھی اور جو بالکل ناسمجھ تھی ، وہ کون سی قوم تھی؟ تو اس سلسلے میں دو قومیں نمایاں ہوتی ہیں اور دونوں کا اس زمانے میں وہاں قریب قریب آباد ہونا تاریخ کی روشنی میں آ چکا ہے . پہلی قوم وہ ہے جو بحر خزر کے مشرقی ساحل پر آباد تھی . اسے یونانی مورخوں نے "کاسپین" (Caspean) کے نام سے پکارا ہے اور اسی کے نام سے بحر خزر کا نام بھی "کاسپین" پڑ گیا ہے . دوسری قوم وہ ہے جو اس مقام سے آگے بڑھ کر عین کاکیشیا کے دامن میں آباد تھی . یونانیوں نے اسے "کول چی" یا "کول شی" (Colchians) کے نام سے پکارا ہے اور دارا کے کتبۂ أصطخر میں اس کا نام "کوشیہ" آیا ہے (۳۷) . انہیں دو قوموں میں سے کسی نے یا دونوں قوموں نے ذو القرنین سے یاجوج ماجوج کی شکایت کی ہو گی اور چوں کہ یہ غیر متمدن قومیں تھیں ، اس لیے ان کی نسبت فرمایا : "لا یکادون یفقھون قولا" .

سائرس کے غیر معمولی فضائل

٤ - اس کے بعد ذو القرنین کا جو وصف سامنے آتا ہے وہ اس کی عدالت گستری اور خدمت انسانی کی=

= لینا چاھیے، وھی کرنا چاھیے جو نیکی و فیاضی کا مقتضا ھے۔ چنانچہ ذو القرنین نے ایسا ھی کیا: "قال اما من ظلم فسوف نعذبہ ثم یرد الی ربہ فیعذبہ عذابا نکرا* و اما من امن و عمل صالحا فلہ جزآء الحسنیٰ ج و سنقول لہ من امرنا یسرا*" اس نے اعلان کیا کہ میں پچھلے جرم کی بنا پر کسی کو سزا نہیں دینا چاھتا۔ میری جانب سے عام بخشش کا اعلان ھے۔ البتہ آیندہ جو کوئی برائی کرے گا، بلا شبہ اسے سزا دوں گا۔ پھر اسے مرنا ھے اور آخرت کا عذاب سخت جھیلنا ھے۔ اور جو لوگ میرے احکام مانیں گے اور نیک کردار ثابت ھوں گے تو ان کے لیے ویسا ھی بہتر اجر بھی ھوگا۔ اور وہ میرے احکام بھی بہت آسان پائیں گے، میں بندگان خدا پر سختی کرنا نہیں چاھتا۔ یہ ھو بہو اس طرز عمل کی تعبیر ھے جس کی تفصیل ھمیں یونانی تاریخوں کے صفحات میں ملتی ھے اور جسے زمانۂ حال کے تمام محققین تاریخ نے ایک مسلمہ تاریخی حقیقت تسلیم کر لیا ھے۔

تمام یونانی مورخ بالاتفاق شہادت دیتے ھیں کہ سائرس نے فتح کے بعد باشندگان لیڈیا کے ساتھ جو سلوک کیا وہ صرف منصفانہ ھی نہ تھا، وہ اس سے بھی زیادہ تھا، وہ فیاضانہ تھا۔ وہ اگر اپنے دشمنوں کے ساتھ سختی کرتا =

= فیاضانہ سرگرمی ہے ۔ اور یہ اوصاف سائرس کی تاریخی سیرت کی اس درجہ آشکارا حقیقتیں ہیں کہ مورخ کی نگاہ کسی دوسری طرف اٹھ ہی نہیں سکتی ۔

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے مغرب میں جو قوم ملی تھی اس کی نسبت حکم الٰہی ہوا تھا : " یٰذا القرنین اما ان تعذب و اما ان تتخذ فیهم حسنا " - ٨٦ ، یعنی یہ قوم اب تیرے بس میں ہے ۔ جس طرح چاہے تو ان کے ساتھ سلوك کر سکتا ہے ۔ خواہ سزا دے ، خواہ انہیں اپنا دوست بنا لے ۔ یقیناً یہ لیڈیا کی یونانی قوم تھی ۔ اس کے بادشاہ کروئسس نے تمام عہد و پیمان اور باہمی رشتہ داریاں بھلا کر بلا وجہ سائرس پر حملہ کر دیا تھا ۔ اور صرف خود ہی حملہ آور نہیں ہوا تھا ، بلکہ وقت کی تمام طاقت ور حکومتوں کو بھی اس کے خلاف ابھار کر اپنے ساتھ کر لیا تھا ۔ اب جب تائید الٰہی نے اپنا کرشمہ دکھایا اور تمام لیڈیا مسخر ہو گیا تو حکم الٰہی ہوا : یہ لوگ بالکل تیرے رحم پر ہیں ۔ تو جو چاہے ان کے ساتھ کر سکتا ہے ، کیوں کہ یہ اپنے ظلم و شرارت کی وجہ سے ہر طرح سزا کے مستحق ہیں ۔ مطلب یہ تھا کہ تائید الٰہی نے تیرا ساتھ دیا ، دشمنوں کو مسخر کر دیا ۔ اب وہ بالکل تیرے اختیار میں ہیں ، لیکن تجھے بدلا نہیں =

= و کام رانی کی بشارت دی تھی ۔ پس قدرتی طور پر واقعات کی یہ رفتار یونانیوں کے لیے خوش گوار نہ ہو سکی اور اس امر کی کوشش شروع ہو گئی کہ اس شکست میں بھی اخلاق اور مذہبی فتح مندی کی شان پیدا کر دی جائے ۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کروئسس کا معاملہ اچانک ایک پر اسرار افسانے کی شکل اختیار کرلیتا ہے اور یونانی دیوتا اپنے سارے معجزوں کے ساتھ نمایاں ہو جاتے ہیں ۔ ہیروڈوٹس لیڈیا کے باشندوں کی یہ روایت نقل کرتا ہے کہ ڈلفی کے ہاتف کا جواب غلط نہ تھا، مگر کروئسس نے جنگ کے جوش طلب میں اس کا صحیح مطلب نہیں سمجھا ۔ ہاتف نے کہا تھا: "اگر اس نے پارسیوں پر حملہ کیا تو وہ ایک بڑی مملکت تباہ کر دے گا" یعنی خود اپنی مملکت تباہ کر دے گا ۔ مگر اس نے خیال کیا بڑی مملکت سے مقصود پارسیوں کی مملکت ہے ۔ نیز وہ کہتا ہے: پہلے سائرس نے حکم دیا تھا کہ لکڑیوں کی چتا تیار کی جائے اور اس پر کروئسس کو بٹھا کر آگ لگا دی جائے ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور آگ لگا دی گئی ، لیکن پھر جب کروئسس کی بعض باتیں سنیں تو بے حد متاثر ہوا اور آگ بجھانے کا حکم دیا ۔ لیکن اب آگ پوری طرح=

= تو یہ انصاف ہوتا ، کیوں کہ زیادتی انہیں کی تھی ۔
لیکن وہ صرف منصف ہونے پر قانع نہیں ہوا ، اس نے
رحم و بخشش کا شیوہ اختیار کیا ۔ ہیروڈوٹس لکھتا ہے
کہ سائرس نے اپنی فوج کو حکم دے دیا تھا کہ دشمن کی
فوج کے سوا اور کسی انسان پر ہتیار نہ اٹھائیں ۔ اور دشمن
کی فوج میں سے بھی جو کوئی نیزہ جھکا دے ، اسے
ہرگز قتل نہ کیا جائے ۔ کروئسس شاہ لیڈیا کی نسبت
صریح حکم تھا کہ کسی حال میں بھی اسے گزند نہ پہنچائی
جائے ۔ اگر وہ مقابلہ کرے جب بھی اس پر تلوار
نہیں اٹھانی چاہیے ۔ اس حکم کی فوج نے اس دیانت داری
کے ساتھ تعمیل کی کہ باشندوں کو جنگ کی مصیبت
ذرا بھی محسوس نہ ہوئی ۔ یہ گویا محض فرماں روا خاندان
کا ایک شخصی انقلاب تھا کہ کروئسس کی جگہ سائرس
نے لے لی ۔ اس سے زیادہ کوئی انقلاب ملک و قوم کو
محسوس ہی نہیں ہوا ۔

کروئسس کا واقعہ اور یونانی روایات

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سائرس کی فتح یونانی دیوتاؤں
کی شکست تھی ، کیوں کہ وہ اس مصیبت سے اپنے
پرستار کروئسس (Croesus) کو نہ بچا سکے ، حالانکہ حملے
سے پہلے اس نے مندروں کے ہاتف (۳۸) سے استصواب
کر لیا تھا اور ڈلفی (Delphi) کے ہاتف نے فتح =

= معلوم ہوتا ہے کہ سائرس نے اپنے عمل سے جو حقیقت آشکارا کردی تھی ، یونانی افسانے نے اسی کا توڑ کرنے کے لیے اپالو کا معجزہ گھڑ لیا .

سائرس کے احکام و قوانین

قرآن نے ذوالقرنین کا یہ اعلان نقل کیا ہے کہ آیندہ جو ظلم کرے گا، سزا پائے گا. جو حکم مانے گا اور نیک عمل ہوگا ، اسے انعام ملے گا . بعینہ زینوفن کی بھی ایسی ہی روایت ہے . قرآن میں ہے کہ "و سنقول له من امرنا یسرا "، اگر لوگوں نے نیک عملی اختیار کی تو دیکھ لیں گے میرے احکام و قواین میں ان کے لیے سختی نہ ہوگی . تمام مؤرخ بالاتفاق شہادت دیتے ہیں کہ اس کے احکام و قوانین ایسے ہی تھے . وہ مفتوحہ ممالک کے باشندوں کے لیے سرتا سر شفقت و مرحمت تھا. اس نے ان تمام بوجھل ٹیکسوں اور خراجوں سے رعایا کو نجات دے دی جو اس عہد کے تمام حکمران وصول کیا کرتے تھے . اس نے جس قدر احکام و فرامین نافذ کیے وہ زیادہ سے زیادہ نرم اور زیادہ سے زیادہ ہلکے تھے .

۵ - یہ تو صرف اس کی مغربی فتح مندی کی سرگذشت تھی . اب دیکھنا چاہیے کہ اس کے اعمال کی عام رفتار کیسی رہی اور قرآن کا بیان کردہ وصف کہاں تک اس پر راست آتا ہے ؟ =

= مشتعل ہو گئی تھی ، ممکن نہ تھا کہ اسے فوراً بجھا دیا جائے . یہ حال دیکھ کر کروئسس نے اپالو (Apollo) دیوتا کو پکارا اور باوجودیکہ آسمان بالکل صاف تھا ، اچانك بارش شروع ہو گئی اور اس طرح اس معجزے نے بر وقت ظاہر ہو کر اس کی جان بچالی ۔

لیکن خود ہیروڈوٹس اور زینوفن کی تصریحات سے جو حقیقت معلوم ہوتی ہے وہ صرف اتنی ہے کہ سائرس یا تو کروئسس کے عزم و صبر کا امتحان لینا چاہتا تھا یا یہ بات آشکارا کردینی چاہتا تھا کہ یونانیوں کے خود ساختہ دیوتا اپنے عبادت گزاروں کی کچھ مدد نہیں کرسکتے اور جن دیوتاؤں کی مزعومہ بشارت پر اعتماد کر کے جنگ کی گئی تھی ان میں اتنی بھی طاقت نہیں کہ اپنے پرستار کو زندہ جلنے کے عذاب سے بچالیں۔ یعنی مقصود یہ تھا کہ پہلے اسے چتا پر بٹھایا جائے، آگ بھی لگادی جائے، لیکن جب وہ خود اور تمام لوگ دیکھ لیں کہ دیوتاؤں کا کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا تو پھر اسے بخش دے اور عزت و احترام کے ساتھ اپنے ہم راہ لے جائے۔ دوسری علت زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے ، کیوں کہ خود ہیرو ڈوٹس کی روایت میں اس کی جھلك موجود ہے اور یونانی افسانے میں اپالو کے معجزے کی نمود بھی اسی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ صاف=

=زینوفن لکھتا ھے: سائرس ایك نہایت دانش مند، سنجیدہ اور ساتھ ھی رحم دل فرماں روا تھا . اس کی شخصیت ھر طرح کے شاھی اوصاف اور حکیمانہ فضائل کا ایك اعلی ترین نمونہ تھی . یہ بات عام طور پر تسلیم کرلی گئی ھے کہ اس کی شوکت و حشمت سے کہیں زیادہ اس کی عالی حوصلگی اور سیر چشمی تھی اور اس کی فیاضی اور رحم دلی اپنی کوئی دوسری مثال نہیں رکھتی . انسان کی خدمت اور ھم دردی اس کی شاھانہ طبیعت کا سب سے بڑا جوھر تھا . وہ ھمیشہ اس فکر میں رھتا تھا کہ مصیبت زدہ انسانوں کی خبر گیری کرے، مظلوموں کو ظلم سے نجات دلائے، درماندہ انسانوں کا ھاتھ پکڑے، غم زدوں کے دکھ درد میں شریك ھو . پھر ان تمام عالی صفتوں کے ساتھ عاجزی و انکساری اس کے حسن و کمال کا سب سے بڑا زیور تھی . اس نے ایك ایسے تخت پر بیٹھ کر جس کے آگے تمام قوموں کے سر جھك گئے تھے اور ایك ایسے خزانے کا مالك ھو کر جس میں تمام دنیا کی دولت سمٹ آئی تھی، کبھی گوارا نہیں کیا کہ فخر و غرور کو اپنے دماغ میں جگہ دے .

ھیروڈوٹس لکھتا ھے: وہ ایك نہایت ھی مخیر بادشاہ تھا . اسے دنیا کے تمام بادشاھوں کی طرح دولت جمع کرنے کی=

مؤرخین کی عام شہادت

لیکن قبل اس کے کہ ہم یونانی مؤرخوں کی شہادتوں پر متوجہ ہوں ، یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ یونانی مؤرخ سائرس کے ہم قوم نہیں تھے ، ہم وطن نہیں تھے : ہم مذہب نہیں تھے : اتناہی نہیں بلکہ دوست بھی نہیں تھے . سائرس نے لیڈیا کو شکست دی تھی اور لیڈیا کی شکست یونانی قومیت ، یونانی تہذیب اور سب سے زیادہ یہ کہ یونانی مذہب کی شکست تھی . پھر سائرس کے جانشینوں نے براہ راست یونانیوں کو زیر کیا تھا اور ہمیشہ کے لیے دونوں قومیں ایک دوسرے کی حریف ہو گئی تھیں . ایسی حالت میں قدرتی طور پر یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ یونانی دماغ اپنے حریف کی مدحت سرائی کا شائق ہوگا . تاہم ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں سے ہر مؤرخ اس کی غیر معمولی عظمتوں اور ملکوتی صفتوں کی مدحت سرائی میں رطب اللسان ہے . اور اس لیے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس کے محاسن نے ایک ایسے عالم گیر اعتراف و تاثر کی نوعیت اختیار کرلی تھی کہ دوست و دشمن کا کوئی امتیاز باقی نہیں رہا تھا . سب کے دلوں میں ان کا اعتقاد پیدا ہو گیا تھا ، سب کی زبانوں پر ان کی مدحت سرائی تھی . اور محاسن وہی ہیں جن کی حریفوں کو بھی شہادت دینی پڑے :

و ملیحة شهدت لها ضراتها
و الفضل ما شهدت به الاعداء

= کہ یہی چرواہا جب دنیا کے سامنے آیا تو حکم رانی کا سب سے بڑا جلوہ، دانش کا سب سے بڑا پیکر، فضیلت کا سب سے بڑا نمونہ تھا۔

سکندر اعظم کو ارسطو کی تعلیم و تربیت نے تیار کیا تھا اور بلا شبہ وہ بہت بڑا فاتح نکلا، لیکن کیا انسانیت و اخلاق کا بھی کوئی گوشہ فتح کر سکا؟ سائرس کے لیے ہمیں کوئی ارسطو نہیں ملتا۔ اس نے انسانی حکمت کی درس گاہ کی جگہ قدرت کی درس گاہ میں پرورش پائی تھی، تاہم اس نے سکندر کی طرح صرف ملکوں ہی کو نہیں، بلکہ انسانیت و فضائل کی مملکتوں کو بھی مسخر کر لیا تھا۔

سکندر کی تمام فتوحات کی عمر اس سے زیادہ نہ تھی جتنی خود اس کی عمر تھی، لیکن سائرس کی فتوحات نے جو اینٹیں چن دی تھیں وہ دو سو برس تک نہ ہل سکیں۔ سکندر کے دم توڑتے ہی اس کی مملکت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، لیکن سائرس نے جب دنیا چھوڑی تو اس کی مملکت روز بروز وسیع و مستحکم ہونے والی تھی۔ اس کی فتوحات میں صرف مصر کا خانہ خالی رہ گیا تھا۔ اس کے فرزند نے اسے بھی بھر دیا اور پھر چند برسوں کے بعد دنیا کی وہ عالم گیر سلطنت=

= حرص نہیں تھی، بلکہ جود وسخاوت کا جوش تھا۔
وہ کہتا تھا: سب سے بڑی دولت یہ ہے کہ نوع انسانی کی بھلائی کا موقع ملے اور مظلوموں کی داد رسی ہو!

ٹی سیاز لکھتا ہے: اس کا عقیدہ یہ تھا کہ دولت بادشاہوں کے ذاتی عیش و آرام کے لیے نہیں ہے، بلکہ اس لیے ہے کہ رفاہ عام کے کاموں میں خرچ کی جائے اور ماتحتوں کو اس سے فیض پہنچے۔ چنانچہ اس کی اسی فیض رسانی نے اس کی تمام رعایا کے دل اس کے ہاتھوں میں دے دیے تھے، وہ اس کے لیے خوشی خوشی اپنی گردنیں کٹوا دیتے تھے۔

سائرس کی شخصیت کی غیر معمولی نمود

سب سے زیادہ نمایاں بات جو ان تمام مورخوں کے صفحات پر ملتی ہے، وہ سائرس کی شخصیت کی غیر معمولی نمود ہے۔ سب کہتے ہیں کہ وہ جس عہد میں پیدا ہوا، اس کی مخلوق نہیں تھا۔ ایک بالاتر شخصیت تھی جسے قدرت نے اپنا کرشمہ دکھانے کے لیے نمودار کر دیا تھا۔ دنیا کے کسی حکیم نے اس کی تربیت نہیں کی۔ وقت کے متمدن ملکوں میں سے کسی ملک میں اس کی پرورش نہیں ہوئی۔ وہ محض قدرت کا پروردہ تھا اور قدرت ہی کے ہاتھوں نے اسے اٹھایا تھا۔ اس کی تمام ابتدائی زندگی صحراؤں کی گود اور پہاڑوں کی آغوش میں بسر ہوئی۔ وہ فارس کے مشرقی پہاڑوں کا چرواہا تھا۔ تاہم یہ کیسی عجیب بات ہے=

زمانۂ حال کے محققین کی شہادت

= رومن امپائر کو بھی نصیب نہ ہوئی ۔

سب متفقہ شہادت دیتے ہیں کہ اس عہد کے بادشاہوں کی سخت گیری، قساوت قلبی اور ہیبت انگیز طریق تعذیب کی چھوٹی سی چھوٹی مثال بھی سائرس کے عہد میں نہیں ملتی ۔

یاد رہے کہ یہ محض قدیم یونانی مؤرخوں کی روایات ہی نہیں ہیں، بلکہ موجودہ زمانے کے تمام محققین تاریخ کی تاریخی مسلمات ہیں ۔ بالاتفاق یہ بات تسلیم کرلی گئی ہے کہ سائرس تاریخ قدیم کی سب سے بڑی شخصیت ہے جس میں بیک وقت فتوحات کی وسعت، فرماں روائی کی عظمت اور اخلاق و انسانیت کی خصلیات جمع ہوگئی تھی اور وہ جس عہد میں ظاہر ہوا، اس عہد میں اس کی شخصیت ہر اعتبار سے انسانیت کا ایک پیام اور قوموں کی نجات تھی ۔

آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر جی ۔ بی ۔ گرنڈی (G. B. Grundy) جو موجودہ زمانے میں تاریخ قدیم کے ایک مستند ماہر ہیں اور جن کی کتاب "گریٹ پرشین وار" (Great Persian War) نہایت مقبول ہوچکی ہے، لکھتے ہیں :

"یہ حقیقت بالکل آشکارا ہے کہ سائرس کی شخصیت اپنے عہد کی ایک غیر معمولی شخصیت تھی ۔ اس نے =

= ظہور میں آ گئی جو ایشیا ، افریقہ اور یورپ کے
اٹھائیس ملکوں میں پھیلی ہوئی تھی اور اس پر سائرس کا
جانشین دارایوش (Darius) تن تنہا حکم ران تھا ۔

سکندر کی فتوحات صرف جسم کی فتوحات تھیں
جنھیں قہر و طاقت نے سر کیا تھا ، لیکن سائرس کی
فتوحات روح و دل کی فتوحات تھیں جنھیں انسانیت
و فضیلت نے سر کیا تھا ۔ پہلی سر اٹھاتی ھے لیکن ٹك
نہیں سکتی ، دوسری ٹك جاتی ھے اور پھر ٹلتی نہیں ۔

سائرس فتح بابل کے بعد دس برس تك زندہ رھا ۔
اب اس کی حکومت عرب سے لے کر بحر اسود تك اور
ایشیائے کوچك سے بلخ تك پھیلی ہوئی تھی اور ایشیا
کی تمام قومیں اس کے ماتحت آ چکی تھیں ۔ لیکن تاریخ
شاھد ھے کہ اس تمام عرصے میں بغاوت اور سرکشی کا
ایك حادثہ بھی نہیں ھوا ، کیوں کہ زینوفن کے لفظوں میں
"وہ صرف بادشاہ ھی نہ تھا ، بلکہ انسانوں کا شفیق
مربی اور قوموں کا رحیم باپ بھی تھا" ۔ اور رعایا سخت گیر
حکم رانوں سے بغاوت کر سکتی ھے ، لیکن اولاد اپنے
شفیق باپ سے باغی نہیں ھو سکتی ۔ موجودہ زمانے کے تمام
مورخ تسلیم کرتے ھیں کہ یہ ایك حیرت انگیز خصوصیت
تھی ، یہ ایسی خصوصیت تھی جو آگے چل کر =

= ظہور میں آ چکی تھیں . ان تمام بادشاہتوں میں جہوں نے زمین کے مالک ہونے کے دعوے کیے، ایک بادشاہت بھی ایسی نہ تھی جو اب اپنی ہستی کا کوئی مؤثر ظہور رکھتی ہو . آکادی (Akkadian) مملکت کے نیم اصنامی سرگون (Sargon) سے لے کر بیوخد نصر (بخت نصر) تک ، سب کی مملکتیں اس کے آگے سر بسجود ہو گئی تھیں .... وہ صرف ایک بڑا فاتح ہی نہیں تھا ، وہ ایک بڑا حکم ران تھا . قوموں نے یہ نیا دور صرف قبول ہی نہیں کیا ، بلکہ اس کا استقبال کیا . ان دس برسوں میں جو فتح بابل کے بعد گزرے ، اس کی تمام وسیع مملکت میں ایک بغاوت کا واقعہ بھی نظر نہیں آتا . بلا شبہ اس کی رعایا پر اس کی طاقت کا رعب چھایا ہوا تھا ، لیکن وہ کوئی وجہ نہیں رکھتی تھی کہ اس کی سخت گیری سے ہراساں ہو . اس کی حکومت قتل و سلب کی سزاؤں سے بالکل نا آشنا رہی . اب تازیانوں سے مجرموں کو نہیں پیٹا جاتا تھا ، اب قتل عام کے احکام صادر نہیں ہوتے تھے . اب قوموں اور قبیلوں کو جلا وطن نہیں کیا جاتا تھا . برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے آشوری اور بابلی بادشاہوں کے تمام مظالم کے اثرات یک قلم محو کر دیے . جلا وطن قومیں اپنے وطنوں میں لوٹائی گئیں ، ان کے =

= اپنی تمام معاصر قوموں کے دلوں پر اپنا حیرت انگیز تأثر نقش کر دیا تھا. اس کی ابتدائی نشو و نما بالائی فارس کے غیر آباد اور دور دراز گوشوں میں ہوئی جس کی سرگذشت نے ایک افسانے کی حیثیت اختیار کر لی ھے. اس کی ابتدائی تربیت کی روایتیں اس سے ڈیڑھ سو برس بعد زینوفن نے مدون کیں جو سقراط کا شاگرد تھا. اور ھم دیکھتے ھیں کہ ان تمام روایتوں میں اس کے فضائل انسانیت کا جوھر عام طور پر نمایاں ھے. خواہ ھم ان روایتوں کو اھمیت دیں، خواہ نہ دیں، تاھم یہ حقیقت ھر حال میں غیر متزلزل رھتی ھے کہ اس کی تدبیر و سیاست کا دامن اس کی انسانیت و فضیلت کے جوھر سے بندھا ھوا تھا. اور جب یہ خصوصیت آشوری اور بابلی شہنشاھوں کی بد عملیوں کے مقابلے میں لائی جاتی ھے تو اس کی شریفانہ نمود اور زیادہ درخشندہ ھو جاتی ھے".

پھر آگے چل کر لکھتے ھیں:

"یہ فی الحقیقت ایک حیرت انگیز کامیابی تھی. بارہ برس پہلے وہ ایک چھوٹی سی ریاست انشان (Anshan) کا ایک گم نام رئیس تھا اور اب ایشیا کی وہ تمام مملکتیں اس کے زیر فرمان تھیں جہاں پچھلی قوموں کی بڑی بڑی عظمتیں =

= جب هم اس عهد کی تاریخ کا مطالعه کرتے هیں
اور پهر سائرس کے حالات پر نظر ڈالتے هیں تو به اول
نظر یه حقیقت آشکارا هو جاتی هے که اس کا ظهور
ٹهیك ٹهیك ایك ایسی شخصیت کا ظهور تها جس کے لیے
وقت کی تمام قوتیں چشم براه هوں . قوموں کا انتظار
ان کی زبانوں پر نهیں هوتا ، ان کے حالات کے قدرتی
تقاضے میں هوتا هے . غور کرو! اس عهد کی رفتار زمانه
کا قدرتی تقاضا کیا تها . یه تاریخ کے صبح تمدن کی
نمود تهی جس کی روشنی میں هم انسانی حکم رانی کی
ساری تاریکیاں پهیلی هوئی دیکهتے هیں . صاف دکهائی
دیتا هے که اس وقت تك انسانی فرماں روائی کی عظمت
صرف قهر و غضب هی کے نقاب میں رونما هوئی تهی اور
سب سے بڑا حکم راں وهی سمجها جاتا تها جو سب سے زیاده
انسانوں کے لیے خوف ناك هو. آشور بنی پال(Ashurbanipal)
نینوی کا سب سے بڑا بادشاه تها ، اس لیے که وه شهروں کے
جلانے اور آبادیوں کے ویران کرنے میں سب سے زیاده
بے باك تها . بابل کی نشأة ثانیه میں نبوخد نصر سب سے
بڑا فاتح تها ، اس لیے که قوموں کی هلاکت اور مملکتوں
کی ویرانی میں سب سے زیاده قهرمان تها . مصریوں ،
آکادیوں ، ایلامیوں ، آشوریوں اور بابلیوں سب میں =

=معبد اور معبود انہیں واپس دے دیے گئے، قدیم رسموں اور عبادتوں کے خلاف کوئی جبر و تشدد باقی نہیں رہا، ہر قوم کے ساتھ پوری طرح دادرسی کی گئی، ہر مذہب کے پیرووں کو پوری پوری مذہبی آزادی دی گئی، دنیا کی گزشتہ عالم گیر دہشت نا کی کی جگہ ایک عالم گیر رواداری اور عفو و بخشش کا مبارک دور شروع ہو گیا (٣٩) ۔

غور کرو! قرآن نے چند لفظوں کے اندر جو اشارات کر دیے ہیں، آج تاریخ کا داستان سرا کس طرح اس کے ایک ایک حرف کی شرح و تفصیل سنا رہا ہے ۔

صحائف تورات کی تصریحات

٦ - اب چند لمحوں کے لیے ان تصریحات پر غور کرو جو تورات کے صحائف میں مندرج ہیں! کس طرح وہ سائرس کی شخصیت کی سب سے بڑی خصوصیت واضح کر رہے ہیں اور کس طرح قرآن کے اشارات بھی ٹھیک ٹھیک ان کی تصدیق ہیں! یسعیاہ نبی کی کتاب میں ہے کہ خداوند کہتا ہے ''خورس میرا چرواہا ہے'' اور پھر یہ بھی کہا ہے کہ ''وہ میرا مسیح ہے'' اور یرمیاہ نبی کا بیان اوپر گزر چکا ہے کہ وہ بابلیوں کے ظلم سے نجات دلائے گا ۔ اب دیکھو! اس کی شخصیت ٹھیک ٹھیک ایک موعود اور منتظر نجات دہندہ کی شخصیت تھی یا نہ تھی ۔ =

= دنیا بادشاھوں کے ھاتھوں سے تنگ آچکی تھی۔
اب وہ ایک "چرواھے" کے لیے مضطرب تھی اور یسعیاہ نبی کے لفظوں میں "خدا کا وہ فرستادہ چرواھا" نمودار ھو گیا!

چنانچہ ھم دیکھتے ھیں کہ قوموں نے اسے قبول ھی نہیں کیا بلکہ اس کے استقبال کے لیے بے اختیار ایکیں، کیوں کہ وہ وقت کی حستجو کا قدرتی سراغ اور زمانے کی طلب کا قدرتی حواب تھا۔ اور اگر رات کی تاریکی کے بعد صبح کی روشنی کا خیر مقدم کیا حاتا ھے تو ممکن نہ تھا کہ انسانی شقاوت کی اس طولانی تاریکی کے بعد صبح سعادت کی اس حہاں تابی کا استقبال نہ کیا حاتا!

غور کرو! یسعیاہ نبی کا یہ جملہ صورت حال کی کیسی ھو بھو تصویر ھے کہ "وہ میرا چرواھا ھوگا۔ وہ میری ساری مرضی پوری کرے گا۔ میں اس کا دھنا ھاتھ پکڑ کے قوموں کو اس کے قابو میں دے دوں گا اور بادشاھوں کی کمریں اس کے آگے کھلوا ڈالوں گا۔ میں اس کے آگے چلوں گا۔ میں ٹیڑھے راستے اس کے لیے سیدھے کر دوں گا" (۴۴:۲۸ - ۴۵:۱ و ۲)۔ سارے مورخ گواھی دے رھے ھیں کہ وہ ایک چرواھے کی طرح آیا اور اس نے بندگان خدا کی رکھوالی کی۔ =

خدا کا بھیجا ھوا "چرواھا"

= انسانی حکومت و عظمت کے مظاہر خوف ناکی اور دہشت انگیزی کے مظاہر تھے اور ان کی شخصیتوں نے دیوتائی الوہیت کی تقدیس سے مل کر انسانوں کے قتل و تعذیب کا ہول ناك استحقاق حاصل کر لیا تھا. سائرس کے ظہور سے پچاس برس پہلے نبوخد نصر کی شہنشاہی کا ظہور ہوا اور ہمیں معلوم ہے کہ اس نے بیت المقدس پر پے ہم تین حملے کرکے نہ صرف دنیا کا سب سے بڑا زرخیز علاقہ تاراج و ویران کردیا، بلکہ فلسطین کی پوری آبادی کو اس طرح ہنکا کر بابل لے گیا کہ جوزیفس (Josehpus) کے لفظوں میں "کوئی سخت سے سخت بے رحم قصائی بھی اس وحشت و خوں خواری کے ساتھ بھیڑوں کو مذبح میں نہیں لے جاتا". پھر کیا ان حالات کا قدرتی تقاضا یہ نہ تھا کہ دنیا ایك نئی شخصیت کے لیے چشم براہ ہو؟ قومیں ایك نجات دہندہ کی راہ تك رہی ہوں؟ ایك ایسے نجات دہندہ کی جو انسانوں کے گلے کے لیے خدا کا بھیجا ہوا "چرواہا" ہو، جو ان کی بیڑیاں کاٹے اور ان کے سروں کا بوجھ ہلکا کر دے، جو دنیا کو اس ربانی صداقت کا سبق دے دے کہ انسانی حکم رانی نوع انسانی کی خدمت کے لیے ہونی چاہیے، دہشت انگیزی اور خوف ناکی کے لیے نہیں! =

= انسان تھا، آخرت پر یقین رکھتا تھا، احکام الٰہی کے مطابق عمل کرتا تھا اور اپنی تمام کامرانیوں کو اللہ کا فضل و کرم سمجھتا تھا. سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا سائرس کا بھی ایسا ہی اعتقاد و عمل تھا؟ لیکن تمام پچھلی تفصیلات پڑھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ نہیں تھا؟

یہودیوں کے صحائف کی واضح شہادت موحود ہے کہ وہ خدا کا اپنا فرستادہ اور "مسیح" تھا اور وہ نبیوں کا موعود و منتظر تھا. ظاہر ہے کہ ایسی ہستی خدا کی نافرمان ہستی نہیں ہوسکتی. جس کا "دھنا ہاتھ حدا نے پکڑا ہو" اور جس کی "ٹیڑھی راہیں وہ درست کرتا جائے" یقیناً وہ خدا کا ناپسندیدہ بندہ نہیں ہوسکتا. (۴۰)

آج کل کے اصحاب نقد و نظر یسعیاہ بنی کی اس پیشین گوئی کو مشتبہ سمجھتے ہیں، کیوں کہ یہ سائرس سے ڈیڑھ سو برس پہلے کی گئی تھی. لیکن اگر اس سے قطع نظر کرلی جائے، حب بھی صورت حال پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیوں کہ خود سائرس کے عہد میں حو اسرائیلی نبی موجود تھے، ان کی شہادتیں موحود ہیں اور وہ صاف کہہ رہے ہیں کہ یہودیوں کا عام اعتقاد یہی تھا اور اسی حیثیت سے اس کا استقبال کیا تھا. حزقیل اور دانیال سائرس کے معاصر تھے اور دانیال کی نسبت یہودیوں کا اعتقاد ہے کہ دارا کے =

اسرائیلی نبیوں کی شہادت

= سب کم رہے ھیں کہ اس نے جس ملک کا رخ کیا اس کی شقاوت ختم ھو گئی. وہ جس قوم کی طرف بڑھا اس کی بیڑیاں کٹ گئیں. اس نے جس گروہ کے سر پر ھاتھ رکھا اس کے سارے بوجھ ھلکے ھوگئے. وہ صرف بنی اسرائیل ھی کا نہیں بلکہ تمام قوموں کا نجات دھندہ تھا!

خدا کا مسیح

یاد رہے کہ یسعیاہ نبی کی اسی پیشین گوئی میں اسے "خدا کا مسیح" بھی کہا ھے اور تورات کی اصطلاح میں "مسیح" وہ ھوتا ھے جسے خدا اپنی برکتوں کے ظہور کے لیے برگزیدہ کرلے اور قوموں کی نجات کے لیے اس کا ظہور ھو. چنانچہ حضرت داود کی نسبت بھی آیا ھے کہ "مسیح" تھے، سائرس کی نسبت بھی یہی کہا ھے اور اسی طرح بنی اسرائیل کی نجات کے لیے ایک آخری مسیح کی بھی پیشین گوئیاں موجود ھیں. سائرس کو "مسیح" کہنا اس میں شک نہیں کہ اس کے تقدس اور الٰہی برگزیدگی کی سب سے زیادہ واضح اور قطعی اسرائیلی شہادت ھے.

۷ - اس سلسلے میں آخری وصف جو ذوالقرنین کا سامنے آتا ھے وہ اس کا ایمان باللہ ھے. قرآن کی آیتیں اس بارے میں ظاھر و قطعی ھیں کہ وہ ایک خدا پرست =

= سخت تھا ۔ ان کے نسلی غرور پر اس سے زیادہ اور کوئی
بات شاق نہیں گزرتی تھی کہ کسی غیر اسرائیلی انسان کی
بزرگی کا اعتراف کریں ۔ ظہور اسلام کے وقت بھی یہی
عصبیت انہیں اعتراف حق سے روکتی تھی « ولا تؤمنوا
الا لمن تبع دینکم" (۳ : ۷۳) . تاہم وہ سائرس کی فضیلت کے
آگے جھك گئے جو ان کے لیے ہر اعتبار سے اجنبی تھا
اور نہ صرف اس کی بزرگی ہی کا اعتراف کیا، بلکہ نبیوں
کا موعود اور خدا کا برگزیدہ تسلیم کرلیا . یہ صورت
حال اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ سائرس کی شخصیت
ان کے لیے بڑی ہی محبوب شخصیت تھی اور اس کی
فضیلتیں ایسی قطعی اور آشکارا تھیں کہ ان کے اعتراف میں
نسلی عصبیت کا جذبہ بھی حائل نہ ہوسکا. ظاہر ہے کہ
ایك بت پرست انسان کے لیے جو اجنبی بھی ہو، یہودیوں میں
ایسی محبوبیت نہیں پیدا ہوسکتی تھی . اگر ایك بت پرست
بادشاہ نے انہیں نجات دلائی تھی تو وہ اس کی شاہانہ
عظمتوں کی مداحی کرتے، مگر خدا کا مسیح اور برگزیدہ
کبھی نہ سمجھتے. ضروری ہے کہ اس کی فضیلتیں مذہبی
ہوں . ضروری ہے کہ مذہبی حیثیت سے بھی عقائد کا
توافق موجود ہو . یہ یہودیوں کی پوری تاریخ میں
غیر اسرائیلی فضیلت کے اعتراف کا تنہا واقعہ ہے اور ممکن =

= عہد تك زندہ رہے ۔ ان دونوں کی تصریحات سائرس کی نسبت موجود ہیں ۔ پھر دارا کے زمانے میں حجی اور زکریاہ کے صحیفے مرتب ہوے اور زرکسیز (Xerxes) (اردشیر یا ارتخششت) کے عہد میں عزرا اور نحمیاہ کا ظہور ہوا ۔ ان سب کی شہادتیں بھی موجود ہیں اور ان سب سے قطعی طور پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سائرس کو بنی اسرائیل نے ایك موعود ہستی اور برگزیدہ انسان تسلیم کر لیا تھا ۔

اگر یہودیوں کا عام اعتقاد یہ تھا تو کیا ایك لمحے کے لیے بھی یہ بات تسلیم کی جاسکتی ہے کہ وہ ایك بت پرست انسان کی نسبت ایسا اعتقاد رکھنے کی جرأت کرتے ! تسلیم کر لیا جائے کہ یہ تمام پیشین گوئیاں سائرس کے ظہور کے بعد بنائی گئیں ، لیکن یہ ظاہر ہے کہ یہودیوں ہی نے بنائیں اور یہودیوں ہی میں پھیلیں ، حتی کہ ان کی مقدس کتاب میں داخل ہو گئیں ۔ پھر کیا ممکن تھا کہ ایك بت پرست انسان کے لیے ایسی پیشین گوئیاں بنائی جاسکتیں ؟ کیا ممکن تھا کہ ایك بت پرست کو اسرائیلی وحی کا ممدوح اور اسرائیلی نبیوں کا موعود بنادیا جاتا ؟

یہ حقیقت بھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ اجنبیوں اور غیر اسرائیلیوں کے خلاف یہودیوں کا تعصب بہت ہی =

یہودیوں کا اعتراف

=قبل مسیح تك بڑھا دی. اسی طرح محل کے تعین میں بھی اختلاف ہوا. بعضوں نے باختر، بعضوں نے خراسان، بعضوں نے میڈیا اور شمالی ایران قرار دیا. لیکن اب بیسویں صدی کی ابتدا سے اکثر محققین تاریخ گلڈنر (Geldner) کی رائے پر متفق ہوگئے ہیں اور عام طور پر تسلیم کرلیا گیا ہے کہ زردشت کا زمانہ وہی تھا جو سائرس کا تھا. اور گشتاسپ (٤٢) والی روایت اگر صحیح ہے تو اس سے مقصود وہی گشتاسپ ہے جو دارا کا باپ اور ایك صوبے کا گورنر تھا. زردشت کا ظہور شمال مغربی ایران یعنی آذر بائی جان میں ہوا جسے اوستا کے حصے "وینددی داد" میں "ایریانہ ویجو" (Airyana Vigo) (٤٣) سے تعبیر کیا ہے، البتہ کامیابی باختر میں ہوئی جس کا گورنر گشتاسپ تھا (٤٤).

اس تحقیق کے مطابق زردشت کا سال وفات تقریباً سنہ ٥٥٠ قبل مسیح سے لیے کر سنہ ٥٨٣ قبل مسیح تك ہونا چاہیے اور سائرس کی تخت نشینی بالاتفاق سنہ ٥٥٠ ق م میں ہوئی، یعنی زردشت کی وفات کے تیس سال بعد، یا عین اسی سال.

لیکن اگر سائرس زردشت کا معاصر تھا تو کیا کوئی براہ راست تاریخی شہادت موجود ہے جس سے اس کا دین زردشتی قبول کرنا ثابت ہو؟ نہیں ہے. لیکن اگر وہ تمام قرائن جمع کیے جائیں جو خود تاریخ کی روشنی نے=

= نہیں کہ ایک ایسے انسان کے لیے ہو جسے وہ مذہبی حیثیت سے محترم نہ سمجھتے ہوں ۔

سائرس کے دین کا تعین

لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سائرس کے دینی عقائد کے بارے میں ہماری معلومات کیا ہیں ؟

تاریخی حیثیت سے یہ قطعی ہے کہ سائرس زردشت کا پیرو تھا جسے یونانیوں نے زارا دسترو(٤١) کے نام سے پکارا ہے ۔ اتنا ہی نہیں بلکہ غالبًا اسی کی شخصیت ہے جو اس نئی دعوت کی تبلیغ و عروج کا ذریعہ ہوئی ۔ اس نے فارس اور میڈیا میں نئی شہنشاہی کی بنیاد ہی نہیں رکھی تھی ، بلکہ قدیم مجوسی دین کی جگہ نئے زردشتی دین کی بھی تخم ریزی کی تھی ۔ وہ ایران میں نئی شہنشاہی اور نئے دین دونوں کا بانی تھا ۔

زردشت کے ظہور کا زمانہ

زردشت کی ہستی کی طرح اس کے ظہور کا زمانہ اور محل بھی تاریخ کا ایک مختلف فیہ موضوع بن گیا ہے اور انیسویں صدی کا پورا زمانہ مختلف نظریوں اور قیاسوں کے رد و کد میں بسر ہوچکا ہے ۔ بعضوں کو اس کی تاریخی ہستی ہی سے انکار ہوا ۔ بعضوں نے شاہ نامے کی روایت کو ترجیح دی اور گشتاسپ والا قصہ تسلیم کرلیا ۔ بعضوں نے اس کا زمانہ ایک ہزار برس قبل مسیح قرار دیا ۔ بعضوں نے یہ مدت دو ہزار برس =

=سنہ ۵۲۲ ق م میں اچانک انتقال کر گیا۔ اب چوں کہ سائرس کی براہ راست نسل سے کوئی شہزادہ موجود نہ تھا، اس لیے اس کا عم زاد بھائی دارا بن گشتاسپ تخت نشین ہو گیا۔ دارا نے بغاوت فرو کی، گوماتہ کو قتل کیا اور ئی مملکت کو اس کے عروج و کمال تک پہنچا دیا۔ دارا کی تخت نشینی بالاتفاق سنہ ۵۲۱ ق م میں ہوئی ہے۔ پس اس کا عہد سائرس کے انتقال سے آٹھ برس بعد شروع ہو گیا تھا۔

یونانی مورخوں کی شہادت موجود ہے کہ یہ بغاوت میڈیا کے قدیم مذہب کے پیرووں کی بغاوت تھی اور خود دارا اپنے کتبۂ بے ستون میں "گوماتہ" کو "موگوش" لکھتا ہے یعنی مجوس، اور مجوسی مذہب سے مقصود قدیم مذہب ہے (۴۵)۔ تاریخ میں اس کا بھی سراغ ملتا ہے کہ پرانے مذہب کے پیرووں کی سرکشی اس کے بعد بھی جاری رہی چنانچہ دوسری بغاوت "پراورتیش" (Phraortes) نامی مجوس نے کی تھی جسے دارا نے ہمدان میں قتل کیا اور تیسری "چترت خمہ" (Chitratakhama) نامی نے جو اربیل (Arbela) میں قتل ہوا۔

دوسرا واقعہ دارا کے کتبوں سے روشنی میں آیا ہے۔ یہ دنیا کی خوش قسمتی ہے کہ دارا نے بعض کتبے پہاڑوں کی محکم چٹانوں پر نقش کرائے جنھیں سکندر کا حملہ بھی=

=مہیا کردیے ہیں تو یقیناً ایک بالواسطہ شہادت نمایاں ہو جاتی ہے اور اس میں کچھ شبہ باقی نہیں رہتا کہ سائرس نہ صرف دین زردشتی پر عامل تھا، بلکہ اس کا پہلا حکم راں داعی تھا اور اسی نے یہ ورثہ اپنے جانشینوں کے لیے چھوڑا جو دوسو برس تک بلا استثناء دین زردشتی پر عمل پیرا رہے۔

اس سلسلے میں سب سے زیادہ روشنی جن واقعات سے پڑتی ہے، وہ دو ہیں اور دونوں کی تاریخی نوعیت مسلم ہے: پہلا واقعہ "گوماتہ" (Gaumata) کی بغاوت کا ہے جو سائرس کی وفات کے آٹھ برس بعد ظہور میں آئی۔ دوسرے دارا کے کتبے ہیں جن سے اس کے دینی عقائد کی نوعیت آشکارا ہو گئی ہے۔

سائرس کا بالاتفاق سنہ ۵۲۹ قبل مسیح میں انتقال ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا کم بی سیز (Cambıyses کمبوجیہ یا کیقباد) تخت نشین ہوا۔ اس نے سنہ ۵۲۵ ق م میں مصر فتح کیا۔ لیکن ابھی مصر ہی میں تھا کہ معلوم ہوا ایران میں بغاوت ہو گئی ہے اور ایک شخص "گوماتہ" نامی اپنے آپ کو سائرس کا دوسرا لڑکا سمرڈیز (Smerdıs – فارسی: بردیہ) مشہور کر دیا ہے جو بہت پہلے مرچکا تھا یا مار ڈالا گیا تھا۔ یہ خبر سن کر وہ مصر سے لوٹا، لیکن ابھی شام میں تھا کہ=

=نئی مذہبی دعوت کے ظہور و قبول کا کوئی واقعہ نہیں گزرا۔

اب غور کرو! ان واقعات کا لازمی نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ اگر سائرس کے بعد کم بی سیز اور دارا نے کوئی نئی دعوت قبول نہیں کی تھی اور دارا دین زردشتی پر عامل تھا تو کیا اس سے ثابت نہیں ہو رہا ہے کہ دارا اور کم بی سیز سے پہلے زردشتی دین خاندان میں آچکا ہے۔ اگر سائرس کی وفات کے چند سال بعد قدیم مذہب کے پیرو اس لیے بغاوت کرتے ہیں کہ کیوں ایک نیا مذہب قبول کر لیا گیا ہے تو کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ سائرس نیا مذہب قبول کر چکا تھا اور تبدیل مذہب کا معاملہ نیا نیا پیش آیا تھا؟ پھر اگر زردشت سائرس کا معاصر تھا تو کیا یہ اس بات کا مزید ثبوت نہیں ہے کہ سب سے پہلے سائرس ہی نے یہ دعوت قبول کی تھی اور وہ فارس اور میڈیا کا نیا شہنشاہ بھی تھا اور نئی دعوت کا پہلا حکمران داعی بھی؟

اتنا ہی نہیں، بلکہ ہم غور کرتے ہیں تو اس زنجیر کی کڑیاں اور آگے تک بڑھتی جاتی ہیں، البتہ ہم اسے ایک قیاس سے زیادہ کہنے کی جرأت نہیں کریں گے۔ اگر سائرس زردشت کا معاصر تھا اور سائرس کا ابتدائی زمانہ خاندان=

زردشت اور سائرس

= برباد نہ کر سکا ۔ ان میں سب سے زیادہ اہم کتبہ بے ستون کا ہے جس میں دارا نے گوماتہ مجوسی کی بغاوت اور اپنی تخت نشینی کی سرگذشت قلم بند کی ہے ۔ دوسرا اصطخر کا ہے جس میں اپنے تمام ماتحت ممالک کے نام گنوائے ہیں ۔ ان دونوں میں وہ بار بار ''اہورا موزدہ'' (Ahura Mazda) کا نام لیتا ہے اور اپنی تمام کامرانیوں کو اس کے فضل و کرم سے منسوب کرتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ''اہورا موردہ'' زردشت کی تعلیم کا ''اللہ'' ہے ۔

ان دو واقعوں پر ایک تیسرے واقعے کا بھی اضافہ کر دینا چاہیے ۔ یعنی تاریخ میں کوئی اشارہ اس کا نہیں ملتا کہ کم بی سیز نے کوئی نیا دین قبول کیا تھا یا دارا کو اس طرح کا کوئی معاملہ پیش آیا تھا ۔ ہیروڈوٹس نے دارا کی وفات سے پچاس ساٹھ برس بعد اپنی تاریخ لکھی ہے (٤٦) ۔ اس کے لیے دارا کے عہد کے واقعات بالکل قریبی زمانے کے واقعات تھے اور لیڈیا میں فارسی حکومت قائم ہو جانے کی وجہ سے یونانیوں اور فارسیوں کے تعلقات بھی روز بروز بڑھ رہے تھے ، تاہم وہ کسی ایسے واقعے کا ذکر نہیں کرتا ۔ پس سائرس کی وفات اور دارا کی تخت نشینی کے درمیان آٹھ برس کی جو مدت گزری ہے ، ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس عرصے میں کسی =

= پیدا ہو سکتی ہے اور صاف نظر آرہا ہے کہ وہ داعی شخصیت زردشت ہی کی تھی ۔

بہر حال سائرس نے اپنی ابتدائی گمنامی کے عہد میں نئی دعوت قبول کی ہو ، یا تخت نشینی کے بعد ، لیکن یہ قطعی ہے کہ وہ دین زردشتی پر عامل تھا ۔

دین زردشتی کی حقیقی تعلیم

لیکن اگر ذوالقرنین دین زردشتی پر عامل تھا اور قرآن ذوالقرنین کے ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کا اثبات کرتا ہے، اتنا ہی نہیں بلکہ اسے "ملہم من اللہ" قرار دیتا ہے تو کیا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ زردشت کی تعلیم دین حق کی تعلیم تھی؟ یقیناً لازم آتا ہے۔ لیکن کوئی وجہ نہیں کہ اس لزوم سے بچنے کی ہم کوشش کریں ، کیوں کہ یہ حقیقت اب پوری طرح روشنی میں آچکی ہے کہ زردشت کی تعلیم سر تا سر خدا پرستی اور نیک عملی کی تعلیم تھی اور آتش پرستی اور ثنویت کا اعتقاد اس کا پیدا کیا ہوا اعتقاد نہیں ہے، بلکہ قدیم میدوی مجوسیت کا ردعمل ہے۔

جس طرح روم کی مسیحیت قدیم رومی بت پرستی کی ردعمل سے محفوظ نہ رہ سکی ، اسی طرح زردشت کی خالص خدا پرستانہ تعلیم بھی قدیم مجوسیت کے ردعمل سے بچ نہ سکی، خصوصاً ساسانی عہد میں جب وہ از سر نو مدون ہوئی تو اصل تعلیم سے بالکل ایک مختلف چیز بن چکی تھی ۔ =

= سے الگ اور گم نامی میں بسر ہوا تو کیا اسی زمانے میں
دونوں شخصیتیں ایک دوسرے کے قریب نہیں پہنچ جاتیں؟
اور کیا ایسا نہیں سمجھا جاسکتا کہ اسی زمانے میں سائرس
زردشت کی تعلیم و صحبت سے بہرہ مند ہوا؟ سائرس کی
ابتدائی زندگی کی سرگذشت تاریخ کی ایک گم شدہ
داستان ہے. پھر کیا اس داستان کا سراغ ہمیں ان دونوں
شخصیتوں کی معاصرت کے واقعے میں نہیں مل جاتا؟

مورخ زینوفن نے سائرس کی ابتدائی زندگی کا افسانہ
ہمیں سنایا ہے اس افسانے میں ایک پراسرار شخص کی
پرچھائیں صاف نظر آرہی ہے جو دشت و جبل کے اس
پروردۂ قدرت کو آنے والے کارناموں کے لیے تیار
کر رہا تھا. کیا اس پرچھائیں میں ہم خود زردشت کی
مقدس شخصیت کی نمود نہیں دیکھ رہے؟ اگر زردشت کا
ظہور شمال مغربی ایران میں ہوا تھا اور اگر سائرس کی
ابتدائی گم نامی کا زمانہ بھی شمالی کوہستان میں سر ہوا
تو کیوں یہ دونوں کڑیاں باہم مل کر ایک گم شدہ
داستان کا سراغ نہ بن جائیں؟

سائرس کی شخصیت وقت کے تمام ذہنی اور اخلاقی
رجحانات کے برخلاف ایک انقلاب انگیز شخصیت تھی.
ایسی شخصیت کسی انقلاب انگیز داعی کی دعوت ہی سے =

= ہی میں محدود تھا ۔ روحانی زندگی اور اس کی سعادت و شقاوت کا کوئی تصور پیدا نہیں ہوا تھا ۔

آگ کی پرستش کی قربان گاہیں بنائی جاتی تھیں اور اس کے خاص پجاریوں کا ایک مقدس گروہ بھی پیدا ہو گیا تھا ۔ اس کے افراد ”موگوش“ کے لقب سے پکارے جاتے تھے ۔ آگے چل کر اسی لقب نے آتش پرستی کا مفہوم پیدا کر دیا ۔ (٤٨) گاتھا میں زردشت نے انہیں کاوی اور کاربان کے نام سے پکارا ہے ۔ کارپان غالباً وہی لفظ ہے جو سنسکرت میں کلپ ہے ، جس کے معنی مذہبی ریت کے ہیں ۔ ”کوی“ ہندوستان میں شاعر کو کہا گیا ہے ، وہاں جادو گر کے معنوں میں مستعمل ہوا ، ”و ان من البیان لسحرا“ ۔

زردشت کی تعلیم

لیکن زردشت نے ان تمام عقائد سے انکار کر دیا ۔ اس نے خدا پرستی ، روحانی سعادت و شقاوت اور آخرت کی زندگی کا عقیدہ پیدا کیا ۔ اس نے کہا : یہاں نہ تو خیر کی بہت سی روحانی ہستیاں ہیں ۔ نہ شر کے بہت سے عفریت ۔ یہاں صرف ایک ”اہورا موزدہ“ کی ہستی ہے جو یگانہ ہے ، نور ہے ، قدوس ہے ، حق ہے ، حکیم ہے ، قدیر ہے اور تمام کائنات ہستی کی خالق ہے ۔ کوئی ہستی نہیں جو اس کے مثل ہو ، یا اس کے ہمتا ہو ، یا اس کی =

= زرہشت کے ظہور سے پہلے فارس اور میڈیا کے باشندوں کے عقائد کی بھی نوعیت وہی تھی جو انڈویورپین آریاؤں کی تمام دوسری شاخوں کی رہ چکی ہے۔ ہندوستان کے آریوں کی طرح ایران کے آریوں میں بھی پہلے مظاہر قدرت کی پرستش شروع ہوئی، پھر سورج کی عظمت کا تصور پیدا ہوا، پھر زمین میں آگ نے سورج کی قائم مقامی پیدا کر لی، کیوں کہ تمام مادی عناصر میں روشنی اور حرارت کا سر چشمہ وہی تھی۔ یونانیوں میں ایسے دیوتاؤں کا تصور پیدا ہوا جن سے اچھائی اور برائی دونوں ظہور میں آتی تھیں، لیکن ایرانیوں کے تصور نے دیوتاؤں کو دو متقابل قوتوں میں تقسیم کر دیا: ایک قوت پاک دیوتائی ہستیوں کی تھی جو انسان کو زندگی کی تمام خوشیاں بخشتی تھیں۔ دوسری قوت برائی کے عفریتوں کی تھی۔ جو قہر و غضب کا سر چشمہ تھے۔ روحانی ہستیوں کی نمود روشنی میں ہوئی اور شیطان کی تاریکی میں۔ (٤٧) برائی کے دیوتا قہر و غضب کے سر چشمے ہیں اور اس لیے قربانیوں اور نذرانوں کے ذریعے ان کا غضب ٹھنڈا کرنا ضروری تھا۔ اچھائی برائی کا جس قدر تصور تھا، وہ یونانیوں کی طرح صرف مادی زندگی کی راحتوں اور محرومیوں =

= ایرانیوں کی روزانہ زندگی کی ایک حقیقت بنا دیا اور اخلاق اس مذہب کا مرکزی عنصر تھا" (۵۱) .

عبادت کا تصور

اس کی عبادت کا تصور ہر طرح کے اصنامی اثرات سے پاک تھا . عبادت ہمیں اس لیے نہیں کرنی چاہیے کہ خدا کے غضب و انتقام سے بچیں ، بلکہ اس لیے کہ برکتیں اور سعادتیں حاصل کریں . اگر ہم اھورا موزدہ کی عبادت نہیں کریں گے تو وہ ہمیں یونانی اور ہندوستانی دیوتاؤں کی طرح اپنے غضب کا نشانہ نہیں بنائے گا ، لیکن خود ہم سعادت سے محروم رہ جائیں گے .

آخرت کی زندگی

اس کی تعلیم کا سب سے زیادہ نمایاں پہلو آخرت کی زندگی کا اعتقاد ہے . وہ کہتا ہے : انسان کی زندگی صرف اتنی ہی نہیں ہے جتنی اس دنیا میں گزرتی ہے . اس کے بعد بھی ایک زندگی پیش آئے گی . اس زندگی میں دو عالم ہوں گے : ایک اچھائی اور سعادت کا ، دوسرا برائی اور شقاوت کا . جن لوگوں نے اس زندگی میں نیک عمل کیے ہیں وہ پہلے عالم میں جائیں گے ، جنھوں نے برے عمل کیے ہیں دوسرے عالم میں اور اس کا فیصلہ اس دن ہوگا جسے وہ "آخری فیصلے" کا دن قرار دیتا ہے .

بقاء روح کا مسئلہ اس کے مذھب کی بنیادی چٹان ہے . =

= شریك ھو . تم نے جن روحانی قوتوں کو خیر کا خالق سمجھ رکھا ھے وہ خالق و قادر نہیں ھیں ، بلکه " اھورا موزدہ " کے پیدا کیے ھوے " امش سپند " ھیں ، یعنی ملائکه ھیں (٤٩) . اور شر کا ذریعه دیوون کی خوف ناك قوت نہیں ھے ، بلکه " انگرومے نیوش " (اھرمن) (٥٠) کی ھستی ھے یعنی شیطان کی ھستی ھے . یه اپنی وسوسه اندازیوں سے انسان کو تاریکی کی طرف لے جاتی ھے .

زر دشت کی تعلیم کا عملی پہلو سب سے زیادہ اھم ھے . یونانیوں کی طرح اس کا اخلاقی تصور مذھب سے الگ نہیں تھا ، بلکه عین مذھب میں تھا . اس نے مذھب کو محض ایك قومی اور ملکی مذھب کی شان نہیں دی ، بلکه انفرادی زندگی کا روزانه دستور العمل بنا دیا . نفس کی طہارت اور اعمال کی درستگی اس کی تعلیم کا اصلی محور ھے . انسانی زندگی کا ھر خیال ، ھر قول ، ھر فعل ضروری ھے که اس معیار پر پورا اترے . " فکر کی راستی ، گفتار کی راستی اور کردار کی راستی " پرستاران اھورا موزدہ کے لیے تین بنیادی اصول تھے (وندیداد ١/١٩) . پروفیسر گرنڈی کے لفظوں میں " اس کا مذھب حقیقت اور عمل کا مذھب تھا . یونانی مذھب کی طرح محض رسموں اور ریتوں کا مذھب نه تھا . اس نے مذھب کو =

تعلیم اور عملی خصوصیت

= تاریخیں لکھی ھیں تو یونانیوں کے حریفانہ جذبات پوری طرح ابھرے ھوے تھے۔ تاھم ھم دیکھتے ھیں کہ وہ ایرانیوں کی اخلاقی فضیلت سے انکار نہیں کرسکتے۔ انھیں ماننا پڑتا ھے کہ ان میں بعض ایسی عظیم فضیلتیں ھیں جو یونانیوں میں نہیں پائی جاتیں۔ ھم یہاں پروفیسر گرنڈی کے الفاظ پھر مستعار لیں گے: ”ایرانی سچائی اور دیانت کی ایسی فضیلتیں رکھتے تھے جو اس عہد کی قوموں میں عام طور پر دکھائی نہیں دیتیں“۔

ان کی راست بازی، رحم دلی، شجاعت اور بلند نظری کا سب اعتراف کرتے ھیں اور یہ یقیناً زردشت کی تعلیم کے لازمی نتائج تھے۔

دارا کے فرامین

دارائے اول کا زمانہ اس مذھب کی بلند آھنگی کا شاندار زمانہ ھے۔ اس کے کتبوں میں ھمیں زردشتی تعلیم کی صدائیں صاف سنائی دے رھی ھیں اور ان سے ھم حقیقت حال معلوم کرائے سکتے ھیں۔ بہستون (Behistun) کا کتبہ ڈھائی ھزار برس پیش تر کی یہ منادی آج تک بلند کر رھا ھے:

”خدائے برتر! اھورا موزدہ ھے۔ اسی نے زمین پیدا کی، اسی نے آسمان بنایا، اسی نے انسان کی سعادت =

انسان فانی ہے مگر اس کی روح فانی نہیں ۔ وہ اس کے
مرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور ثواب و عقاب کے
دو عالموں میں سے کسی عالم میں داخل ہو جاتی ہے (٥٢) ۔

پیروان زردشت کا اخلاقی تقدم

موجودہ عہد کے تمام محققین تاریخ متفق ہیں کہ
زردشت کی تعلیم نے انسان کے اخلاقی اور فکری ارتقاء
میں نہایت مؤثر حصہ لیا ہے ۔ اس نے پانچ سو برس قبل
مسیح ایرانیوں کو اخلاقی پاکیزگی کی ایک ایسی سطح پر
پہنچا دیا تھا جہاں سے ان کے معاصر یونانیوں اور رومیوں
کی زندگی بہت ہی پست دکھائی دیتی ہے ۔ ایک ایسا مذہب
جس کی تعلیم کا رخ سرتاسر انفرادی زندگی کی پاکیزگی
کی طرف تھا اور جو اپنے پیرووں کی اخلاقی روش
کے لیے نہایت سخت مطالبے رکھتا تھا ، ضروری تھا کہ
اعمال و خصائل کے بہتر سانچے ڈھال دے اور تاریخ
شہادت دے رہی ہے کہ اس نے ڈھال دیے تھے ۔ یہ
شہادت کن لوگوں کے قلم سے نکلی ہے ؟ ان لوگوں کے
قلم سے جو کسی طرح بھی ایرانیوں کے دوست نہیں
سمجھے جا سکتے ۔ پانچویں اور چوتھی صدی قبل مسیح
کا تمام زمانہ ایرانیوں اور یونانیوں کی مسلسل آویزش
کا زمانہ رہا ہے اور ہیروڈوٹس اور زینوفن نے جب =

= بھی کام کرنے لگے، یہاں تك کہ انٹانین (Antonine) شہنشاہ روم کے زمانے میں ہم دیکھتے ہیں کہ سائرس اور دارا کے عہد کے زردشتی مذھب نے بالکل ایك دوسری ھی شکل اختیار کر لی ھے۔ جب سکندر اعظم کی فتوحات کا سیلاب اٹھا تو وہ ایران کی دو صد سالہ شہنشاھی ھی نہیں بلکہ اس کا مذھب بھی بہا لے گیا۔ ایرانیوں کا قومی افسانہ کہتا ھے کہ ''زردشت کا مقدس صحیفہ ''اوستا'' بارہ ھزار بیلوں کی مدبوغ کھالوں پر آب زر سے لکھا ھوا تھا جو سکندر کے حملۂ اصطخر میں جل کر راکھ ھو گیا''۔ بارہ ھزار بیلوں کی کھال کا حصہ تو محض مبالغہ ھے، لیکن اس میں شك نہیں کہ بخت نصر کے حملۂ بیت المقدس نے جو سلوك تورات کے ساتھ کیا تھا وھی سکندر کے حملۂ ایران نے اوستا کے ساتھ کیا، یعنی دونوں جگہ مذھب کا اصلی نوشتہ مفقود ھو گیا۔

پھر جب پانچ سو پچاس برس کے بعد ساسانی دور حکومت شروع ھوا تو مذھب زردشت کی از سر نو تدوین کی گئی اور جس طرح قید بابل کے بعد عزرا نے نئی تورات مرتب کی تھی اسی طرح اردشیر بابکانی نے از سر نو اوستا کا نسخہ مرتب کرایا۔ لیکن اب مذھب کی =

= بنائی اور وهی هے جس نے دارا کو بهتوں کا تنها حکمران اور آئین ساز بنایا".

"دارا اعلان کرتا هے که اهورا موزده نے اپنے فضل سے مجهے بادشاهت دی اور اسی کے فضل سے میں نے زمین میں امن و امان قائم کیا. میں اهورا موزده سے دعا کرتا هوں که مجهے، میرے خاندان کو اور تمام ملکوں کو محفوظ رکهے. اے اهورا موزده! میری دعا قبول کر.

اے انسان! اهورا موزده کا تیرے لیے حکم یه هے که برائی کا دهیان نه کر، صراط مستقیم کو نه چهوڑ، گناه سے بچتا ره". (٥٣)

صراط مستقیم کی دعوت

یاد رهے که دارا سائرس کا معاصر تها اور اس کی وفات سے صرف آٹھ برس بعد تخت نشین هوا. پس دارا کی صداؤں میں هم خود سائرس کی صدائیں سن رهے هیں. اس کا بار بار اپنی کامرانیوں کو اهورا موزده کے فضل و کرم سے منسوب کرنا ٹهیك ٹهیك ذوالقرنین کے اس طریق خطاب کی تصدیق هے: "هذا رحمة من ربی".

زردشتی مذهب کا انحطاط و تغیر

لیکن چوتهی صدی قبل مسیح کے بعد زردشتی مذهب کا تنزل شروع هو گیا. ایك طرف قدیم مجوسی مذهب نے آهسته آهسته سر اٹهایا، دوسری طرف خارجی اثرات =

= اور اس کے بعد کے عہد کے جو آثار ملے ھیں ان میں ایك خاص صورت کا نقش پایا جاتا ھے . یہ بادشاہ کی تصور نہیں ھو سکتی ، کیونکہ بادشاہ کی شخصیت مرقع میں الگ نمایاں ھے . اس کا محل ھر جگہ بلندی میں اور سب سے اوپر واقع ھوا ھے ، اس لیے ضروری ھے کہ وہ خود بادشاہ سے بھی کوئی بلند تر ھستی ھو . سوال یہ پیدا ھوا کہ یہ ھستی کون ھے ؟ سب سے پہلے یہ صورت بے ستون (٥٦) کے مرقع میں زیر بحث ھوئی ، جب سنہ ۱۸٤۷ ء میں کرنیل رالن سن (Rawlinson) نے اپنی شرح وحل کے ساتھ اصل مرقع کا چربہ شائع کیا . پھر یہی صورت متعدد نقوش میں ملی ، مثلاً دارا کی سرکاری مہر کے مرقع میں ، نقش رستم میں ، جو دراصل دارا کی قبر ھے ، اصطخر کے محل شاھی کے دروازے پر جو غالباً درمیانی دروازہ ھے .

رالن سن سے پہلے سر رابرٹ کیر پورٹر (Sir Robert KerrPorter) نے یہ نظریہ قائم کرلیا تھا کہ یہ کوئی مافوق انسانیت ھستی ھونی چاھیے جو خود بادشاہ سے بھی اوپر اپنی جگہ رکھتی ھے . رالن سن ایك قدم اور آگے بڑھا اور اس نے فیصلہ کرلیا کہ یہ اھورامزدہ کی ھستی ھے ، =

=تمام حقیقی خصوصیات طرح طرح کی تبدیلیوں، تحریفوں اور اضافوں سے یك قلم مسخ ھو چکی تھیں ۔ چنانچہ صاف دکھائی دیتا ھے کہ ساسانی عہد کا مذھب قدیم مجوسیت، زردشتیت اور یونانیت کا ایك مخلوط مرکب ھے اور اس کا بیرونی رنگ و روغن تو تمام تر مجوسیت ھی نے فراھم کیا ھے۔ اسی ساسانی اوستا کا ایك ناقص اور محرف ٹکڑا ھے جو ھندوستان کے پارسیوں کے ذریعے ھم تك پہنچا ھے اور جس کے لیے ھم ایك فرنچ مستشرق آنك تیل (Anquetil) کی الوالعزمیوں اور علمی قربانیوں کے شکر گزار ھیں۔ (٥٤) اس باقی ماندہ اوستا کے مجموعے میں صرف پانچ گاتھاؤں کا حصہ بلا شبہ زردشتی عہد کی خبر دیتا ھے۔ باقی حصے بعد کے عہدوں کی مخلوق ھیں جن سے ساسانی مذھب کے عقائد و اعمال کی ایك ناقص شبیہ مل جاتی ھے۔

اس سلسلے میں ایك بحث طلب سوال اور ھے اور ضروری ھے کہ اس پر بھی نظر ڈال لی جائے۔ یہ مسلم ھے کہ پیروان زردشت میں بت پرستی کی کوئی شکل بھی سر نہ اٹھا سکی (٥٥)۔ قدیم مجوسی مذھب میں بھی اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا، لیکن ایران میں دارا=

شبیہ مزعومہ کی موزدہ اور

ے مطابق ایرانی یونانی بت پرستی کو حقارت کی نظر سے دیکھا کرتے تھے۔

ثالثاً، اس شبیہ میں کوئی ایسی بات نہیں جو معبودیت و الوهیت کی کوئی خاص شان رکھتی ہو۔ ہر جگہ اس کی ایک ہی صورت اور وضع ہے اور وہ ایک معمولی انسان کی ہے جس نے اس زمانے کا عام لباس پہن رکھا ہے، وہی لباس جو خود دارا اور اس کے جانشینوں کی تصویروں میں دکھایا گیا ہے۔ صرف اتنی بات اس میں زیادہ ہے کہ ایک حلقہ اس کی کمر سے نیچے چاروں طرف بنا دیا گیا ہے اور عقب میں ایک ایسا طولانی نقش ہے جس میں لہروں کی سی شان پیدا ہو گئی ہے۔ اس حلقے اور لہروں کو سورج کی مرموز شکل قرار دیا گیا ہے۔ اگر یہ رائے تسلیم بھی کر لی جائے جب بھی یہ اس کے لیے کافی نہیں کہ محض یہ مشتبہ حلقہ اور مشتبہ لہریں ایک خالق ہستی کے تصور کے لیے پیروان زردشت کا منتہائے خیال تھا۔

رابعاً، اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ اس حلقے اور لہروں میں ایک ماوراء انسانیت ہستی کا تصور مرموز تھا جب بھی یہ اہورامزدہ کی ہستی کیوں ہو، جس کی نسبت زردشت نے تقدس و علو کا اس درجہ بلند تصور =

= یعنی خدا کی. چنانچہ اس وقت سے یہ رائے برابر مقبول
ہوتی گئی. اب عام طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ ایرانی
اگرچہ بت پرستی سے مجتنب رہے، لیکن انہوں نے
اہورامزدہ کی ہستی کے لیے ایک مرموز (یعنی Symbolic)
شخص کا تصور ضرور قائم کر لیا تھا جو ان تصویروں میں
نمایاں ہے اور یہ مصریوں اور آشوریوں کے مرموز تجسم
کا اثر تھا جس سے وہ بھی متأثر ہو گئے. (۵۷)

لیکن سنہ ۱۹۰۸ء سے (جب کہ میں نے پہلے پہل ایرانی
آثار قدیمہ کا بغور مطالعہ کیا) میں محسوس کر رہا
ہوں کہ یہ قیاس اول دن ہی سے غلط رخ پر چلا ہے اور
تمام تاریخی اور عقلی قرائن اس کے خلاف ہیں:

اولاً، تمام تاریخی شہادتیں اور خود پارسیوں کا مسلسل
تعامل ثابت کر رہا ہے کہ انہوں نے الوہیت کا تصور
کبھی کسی انسانی جسم و صورت میں نہیں کیا اور کبھی
کسی مجسمے کو تقدیس کی نظر سے نہیں دیکھا

ثانیاً، اگر امتداد زمانہ سے یہ چیز پیدا بھی ہو گئی ہو
جب بھی کسی طرح یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی کہ خود
دارا کے عہد میں پیدا ہو گئی ہو، جو زردشت کی تعلیم کا
ابتدائی عہد تھا اور جب یونانی مورخوں کی شہادت کے =

=طبع آزمائیاں کی ہیں اور چونکہ امام رازی سکندر مقدونی کو ذو القرنین بنانا چاہتے ہیں اور وہ بنتا نہیں، اس لیے مجبور ہوے ہیں کہ یہاں "قلنا" کے منطوق پر اس کے مفہوم کو ترجیح دیں ۔

اس میں شک نہیں کہ "قلنا" کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بالواسطہ خطاب ہو ، یعنی اس عہد کے کسی پیغمبر کے ذریعے ذو القرنین کو مخاطب کیا گیا ہو جیسا کہ "فقلنا اضربوہ ببعضھا" (۲ : ۷۳) میں ہے ، یا خطاب قولی نہ ہو ، تکوینی ہو، جیسا کہ "وقیل یٰارض ابلعی ماءك ویٰسماء اقلعی" (۱۱ : ٤٤) اور "قلنا یٰنار کونی بردا وسلٰماً علیٰ ابرٰهیم" (۲۱ : ٦۹) وغیرھا آیات میں ہے، لیکن اس طرح کا مطلب جبھی قرار دینا چاہیے کہ اس کے لیے قوی وجوہ موجود ہوں اور یہاں کوئی وجہ موجود نہیں . آیت کا صاف صاف مطلب یہی ہے کہ ذو القرنین کو اللہ نے براہ راست مخاطب کیا اور اس پر اللہ کی وحی نازل ہوتی تھی۔ باقی رہی یہ بات کہ یہ وحی نبوت کی وحی تھی یا اس طرح کی وحی تھی جیسی حضرت موسیٰ کی والدہ کی نسبت بیان کی گئی ہے کہ "واوحینا الی ام موسی ان ارضعیه (۲۸ : ۷) تو صحابہ وسلف سے جو تفسیر منقول ہے وہ یہی ہے کہ ذو القرنین نبی تھا اور متاخرین میں=

= قائم کیا ھے؟ کیوں یہ کسی ایسے انسان کی صورت نہ ہو جو اگرچہ انسان تھا مگر اپنی انسانیت کی رفعت و تقدس کی وجہ سے ایك غیر معمولی ہستی سمجھا جاتا تھا، مثلاً خدا کی ایك فرستادہ ہستی؟

بہر حال اس رخ پر ہم جس قدر بڑھتے ھیں یہ بات واضح ہوتی جاتی ھے کہ اسے اہورامزدہ کی ہستی سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ یہ یا تو خود زردشت کی تصویر ھے جو ایرانی مذھب کا بانی تھا، یا سائرس کی ھے جو اس مذھب کا حکمران پیغمبر اور ہخامنشی Achaemenides شہنشاہی کا پہلا تاج دار تھا۔

چوں کہ اس صورت کے بائیں ہاتھ میں ہر جگہ ایك حلقہ دکھلایا گیا ھے اور ایرانی نقوش میں حلقے کی شکل حکومت و تاج داری کی علامت سمجھی جاتی تھی، اس لیے زیادہ قرین قیاس یہ بات معلوم ہوتی ھے کہ سائرس کی تصویر ہو۔ (۵۸)

ذوالقرنین پر وحی سے متعلق

۸ - جہاں تك قرآن کی تصریحات کا تعلق ھے، ایك اہم سوال اور باقی رہ گیا ھے۔ قرآن میں ھے "قلنا یٰذا القرنین" ہم نے کہا: اے ذو القرنین۔ اس خطاب کا مطلب کیا ھے؟ کیا اس کا مطلب یہ ھے کہ ذوالقرنین براہ راست وحی الٰہی سے مخاطب تھا؟ مفسرین نے اس پر =

=ذکر کیا ہے : ایک تو یہاں ہے ، دوسرا سورۂ انبیاء میں ہے : ”حتی اذا فتحت یاجوج و ماجوج وھم من کل حدب ینسلون (۲۱ : ۹٦) .

حز قیل نبی کی پیشین گوئی

یاجوج اور ماجوج کا نام سب سے پہلے عہد عتیق میں آیا ہے . حزقیل نبی کی کتاب میں جنہیں بخت نصر اپنے آخری حملۂ بیت المقدس میں گرفتار کر کے بابل لے گیا تھا اور جو سائرس کے ظہور تک زندہ رہے، یہ پیشین گوئی ملتی ہے :

”اور خداوند کا کلام مجھ تک پہنچا . اس نے کہا : اے آدم زاد ! تو جوج کی طرف اپنا منہ کرکے اس کے برخلاف نبوت کر . جوج کی طرف ، جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روش ، مسك اور توبال کا سردار ہے . خداوند یہوداہ یوں کہتا ہے کہ میں تیرا مخالف ہوں . میں تجھے پھرا دوں گا . تیرے جبڑوں میں بنسیاں ماروں گا . تیرے سارے لشکر اور گھوڑوں اور سواروں کو جو جنگی پوشاك پہنے جو پھریاں اور سپریں لیے ہوے ہیں اور سب شمشیر بکف ہیں ، کھینچ نکالوں گا . اور میں ان کے ساتھ فارس اور کوش اور فوط کو بھی کھینچ نکالوں گا جو سپر لیے ہوے اور خود پہنے ہوں گے ، نیز جومر اور شمال بعید کے اطراف کے باشندگان تجرمہ اور ان کا سارا لشکر“ . =

=شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد حافظ ابن کثیر بھی اسی تفسیر کی تائید کرتے ھیں ۔

اور غور کرو! قرآن کا بیان سائرس کی شخصیت پر کس طرح ٹھیک ٹھیک منطبق ہو رھا ھے؟ تاریخ اس کی پیغمبرانہ شخصیت کی شہادت دے رھی ھے اور عہدعتیق کے انبیاء اسے صریح خدا کا برگزیدہ، اس کا مسیح اور اس کی مرضی پوری کرنے والا کہہ رھے ھیں ۔ عزرا نبی کی کتاب میں اس کا جو فرمان تعمیر بیت المقدس کےلیے نقل کیا گیا ھے، اس میں وہ خود اعلان کرتا ھے: "خدا نے مجھے حکم دیا ھے کہ یہودیا کے ملک میں اس کی عبادت کےلیے ایک ھیکل تعمیر کروں". اس کا یہ کہنا کہ "خدا نے مجھے حکم دیا ھے". ٹھیک ٹھیک " قلنا یذا القرنین " کی تصدیق ھے ۔ ھم اس سے پہلے اس کی خدا پرستی کے اثبات میں جو کچھ لکھ چکے ھیں، اس میں سے ھر بات ٹھیک ٹھیک اس کی نبوت کے ثبوت میں بھی کہی جاسکتی ھے ۔

یاجوج و ماجوج

۹ - اب صرف ایک معاملے کی تشریح باقی رہ گئی ھے، یعنی یاجوج اور ماجوج سے کون سی قوم مراد ھے اور جو سد سائرس نے بنائی تھی اس کی تاریخی نوعیت کیا ھے؟

قرآن مجید نے یاجوج اور ماجوج کا دو جگہ =

= زمانے کے لگ بھگ پیش آنے والا ہو، یعنی سائرس کے زمانے میں اور یہ سائرس کے ذو القرنین ہونے کا ایک مزید ثبوت ہے، کیوں کہ قرآن صاف کہہ رہا ہے کہ اسی نے یاجوج وماجوج کے حملوں کی روک تھام کے لیے ایک سد تعمیر کی تھی۔

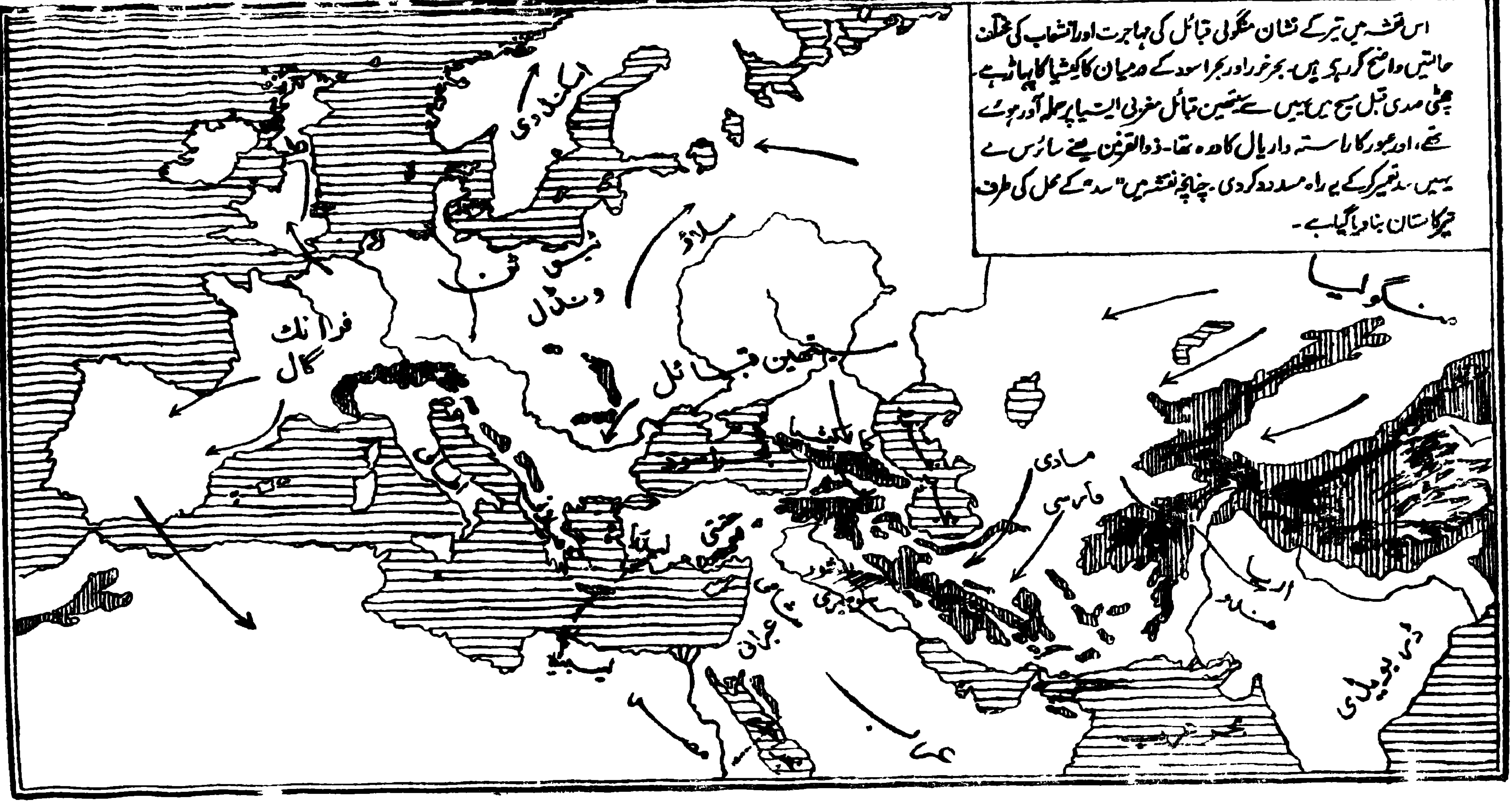
عہد عتیق کے بعد یہ نام ہمیں مکاشفات یوحنا میں بھی ملتا ہے، جس میں بیان کیا گیا ہے کہ جب ہزار برس پورے ہوچکیں گے تو شیطان قید سے چھوڑ دیا جائے گا اور وہ ان قوموں کو جو زمین کے چاروں طرف ہوں گی، یعنی یاجوج و ماجوج کو گم راہ کرنے اور لڑانے کے لیے جمع کرنے نکلے گا۔ ان کا شمار سمندر کی ریت کے برابر ہوگا۔ وہ تمام زمین کی وسعتوں پر چڑھ جائیں گی۔ (۲۰:۷)

گاگ اور میگاگ

یاجوج اور ماجوج کے لیے یورپ کی زبانوں میں Gog اور Magog کے نام مشہور ہو گئے ہیں اور شارحین تورات کہتے ہیں کہ یہ نام سب سے پہلے تورات کے ترجمۂ سبعینی (۵۹) میں اختیار کئے گئے تھے۔ لیکن کیا اس لیے اختیار کیے گئے کہ جوج اور ماجوج کا یونانی تلفظ یہی ہوسکتا تھا، یا خود یونانی میں پہلے سے یہ نام موجود تھے؟ اس بارے میں شارحین کی رائیں مختلف ہیں، لیکن =

= اس کے بعد دور تک تفصیلات چلی گئی ہیں اور چار
باتیں خصوصیت کے ساتھ کہی گئی ہیں : ایک یہ کہ جوج
شمال کی طرف سے آئے گا تاکہ لوٹ مار کرے ۔ دوسری
یہ کہ ماجوج پر اور ان پر جو جزیروں میں سکونت
رکھتے ہیں ، تباہی آئے گی ۔ تیسری یہ کہ جو لوگ
اسرائیل کے شہروں میں بسنے والے ہیں ، وہ بھی ماجوج
کے مقابلے میں حصہ لیں گے اور ان کے بے شمار ہتھیار ان
کے ہاتھ آئیں گے ۔ چوتھی یہ کہ ماجوج کی تباہی کا
گورستان "مسافروں کی وادی" میں بنے گا جو «سمندر کے
پورب میں ہے» ۔ ان کی لاشیں عرصے تک وہاں پڑی رہیں گی ،
لوگ انہیں گاڑتے رہیں گے تاکہ رہ گزر صاف ہوجائے ۔
(باب : ۳۸ و ۳۹)

یہ واضح رہے کہ اس پیشین گوئی سے پہلے سائرس
کے ظہور اور یہودیوں کی آزادی و خوش حالی کی
پیشین گوئی بیان کی جاچکی ہے اور اس پیشین گوئی کا
محل ٹھیک اس مکاشفے کے بعد ہے جس میں حزقیل نے
بنی اسرائیل کی سوکھی ہڈیوں کو زندہ ہوتے دیکھا تھا
اور جسے قرآن نے بھی سورۂ بقرہ کی آیت "او کالذی مر
علی قریۃ وھی خاویۃ علی عروشھا" (۲:۲۵۹) میں بیان کیا ہے ۔
پس ضروری ہے کہ جوج اور ماجوج کا معاملہ بھی اسی =



سنہ ۶۰۰ قبل مسیح میں یاجوج و ماجوج کے مغربی ایشیا پر حملے اور سد ذوالقرنین کی تعمیر

= زیادہ قوی بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ دونوں نام اسی
طرح یا اس کے قریب قریب یونانیوں میں بھی مشہور تھے۔

شمال مشرقی قبائل

اب سوال یہ ہے کہ یہ کون قوم تھی؟ تمام تاریخی قرائن
متفق طور پر شہادت دے رہے ہیں کہ اس سے مقصود
صرف ایک ہی قوم ہوسکتی ہے، اس کے سوا کوئی نہیں
یعنی شمال مشرقی میدانوں کے وہ وحشی مگر طاقت ور
قبائل جن کا سیلاب قبل از تاریخ عہد سے لیے کر نویں صدی
مسیحی تک برابر مغرب کی طرف امنڈتا رہا، جن کے
مشرقی حملوں کی روک تھام کے لیے چینیوں کو سینکڑوں
میل لمبی دیوار بنانی پڑی تھی، جن کی مختلف شاخیں تاریخ
میں مختلف ناموں سے پکاری گئی ہیں اور جن کا آخری
قبیلہ یورپ میں میگر Magyar کے نام سے روشناس ہوا
اور ایشیا میں تاتاریوں کے نام سے۔ اسی قوم کی ایک شاخ
تھی جسے یونانیوں نے سیتھین Scythian کے نام سے پکارا
ہے اور اسی کے حملوں کی روک تھام کے لیے سائرس نے
سد تعمیر کی تھی۔

منگولیا

شمال مشرق کے اس علاقے کا بڑا حصہ اب «منگولیا»
کہلاتا ہے، لیکن منگول Mongol لفظ کی ابتدائی شکل کیا تھی؟
اس کے لیے جب ہم چین کے تاریخی مصادر کی طرف
رجوع کرتے ہیں (اور ہمیں اسی طرف رجوع ہونا چاہیے=

= کیوں کہ وہ منگولیا کے ہم سایہ میں ھے) تو معلوم ھوتا ھے کہ قدیم نام "موگ" ھے جو چھ سو برس قبل مسیح یونانیوں میں "میگ" اور « مے گاگ » پکارا جاتا ھوگا اور یہی عبرانی میں « ماجوج » ھو گیا .

چین کی تاریخ میں ھمیں اس علاقے کے ایك اور قبیلے کا ذکر بھی ملتا ھے جو « یواچی » (Yueh-chi) کے نام سے پکارا جاتا تھا . یہی « یواچی » ھے جس نے مختلف قوموں کے مخارج و تلفظ سے گزر کر کوئی ایسی شکل اختیار کرلی تھی کہ عبرانی میں « یاجوج » ھو گیا .

اس امر کی وضاحت کے لیے ضروری ھے کہ ان نتائج پر ایك اجمالی نظر ڈال لی جائے جو مختلف قوموں کے نسلی، جغرافیائی اور لغوی علائق کی بحث و تنقیب سے پیدا ھوے ھیں اور جو موجودہ زمانے میں تاریخ اقوام کے طے شدہ مبادیات ھیں .

منگولیوں کا قبائلی سرچشمہ اور اقوام قدیم کا انشعاب

کرۂ ارضی کی بلند سطح کا وہ حصہ جو شمال مشرق میں واقع ھے اور جسے آج کل منگولیا اور چینی ترکستان کے نام سے پکارا جاتا ھے، تاریخ قدیم کی بے شمار قوموں کا ابتدائی گہوارہ رہ چکا ھے . یہ نسل انسانی کا ایك ایسا سرچشمہ تھا جہاں پانی برابر ابلتا اور جمع ھوتا رھتا اور =

= بات بھی مشترك باقی نہیں رھی . وہ اب مہذب ہو رھے تھے، یہ بدستور وحشی تھے . وہ تہذیب کے صناعی ھتھیاروں سے لڑتے تھے، یہ وحشت کی قدرتی ھمجیت اور درندگی سے . ان میں زراعت، صناعت اور ذھنی ترقی کی مختلف شاخیں ابھر رھی تھیں، وہ ان سب سے نا آشنا تھے . سرد علاقے کی صحرائی زندگی اور وحشیانہ خصائل کی خشونت نے انھیں وقت کی شائستہ اقوام کے لیے ایك خوفناك ھستی بنا دیا تھا .

قبل اس کے کہ تاریخی عہد کی صبح طلوع ھو، شمال مشرقی قبائل کی یہ مہاجرت شروع ھو چکی تھی اور اس کا سلسلہ تاریخی عہد میں بھی بدستور جاری رھا .

انھیں قبائل کا ایك ابتدائی گروہ وہ تھا جو آرین نسل (Aryans) کے نام سے پکارا گیا ھے . اس کا ایك حصہ وسط ایشیا سے یورپ کی طرف بڑھ گیا . ایك نیچے اتر کر پنجاب میں آباد ھو گیا . ایك مغرب کی طرف بڑھا اور فارس اور میڈیا اور اناتولیا میں بس گیا . اسے اب انڈو یورپین آریا کے نام سے شناخت کیا جاتا ھے، کیوں کہ یہ ھندوستان اور یورپ دونوں کی آریائی اقوام کے مورث اعلی تھے . ان کا جو حصہ شمالی ھند میں بس گیا تھا اس نے اپنا نسلی خطاب برابر یاد رکھا اور =

= جب بہت بڑھ جاتا تو مشرق و مغرب کی طرف امنڈنا چاہتا۔ اس کے مشرق میں چین تھا، مغرب و جنوب میں مغربی اور جنوبی ایشیا اور شمال مغرب میں یورپ۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے قوموں اور قبیلوں کے سیلاب امنڈتے رہے۔ کچھ وسط ایشیا میں آباد ہو گئے۔ کچھ آگے بڑھے اور شمالی یورپ تک پہنچ گئے۔ کچھ وسط ایشیا سے نیچے اتر گئے اور جنوبی اور مغربی ایشیا پر قابض ہو گئے۔ یہ قبائل جو اس علاقے سے نکلتے تھے، مختلف ملکوں میں بس کر وہاں کی خصوصیات اختیار کر لیتے تھے اور رفتہ رفتہ ایک مقامی قوم بن جاتے تھے، لیکن ان کا وطنی سرچشمہ اپنی اصلی حالت پر باقی رہتا، یہاں تک کہ پھر قبائل کا ایک نیا سیلاب اٹھتا اور کسی نئے علاقے میں پہنچ کر نئی مقامی قومیت کی تخلیق کر دیتا۔

یہ علاقہ صدیوں تک اپنی اصلی وحشیانہ حالت پر باقی رہا۔ لیکن جو قبائل یہاں سے نکل نکل کر مختلف ملکوں میں بستے گئے، انھوں نے مقامی خصوصیات اختیار کر کے تہذیب و تمدن کی طرف بڑھنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ چند صدیوں کے بعد ان کی حالت اس درجہ مختلف ہو گئی کہ ان میں اور ان کے قدیم ہم وطنوں میں کوئی=

= بہت جلد انہوں نے زراعتی زندگی اختیار کرلی اور پھر تہذیب و حضارت کی طرف بڑھنے لگیں۔ لیکن جو شاخیں یورپ کی طرف بڑھیں، انہیں ایسا ماحول میسر نہیں آیا، اس لیے صحرائی زندگی کی تمام خصوصیات ان میں بدستور باقی رہیں اور صدیوں تک متغیر نہ ہوئیں۔
اب گویا ان قبائل کی تین حالتیں ہو گئی تھیں:

اولاً، منگولیا کے اصلی باشندے جو یك قلم وحشی اور صحرائی تھے اور ان کی یہ حالت بغیر کسی تغیر کے برابر قائم رہی۔

ثانیاً، بحر اسود کے شمالی ساحل اور شمالی یورپ کے قبائل جو گو اپنے مولد اصلی سے الگ ہو گئے تھے، لیکن ان کی وحشیانہ خصوصیات نہیں بدلی تھیں۔

ثالثاً، ہندوستان، ایران اور اناتولیا کے قبائل جو بتدریج شہریت و حضارت میں ترقی کرنے لگے اور پھر آگے چل کر تین قدیم تہذیبوں کے بانی ہوے۔

یاجوج ماجوج کا اطلاق

تقریباً سنہ ۷۰۰ قبل مسیح سے لے کر پانچویں صدی مسیحی تك یاجوج ماجوج یا گاگ اور مے گاگ کا اطلاق پہلی دو قسموں پر ہوتا رہا، پہلی پر اس لیے کہ قومیت اور مقام کے لحاظ سے وہی یاجوج ماجوج تھی، دوسری پر اس لیے کہ گو اپنے مولد و مقام سے الگ =

= اپنے کو آریا ورت کہتا رھا۔ جو فارس اور میڈیا میں بسا اس نے اپنی ابتدائی قیام گاہ کو ایریانہ کے نام سے موسوم کیا (جسے اوستا میں ایریانہ ویگو (Airyana.Vego) کہا گیا ھے) اور یہی ایریانہ ایران ھو گیا۔ جو قبائل اناتولیا تک پہنچ گئے تھے، وہ غالباً ھٹی (Hittite) کے نام سے پکارے گئے، جنھیں تورات کی کتاب پیدایش میں "حتی" کہا گیا ھے اور مصر کے قدیم نوشتوں میں "ختتی" پایا جاتا ھے۔

یورپ کے قبائل

جو قبائل یورپ میں پہنچے وہ گوتھ (Goth)، فرانک (Frank)، الامان (Alamanni)، ونڈال (Vandal)، ٹیوٹان (Teutan) اور ھن (Hun) کے نام سے مشہور ھوے اور انھیں کی ایک وسیع شاخ وہ تھی جو بحر اسود سے لے کر دریاے ڈینیوب کی بالائی وادی تک پھیل گئی اور سیتھیں (Scythian) کے نام سے پکاری گئی۔ وسط ایشیا کے مشرقی قبائل بھی جو بکٹریا (بلخ) پر تاخت و تاراج کرتے رھتے تھے، سیتھین ھی تسلیم کیے گئے ھیں اور خود دارا نے اپنے کتبۂ اصطخر میں انھیں اسی نام سے پکارا ھے۔

اقسام ثلثہ

ان قبائل کی جو تین شاخیں شمالی ھند، اناتولیا (ایشیاے کوچک) اور ایران میں بس گئی تھیں، انھیں ایسا ماحول ملا جو زراعت کے لیے موزوں تھا، اس لیے =

= اختیار کی ہے اور اس اختلاف حالت نے ہمیشہ دو طرح کے انسانی گروہوں سے دنیا کو آباد رکھا ہے: صحرا نورد قبائل کے گروہ اور اقامت گزین قبائل کے گروہ.
معیشت کی یہ دونوں حالتیں اس درجہ مختلف تھیں کہ ایک ہی نسل کے دو قبیلوں میں سے ایک قبیلہ اگر صحرا نورد رہتا اور دوسرا اقامت گزیں ہو جاتا تو چند صدیوں کے بعد نہ صرف ایک دوسرے سے اجنبی ہو جاتے تھے بلکہ بالکل متضاد قسم کی مخلوق بن جاتے تھے.
صحرا نورد قبائل کو غذا کے لیے جانوروں کے دودھ اور شکار کے گوشت پر اعتماد کرنا پڑتا تھا، اقامت گزین قبائل کو اناج پر. وہ گھوڑوں کی برھنہ پیٹھ پر زندگی بسر کرتے، یہ کھیتوں میں اور مکانوں کی چار دیواری میں. ان کی زندگی کا ماحول صحرائیت تھی، ان کا ماحول شہریت. ان کو نشو و نما کے لیے جنگ کی ضرورت تھی، ان کو امن کی. ان کا جسم روز بروز طاقت ور اور محنت پسند ہوتا جاتا تھا، ان کا روز بروز کم زور اور راحت پسند. وہ روز بروز وحشت و خون خواری میں بڑھتے جاتے تھے، یہ روز بروز تہذیب و حضارت میں.
تہذیب و حضارت کا لازمی نتیجہ تھا کہ جذبات و خصائل میں لطافت اور نرمی پیدا ہو، صحرائیت و خانہ بدوشی کا=

= ہو چکی تھی ، لیکن اپنی وحشیانہ خصوصیات میں بالکل متغیر نہیں ہوئی تھی ۔ تیسری قسم چوں کہ یک قلم منقلب ہو چکی تھی ، اس لیے اب وہ یاجوج ماجوج نہیں رہی تھی ، بلکہ خود یاجوج ماجوج کی غارت گریوں کا نشانہ بن گئی تھی ۔ البتہ جب پانچویں صدی مسیحی میں یورپ کے قبائل کی حالت بھی منقلب ہونا شروع ہو گئی اور مسیحیت اختیار کر کے تہذیب و حضارت کی طرف بڑھنے لگے تو قوموں کے حافظے سے ان کا نام بھی اتر گیا اور یاجوج ماجوج کا اطلاق صرف اسی خطے میں سمٹ آیا جہاں سے پھیلنا شروع ہوا تھا ، یعنی صرف منگولیا کے صحرا نورد قبائل ہی یاجوج ماجوج سمجھے جانے لگے ۔ چنانچہ قرآن نے سورۂ انبیاء میں ان کے جس خروج کی خبر دی ہے ، وہ منگولیا کے تاتاریوں کا آخری خروج تھا ۔

یورپ کی تمام موجودہ قومیں (بعض چھوٹی قوموں کو مستثنیٰ کر دینے کے بعد) براہ راست انہیں قبائل کی نسل سے ہیں جیسا کہ معلوم و مسلم ہے ۔

صحرا نوردی اور توطن کا اختلاف معیشت

اس موقع پر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ نسل انسانی نے اکثر حالتوں میں پہلے صحرا نوردی اور خانہ بدوشی کی زندگی بسر کی ہے ، پھر توطن اور اقامت گزینی =

= ایسی منظم طاقت پیدا ہو جاتی جو صرف وقتی حملوں ہی پر قانع نہیں رہتی، بلکہ مملکتوں اور قوموں پر قابض ہو جاتی اور شہری آبادیوں کی بڑی سے بڑی قوتیں بھی اس کی راہ نہیں روک سکتیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ صحرا نورد اور غیر متمدن اقوام کے مقابلے میں شہری اور متمدن اقوام کا ہمیشہ ایسا ہی حال رہا، یہاں تک کہ علم و صناعت نے ایسے ہتھیار اور جنگی وسائل پیدا کر دیے جن کے مقابلے سے غیر متمدن اقوام عاجز آ گئیں۔

یاجوج ماجوج صحرا نوردی کی خوف ناک قوت تھی

چنانچہ ان شمال مشرقی قبائل کی پوری تاریخ اسی حقیقت کا افسانہ ہے۔ ان کی جن شاخوں نے اقامت گزینی کی زندگی اختیار کر لی تھی وہ بالکل ایک دوسری قوم بن گئی اور جنہیں ایسے حالات میسر نہیں آئے وہ بدستور صحرا نورد رہیں۔ اقامت گزیں قبائل کے لیے صحرا نورد قبائل صرف اجنبی ہی نہیں ہو گئے تھے بلکہ خوف ناک بھی ہو گئے تھے، کیوں کہ ان کی روز افزوں شہریت ان کی صحرائی وحشت ناکیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ یہ جب کبھی موقع پاتے قرب و جوار کی آبادیاں غارت کرتے اور اگر قبائل کا کوئی قائد نکل آتا تو ان کی غارت گریاں دور دور تک بھی =

= لازمی نتیجہ تھا کہ جذبات تند اور خصائل میں وحشت و خشونت ہو۔ نتیجہ یہ نکلتا کہ جوں جوں اقامت گزیں قبائل شائستہ ہوتے جاتے، صحرا نورد قبائل کی ہستی ان کے لیے ہول ناک اور ناقابل مزاحمت ہوتی جاتی۔ جب کبھی دونوں میں مقابلہ ہوتا تو شہری قبائل دیکھتے کہ صحرا نورد قبائل عفریتوں کی طرح خوف ناک اور درندوں کی طرح خوں خوار ہیں اور صحرا نورد قبائل معلوم کر لیتے کہ ان کی غارت گریوں کے لیے شہری آبادی سے زیادہ کوئی سہل شکار نہیں۔

البتہ صحرا نورد قبائل متفرق تھے اور اقامت گزینی کے طریقوں سے نا آشنا، اقامت گزیں قبائل باہم مربوط تھے اور معیشت کے منظم طریقوں سے آشناء، اس لیے قدرتی طور پر صحرا نوردوں کے حملے ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ وہ خوف ناک درندوں کی طرح آبادیوں پر گرتے اور قتل و غارت کر کے نکل جاتے، لیکن جم کر ٹک نہیں سکتے تھے اور نہ علاقے فتح کر کے اپنے قبضے میں رکھ سکتے تھے۔ مگر جب کبھی صدیوں کے بعد ان میں کوئی حکم ران قائد پیدا ہو جاتا اور وہ بہت سے قبیلوں کو متحد کر کے ایک موج کی نوعیت دے دیتا تو پھر قتل و غارت گری کی ایک =

= اور وحشی شاخیں ھیں۔ اب ھم چاھتے ھیں ان کے خروج و ظہور کے مختلف دور تاریخی ترتیب سے منضبط کرلیں۔ اسی ضمن میں یہ بھی واضح ھو جائے گا کہ سائرس کے زمانے میں یہ قوم کہاں تھی اور کیوں اسے سد تعمیر کرنے کی ضروت پیش آئی؟ اس بارے میں تاریخ کی شہادتوں کا خلاصہ حسب ذیل ھے:

۱ - پہلا دور تاریخی عہد سے پہلے کا ھے جب شمال مشرق سے ان قبائل کے ابتدائی گروہ نکلے اور وسط ایشیا میں آباد ھوگئے، پھر جنوب اور مغرب میں پھیلنے لگے۔ اس خروج و انشعاب کی رفتار بہت سست رھی ھوگی اور بے شمار منزلیں پیش آئی ھوں گی۔

۲ - دوسرا دور صبح تاریخ کا ھے، لیکن روشنی ابھی دھندلی ھے۔ اب اقامت گزینی اور صحرا نوردی کی دو مختلف اور متوازی معیشتوں کا سراغ لگایا جا سکتا ھے۔ شمالی ھند، ایران اور اناتولیا کے قبائل اقامت گزینی کی زندگی میں بدل چکے ھیں، مگر وسط ایشیا سے لے کر بحر اسود تک صحرا نورد قبائل کے جتھے پھیلتے جاتے ھیں اور مشرق سے نئے نئے قبیلوں کے اقدام کا سلسلہ برابر جاری ھے۔ یہ زمانہ تقریباً سنہ ۳۰۰۰ قبل مسیح سے سنہ ۱۵۰۰ قبل مسیح تک کا تصور کرنا چاھیے (۶۰)۔ =

= پہنچ جاتیں . صدیوں تك ان کی حالت ایسی ھی رھی .
پھر جب چوتھی صدی مسیحی سے ان کے اندر ایسے قائد
پیدا ہونے لگے جنہوں نے نظم و اطاعت کا راز پا لیا تھا
تو اچانك ان کی طاقت کا ایك نیا دور شروع ھو گیا .
چنانچہ ھم دیکھتے ھیں کہ چوتھی صدی میں اٹیلا (Attila)
نے جو ھن قبیلے کا قائد تھا ، ایك عظیم فاتح کی حیثیت اختیار
کرلی اور رومن امپائر کی دونوں مشرق و مغربی مملکتوں
کو لرزہ براندام کر دیا . پھر یہی قبائل ھیں جو بالآخر
اس طرح تمام یورپ پر چھا گئے کہ نہ صرف رومن امپائر
کو بلکہ رومی تمدن کو ھمیشہ کے لیے پامال کر دیا .

چند صدیوں کے بعد تاریخ یہ منظر پھر دھراتی ھے .
ھم دیکھتے ھیں کہ خود منگولیا میں ایك نیا منگولی قائد
چنگیز خاں پیدا ھو گیا ھے . وہ تمام تاتاری قبائل کو اپنے
ماتحت ایك قوم بنا دیتا ھے اور پھر فتح و تسخیر کا ایك
ایسا ھولناك سیلاب امنڈتا ھے جسے اسلامی ممالك کی کوئی
متمدن قوت بھی نہ روك سکی . وسط ایشیا سے لے کر
عراق تك جو ملك اس کے سامنے آیا ، خس و خاشاك کی
طرح بہہ گیا .

بہر حال اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یاجوج و ماجوج سے
مقصود یہی منگولین قوم اور اس کی تمام صحرا نورد =

منگولی نسل کے انشعاب کے مختلف دور

= ٤ - چوتھا دور سنہ ٥٠٠ قبل مسیح کا قرار دینا چاھیے جب سائرس کا ظہور ھوا اور فارس اور میڈیا کی متحدہ شہنشاھی کی بنیاد پڑی . اس عہد میں مغربی ایشیا کا تمام علاقہ سیتھین حملوں سے محفوظ ھو جاتا ھے اور صدیوں تک ان کے حملوں کی کوئی صدا تاریخ کی سماعت تک نہیں پہنچتی . اس عہد میں صرف دو موقعوں پر ان کا ذکر آتا ھے :
پہلا سائرس کے زمانے میں جب وہ فتح بابل سے پہلے سیتھین قبائل کے سرحدی حملوں کا تدارک کرتا ھے .
دوسرا دارا کے زمانے میں جب وہ باسفورس عبور کر کے دریائے ڈینیوب کی وادیوں میں پہنچ جاتا ھے اور ان قبائل کو دور تک بھگا دیتا ھے .

دارا کے حملے کے بعد ان کا دباؤ شمالی یورپ کی طرف بڑھنے لگا .

٥ - پانچواں دور تیسری صدی قبل مسیح کا ھے . اس عہد میں منگولین قبائل کا ایک نیا سیلاب اٹھتا ھے اور پہلے چین کی آبادیوں پر ٹوٹتا ھے ، پھر آھستہ آھستہ وسط ایشیا کی قدیم شاہ راہ اختیار کرتا ھے . چین کی تاریخ میں انھیں ھیونگ نو (Hiung-nu) کے نام سے پکارا گیا ھے اور یہی نام آگے چل کر « ھن » (Hun) ھو گیا ھے .

= ۳ ۔ تیسرا دور تاریخ کی روشنی میں پوری طرح نمایاں ھے ۔ یہ تقریبًا ایك ھزار سال قبل مسیح سے شروع ھوتا ھے ۔ اب بحـر خزر اور بحر اسود کا علاقـہ ایك وحشی اور خون خوار قوم کا مرکز بن چکا ھے اور وہ مختلف ناموں میں اور مختلف جہتوں سے نمایاں ھوتی رھتی ھے ۔ پھر اچانك تاریخ کے افق پر «سیتھین» قوم کا نام ابھرتا ھے ۔ یہ وسط ایشیا سے لے کر بحر اسود کے شمالی کنـاروں تك آباد ھے اور اطراف و جوانب میں برابر حملہ آور ھوتی رھتی ھے ۔ یہ زمانہ آشوری تمدن کے ظہور اور بابل اور نینوی کے عروج کا تھا اور ھیروڈوٹس کی زبانی ھمیں معلوم ھوتا ھے کہ آشورین کے شمالی سرحد پر سیتھین قبائل کی غارت گریاں برابر جاری ھیں ۔ یـہ شمالی سرحـد بحر خزر کے جنوبی ساحل اور آرمینیا کے سلسلـۂ کوہ تك پہنچی ھوئی تھی اور وہ کاکیشیا کے درے سے اتر کر آشوری آبادیوں پر حملہ آور ھوتے تھے ۔ پھر سنہ ٦٣٠ قبل مسیح میں اچانك ان کا ایك عظیم گروہ اسی راہ سے اترتا ھے اور ایران کا تمام مغربی حصہ پامال کر دیتا ھے ۔ یونانی مورخ کہتے ھیں کہ آشوری مملکت کی تباھی کا ایك بڑا باعث یہی غارت گری تھی (٦١) ۔ =

= اچانك ظاهر ہوکر ان کے حملے روك دیے اور پھر ہمیشہ کے لیے مغربی ایشیا یك قلم محفوظ ہو گیا، وہ سائرس کا ہاتھ تھا . پس یقیناً منگولین نسل کے یہی سیتھین قبائل تھے جو یاجوج ماجوج کے نام سے پکارے جاتے تھے اور ذو القرنین یعنی سائرس نے انہیں کی راہ روکنے کے لیے سد تعمیر کی، جس طرح تین صدیوں کے بعد چینی مجبور ہوے کہ انہیں روکنے کے لیے ایك دیوار تعمیر کریں .

سیتھین قبائل اور درۂ کاکیشا

اب غور کرو! سیتھین قبائل کے یہ حملے کس جانب سے ہوتے تھے؟ ہیرو ڈوٹس وغیرہ یونانی مورخ بتلاتے ہیں کہ صرف ایك راہ سے، یعنی کاکیشس کے درے سے . یہی مقام صدیوں تك دونوں علاقوں میں درمیان کا پھاٹك رہا ہے . اب اگر سائرس ان حملوں سے محفوظ ہونا چاہتا تھا تو کیا اس کے لیے ضروری نہ تھا کہ یہ پھاٹك بند کردے؟ قدرتی طور پر ضروری تھا اور اس لیے اس نے سد تعمیر کر کے یہ راہ مسدود کردی . چوں کہ ان حملوں کی صرف یہی ایك راہ تھی اور وہ اس طرح بند کر دی گئی، اس لیے یاجوجی حملوں کا بھی یك قلم خاتمہ ہو گیا .

حزقیل کی پیشین گوئی کا مصداق

اب پھر حزقیل نبی کی پیشین گوئی پر ایك نظر ڈال لو . اس میں جوج کو روش، مسك اور تو بال کا سردار =

= یہی زمانہ ھے جب شہنشاہ چین شین شیہ ہوانگ ٹی (Ch'in Shih Huang Ti) نے ان حملوں کے روکنے کے لیے وہ عظیم الشان دیوار تعمیر کی جو دیوار چین کے نام سے مشہور ھے اور پندرہ سو میل تك چلی گئی ھے . اس کی تعمیر سنہ ۲۱٤ قبل مسیح میں شروع ہوئی اور بیان کیا جاتا ھے کہ دس برس میں ختم ہوئی . اس نے شمال اور مغرب کی طرف سے منگولین قبائل کے حملوں کی تمام راہیں مسدود کردی تھیں . اس لیے ان کا رخ پھر وسط ایشیا کی طرف مڑ گیا .

٦ - چھٹا دور تیسری صدی مسیحی کا ھے جب ان قبائل نے یورپ میں ایك نئی کروٹ لی اور بالآخر رومی مملکت اور رومی تمدن کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کردیا .

۷ - ساتواں اور آخری دور بارھویں صدی مسیحی اور چھٹی صدی ہجری کا ھے جب منگولیا میں تازہ دم قبائل کی ایك بڑی تعداد پھر تیار ہوگی اور چنگیز خاں نے انھیں متحد کرکے ایك نئی فتح مند طاقت پیدا کردی .

مندرجۂ صدر خلاصے سے یہ بات واضح ہوگئی کہ چھٹی صدی قبل مسیح میں مغربی ایشیا کا تمام علاقہ سیتھین قبائل کے حملوں سے غارت ہورہا تھا اور جس ہاتھ نے =

ذوالقرنین کا عہد
میں یاجوج ماجوج

= تو مکاشفات کے اکثر مقامات کی طرح اس مقام کی بھی کوئی جمتی ہوئی تفسیر شارحین انجیل نہ کرسکے۔ اس میں ایک ہزار برس کی مدت بتلائی گئی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس مدت سے مقصود کونسی مدت ہے اور کب سے شروع ہوتی ہے؟ اگر حضرت مسیح سے شروع ہوتی ہو تو ظاہر ہے کہ دسویں صدی مسیحی میں کوئی ایسا واقعہ ظہور میں نہیں آیا۔ ہوسکتا ہے کہ ہزار برس سے مقصود وہ مدت ہو جو سقوط بابل سے شروع ہوتی ہے، کیوں کہ اس معاملے سے پہلے بابل کی تباہی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر ایک بات بن سکتی ہے۔ بابل کا سقوط چھٹی صدی قبل مسیح میں ہوا ہے اور چوتھی صدی مسیحی میں یورپ کے منگولین قبائل نے رومی مملکت پر حملے شروع کردیے ہیں۔ پس یاجوج ماجوج کا یہ خروج سقوط بابل کے ہزار برس بعد ضرور ہوا ہے۔

کتاب پیدایش کی تصریح

ماجوج کا ذکر تورات کی کتاب پیدایش میں بھی آیا ہے، جہاں حضرت نوح کے تین لڑکوں سام، حام اور یافث سے اقوام عالم کا پیدا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ یافث کی نسبت لکھا ہے کہ اس سے "جمر، ماجوج، مادی، یونان، توبال، مسک اور تیراس پیدا ہو جائے" (۱۰ : ۲)۔ =

=کہا ھے اور یہ ٹھیک ٹھیک انھیں قبائل کے نام ھیں۔ «روش» وھی ھے جس سے «رشیا» نکلا، مسك وھی ھے جو «موسکوو» ھوا، اور «توبال» بحر اسود کا بالائی علاقہ تھا۔ پھر کہا ھے کہ ''میں تجھے پھرا دوں گا اور تیرے جبڑوں میں بنسیاں ماروں گا'' یہ وھی واقعہ ھے کہ سائرس نے سیتھین قبائل کے منہ پھرا دیے اور سد تعمیر کرکے ان پر ان کی راہ روك دی۔ پھر کہا ھے: «ایسا معاملہ واقع ھوگا کہ ان کے تمام ھتھیار جلا دیے جائیں گے اور رہ گزروں کی ایك وادی میں جو سمندر کے پورب میں ھے، ان قوموں کا گورستان بنے گا۔ نیز عرصے تك لوگ لاشیں گاڑتے رھیں گے تاکہ راہ صاف کریں»۔ یہ وہ واقعہ ھے جو دارا کے حملۂ یورپ میں پیش آیا۔ دارا کی فوج مملکت کی تمام اقوام سے مرکب تھی۔ اس میں یہودیوں کی بھی ایك بڑی تعداد تھی۔ وہ باسفورس عبور کرکے مشرقی یورپ میں پہنچ گیا تھا اور اگرچہ یونانیوں کی بے وفائی کی وجہ سے اسے واپس ھونا پڑا، لیکن اس لشکر کشی میں بے شمار سیتھین مارے گئے اور ان کی قوت عرصے تك کے لیے مضمحل ھو گئی۔

مکاشفات یوحنا کا معمہ

باقی رھی وہ پیشین گوئی جو مکاشفات یوحنا میں ملتی ھے=

۱۰ - اب ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ سائرس نے جو سد تعمیر کی تھی اس کا صحیح محل کیا تھا اور موجودہ زمانے کے نقشے میں اسے کہاں ڈھونڈھنا چاہیے۔

بحر خزر کے مغربی ساحل پر ایك قدیم شہر دربند آباد ہے۔ یہ ٹھیك اس مقام پر واقع ہے جہاں کاکیشس کا سلسلۂ کوہ ختم ہوتا اور بحر خزر سے مل جاتا ہے۔ اس مقام پر قدیم زمانے سے ایك عریض و طویل دیوار موجود ہے جو سمندر سے شروع ہو کر تقریباً تیس میل تك مغرب میں چلی گئی ہے اور اس مقام تك پہنچ گئی ہے جہاں کاکشس کا مشرقی حصہ بہت زیادہ بلند ہو گیا ہے۔ اس طرح اس دیوار نے ایك طرف بحر خزر کا ساحلی مقام بند کر دیا تھا، دوسری طرف پہاڑ کا تمام وہ حصہ بھی روك دیا تھا جو ڈھلوان ہونے کی وجہ سے قابل عبور ہو سکتا تھا۔ ساحل کی طرف یہ دیوار دھری ہے، یعنی اگر آذر بائی جان سے ساحل ہوتے ہوئے آگے بڑھیں تو پہلے ایك دیوار ملتی ہے جو سمندر سے برابر مغرب کی طرف چلی گئی ہے۔ اس میں پہلے ایك دروازہ تھا۔ دروازے سے جب گزرتے تھے تو شہر دربند ملتا تھا۔ اب یہ صورت باقی نہیں رہی۔ دربند سے آگے پھر

= اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ماجوج سے مقصود منگولین نسل ہے، کیوں کہ قدیم مورخوں نے اسی تصریح کی بنا پر انہیں یافثی نسل قرار دیا ہے۔ علاوہ بریں اگر یہ صحیح ہے کہ کتاب پیدایش کا مواد قید بابل کے زمانے میں تیار ہوا ہے تو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس زمانے میں ماجوج اور مادیوں کو ہم نسل سمجھا جاتا تھا۔

یہ یاد رہے کہ اگرچہ دنیا عرصے تک کتاب پیدایش کے اس بیان پر مطمئن رہی اور عام طور پر تسلیم کر لیا گیا کہ تمام قومیں حضرت نوح علیہ السلام کے تین لڑکوں ہی سے پیدا ہوئی ہیں، لیکن اب اس کی علمی قدر و قیمت یک قلم مشتبہ ہو گئی ہے اور اسے کوئی بھی اس نظر سے نہیں دیکھتا جس نظر سے ایک تاریخی بیان کو دیکھنا چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ایک ایسا نوشتہ ہے جس میں ہمیں سنہ ۵۰۰ قبل مسیح کے یہودی تصورات نظر آ جاتے ہیں۔ بلا شبہ ان میں ایک عنصر ان مقدس روایتوں کا بھی ہے جو قومی حافظے نے محفوظ رکھی تھیں، لیکن ساتھ ہی بابلی اور آشوری روایتوں کا بھی ایک عنصر شامل ہو گیا ہے جو قیام بابل کی طویل مدت کا قدرتی نتیجہ تھا۔ =

باب الابواب

= مسلمانوں نے پہلی صدی ہجری میں جب یہ علاقہ فتح کیا تو ساسانیوں کی طرح انہوں نے بھی اس مقام کی اہمیت سوس کی۔ اسے "باب الابواب" اور "الباب" کے نام سے پکارنے لگے، کیوں کہ مملکت کے لیے یہی مقام شمال کا دروازہ تھا اور ان بہت سے دروازوں میں سے آخری دروازہ جو اس دیوار کے طول میں بنائے گئے تھے۔ بعضوں نے اسے "باب الترك" اور "باب الخزر" کے نام سے بھی پکارا ھے، کیوں کہ تاتاریوں اور تاتاری النسل کاکیشین قبیلوں کی آمد و رفت کی راہ یہی تھی۔

درۂ داریال کی دیوار

اس مقام سے جب مغرب کی طرف کاکیشیا کے اندرونی حصوں میں اور آگے بڑھتے ھیں تو ایك اور مقام ملتا ھے جو درۂ داریال (Darial Pass) کے نام سے مشہور ھے اور موحودہ زمانے کے نقشے میں اس کا محل ولاڈی کیوکز (Vladı Kaukez) (٦٣) اور تفلس (Tıflis) کے درمیان دکھایا جاتا ھے۔ یہ کاکیشیا کے نہایت بلند حصوں میں سے ھو کر گزرا ھے اور دور تك دو بلند چوٹیوں سے گھرا ھوا ھے۔ یہاں بھی قدیم زمانے سے ایك دیوار موحود ھے اور ارمنی روایتوں میں اسے "آھنی دروازہ" کے نام سے پکارا گیا ھے۔

اب سوال یہ پیدا ھوتا ھے کہ دیوار کس نے تعمیر =

= اسی طرح کی ایک دیوار ملتی ھے ۔ لیکن یہ دھری دیوار صرف دو میل تک گئی ھے ، اس کے بعد اکھری دیوار کا سلسلہ ھے ۔ دونوں دیواریں جہاں جا کر ملی ھیں وھاں ایک قلعہ ھے ۔ قلعہ تک پہنچ کر دونوں کا درمیانی فاصلہ سو گز سے زیادہ نہیں رھتا ، لیکن ساحل کے پاس پانچ سو گز ھے اور اسی پانچ سو گز کے عرض میں در بند آباد ھے ۔ اس دھری دیوار کو ایرانی قدیم سے "دوبارہ" کہتے آئے ھیں ، یعنی دھرا سلسلہ ۔

دیوار دربند

یہ قطعی ھے کہ ظہور اسلام سے پہلے ساسانی عہد میں یہ مقام موجود تھا اور اسے " دربند" کہا جاتا تھا یعنی "بند دروازہ"، کیوں کہ مقدسی، ھمدانی، مسعودی، اصطخری ، یاقوت اور قزوینی و غیرہ تمام مسلمان مورخوں اور جغرافیہ نویسوں نے اسی نام سے اس کا ذکر کیا ھے اور سب لکھتے ھیں کہ ساسانی عہد میں یہ مقام شمالی سرحد کا سب سے زیادہ اھم مقام تھا ، کیوں کہ اسی راہ سے شمال کے حملہ آور ایران کی طرف بڑھ سکتے تھے ۔ یہ ایرانی مملکت کی کنجی تھی ۔ جس کے ھاتھ یہ کنجی آجاتی وہ پوری مملکت کا مالک ھو جاتا ۔ اسی لیے ضروری ھوا کہ اس کی حفاظت کا اس درجہ اھتمام کیا جائے (٦٢) ۔ =

= نہیں ھے اور کہیں سے بھی ثابت نہیں ھوتا کہ وہ اس علاقے میں آیا ھو یا یہاں کوئی جنگ کی ھو۔

زمانۂ حال کے ایك امریکن مورخ مسٹر اے۔ وی۔ ولیمس جیکسن (A. V. Williams Jackson) (پروفیسر کولمبیا یونیورسٹی) نے اس علاقے کی سیاحت کی ھے اور اس کے تفصیلی حالات اپنے سفر نامے میں بیان کیے ھیں۔ وہ اس مشکل کا یہ حل تجویز کرتے ھیں کہ سکندر کے کسی جنرل نے یہ استحکامات تعمیر کیے ھوں گے، کم از کم درۂ داریال کے استحکامات۔ بعد کو ساسانی فرماں رواؤں نے انہیں اور زیادہ وسیع اور مکمل کردیا۔ چوں کہ ابتدائی تعمیر سکندر کے عہد کی تھی، اس لیے سکندر کی طرف منسوب ھو گئی (٦٥)۔

لیکن جب سکندر کے تمام فوجی اعمال خود اس کے عہد میں اور خود اس کے ساتھیوں نے قلم بند کر دیے ھیں اور ان میں کہیں بھی کاکیشیا کی لڑائی یا کاکیشیا کے استحکامات کی تعمیر کا اشارہ نہیں ملتا، تو پھر کیوں کر ممکن ھے کہ اس طرح کی توجیہات قابل اطمینان تسلیم کر لی جائیں۔

اس طرح کے غیر معمولی استحکامات جبھی تعمیر کیے جا سکتے ھیں جب کہ امن و حفاظت کی ضرورت =

نوشیرواں کا انتساب

= کی تھی؟ تمام عرب مورخوں کا بیان ہے کہ نوشیروان نے تعمیر کی تھی۔ چنانچہ مسعودی نے اس کی تعمیر کی بعض تفصیلات بھی بیان کی ہیں (٦٤) اور بعد کے تمام مصنف اسے نقل کرتے آئے ہیں۔ لیکن جب ہم قبل از اسلام عہد کے تاریخی نوشتوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نوشیروان کے عہد سے بہت پہلے یہاں ایک دیوار موجود تھی اور اس نے شمال سے جنوب کا راستہ روک رکھا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے پہلی صدی مسیحی میں مشہور عبرانی مورخ جوزیفس (Josephus) اس کا ذکر کرتا ہے۔ پھر پروکوپیس (Procopius) چھٹی صدی مسیحی کے اوائل میں خود اپنا عینی مشاہدہ نقل کرتا ہے، کیونکہ سنہ ٥٢٨ مسیحی میں جب رومن جنرل بلی ساریوس (Belisarius) نے اس علاقے پر حملہ کیا ہے تو یہ اس کے ہم راہ تھا۔ نوشیروان کا زمانہ سنہ ٥٣١ سے سنہ ٥٧٩ م تک تھا، اس لیے ظاہر ہے کہ یہ استحکامات اس کے بنائے ہوئے نہیں ہو سکتے۔

سکندر کا انتساب

اب یہاں ایک اور الجھاؤ پڑتا ہے۔ جوزیفس اور پروکوپیس دونوں یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ان استحکامات کا بانی سکندر تھا، حالانکہ سکندر کی فتوحات کا کوئی واقعہ تاریخ کی نظر سے پوشیدہ =

= شہادت موجود ہے کہ فتح لیڈیا کے بعد اس نے سیتھین قوم کے سرحدی حملوں کی روك تھام کی، سکندر کی نسبت کوئی ایسی شہادت موجود نہیں۔ ان دو باتوں کے جمع کرنے سے جو تاریخی قرینہ پیدا ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ سد سائرس نے تعمیر کی ہوگی، نہ کہ سکندر کے حکم سے کسی افسر نے۔

ثانیاً، پروکوپیس کے علاوہ دوسرے قدیم مورخوں نے بھی اس کا ذکر کیا ہے، مثلاً ٹسی ٹس (Tacitus) اور لیڈس (Lydus) نے۔ وہ ہمیں بتلاتے ہیں کہ رومی اسے ''کاسپین پورٹا'' کے نام سے پکارتے تھے، یعنی ''باب کاسپین''، لیکن اس طرف کوئی اشارہ نہیں کرتے کہ یہ سکندر کے عہد کی تعمیر ہے۔

ثالثاً، ایك مثبت شہادت بھی موجود ہے جو سائرس کی طرف ذہن منتقل کر دیتی ہے۔ یہ ارمنی نوشتوں کی شہادت ہے۔ جسے قرب محل کی وجہ سے مقامی شہادت تصور کرنا چاہیے۔ ارمنی زبان میں اس کا قدیم نام ''بھاك کورائی'' اور ''کاپان کورائی'' چلا آتا ہے۔ دونوں ناموں کا مطلب یہ ہے کہ ''کور کا درۂ'' (٦٦)۔ سوال یہ ہے کہ ''کور'' سے مقصود کیا ہے؟ کیا یہ ''کورش'' کی بدلی ہوئی شکل نہیں ہے جو سائرس کا =

= نے انھیں ناگزیر کردیا ھو۔ لیکن سکندر کو اپنی تمام فتوحات میں اس طرح کی کوئی ضرورت پیش ھی نہیں آئی۔ اس کے زمانے میں یہ علاقہ ایران کی قدیم شہنشاھی کے ماتحت تھا۔ اس نے شام کی راہ سے ایران پر حملہ کیا اور پھر وسط ایشیا ھوتا ھوا ھندوستان چلا گیا۔ ھندوستان سے واپسی پر ابھی بابل ھی میں تھا کہ انتقال کر گیا۔ ایسی حالت میں وہ کونسے حالات ھو سکتے ھیں جو کاکیشیا کے استحکامات پر اسے مجبور کر سکتے تھے اور اگر پیش آئے تو کب؟

سکندر کا انتساب صحیح نہیں

اصل یہ ھے کہ یہ استحکامات سکندر سے دو سو برس پہلے سائرس نے تعمیر کیے تھے اور درۂ داریال کی سد وھی سد ھے جس کا قرآن نے ذکر کیا ھے۔

حسب ذیل وجوہ و قرائن سے اس رائے کی تائید ھوتی ھے:

اولاً، سائرس اور سکندر کی دو باتیں تاریخ کی قطعی روشنی میں آچکی ھیں: سائرس کے زمانے میں یہاں سے سیتھین قوم کے حملے ھو رھے تھے، سکندر کے زمانے میں کوئی حملہ آور نہیں تھا۔ سائرس کے لیے ضروری تھا کہ راہ روکے، سکندر کو کوئی ایسی ضرورت پیش نہیں آئی۔ سائرس کی نسبت ھیروڈوٹس اور زینوفن کی =

= یا دربند کی دیوار یا دونوں ؟

قرآن میں ہے کہ ذو القرنین دو پہاڑی دیواروں کے درمیان پہنچا . اس نے آہنی تختیوں سے کام لیا. اس نے درمیان کا حصہ پاٹ کے برابر کر دیا . اس نے پگھلا ہوا تانبا استعمال کیا . تعمیر کی یہ تمام خصوصیات کسی طرح بھی دربند کی دیوار پر صادق نہیں آتیں. یہ پتھر کی بڑی بڑی سلوں کی دیوار ہے اور دو پہاڑی دیواروں کے درمیان نہیں ہے ، بلکہ سمندر سے پہاڑ کے بلند حصے تک چلی گئی ہے . اس میں آہنی تختیوں اور پگھلے ہوئے تانبے کا کوئی نشان نہیں ملتا . پس یہ قطعی ہے کہ ذو القرنین والی سد کا اطلاق اس پر نہیں ہو سکتا .

متذکرۂ قرآن سد درۂ داریال کی سد ہے نہ کہ دربند کی

البتہ درۂ داریال کا مقام ٹھیک ٹھیک قرآن کی تصریحات کے مطابق ہے. یہ دو پہاڑی چوٹیوں کے درمیان ہے اور جو سد تعمیر کی گئی ہے اس نے درمیان کی راہ بالکل مسدود کر دی ہے. چوں کہ اس کی تعمیر میں آہنی سلوں سے کام لیا گیا تھا ، اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جارجیا میں "آہنی دروازہ" کا نام قدیم سے مشہور چلا آتا ہے، اسی کا ترجمہ ترکی میں "دامر کپو" مشہور ہو گیا (۶۸) . =

= اصلی نام تھا، جیسا کہ دارا کے کتبۂ اصطخر میں پڑھا جا چکا ہے؟

پروفیسر جیکسن اس ارمنی نام کا ذکر کرتے ہیں، لیکن وہ "کور" کا تلفظ "سور" کرتے ہیں اور پھر عربی کے ایک نام "سول" کا اسے ماخذ قرار دیتے ہیں، اس طرح لفظ کی حقیقت گم ہو جاتی ہے۔

(٦٧) رابعاً، اس علاقے سے سائرس کے تعلق کی ایک دوسری شہادت بھی واضح ہے۔ کاکیشیا کے پہاڑ سے کئی دریا بہتے ہیں جن میں ایک دریا کا نام قدیم سے "کورش" چلا آتا ہے جسے رومی نوشتوں میں "سائرس" کے نام سے پکارا گیا ہے۔ خود یورپ کے سیاحوں نے بھی اسے اسی نام سے پہچانا ہے۔ انتھونی جنکن سن (Anthony Jenkinson) جسے لندن کی ایک تجارتی کمپنی نے ١٥٥٧ میں براہ روس بخارا بھیجا تھا، اپنی یاد داشت میں بحر خزر کا ذکر کرتے ہوے اس دریا کا بھی ذکر کرتا ہے اور اسے "سائرس" کے نام سے پکارتا ہے۔ (Hakluyt's Voyages Vol. I 'P. 462)۔ علاوہ بریں تمام قدیم نوشتوں میں اس دریا کو اسی نام سے پکارا گیا ہے۔

اب ایک سوال اور غور طلب ہے۔ ذو القرنین نے جو سد تعمیر کی تھی وہ درۂ داریال کی سد ہے، =

= ایک جماعت اسی طرف گئی ہے کہ یاجوج وماجوج سے سیتھین قوم مراد تھی ۔ لیکن وہ حزقیل کی پیشین گوئی کا محل ان کا وہ حملہ قرار دیتے ہیں جو ہیروڈوٹس کے قول کے مطابق سنہ ۶۳۰ قبل مسیح میں ہوا تھا ۔ لیکن اس صورت میں یہ مشکل پیدا ہو جاتی ہے کہ حزقیل کی کتاب بابل کی اسیری کے زمانے میں لکھی گئی ہے ، کیوں کہ وہ خود بھی بخت نصر کے اسیروں میں سے تھے اور سیتھین حملہ اس سے بہت پہلے ہو چکا تھا ۔ (اس باب میں مزید تفصیلات کے لیے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا اور جیوئش انسائیکلو پیڈیا میں لفظ (Gog) کا مقالہ دیکھنا چاہیے) ۔

۱۲ - ہم نے ذوالقرنین کے مبحث میں پوری تفصیل سے کام لیا ہے ، کیوں کہ زمانۂ حال کے معترضین قرآن نے اس مقام کو سب سے زیادہ اپنے معاندانہ استہزاء کا نشانہ بنایا ہے ۔ وہ کہتے ہیں : ”ذوالقرنین کی کوئی تاریخی اصلیت نہیں ہے ۔ یہ محض عرب یہودیوں کی ایک کہانی تھی جو پیغمبر اسلام نے اپنی خوش اعتقادی سے صحیح سمجھ لی اور نقل کر دی“ ۔ اس لیے ضروری تھا کہ ایک مرتبہ یہ مسئلہ اس طرح صاف کر دیا جائے کہ شک و تردد کا کوئی پہلو باقی نہ رہے ۔ =

= بہر حال ذو القرنین کی اصلی سد یہی سد ھے۔ ھو سکتا ھے کہ اس کے بعد خود اس کے جانشینوں نے یہ دیکھ کر کہ کا کیشیا کا مشرقی ڈھلوان بھی خطرے سے خالی نہیں، دربند کی دیوار تعمیر کر دی ھو اور نوشیروان نے اسے اور مضبوط کیا ھو، یا ممکن ھے کہ فی الحقیقت نوشیروان ھی کی تعمیر ھو۔ (٦٩) غالباً سب سے پہلا انگریز سیاح جس نے دربند کی دیوار کا ذکر کیا ھے انتھونی جنکنسن (Anthony Jenkinson) ھے۔ اسے کوئن الزبتھ نے ١٥٦١ء میں شاہ طہماسپ صفوی کے دربار میں بھیجا تھا۔ یہ روسی علاقے سے براہ بحیرۂ خزر دربند پہنچا اور وھاں چند دن ٹھیر کر شروان کی طرف روانہ ھوا۔ یہ لکھتا ھے کہ اکہری دیوار گر چکی ھے، مگر اس کی بنیاد صاف نمایاں ھے۔ (دیکھیے: Hakluyt's Voyages' Vol. II. 13. Everyman's Library.)

دیوار دربند کی موجودہ حالت

دربند کی دھری دیوار سنہ ١٧٩٦ء تک موجود تھی جس کی تصویر ایک روسی سیاح کی بنائی ھوئی ایچ والڈ (Eichwald) نے اپنی کتاب "کوا کیسیس" میں نقل کی ھے۔ لیکن سنہ ١٩٠٤ء میں جب پروفیسر جیکسن نے اس کا معاینہ کیا تو گو آثار باقی تھے، لیکن دیوار گر چکی تھی، البتہ اکہری دیوار اکثر حصوں میں اب تک باقی ھے۔

١١- موجودہ زمانے کے شارحین تورات میں بھی =

= حل نہیں ہوا تھا ۔ تاہم یہ بات واضح ہوگئی تھی کہ مجسمہ سائرس ہی کا ہے ؛ بعد کی تحقیقات نے مزید تصدیق کر دی ۔ پھر سنہ ۱۸۸٤ ءمیں ڈیُ لافو (Dieulafoy) نے اپنی مشہور کتاب (L'Art Antqiue de la Perse) میں اس کا اصلی عکس شائع کردیا اور اس طرح مجسمے کی اصلی نوعیت دنیا کے سامنے آ گئی ۔

اس وقت سے لے کر یہ مجسمہ تاریخ قدیم کے مباحث کا ایک عام موضوع رہا ہے ۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ آج تک کسی یورپین مستشرق کا دھن اس طرف منتقل نہیں ہوا کہ اس کی نوعیت میں قرآن کے " ذوالقرنین " کی صریح اور قطعی تصدیق نمایاں ہوگئی ہے ۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ یہ تغافل مذہبی تعصب کا نتیجہ ہے ، کیوں کہ ان میں کافی تعداد ایسے اہل علم کی ہے جو یقیناً ان تعصبات کی آلودگیوں سے اپنی حفاظت کر سکتے ہیں ۔ تاہم اس میں شک نہیں یہ تغافل علم و نظر کے عجائب مستثنیات میں سے ہے ۔

۲ ـ اس مجسمے میں سائرس کے سر پر دو سینگ نکلے ہوئے ہیں اور اطراف میں عقاب کے سے پر ۔ سینگوں کا مطلب واضح ہو چکا ، لیکن عقاب کے سے پر کیوں بنائے گئے ؟

اس کا جواب بھی ہمیں یسعیاہ نبی کے صحیفے سے =

استدراك

۱ - ہم نے سائرس کے حس مجسمے کا اوپر ذکر کیا ہے اور جس سے قطعی طور پر یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ ”ذوالقرنین“ اسی کا لقب تھا، وہ قدیم سنگ تراشی کی صناعیوں کا ایک نہایت نادر نمونہ ہے اور موجودہ عہد کے تمام اہل نظر کا فیصلہ ہے کہ یونانی سنگ تراشی کے نمونوں کی صف میں اگر کوئی ایشیائی نمونہ رکھا جاسکتا ہے تو وہ یہی سائرس کا مرمریں مجسمہ ہے۔ یہ ایران کے قدیم دار الحکومت اصطخر سے تقریباً پچاس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں دارا نے شاہی محل تعمیر کیا تھا۔ اب اس کا بقیہ صرف چند مرمریں ستون رہ گئے ہیں۔ انہیں میں سے ایک مربع ستون پر یہ مجسمہ ابھارا گیا تھا۔ سب سے پہلے سنہ ۱۸۳۷ء میں جیمس موریر (JamesMorier) نے اس کی موجودگی سے علمی دنیا کو روشناس کیا۔ پھر چند سال بعد سر رابرٹ کیر پورٹر (RobertKerrPorter) نے اس مقام کی علمی پیمایش و تحقیق کر کے مفصل معلومات بہم پہنچائیں اور اپنے سفر نامۂ جارجیا و ایران (Georgia and Iran) میں مجسمے کی وہ نقل بھی شائع کر دی جو اس نے پنسل سے تیار کی تھی۔ اس وقت تک قدیم پہلوی زبان اور میخی خطوط کا مسئلہ پوری طرح =

*سورة مريم - ١٩

مكية وهى ثمان و تسعون اٰية

مكی ، ٩٨ آیات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كٓهٰيٰعٓصٓ ۚ قف ١ — کاف ، ها ، یا ، عین ، صاد . ١

(*) نزول کے اعتبار سے یہ پہلی سورت ہے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ظہور کے حالات بتفصیل بیان کیے گئے ہیں اور ان گمراہیوں کا ازالہ کیا گیا ہے جو یہودیوں اور عیسائیوں میں اس مقدس شخصیت کے بارے میں پھیلی ہوئی تھیں .

تمام انجیلیں متفق ہیں کہ حضرت یحیٰی (یوحنا) کا ظہور دعوت مسیحی کے ظہور کا مقدمہ تھا . چنانچہ لوقا کی انجیل میں پہلے حضرت یوحنا کی پیدایش کا واقعہ بیان کیا ہے ، پھر اس کے بعد حضرت مسیح کا . قرآن نے بھی یہاں اسی طریقے پر بیان شروع کیا ہے .

= مل جاتا ہے۔ اس میں جہاں سائرس کے ظہور کی خبر دی گئی ہے، وہاں یہ بھی ہے کہ: ”دیکھو! میں ایک عقاب کو پورب سے بلاتا ہوں۔ اس شخص کو جو ایک دور کے ملک سے آکر میری ساری مرضی پوری کرے گا“۔
(باب ٤٦ : ١١)

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح دو سینگوں کا معاملہ دانیال نبی کے مکاشفے سے تعلق رکھتا ہے اسی طرح عقاب کی تشبیہ یسعیاہ نبی کی پیشین گوئی میں آچکی ہے۔ خواہ یہ پیشین گوئیاں بعد کو بنائی گئی ہوں، خواہ فی الحقیقت پیش تر کی ہوں، لیکن ان سے یہ ظاہر ہوگیا کہ سائرس کے لیے دو سینگوں کا اور عقاب کا تخیل پیدا ہو چکا تھا اور ٹھیک یہی تخیل ہے جو اس مجسمے میں متشکل ہوگیا ہے۔

* * * * *

اور میری بیوی بانجھ ہے (اس لیے بظاہر حالات اولاد کی امید نہیں) پس تو اپنے خاص فضل سے مجھے ایک وارث بخش دے ۵

يَّرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝۶ (ایسا وارث) جو میرا بھی وارث ہو اور خاندان یعقوب (کی برکتوں) کا بھی اور پروردگار! اسے ایسا کر دیجیو کہ (تیرے اور تیرے بندوں کی نظر میں) پسندیدہ ہو ۶

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨاسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝۷ (اس پر حکم ہوا) اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی (پیدایش کی) خوش خبری دیتے ہیں. اس کا نام یحیی رکھا جائے. اس سے پہلے ہم نے کسی کے لیے یہ نام نہیں ٹھیرایا ہے. ۷

---

۷ - لوقا کی انجیل میں ہے کہ: ایام کی جماعت میں سے زکریاہ نام ایک کاھن تھا. اس کی بیوی الیشبع ھارون کی اولاد میں سے تھی. دونوں راست باز اور خداوند کے حکموں پر بے عیب چلنے والے تھے. ان کے اولاد نہ تھی، کیوں کہ الیشبع بانجھ تھی اور دونوں عمر رسیدہ تھے. (۱: ۵ تا ۷) =

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۚ ۲ (اے پیغمبر!) تیرے پروردگار نے اپنے بندے زکریا پر جو مہربانی کی تھی، یہ اس کا بیان ہے۔ ۲

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۚ ۳ جب ایسا ہوا تھا کہ زکریا نے چپکے چپکے اپنے پروردگار کو پکارا۔ ۳

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۚ ۴ اس نے عرض کیا: پروردگار! میرا جسم کمزور پڑ گیا ہے، میرے سر کے بال بڑھاپے سے بالکل سفید ہو گئے ہیں۔ خدایا! کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے تیری جناب میں دعا کی ہو اور محروم رہا ہوں۔ ٤

وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ ۵ مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے بھائی بندوں سے اندیشہ ہے (کہ نہیں معلوم وہ کیا کریں گے)

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝۱۰

اس پر زکریا نے عرض کیا: خدایا! میرے لیے (اس بارے میں) ایك نشانی ٹھہرا دے.
فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ تین رات لگاتار لوگوں سے بات نہ کر. ۱۰

فَخَرَجَ عَلٰي قَوْمِهٖ مِنَ

پھر وہ قربان گاہ سے نکلا اور

---

۸ تا ۱۰ - انجیل میں ہے: زکریاہ نے کہا: میں یہ بات کس طرح جانوں، کیوں کہ میں بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے؟ جبریل نے کہا: ... "جس دن تك یہ باتیں واقع نہ ہولیں تو چپکا رہے گا اور بول نہ سکے گا" ... جب زکریاہ باہر آیا تو وہ لوگوں سے اشارے کرتا تھا، بول نہیں سکتا. (لوقا ۱: ۱۸)

قرآن نے یہ نہیں کہا ہے کہ حضرت زکریا گونگے ہوگئے تھے. یہ یقیناً بعد کی تعبیرات ہیں جو حسب معمول پیدا ہوگئیں. صاف بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت زکریا کو روزہ رکھنے اور مشغول عبادت رہنے کا حکم ہوا اور یہودیوں کے یہاں روزے کے اعمال میں سے ایك عمل خاموشی بھی تھی:

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ امْرَاَتِىْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿٨﴾	زکریا نے (متعجب ہو کر) کہا: پروردگار! میرے یہاں لڑکا کیسے ہو سکتا ہے! میری بیوی بانجھ ہو چکی اور میرا بڑھاپا دور تک پہنچ چکا۔ ٨
قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ تَكُ شَيْئًا ﴿٩﴾	ارشاد ہوا: ایسا ہی ہوگا۔ تیرا پروردگار فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لیے کچھ مشکل نہیں۔ میں نے اس سے پہلے خود تجھے پیدا کیا حالانکہ تیری ہستی کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ ٩

= ہیکل کی مقدس رسوم ادا کرنے کے لیے کاہن مقرر تھے اور ہر جماعت کے آدمی کی نوبت مقرر تھی۔ ایک مرتبہ جب حضرت زکریا کی نوبت آئی اور وہ قربان گاہ میں خوشبو جلانے کے لیے داخل ہوئے تو خداوند کا فرشتہ انہیں نظر آیا۔ اس نے کہا: تیری دعا قبول ہوئی۔ تیری بیوی بیٹا جنے گی۔ تو اس کا نام یوحنا رکھیو۔ (لوقا ١: ٨ تا ١٣)

وَسَلٰمٌ عَلَيۡهِ يَوۡمَ وُلِدَ	اس پر سلام ہو (یعنی سلامتی
وَيَوۡمَ يَمُوۡتُ وَيَوۡمَ يُبۡعَثُ	ہو) جس دن پیدا ہوا اور جس
حَيًّا ع ١٥	دن مرا اور جس دن پھر زندہ

اٹھایا جائے گا . ١٥

ع ١ ٤

وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ مَرۡيَمَ ۘ	اور (اے پیغمبر!) کتاب میں
اِذِ انۡتَبَذَتۡ مِنۡ اَهۡلِهَا	مریم کا معاملہ بیان کر . اس
مَكَانًا شَرۡقِيًّا لا ١٦	وقت کا معاملہ جب وہ ایک

وقف لازم

مکان میں کہ پورب کی طرف تھا، اپنے گھر کے آدمیوں سے الگ ہو گئی (٧٠) . ١٦

= ہی سے ان کی زندگی زہد و عبادت اور گوشہ نشینی و اعتکاف کی زندگی تھی .

انجیل میں ہے کہ ان کی تمام ابتدائی زندگی صحرا میں بسر ہوئی . پھر وہیں ان پر اللہ کا کلام نازل ہوا . تب انہوں نے دریائے یردن کے نواح میں توبہ و انابت کی منادی شروع کر دی . وہ پکارتے تھے کہ آنے والے وقت کے لیے تیار ہو جاؤ . (لوقا ٣ : ٢ تا ٤)

الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝١١ اپنے لوگوں میں آیا (جو حسب معمول اس کا انتظار کر رہے تھے) . اس نے (زبان نہ کھولی) اشارے سے کہا : صبح شام خدا کی پاکی و جلال کی صدائیں بلند کرتے رہو! ١١

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝١٢ "اے یحیٰی!" (خدا کا حکم ہوا، کیوں کہ وہ خوش خبری کے مطابق پیدا ہوا اور بڑھا) "کتاب الٰہی کے پیچھے مضبوطی کے ساتھ لگ جا". چنانچہ وہ ابھی لڑکا ہی تھا کہ ہم نے اسے علم و فضیلت بخش دی . ١٢

وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ۝١٣ نیز اپنے فضل خاص سے دل کی نرمی اور نفس کی پاکی عطا فرمائی . وہ پرہیزگار ١٣

وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝١٤ اور ماں باپ کا خدمت گزار تھا ، سخت گیر اور نافرمان نہ تھا . ١٤

---

١٢ تا ١٤ - چنانچہ حضرت یحیٰی پیدا ہوئے. لڑکپن=

قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ	مریم بولی : یہ کیسے ہو سکتا
وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ وَّلَمْ	ہے کہ میرے لڑکا ہو، حالانکہ
اَكُ بَغِيًّا ۝۲۰	کسی مرد نے مجھے چھوا نہیں

اور نہ میں بد چلن ہوں! ۲۰

قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ	فرشتے نے کہا : ہوگا ایسا ہی
هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ	تیرے پروردگار نے فرمایا کہ
اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ	یہ میرے لیے کچھ مشکل نہیں.
وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ۝۲۱	(وہ کہتا ہے:) یہ اس لیے ہوگا

کہ اسے لوگوں کے لیے ایک نشانی بنادوں اور میری رحمت کا اس میں ظہور ہو اور یہ ایسی بات ہے حس کا ہونا طے پاچکا. ۲۱

۲۱ - آیت ۲۱ میں حضرت مسیح کی نسبت دو باتیں فرمائی ہیں : اللہ کی نشانی ہوں گے اور اس کی رحمت. غور کرو! ان دو لفظوں نے کس طرح ان کی شخصیت کی پوری تصویر نمایاں کردی ہے! وہ اپنی ساری باتوں میں کرشمہ ساز قدرت کی ایک نشانی تھے. ان کے ظہور کا تمام تر پیام نوع انسانی کے لیے رحم و محبت کا پیام تھا.=

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۖ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝١٧
پھر اس نے ان لوگوں کی طرف سے پردہ کرلیا. پس ہم نے اس کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا اور وہ ایک بھلے چنگے آدمی کے روپ میں نمایاں ہو گیا . ١٧

قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝١٨
مریم (اسے دیکھ کر گھبرا گئی، وہ) بولی: اگر تو نیک آدمی ہے تو خدائے رحمان کے نام پر تجھ سے پناہ مانگتی ہوں . ١٨

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝١٩
فرشتے نے کہا: میں تو تیرے پروردگار کا فرستادہ ہوں اور اس لیے نمودار ہوا ہوں کہ تجھے ایک پاک فرزند بخش دوں. ١٩

---

١٧ - انجیل میں ہے کہ. مندرجۂ صدر واقعہ کے چھ ماہ بعد جبریل مریم پر نمودار ہوا جس کی منگنی یوسف نامی ایک نوجوان سے ہو چکی تھی اور اس سے کہا: تو حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی. اس کا نام یسوع رکھیو (لوقا ١: ٢٦ تا ٣١) نیز یہ کہ: مریم زکریاہ کی بیوی الیشبع کی رشتہ دار تھی اور بشارت کے بعد اس سے ملنے گئی (١: ٣٩ و ٤٠)

پیدا کر دی ھے . ٢٤

وَهُزِّيٓ اِلَيۡكِ بِجِذۡعِ النَّخۡلَةِ تُسٰقِطۡ عَلَيۡكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝٢٥ تو کھجور کے درخت کا تنا پکڑ کے اپنی طرف ھلا. تازہ اور پکے ھوے پھلوں کے حوشے تجھ پر گرنے لگیں گے . ٢٥

فَكُلِيۡ وَاشۡرَبِيۡ وَقَرِّيۡ عَيۡنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الۡبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوۡلِيۡۤ اِنِّيۡ نَذَرۡتُ لِلرَّحۡمٰنِ صَوۡمًا فَلَنۡ اُكَلِّمَ الۡيَوۡمَ اِنۡسِيًّا ۚ ۝٢٦ کھا پی اور (ایسے بچے کے نظارے سے) آنکھیں ٹھنڈی کر (اور سارا غم و ھراس بھول جا) . پھر اگر کوئی آدمی نظر آجائے (اور پوچھ گچھ کرنے لگے) تو (اشارے سے) کہہ دے: میں نے خدائے رحمان کے حضور (چپ کے) روزے کی منت مان رکھی ھے . میں آج کسی آدمی سے بات چیت نہیں کرسکتی . ٢٦

---

٢٦ - آیت ٢٦ سے واضح ھو گیا که ایك طرح کا یھودی روزہ یہ بھی تھا کہ آدمی خاموش رھے . چنانچه حضرت زکریا کو بھی ایسا روزہ رکھنے کا حکم ھوا تھا. یھودیوں کے یہاں روزے کی یہ صورت اب بھی تسلیم کی جاتی ھے .

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ۝٢٢
پھر اس ہونے والے فرزند کا حمل ٹھیر گیا. وہ لوگوں سے الگ ہو کر دور چلی گئی . ٢٢

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ۝٢٣
پھر اسے درد زہ (کا اضطراب) کھجور کے ایک درخت کے نیچے لے گیا (اور وہ اس کے تنے کے سہارے بیٹھ گئی .) اس نے کہا: کاش میں اس سے پہلے مرچکی ہوتی اور میری ہستی لوگ یك قلم بھول گئے ہوتے! ٢٣

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝٢٤
اس وقت (ایك پکارنے والے فرشتے نے) اسے نیچے سے پکارا: (یعنی نخلستان کے نشیب سے پکارا) غمگین نہ ہو . تیرے پروردگار نے تیرے تلے ایك بڑی ہستی (٧١)

= گویا ان کی شخصیت کی پوری تاریخ ان دو لفظوں میں سمٹی ہوئی ھے: " اٰیة للناس و رحمة منا ".

کہا: بھلا اس سے ہم کیا بات کریں جو ابھی گود میں بیٹھنے والا بچہ ہے . ۲۹

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ قف اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا لا ۳۰

(مگر) لڑکا بول اٹھا: میں اللہ کا بندہ ہوں. اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا . ۳۰

وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ ص وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّکٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا صلے ۳۱

اس نے مجھے با برکت کیا، خواہ میں کسی جگہ ہوں . اس نے مجھے نمار اور زکوٰۃ کا حکم دیا کہ حب تک زندہ رہوں یہی میرا شعار ہو ۳۱ .

وَّبَرًّا م بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ۳۲

اس نے مجھے اپنی ماں کا حدمت گزار بنایا، ایسا نہیں کیا کہ خود سر اور نا فرمان ہوتا ۳۲ .

وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ

مجھ پر اس کی طرف سے سلامتی کا پیام ہے جس دن پیدا ہوا،

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ۞ ۲۷	پھر (ایسا ھوا کہ) وہ لڑکے کو ساتھ لے کر اپنی قوم کے پاس آئی ۔ لڑکا اس کی گود میں تھا ۔ لوگ (دیکھتے ھی) بول اٹھے: مریم! تو نے بڑی ھی عجیب بات کر دکھائی ۔ ۲۷
يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ۖۚ ۲۸	اے ھارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا، نہ تیری ماں بدچلن تھی (یہ تو کیا کر بیٹھی!) ۲۸
فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا ۞ ۲۹	اس پر مریم نے لڑکے کی طرف اشارہ کیا (کہ یہ تمھیں بتلا دے گا حقیقت کیا ھے) ۔ لوگوں نے

۲۸ ـ آیت ۲۸ میں "اخت ھارون" سے مقصود حضرت مریم کا ایک رشتہ دار ھے جو نہایت پارسا شخص تھا، اس لیے ملامت کرنے والوں نے اس کی طرف نسبت دے کے ملامت کی ۔ مسلم و ترمذی کی حدیث مغیرہ بن شعبہ میں یہ تفسیر خود آنحضرت سے منقول ھے ۔

=صرف یہ ہے۔اس سے زیادہ عیسائیوں نے جو کچھ بنا لیا وہ جہل و گم راہی ہے ۔ چنانچہ اس کے بعد عیسائیوں کی اس گم راہی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ انھوں نے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا بنا لیا ۔

سینٹ پال کی طرف ابنیت کی جو تعلیم منسوب ہے اس کی تمام تر بنیاد اس خیال پر رکھی گئی ہے کہ نوع انسانی کی سرشت میں گناہ ہے ، پس اس کی نجات کے لیے ضروری تھا کہ کفارہ ہو ۔ کفارے کی یہی صورت ہو سکتی تھی کہ خدا کی صفت رحمت ''ابن اللہ'' کی شکل میں اترے اور اپنی قربانی کے خون سے اولاد آدم کا گناہ دھو ڈالے ۔ قرآن اس اصنامی تخیل کا رد کرتے ہوئے خدا کی بے نیازی اور قدرت کا اثبات کرتا ہے ۔ وہ کہتا ہے : تم نے خدا کو اتنا بے بس اور محتاج کیوں سمجھ لیا کہ جب تک ایک انسان کو اپنا بیٹا بنا کر سولی پر نہ چڑھا دے وہ اپنے بندوں کو نجات دینے کی راہ نہیں پا سکتا ؟ یہ تو وہ کرے جو اپنے کاموں کی انجام دہی میں دوسرں کا محتاج ہو ۔ لیکن تم خود مانتے ہو کہ خدا محتاج نہیں ہو سکتا ۔ صرف اس کا چاہنا ہی کاموں کا انجام پا جاتا ہے ۔

اُبۡعَثُ حَیًّا ۝٣٣	جس دن مروں گا اور جس دن

(پھر) اٹھایا جاؤں گا ٣٣ .

ذٰلِکَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ ۚ	یه هے مریم کے بیٹے عیسیٰ کی
قَوۡلَ الۡحَقِّ الَّذِیۡ فِیۡهِ	سرگذشت ، سچائی کی بات جس
یَمۡتَرُوۡنَ ۝٣٤	میں لوگ اختلاف کرنے

لگے هیں ٣٤ .

مَا کَانَ لِلّٰهِ اَنۡ یَّتَّخِذَ مِنۡ	الله کے لیے کبھی یه بات نہیں
وَّلَدٍ ۙ سُبۡحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤی	هو سکتی که وه کسی کو اپنا
اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَهٗ	بیٹا بنائے . اس کے لیے پاکی
کُنۡ فَیَکُوۡنُ ۝٣٥	هو . (وه کیوں مجبور هونے

لگا که کسی فانی هستی کو اپنا بیٹا بنائے ؟) اس کی شان تو یه هے که جب کوئی کام کرنے کا فیصله کر لیتا هے تو بس حکم کرتا هے که هو جا ! اور اس کا حکم کرنا هی هو جانا هے ٣٥ .

---

٣٤ و ٣٥ - آیت ٣٣ تك حضرت مسیح کے ظهور اور دعوت کا بیان تها . اب فرمایا : اس بارے میں قول حق =

نظم کلام

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ۳۹

اور (اے پیغمبر!) انہیں اس (آنے والے) دن سے بھی خبردار کردے جو بڑا ہی پچتانے کا دن ہوگا اور جب ساری باتوں کا فیصلہ ہو جائے گا، اس وقت تو یہ لوگ غفلت میں پڑے ہیں اور (اس بات پر) یقین لانے والے نہیں۳۹.

۳۹- آیت ۳۷ اور ۳۸ میں قیامت کے دن کا ذکر ہو چکا ہے کہ ”من مشہد یوم عظیم“ اور ”یوم یاتوننا“. اس کے بعد ۳۹ میں فرمایا: ”وانذرھم یوم الحسرة“ اور انہیں یوم الحسرة سے بھی خبردار کردے. اس سے معلوم ہوا کہ اس ”یوم الحسرة“ سے مقصود قیامت کا دن نہیں ہے، یہ کوئی دوسرا آنے والا دن ہے. چنانچہ بعد کی آیت نے اس دن کی نوعیت ظاہر کردی ہے.

یہ کون سا دن تھا؟ یقیناً کوئی ایسا دن جو عیسائیوں کو عن قریب پیش آنے والا تھا اور جس میں ان کے لیے بڑی ہی حسرت و مایوسی تھی!

چنانچہ سورۂ مریم کے نزول پر ابھی پچیس برس بھی نہیں گزرے تھے کہ یہ دن نمودار ہوگیا اور تمام عیسائی دنیا —

وَإِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ	اور (مسیح کی تو ساری پکار
فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ	یہ تھی :) بلا شبہ اللہ ھی میرا
مُّسْتَقِيْمٌ ۝٣٦	اور تمھارا سب کا پروردگار

ھے . پس اسی کی بندگی کرو . یہی (سچائی کا) سیدھا راستہ ھے ٣٦.

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ	(مگر) پھر اس کے بعد مختلف
بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ	فرقے آپس میں اختلاف کرنے
كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ	لگے . تو جن لوگوں نے
عَظِيْمٍ ۝٣٧	حقیقت حال سے انکار کیا ان

کی حالت پر افسوس ! اس دن کے منظر پر افسوس جو (آنے والا ھے اور جو) بڑا ھی سخت دن ھوگا ! ٣٧

اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ	جس دن یہ ھمارے حضور
يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ	حاضر ھوں گے ، اس دن ان
الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٣٨	کے کان کیسے سننے والے اور

ان کی آنکھیں کیسی دیکھنے والی ھوں گی ! لیکن آج کے دن ان ظالموں کا کیا حال ھے؟ آشکارا گم راھی میں کھوئے ھوئے ! ٣٨

إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ ٱلْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ۝٤٠

ہم ہی زمین کے (بالآخر) وارث ہوں گے اور ان تمام لوگوں کے بھی جو زمین پر بسے ہوے ہیں اور ہماری ہی طرف سب کو لوٹ کر آنا ہے ٤٠ .

ع ٢ ٥

وَٱذْكُرْ فِى ٱلْكِتَٰبِ إِبْرَٰهِيمَ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ۝٤١

اور (اے پیغمبر!) "الکتاب" میں ابراہیم کا ذکر کر . یقیناً وہ مجسم سچائی تھا اور اللہ کا نبی تھا ٤١ .

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَٰٓأَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِى عَنكَ شَيْـًٔا ۝٤٢

(اس وقت کا ذکر) جب اس نے اپنے باپ سے کہا: اے میرے باپ! تو کیوں ایک ایسی چیز کی پوجا کرتا ہے جو نہ تو سنتی ہے، نہ دیکھتی ہے، نہ تیرے کسی کام آسکتی ہے؟ ٤٢

= کر رہی ہے؟

افسوس ہمارے مفسروں کو اس عالم کی خبر ہی نہیں .
وہ جہاں «یوم» کا لفظ دیکھتے ہیں جھٹ اسے یوم القیامۃ سمجھ لیتے ہیں!

= یہ سن کر ششدر رہ گئی کہ مسیحیت کا صدر مقام اور قبلہ و مرکز اچانک اس کے ہاتھوں سے نکل کر ایک نئی قوم کے ہاتھوں میں چلا گیا ہے۔ مشہور مورخ گبن (Gibbon) کے لفظوں میں " تمام مسیحی دنیا پر سکتے کی حالت طاری ہو گئی، کیوں کہ مسیحیت کی اس سب سے بڑی توہین کو نہ تو مذہب کا کوئی متوقع معجزہ روک سکا، نہ بازنطینی شہنشاہی کا لشکر جرار "!

پھر یہ صرف بیت المقدس ہی کی فتح نہ تھی، تمام ایشیا اور افریقہ میں مسیحی فرماں روائی کا خاتمہ تھا۔ ہرقل (ہیرےکلس=Heraclius) کے یہ الفاظ جو اس نے تختۂ جہاز پر لبنان کی چوٹیوں کو مخاطب کرکے کہے تھے، آج تک مؤرخوں کی زبانوں پر ہیں " الوداع سرزمین شام! ہمیشہ کے لیے الوداع "!

غور کرو! کیا یہ دن اپنے کامل معنوں میں مسیحیت کے لیے " یوم الحسرۃ " نہ تھا؟

پھر آیت کے اس ٹکڑے پر غور کرو کہ " وھم فی غفلۃ وھم لا یؤمنون " اے پیغمبر! یہ لوگ اس وقت اپنی کامرانیوں کی غفلت میں سرشار ہیں، یقین کرنے والے نہیں، تاہم تم اعلان کردو۔ نیز بعد کی آیت کہ " انا نحن نرث الارض ومن علیھا " کس طرح یہ تمام مطلب آشکارا =

لَمۡ تَنۡتَهِ لَاَرۡجُمَنَّكَ سے بھر کیا ہے؟ یاد رکھ! اگر
وَاهۡجُرۡنِىۡ مَلِيًّا ۞ ٤٦ تو ایسی باتوں سے باز نہ آیا تو
تجھے سنگ سار کر کے چھوڑوں گا. (اپنی خیر چاھتا ہے تو) جان
سلامت لیے کر مجھ سے الگ ھو جا ٤٦ .

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيۡكَ ۚ ابراھیم نے کہا: اچھا' میرا سلام
سَاَسۡتَغۡفِرُ لَكَ رَبِّىۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ قبول ھو (میں الگ ھو جاتا
بِىۡ حَفِيًّا ۞ ٤٧ ھوں). اب میں اپنے پروردگار
سے تیری بخشش کی دعا کروں گا. وہ مجھ پر بڑا ھی مہربان ہے ٤٧.

وَاَعۡتَزِلُكُمۡ وَمَا تَدۡعُوۡنَ میں نے تم سب کو چھوڑا اور
مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَاَدۡعُوۡا رَبِّىۡ ۖ انھیں بھی جنھیں تم اللہ کے سوا
عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوۡنَ بِدُعَآءِ پکارا کرتے ھو. میں اپنے
رَبِّىۡ شَقِيًّا ۞ ٤٨ پروردگار کو پکارتا ھوں. امید
ہے اپنے پروردگار کو پکار کے میں محروم ثابت نہیں ھوں گا ٤٨.

فَلَمَّا اعۡتَزَلَهُمۡ وَمَا پھر جب ابراھیم ان لوگوں سے
يَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ۙ اور ان سب سے جن کی اللہ کے

يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ	اے میرے باپ! (میں سچ
الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ	کہتا ہوں) علم کی ایک روشنی
اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝٤٣	مجھے مل گئی ہے جو تجھے

نہیں ملی ۔ پس میرے پیچھے چل ، میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں گا ۴۳ ۔

يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ	اے میرے باپ! شیطان کی
اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ	بندگی نہ کر ۔ شیطان تو خدائے
عَصِيًّا ۝٤٤	رحمان سے نافرمان ہو چکا ۴۴ ۔
يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ	اے میرے باپ! میں ڈرتا
يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ	ہوں کہیں ایسا نہ ہو خدائے
فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ۝٤٥	رحمان کی طرف سے کوئی عذاب

تجھے آ لگے اور تو شیطان کا ساتھی ہو جائے ۴۵ ۔

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ	باپ نے (یہ باتیں سن کر) کہا :
اٰلِــهَتِيْ يٰٓـاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَىِٕنْ	ابراهیم! کیا تو میرے معبودوں

وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ۝ ۵۳

نیز اپنی رحمت سے (رفاقت ومددگاری کے لیے) ھارون عطا فرمایا کہ اس کا بھائی تھا اور نبی تھا ۵۳ .

وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ز اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ج ۵٤

اور (اے پیغمبر!) الکتاب میں (یعنی قرآن میں) اسماعیل کا ذکر کر. بلا شبہ وہ اپنے قول کا سچا تھا اور (اللہ کا) فرستادہ نبی تھا ۵٤ .

وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ص وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝ ۵۵

وہ اپنے گھر کے لوگوں کو نماز و روزے کا حکم دیتا تھا اور وہ (اپنی ساری باتوں میں) اپنے پروردگار کے حضور پسندیدہ تھا ۵۵ .

وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ز اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝لاق ۵٦

اور (اے پیغمبر!) کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کر. بلا شبہ وہ بھی سچائی مجسم اور نبی تھا ۵٦ .

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ۝٤٩

سوا پوجا کرتے تھے، الگ ہو گیا تو ہم نے (اس کی نسل میں برکت دی اور) اسے اسحاق اور (اسحاق کا بیٹا) یعقوب عطا فرمایا۔ ان میں سے ہر ایک کو ہم نے نبوت دی تھی ۴۹۔

وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ۝٥٠ ع

اور اپنی رحمت کی بخشش سے سرفراز کیا تھا۔ نیز ان سب کے لیے سچائی کی صدائیں بلند کر دیں (جو کبھی خاموش ہونے والی نہیں) ۵۰۔

۳
ع
۶

وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى ؗ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝٥١

اور (اے پیغمبر!) کتاب میں موسیٰ کا ذکر کر۔ بلا شبہ وہ ایک بندۂ خاص اور فرستادہ نبی تھا ۵۱۔

وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ۝٥٢

ہم نے اسے کوہ طور کی دھنی جانب سے پکارا اور (وحی کی) سرگوشیوں کے لیے اپنے سے قریب کیا ۵۲۔

أُولَـٰٓئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ق وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ ز وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرٰهِيمَ وَإِسْرَآءِيلَ ز وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ط إِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۩ السجدة ۵۸

یہ ھیں وہ لوگ جو ان نبیوں میں سے ھیں جن پر اللہ نے انعام کیا ، آدم کی نسل میں سے اور ان کی نسل سے جنھیں ھم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا ، نیز ابراھیم اور اسرائیل (یعنی یعقوب) کی نسل سے اور ان گروھوں میں سے جنھیں ھم نے راہ راست دکھائی اور (کام رانیوں کے لیے) منتخب کرلیا یہ وہ لوگ ھیں کہ جب خدائے رحمان کی آیتیں انھیں سنائی جاتی تھیں تو بے اختیار سجدے میں گر جاتے تھے اور ان کی آنکھیں اشک بار ھو جاتی تھیں ۵۸ ۔

السجدۃ - ۵

=یہ ھے کہ یہ معاملہ طور کی مشرقی جہت میں پیش آیا تھا ، نہ کہ مغربی میں جو مصر کے مقابل ھے ۔

۵۸ - آیت ۵۸ اور اس کے بعد کی آیتیں اس تذکرے کا=

وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ اور ھم نے اسے بڑے ھی اونچے مقام تك پہنچادیا تھا ۵۷ .

۴۱ تا ۵۷ ـ اس کے بعد آیت ۴۱ سے ۵۷ تك حضرت ابراھیم، اسحاق ، یعقوب ، موسٰی ، ھارون ، اسماعیل اور ادریس (علیهم السلام) کی ببوتوں کی طرف اشارہ کیا ھے اور پھر آیت ۵۸ میں اس تمام تذکرے کا نتیجه نکالا ھے . حضرت ابراھیم کی زندگی کا جو واقعه بیان کیا گیا ھے زیادہ تفصیل کے ساتھ سورۂ انعام کی آیت ۷۴ میں گزرچکا ھے اور آیندہ سورتوں میں بھی آئے گا . ماحصل اس کا یه ھے که اُور (Ur) کے تمام باشندوں کی طرح ان کا چچا بھی بت پرست تھا. اس نےغیظ وغضب میں آکے انھیں نکال دیا. انھوں نے بھی راہ حق میں تمام ملك و قوم سے کنارہ کشی کرلی اور کنعان آکر مقیم ھوگئے . پھر الله نے ان کی نسل میں برکت دی اور اسرائیلی اور اسماعیلی سلسلوں کے بانی ھوئے .

جزیرہ نماے سینا کی دھنی جانب عرب ھے، بائیں جانب مصر ھے. اسی دھنی جانب کے ساحل پر قبیلهٔ مدین کی بستی آباد تھی جہاں حضرت موسٰی مصر سے نکل کر مقیم ھوگئے تھے . پس "من جانب الطور الایمن" کا مطلب =

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ۶۰

ہاں! جو کوئی باز آ گیا، ایمان لایا اور نیک عملی میں لگ گیا تو بلا شبہ ایسے لوگوں کے لیے کوئی کھٹکا نہیں۔ وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ ان کے حقوق میں ذرا بھی نا انصافی نہ ہوگی ۶۰.

جَنّٰتِ عَدْنِ ۨ الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ

ہمیشگی کی جنت جس کا اپنے بندوں سے خدائے رحمان نے

= اس سے معلوم ہوا کہ نماز یعنی عبادت جوہر ایمان ہے۔ اس کی حقیقت گئی تو سب کچھ چلا گیا۔

در اصل ایک خدا پرست اور ایک غیر خدا پرست میں عملی امتیاز اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ پہلا کسی کی بندگی میں لگا رہتا اور کسی کو پکارتا رہتا ہے، دوسرا اس سے بے پروا رہتا ہے۔ اسی لیے دعا اور عبادت ایمان باللہ کی اصلی علامت ہوئی اور اسی لیے تمام مذاہب نے اسی عمل پر مذہبی زندگی کی ساری عمارتیں اٹھائیں۔ جونہیں یہ عمل بگڑا مذہبی زندگی کی ساری بنیادیں ہل گئیں۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۙ٥٩ ليكن پهر ان كے بعد ايسے نا خلف ان كے جانشين هوے جنهوں نے نماز (كى حقيقت) كهودى اور اپنى نفسانى خواهشوں كے پيچهے پڑ گئے . سو قريب هے كه ان كى سركشى ان كے آگے آئے! ٥٩ .

= خلاصه هيں . فرمايا : ان تمام نبيوں نے خدا پرستى اور نيك عملى كى دعوت دى تهى . وه ان ميں سے تهے جن پر خدا كا انعام هوا اور كام يابيوں كے ليے چن ليے گئے . ليكن ان كے بعد ايسے لوگ پيدا هو گئے جنهوں نے حقيقت ضائع كردى اور اپنى خواهشوں كے پرستار هو گئے . اب ان كے نام ليواؤں كے جتنے گروه هيں سب كا يهى حال هے اور سب كو اپنى بد عمليوں كا نتيجه بهگتنا هے . هاں! جو گم راهيوں سے باز آجائيں گے اور دعوت حق پر عمل كريں گے ان پر هر طرح كى كام رانيوں كى راه كهل جائے گى ، اسى طرح جس طرح پهلے كهل چكى هے .

٥٩ - آيت ٥٩ ميں پچهلوں كى گم راهى بيان كرتے هوے صرف "اضاعوا الصلوٰة واتبعوا الشهوٰت" فرمايا . =

وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ٦٤ کے حکم سے . جو کچھ ہمارے سامنے ہے ، جو کچھ ہمارے پیچھے گزر چکا ہے اور جو کچھ ان دونوں وقتوں کے درمیان ہوا ، سب اسی کے حکم سے ہے اور تمہارا پروردگار ایسا نہیں کہ بھول جانے والا ہو ٦٤ .

٦٤ - آیت ٦٢ میں فرمایا تھا کہ جنت کی زندگی سلامتی اور طہارت کی زندگی ہوگی . وہاں سلام کی صداؤں کے سوا اور کوئی صدا سننے میں نہیں آئے گی . پھر آیت ٦٤ میں فرمایا : جنتیوں پر فرشتوں کا نزول ہوگا جو سلامتی کا پیام پہنچائیں گے . وہ کہیں گے : تمہارا پروردگار بھول جانے والا نہ تھا . دیکھ لو ! جو کچھ تم نے ماضی میں کیا تھا آج اس کے نتائج تمہارے دامن میں ہیں اور قانون نتائج کے حافظے نے کوئی چھوٹے سے چھوٹا عمل نہیں بھلایا ہے .

" وما کان ربك نسیا " کی حقیقت پر غور کرو ! علم و قدرت کے جو ازلی قوانین ہمیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں ان کا حافظہ کیسا اٹل اور ان کا حساب و کتاب کیسا بے داغ ہے ! کیا ممکن ہے کہ ایك پل کے لیے بھی ان پر سہو و نسیان طاری ہو جائے ؟

بِالْغَيْبِ ط اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ — وعده كر ركها هے اور وعده

مَاْتِيًّا ۝ [۶۱] — ايك غيبي بات كا هے (جيسے

وه اس زندگی میں محسوس نہیں کر سکتے، مگر) یقیناً اس کا
وعده ایسا هے جیسے ایك بات وقوع میں آ گئی ۶۱ .

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا — اس زندگی میں کوئی ناشائسته

اِلَّا سَلٰمًا ط وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ — بات ان کے کانوں میں نہیں

فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝ [۶۲] — پڑے گی. جو کچھ سنیں گے

وه سلامتی هی کی صدا هو گی. وهاں صبح و شام ان کا رزق
ان کے لیے برابر مهیا رهے گا ۶۲ .

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ — سو (دیکھو!) یه جنت هے جس

مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۝ [۶۳] — کا هم اسے وارث کر دیتے هیں

جو همارے بندوں میں سے متقی (۷۲) هوتا هے ۶۳ .

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ج — اور (فرشتے(۷۳) جنتی سے کہیں

لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا — گے:) هم (تمهارے پاس) نہیں

خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ج — آتے مگر تمهارے پروردگار

خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ۝ ٦٧

کو یہ بات یاد نہ رہی کہ ہم اسے پہلے پیدا کر چکے ہیں حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا ؟ ٦٧

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۝ ٦٨

سو (اے پیغمبر!) تیرا پروردگار شاهد ہے کہ ہم ان سب کو اور ان کے ساتھ سارے شیطانوں کو ضرور اکٹھا کریں گے۔ پھر ان سب کو دوزخ کے گرد حاضر ہونے کا حکم دیں گے، زانوؤں پر گرے ہوئے ٦٨ ۔

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ۝ ٦٩

پھر ہر گروہ میں سے ان لوگوں کو (چن چن کر) الگ کر لیں گے جو (اپنی زندگی میں) خدائے رحمان سے بہت ہی سرکش تھے ٦٩ ۔

ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ۝ ٧٠

اور پھر یہ بات بھی ہمیں جاننے والے ہیں کہ کون دوزخ میں جانے کا زیادہ سزاوار ہے ٧٠ ۔

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ؏ ٦٥

آسمان اور زمین کا پروردگار اور ان سب کا پروردگار جو آسمان و زمین میں ہیں، سو (اے پیغمبر!) اسی کی بندگی کر

ع ٤ ٧

اور اس کی بندگی کی راہ میں جو کچھ پیش آئے جھیلتا رہ۔ کیا تیرے جانتے کوئی دوسرا بھی اس کا ہم نام ہے (یعنی اس جیسا ہے)۔ ٦٥

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ۝ ٦٦

اور (حقیقت سے غافل) انسان کہتا ہے: "جب میں مر گیا تو پھر کیا ایسا ہونے والا ہے کہ زندہ اٹھایا جاؤں؟" ٦٦

اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا

(افسوس اس پر!) کیا انسان

---

٦٥ - آیت ٦٥ میں خطاب پیغمبر اسلام اور ان کے ساتھیوں سے ہے۔ فرمایا: دو باتوں میں لگے رہو، ساری کام یابیاں انھیں سے ملیں گی: اس کی عبادت کرو۔ اس کی عبادت کی راہ میں جتنی بھی مشکلات پیش آئیں جھیلتے رہو۔

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ	جاتی ھیں تو جو لوگ کفر
الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا	میں پڑے ھیں وہ ایمان والوں
وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ۝ ۷۳	سے کہتے ھیں "یہ تو بتلاؤ!

ہم دونوں فریقوں میں کون ھے جو بہتر جگہ رکھتا ھے اور بہتر جمگھٹا؟" ۷۳

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ	حالانکہ ان سے پہلے کتنی ھی
مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا	قوموں کو ھم ھلاك کرچکے
وَّرِئْيًا ۝ ۷٤	جو ان سے کہیں بہتر سازوسامان

رکھتی تھیں اور ان سے کہیں بہتر ان کی نمود تھی ۷٤۔

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ	(اے پیغمبر!) تو کہہ دے:
فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ	جو کوئی گم راھی میں پڑا
حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ	تو خدائے رحمان کا قانون یہی
اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ۭ	ھے کہ اسے برابر ڈھیل دیتا
فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ	جاتا ھے۔ وہ اسی حال میں
مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ۝ ۷۵	رھے گا یہاں تك کہ اپنی

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ج كَانَ	اور (یاد رکھو!) تم میں کوئی
عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ج ۷۱	نہیں جو اس منزل سے گزرنے

والا نہ ہو۔ ایسا کرنا تمہارے پروردگار نے ضروری ٹھیرا لیا۔ یہ ایک طے شدہ فیصلہ ہے ۷۱۔

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا	پھر ہم ایسا کریں گے کہ جو
وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا	متقی ہیں انہیں نجات دے دیں،
جِثِيًّا ج ۷۲	جو ظالم ہیں انہیں دوزخ میں

چھوڑ دیں، گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ۷۲۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا	اور (دیکھو!) جب ہماری
بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	روشن آیتیں لوگوں کو سنائی

---

۷۱ - آیت ۷۱ میں "و ان منکم الا واردھا" کا خطاب تمام نوع انسانی سے نہیں ہے، بلکہ ان منکرین حق سے ہے جن کا ذکر پہلے سے چلا آتا ہے اور جن کی نسبت پچھلی آیت میں فرمایا "الذین ھم اولٰی بھا صلیا"، اور اسی لیے اس درجہ زور دے کر فرمایا "کان علٰی ربك حتما مقضیا"، جزاء عمل کا قانون طے شدہ قانون ہے، کبھی ٹلنے والا نہیں۔

وَ يَزِيدُ اللّٰهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى ۖ وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ مَّرَدًّا ۞ ٧٦

اور جن لوگوں نے راہ پالی تو وہ ان پر اور زیادہ راہ کھول دیتا ھے (یعنی ان کی فلاح و سعادت بڑھتی ھی جاتی ھے). اور تمھارے پروردگار کے حضور تو باقی رھنے والی

= راہ نمائی ملتی ھے. جس نے آنکھیں بند کر لیں اس کے لیے تاریکی ھی ھو گی، لیکن فوراً نہیں کرے گا، یکے بعد دیگرے مہلتیں پائے گا. جس نے آنکھیں کھلی رکھیں اسے راہ ملے گی، لیکن فوراً منزل مقصود پر نہیں پہنچ جائے گا، درجہ بدرجہ راہ نمائی پائے گا. یہاں اچھائی اور برائی دونوں کے لیے تدریج و امہال کا قانون کام کر رھا ھے. پس ایک خاص وقت کی حالت دیکھ کر مغرور نہیں ھونا چاھیے، ظہور نتائج کا انتظار کرنا چاھیے.

تفصیل کے لیے تفسیر فاتحہ میں "قانون امہال" کا مبحث پڑھنا چاھیے. یہ مقام مہمات معارف میں سے ھے.

آنکھوں سے وہ بات دیکھ لے جس کا اس سے وعدہ کیا گیا تھا، یعنی عذاب یا قیامت کی گھڑی۔ تو اس وقت اسے پتا چلے گا کون تھا جس کی جگہ سب سے زیادہ بدتر ہوئی اور جس کا جتھا سب سے زیادہ بودا نکلا ۷۵۔

---

۷۳ تا ۷۵ - سورۂ مریم مکی عہد کی وسطی تنزیلات میں سے ہے۔ اس وقت پیروان دعوت کم زور اور بے سروسامان تھے۔ منکروں کو ہر طرح کی دنیوی خوشیاں حاصل تھیں۔ پیغمبر اسلام مؤمنوں کے ساتھ بیٹھتے تو فقیروں اور بے نواؤں کی مجلس ہوتی۔ منکرین حق دار الندوہ میں جمع ہوتے تو سرداروں اور امیروں کا مجمع ہوتا۔ اس صورت حال کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ قرآن کی بشارتیں سن کر کفار ہنسی اڑاتے۔ وہ کہتے: بتلاؤ! ہم دونوں میں سے کس کا مقام بلند ہے اور کس کی مجلس معزز؟

آیت ۷۴ سے ۷۵ تک منکروں کی اسی سرکشی کا بیان ہے۔ فرمایا: انھیں خدا کے قانون کی خبر نہیں۔ اس نے نتائج عمل کا قانون ایسا ٹھیرا دیا ہے کہ گم راہوں کو ڈھیل پر ڈھیل دی جاتی ہے۔ راہ رووں کو راہ نمائی پر =

دیکھ لیا ہے یا خدا سے کوئی عہد لے لیا ہے کہ اسے ایسا کرنا ہی پڑے گا؟ " ۷۸ .

كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۙ ۷۹

ہرگز نہیں (ایسا کبھی نہیں ہو سکتا) . اچھا! وہ جو کچھ کہتا ہے ہم اسے لکھ لیں گے (یعنی اس کی یہ بات بھلائی نہیں جائے گی، اس کے آگے آئے گی) اور اس کے عذاب کی رسی لمبی کرتے جائیں گے ۷۹ .

وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا ۝ ۸۰

یہ جس مال و اولاد کا دعوٰی کرتا ہے (اگر اسے میسر بھی آجائے تو بالآخر) ہمارے ہی قبضے میں آئے گا اور اسے تو ہمارے سامنے تن تنہا حاضر ہونا ہے! ۸۰

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ۙ ۸۱

اور ان لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بنا لیا ہے کہ ان کے مددگار ہوں ۸۱ .

كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝ ۸۲

لیکن ہرگز ایسا ہونے والا نہیں. وہ (قیامت کے دن) ان

ع ۵ ۸

نیکیاں ھی بہتر ھیں ثواب کے اعتبار سے بھی اور نتیجے کے اعتبار سے بھی[٧٦].

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا (اے پیغمبر!) تو نے دیکھا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۭ[٧٧] اس آدمی کا کیا حال ھے جس نے ھماری آیتوں سے انکار کیا اور کہا "خدا کی قسم! میں ضرور مال و دولت پاؤں گا. میں ضرور صاحب اولاد ھوں گا" ٧٧.

اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ وہ جو ایسا کہتا ھے تو کیا عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۭ[٧٨] اس نے غیب کو جھانك کے

---

٧٧ و ٧٨ - آیت ٧٧ میں انسان کی غفلت اور سرکشی کی اس حالت کی طرف اشارہ کیا ھے جب کہ وہ اپنی عارضی خوش حالیوں کے گھمنڈ میں سمجھنے لگتا ھے کہ ھر طرح خوش حالیاں میرے ھی حصے میں آنے والی ھیں اور بھول جاتا ھے کہ زندگی اور زندگی کے حوادث کا ایك پل بھی اس کے اختیار میں نہیں .

یہاں فرمایا : کیا اس سرکش نے غیب کی باتیں دیکھ لی ھیں یا خدا سے کوئی پٹا لکھوا لیا ھے؟ اگر ایسا نہیں ھے تو پھر کیا ھے جس پر بھولا بیٹھا ھے؟

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۙ ۸۵

وہ دن کہ متقی انسانوں کو ہم اپنے حضور مہمانوں کی طرح جمع کریں گے ۸۵ ۔

وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۘ ۸۶

اور مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسے جانوروں کی طرح ہنکائیں گے ۸۶ ۔

وقف لازم

لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۘ ۸۷

(اس دن) شفاعت کرنا کرانا کسی کے اختیار میں نہ ہوگا، ہاں! جس کسی نے خدا کے

وقف لازم

= ہے کہ دن گنے جا رہے ہیں ۔ وقت قریب آ گیا ہے ، مگر دن ابھی پورے نہیں ہوئے ۔ جونہیں پورے ہوں گے نتیجہ خود بخود اچھل کر آشکارا ہو جائے گا ۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔ دشمنان حق کی خوش حالیوں کے صرف گنے ہوئے دن باقی رہ گئے تھے ۔ سورۂ مریم کے نزول پر پورے دس برس بھی نہیں گزرے تھے کہ سارے معاملے کا فیصلہ ہو گیا ۔

کی بندگی سے صاف انکار کر جائیں گے۔ وہ الٹے ان کے مخالف ہوں گے ۸۲۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ۙ ۸۳

(اے پیغمبر!) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے، وہ انہیں برابر اکساتے رہتے ہیں ۸۳۔

فَلَا تَعْجَلْ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ۚ ۸۴

پس تو ان کے بارے میں جلدی نہ کر۔ (فیصلۂ امر میں جو دیر ہو رہی ہے تو) یہ صرف اس لیے ہے کہ ہم ان کے دن گن رہے ہیں (قریب ہے کہ مقرر وقت ظہور میں آجائے) ۸۴۔

---

۸۴ - آیت ۸۴ کے چند لفظوں نے جزاء عمل کے قانون کی ساری حقیقت کس طرح واضح کر دی ہے! فرمایا: "فلا تعجل علیهم ؕ انما نعد لهم عدا"، جلدی نہ کر، یہ دیر صرف اس لیے ہے کہ ان کے دن گنے جا رہے ہیں۔ یعنی ہر حالت کی تکمیل و ظہور کے لیے ایک مقررہ مدت ہے اور نتائج عمل کا قانون بھی اس سے باہر نہیں۔ کفار مکہ کو جو ڈھیل مل رہی ہے وہ صرف اس لیے=

لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ۙ ۸۹	بڑی ھی سخت بات ھے جو تم گھڑ لائے ھو! ۸۹ .
تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ	قریب ھے کہ آسمان پھٹ پڑے،
مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ	زمین کا سینہ چاک ھو جائے،
وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۙ ۹۰	پہاڑ جنبش میں آکر گر پڑیں ۹۰ .
اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۚ ۹۱	لوگ اللہ کے لیے بیٹا ھونے کا دعوی کر رھے ھیں! ۹۱
وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ	اللہ کی یہ شان کب ھو سکتی ھے
يَّتَّخِذَ وَلَدًا ۗ ۹۲	کہ اپنے لیے ایک بیٹا بنائے؟ ۹۲
اِنْ كُلُّ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ	آسمان اور زمین میں جو کوئی
وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِى الرَّحْمٰنِ	بھی ھے وہ اسی لیے ھے کہ
عَبْدًا ۗ ۹۳	اس کے آگے بندگی کا سر جھکائے

= کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: انسانی گمراھی کی یہ انتہا ھے. اس سے زیادہ سخت گمراھی اور کیا ھو سکتی ھے کہ فاطر السمٰوٰت و الارض کو ایک بیٹے کی ھستی کا محتاج تصور کر لیا جائے!

حضور سے وعدہ پالیا (تو وہ وعدہ ضرور اس کے کام آئے گا) ۸۷ ۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۸۸ اور ان لوگوں نے (یعنی عیسائیوں نے) کہا: "خدائے رحمان نے اپنا ایك بیٹا بنا رکھا ھے" ۸۸ ۔

---

۸۵ تا ۸۷ - اب سورت ختم ھو رھی ھے، سلسلۂ بیان پھر اسی مطلب کی طرف رجوع ھو گیا ھے جو اوائل سورت میں چھڑ گیا تھا، یعنی حضرت مسیح علیه السلام کی شخصیت کے بارے میں عیسائیوں کی گم راھی ۔ چنانچه آیت ۸۵ میں فرمایا: قیامت کے دن تمام انسان دو گروھوں میں بٹ جائیں گے: ایك متقیوں کا ھوگا، دوسرا مجرموں کا. متقی اپنے ایمان و عمل کی جزا میں نجات پائیں گے، مجرم اپنے انکار و بد عملی کی پاداش میں عذاب ۔ یه بات کسی کے اختیار میں نه ھوگی که دنیا کے درباروں کی طرح جسے چاھے، اپنی سفارش سے چھڑا لے ۔ پس عیسائیوں نے جو حضرت مسیح کو نوع انسانی کے گناھوں کا کفارہ دینے والا اور اس کا شفیع و منجی تصور کر لیا ھے، وہ صریح گم راھی نہیں ھے تو کیا ھے!

۸۸ تا ۹۱ - پھر الوھیت اور ابنیت مسیح کی گم راھی=

علم سے) ایک ایک کی ھستی گن رکھی ھے ۹٤ .

وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ۝۹۵ قیامت کے دن سب اس کے حضور تن تنہا آکر کھڑے ھوں گے (کوئی ان کا ساتھی اور مددگار نہ ھوگا) ۹۵ .

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝۹٦ (اے پیغمبر!) جو لوگ ایمان لائے ھیں اور نیک عملوں میں لگ گئے ھیں، یہ یقینی ھے کہ خدائے رحمان ان کے لیے (دلوں میں) محبت پیدا کر دے (یعنی لوگ ان کی طرف کھنچیں گے اور انھیں پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے ۹٦) .

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ۝۹۷ اسی غرض سے ھم نے قرآن تیری زبان (عربی) میں اتار کر آسان کر دیا کہ متقی انسانوں کو (کام یابی کی) خوش خبری دے دے اور جو گروہ سچائی کے مقابلے میں ھٹ کرنے والا اور اڑ جانے والا ھے اسے (انکار و سرکشی کے نتیجے سے) خبر دار کر دے ۹۷ .

حاضر ہو۹۳ .

لَقَدْ اَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ　اس نے (اپنی قدرت سے)

عَدًّا ۹۴　انہیں گھیر رکھا ہے اور (اپنے

۹۳ - اس کے بعد صرف ایک آیت کے اندر وہ سب کچھ کہہ دیا ہے جو اس عقیدے کے رد میں کہا جا سکتا ہے۔ یہ زیادہ سے زیادہ واضح اور فیصلہ کن حجت ہے . مگر منطقی طریقے کی نہیں جو دلوں کو نہیں پکڑ سکتی ، قرآنی طریقے کی جو دل کے ایک ایک ریشے میں اتر جاتی ہے : "ان کل من فی السمٰوٰت و الارض الا اٰتی الرحمٰن عبداً"۔ تم خود تسلیم کرتے ہو کہ کائناتِ خلقت میں جو کوئی بھی ہے اس کے حضور بندے ہی کی حیثیت رکھتا ہے ، اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا . یعنی یہاں آقائی و معبودیت صرف خدا کے لیے ہے باقی سب کے لیے بندگی و نیاز مندی ہے۔ اچھا ! اگر اس سے تمہیں انکار نہیں تو پھر مسیح کو بھی عبد ہونا چاہیے نہ کہ معبود، غلام ہونا چاہیے نہ کہ آقا، محکوم ہونا چاہیے نہ کہ حکم فرما . یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خدا کے آگے سب تو بندے ہوں ، مگر مسیح بندہ نہ ہو !

شرح "سیجعل لھم الرحمٰن ودا"

= ایمان وعمل کی اس دعوت نے مسلمانوں کا جو گروہ پیدا کر دیا تھا انسانوں نے اسے قبول ھی نہیں کیا، بلکہ اس کا والہانہ استقبال کیا. وہ خوف و دھشت کی طاقت نہ تھے جس سے لوگ بھاگتے، نیکی وعدالت کا پیام تھے جس کی طرف لوگ دوڑتے تھے. قوموں نے انہیں بلاوے بھیجے، شہروں نے ان کے لیے پھاٹک کھولے، قلعوں نے اپنی کنجیاں آگے رکھ دیں اور وقت کی ساری مظلوم آبادیوں نے انہیں نجات دھندہ سمجھا.

اجنادین اور یرموک کے میدانوں میں بازنطینی شہنشاھی ان سے لڑ رھی تھی، لیکن شام کی آبادیاں محبت کے پیام بھیج رھی تھیں. بصرا نے اپنے دروازے خود کھول دیے تھے، حمص کے باشندوں نے منتیں کی تھیں، طرابلس پہلے سے چشم براہ تھا، صور کے پھاٹک بند ھی نہیں کیے گئے. اسی طرح جب انہوں نے مصر کا رخ کیا تو خود مصر کے عیسائی ھی تھے جنہوں نے بڑھ کر ان کا استقبال کیا تھا. وہ جن جن راستوں سے گزرتے سڑکوں کو درست اور پلوں کو تیار پاتے اور ھر طرح کی رسد فوج کے لیے مہیا ھوتی!

باقی رھی دوسری بات تو محتاج تشریح نہیں. اس آیت کے نزول پر پورے پندرہ برس بھی نہیں گزرے=

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ	ان (سرکشوں) سے پہلے
مِّنْ قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ	قوموں کے کتنے ھی دور
مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ	گزر چکے ھیں جنھیں ہم نے
رِكْزًا ع ۹۸	(پاداش بد عملی میں) ھلاك

النصف ع ٦ ٩

کر دیا۔ کیا ان میں سے کسی کی ھستی بھی اب تم محسوس کرتے ھو؟ کیا ان کی بھنك بھی سنائی دیتی ھے؟ ۹۸

---

۹٦ تا ۹۸ - آیت ۹٦ سے آخر تك سورت کی اختتامی موعظت ھے اس میں دو باتوں کی خبر دی گئی ھے: ایك یه که جو لوگ ایمان و عمل کی راہ اختیار کریں گے عن قریب خدا ان کے لیے انسانوں کے دل کھول دے گا اور وہ قوموں اور ملکوں کے محبوب ھو جائیں گے: ''سیجعل لهم الرحمن ودًّا''۔ دوسری یه که حق کے مقابلے میں ہٹ دھرمی کرنے والوں کو وھی نتیجه پیش آنے والا ھے جو پچھلی تباہ شدہ جماعتوں کو پیش آچکا ھے که آج ان کا نام و نشان تك باقی نہیں: ''هل تحس منهم من احد او تسمع لهم رکزا''۔

تاریخ کا داستان سرا شہادت دیتا ھے که دنیا نے یه دونوں باتیں چند برسوں کے اندر دیکھ لیں۔ =

= کے اوائل تك سرگذشت کا یہ ٹکڑا بھی اسی طرح الہامی یقین کیا جاتا تھا جس طرح بقیہ ٹکڑے یقین کیے جاتے ہیں ۔

"متروك اناجیل" سے مقصود وہ اکیس سے زیادہ انجیلیں ہیں جو پہلی صدی سے لے کر چوتھی صدی کے اوائل تك عیسائیوں میں رائج اور معمول تھیں ۔ سنہ ۳۲۵ ء میں نائسیا (Nicaea) کی کونسل نے چار منتخب کر لیں اور باقی متروك سمجھ لی گئیں ۔ یہ انتخاب کسی تاریخی یا علمی اصل کی بنا پر نہیں کیا گیا تھا، بلکہ ایك طرح کی فال دیکھی گئی تھی اور اس کا اشارہ فیصلہ کن تھا ۔

(ب) قرآن کا جب ظہور ہوا تو حضرت مسیح کے بارے میں عیسائیوں کے عام بنیادی عقائد یہ تھے :

اولاً : بغیر باپ کے پیدایش ۔

ثانیاً : مصلوب ہونے کے بعد پھر زندہ ہو جانا ۔

ثالثاً : الوہیت مسیح اور اقانیم ثلاثہ ۔

رابعاً : کفارہ اور یہ اعتقاد کہ اب نجات کی راہ عمل نہیں، بلکہ مسیح کے کفارے پر ایمان ہے ۔

قرآن نے واقعۂ صلیب کا رد کیا اور کہا کہ وہ مصلوب نہیں ہوے، بلکہ حقیقت حال لوگوں پر مشتبہ ہو گئی ۔ الوہیت اور ابنیت کا بھی رد کیا اور کہا : =

قرآن اور حضرت مسیح کی پیدایش

= تھے کہ دعوت قرآن کی تمام معاند قوتیں بے نام و نشان هو چکی تھیں ۔

* * * *

حضرت مریم کی ابتدائی سرگذشت اور انجیل

حضرت مسیح (علیہ السلام) اور مسیحیت کی نسبت بعض مہمات مباحث هیں جن کے اشارات آئندہ سورتوں کی تشریحات میں ملیں گے ، لیکن یہاں دو باتوں کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے :

(الف) قرآن نے حضرت مسیح کے ظہور کا ذکر زیادہ تفصیل کے ساتھ دو جگہ کیا ہے : یہاں اور سورۂ آل عمران کی آیات (۳۵ تا ۶۳) میں ۔ یہاں یہ ذکر حضرت زکریا کی دعا اور حضرت یحییٰ کی پیدایش کے بیان سے شروع ہوا ہے اور اناجیل اربعہ میں سے سینٹ لوقا کی انجیل ٹھیک ٹھیک اسی طرح یہ تذکرہ شروع کرتی ہے ۔ لیکن سورۂ آل عمران میں یہ تذکرہ اس سے بھی پیش تر کے ایک واقعے سے شروع ہوتا ہے ، یعنی حضرت مریم کی پیدایش اور ہیکل میں پرورش پانے کے واقعے سے ، اور اس بارے میں چاروں انجیلیں خاموش ہیں ۔

لیکن انیسویں صدی میں متروک اناجیل کا جو نسخہ ویتیکان (Vatican) کے کتب خانے سے بر آمد ہوا اس نے حضرت مریم کی پیدایش کا یہ مفقود ٹکڑا مہیا کر دیا ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم چوتھی صدی عیسوی =

= اس کی حتنی آیتوں سے اس طرح کے اشارات نکل رہے ھیں اگر انھیں ایك دوسرے سے الگ کر لیا جائے تو ھر آیت کے مطاب کے لیے ایك دوسرا جامه بھی تراش لیا جا سکتا ھے ، جیسا که مرحوم سید احمد خان اور ڈاکٹر توفیق صدق و غیرھما نے کوشش کی ھے . لیکن جب تمام بیان پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالی جائے اور محل کے قدرتی مقتضیات اور قرائن بھی پیش نظر ھوں تو بلا تأمل تسلیم کر لینا پڑتا ھے که قرآن اس اعتقاد کے حق میں ھے ، اس سے منکر نہیں .

پھر یه حقیقت بھی پیش نظر رھے که حضرت مسیح کی پیدایش کا معامله یہودیوں اور عیسائیوں میں بالکل متضاد سمتوں کا انتہائی گوشه بن گیا تھا . یہودی ان کی پیدایش کو ناجائز تعلق کا نتیجه قرار دیتے تھے . برخلاف اس کے عیسائی نه صرف جائز بلکه ایك ربانی معجزه تصور کرتے تھے . قرآن کا فرض تھا که بحیثیت ایك ثالث کے دونوں میں فیصله کر دے . چنانچه اس نے فیصله کر دیا . اس نے حضرت مریم کی پاکی کا اعلان کیا :
" ان الله اصطفٰكِ و طهركِ و اصطفٰكِ علٰی نسآءِ العٰلمين "
(۳ : ٤۲) . یہودیوں کے الزام کو افتراء عظیم قرار دیا :
" و بكفرهم و قولهم علٰی مريم بهتانًا عظيمًا " (٤ : ١٥٦) =

= ایسا کہنا صریح کفر ہے . کفارے کا بھی رد کیا اور جا بجا اس پر زور دیا کہ نجات کی بنیاد ایمان باللہ اور عمل ہے ، نہ کہ مسیح کے کفارے کا اعتقاد .

اب قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر بغیر باپ کے پیدایش کا اعتقاد بھی انہیں عقائد کی طرح باطل تھا تو کیا ضروری نہ تھا کہ قرآن اسی صراحت کے ساتھ اس کا بھی رد کر دیتا جس صراحت کے ساتھ دوسرے عقائد کا کیا ہے ؟ یقیناً ضروری تھا .

لیکن قرآن نے اس کے رد میں ایک حرف بھی نہیں کہا . اتنا ہی نہیں ، بلکہ سورۂ آل عمران اور سورۂ مریم میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اگر اس پر نظر ڈالی جائے اور یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھی جائے کہ تذکرہ ایک ایسی پیدایش کا ہو رہا ہے جو بغیر باپ کے تسلیم کرلی گئی ہے تو بغیر کسی تأمل کے تسلیم کر لینا پڑتا ہے کہ بیان کی صاف روح یہی ہے کہ قرآن اس عام اعتقاد کا منکر نہیں ، کم از کم اس کا رجحان اس کے خلاف نہیں جا رہا .

بلا شبہ قرآن میں یہ الفاظ کہیں نہیں ملتے کہ حضرت مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوئے ، یعنی کوئی ایسی مثبت تصریح نہیں جو اپنے منطوق میں ظاہر و قطعی ہو . =

=وہ اس فریق کا صاف صاف رد کردے جو اس میں تفریط کر رہا ہے، مگر اس کا رد نہ کرے جو افراط کا مرتکب ہو رہا ہے! اور پھر اصل حقیقت پر اسی طرح پردہ پڑا رہنے دے جس طرح پہلے پڑا ہوا تھا اور اپنا یہ وصف یک قلم بھول جائے کہ وہ تمام پچھلے اختلافات کے لیے حکم اور تمام ظنون و شکوک کے لیے علم و حقیقت کا اعلان ہے!

یہودیوں اور عیسائیوں کی نزاع صرف اسی باب میں نہیں ہوئی، بلکہ حضرت مسیح کی ساری باتوں میں ہوئی۔ دونوں نے تفریط و افراط کی دو انتہائی جہتیں اختیار کرلی تھیں۔ یہودی انکار میں اتنے دور نکل گئے کہ انہیں شعبدہ باز اور فریبی سمجھ لیا۔ عیسائی اعتقاد میں اتنے دور نکل گئے کہ انہیں خدا بنالیا۔ قرآن دونوں کا رد کرتا ہے اور کہتا ہے: دونوں افراط و تفریط میں کھوئے گئے۔ پھر اگر پیدایش مسیح کا معاملہ بھی ایسا ہی تھا تو کیا ضروری نہ تھا کہ جس طرح اس بارے میں دونوں کا رد کیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ دونوں حقیقت سے محروم ہیں، اسی طرح پیدایش کے بارے میں بھی یکساں طور پر دونوں کا رد کردیتا اور صاف صاف بتلادیتا کہ حقیقت سے دونوں محروم ہیں؟

ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ عیسائیوں نے ابنیت کے اعتقاد=

= اور پیدایش مسیح کی سرگذشت ٹھیك ٹھیك اسی طرح بیان کر دی جس طرح انجیل میں بیان کی گئی ھے: "قالت انیّٰ یکون لی غلٰم و لم یمسسنی بشر و لم اك بغیا ۝ قال کذلك ج قال ربك ھو علی ھین ج و لنجعله اٰیة للناس و رحمة منا ج و کان امراً مقضیاً"۔ ۲۱-۲۰ مریم نے فرشتے سے کہا: ایسا کیسے ھو سکتا ھے جب کہ میں مرد سے واقف نہیں؟ اس نے کہا: ایسا ھی ھوگا روح القدس تجھ پر نازل ھوگی اور خدا کی قدرت تجھے اپنے سایے میں لے لے گی (لوقا ۱ : ۳۴ و ۳۵).

اب اگر یہودیوں کی طرح عیسائیوں کا اعتقاد بھی قرآن کے نزدیك غلط تھا تو کیا ضروری نہ تھا کہ جس طرح اس نے یہودیوں کے الزام کا رد کیا اسی طرح عیسائیوں کے غلو کا بھی صاف صاف رد کر دیتا؟ لیکن وہ اس کے رد میں ایك حرف بھی نہیں کہتا، بلکہ پیدایش کی جس روداد سے عیسائیوں نے یہ اعتقاد پیدا کیا تھا اسے حرف بحرف انجیل ھی کی طرح بیان کر دیتا ھے.

اگر اس کے نزدیك حقیقت نہ تو وہ تھی جو یہودیوں نے بنائی اور نہ وہ جو عیسائیوں نے سمجھی، بلکہ ایك تیسری ھی بات تھی، یعنی مریم کا اپنے شوھر یوسف سے حاملہ ھونا تو کیوں کر اس کے لیے جائز ھو سکتا تھا کہ وہ سب کچھ کہہ دے، لیکن اس بارے میں کچھ نہ کہے؟ =

= جو لوگ قرآن کو غیر معمولی پیدایش کا منکر ثابت کرنا چاہتے ہیں انہوں نے اپنی توجیہات کی ساری بنیاد اس مقدمے پر رکھی ہے کہ رخصتی سے پہلے یوسف اور مریم میں زوجیت کا تعلق پیدا ہوگیا تھا اور یہ اگرچہ شریعت موسوی کے خلاف نہ تھا، لیکن وقت کے رواج کے خلاف ضرور تھا۔ اسی لیے لوگوں پر بچے کی پیدایش گراں گزری، وہ اسے نا جائز حمل کا نتیجہ قرار دینے لگے۔ لیکن اول تو یہ محض ایک ظنی بنیاد ہے جس کے لیے تاریخی قرائن کا کوئی سہارا موجود نہیں۔ ثانیاً، خود یہودیوں کی قدیم روایات بالکل اس کے خلاف جارہی ہیں۔ انہوں نے حضرت مریم کو متہم کرتے ہوے یوسف کا نام نہیں لیا تھا، بلکہ پنتھر اٹالی کی طرف اشارہ کرتے تھے (۷٤)۔

بہر حال قرآن کو اس بارے میں منکر قرار دینا شرح و تفسیر کا ایک ایسا اقدام ہے جس پر کسی طرح ایک دیانت دار شارح کا ضمیر مطمئن نہیں ہوسکتا۔

ہمیں قرآن کا مطالعہ نہ تو اس طرح کرنا چاہیے کہ اسے عجائب پرستوں کی داستان بنانے کے خواہش مند ہوں، نہ عجائب پرستی کے الزام سے بچنے کے لیے اس درجہ مضطرب ہونا چاہیے کہ ہر بے محل سے بے محل توجیہ قبول کرلیں۔ =

= کے لیے جو سہارے ڈھونڈ ھے تھے ان میں سب سے بڑا سہارا اسی پیدایش کے اچنبھے کا تھا ۔ اسکندریہ کے فلسفہ آمیز اصنامی تخیل سیر اپیز (Serapis) سے تثلیثی وحدت کی اصل لی گئی اور ایزیز (Isis) کی جگہ حضرت مریم کو اور ھورس (Horus) کی حضرت مسیح کو دی گئی ۔ پس اگر قرآن کے نزدیک یہ اعتقاد بے اصل ھوتا تو وہ الوھیت و ابنیت کا رد کرتے ھوے سب سے پہلی ضرب اسی سہارے پر لگاتا ، کیوں کہ اس کے گرنے کے بعد اصنامی مسیحیت کی ساری عمارت خود بخود گر جاتی ۔ لیکن ھم دیکھتے ھیں کہ قرآن نے ایسا نہیں کیا ۔ وہ صرف ایك لفظ کہہ کر کہ ''یوسف مسیح کا باپ تھا'' سارا کارخانہ درھم برھم کردے سکتا تھا ۔ مگر وہ یہ نہیں کہنا چاھتا ، وہ اس کی طرف اشارہ بھی نہیں کرتا ۔ اس کی بحث و احتجاج کا اسلوب ھر جگہ ایسا دکھائی دیتا ھے جیسے اسے غیر معمولی پیدایش کے معاملے سے تو انکار نہیں ، لیکن وہ کہتا ھے : اس سے یہ کیسے لازم آ گیا کہ ایك بندہ خدا یا خدا کا بیٹا ھوجائے ؟ ایك انسان جو تمام انسانوں کی طرح انسان تھا اور اپنی پیدایش کے لیے ماں کے پیٹ کا محتاج ، بہر حال انسان ھی ھوگا ، خدا یا خدا کا بیٹا کیوں مانا جائے ؟ =

سورة طٰهٰ - ۲۰

مکیة و هی مائة و خمس و ثلٰثون اٰیة

مکی، ۱۳۵ آیات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰهٰ ۚ ۱ — طاہا (یعنی اے شخص مخاطب (۷۵) ۱

مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ — ہم نے تجھ پر قرآن اس لیے نازل

لِتَشْقٰٓى ۙ ۲ — نہیں کیا کہ رنج و محنت میں پڑ ۲.

اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۙ ۳ — وہ تو اس لیے نازل ہوا ہے کہ

جو (دل انکار و بد عملی کے نتائج سے) ڈرنے والا ہے اس کے لیے نصیحت ہو. (جو ڈرنے والے نہیں، وہ کبھی اس کی صداؤں پر کان نہیں دھریں گے) . ۳

---

۱ تا ۳ - بالاتفاق یہ سورت سورۂ مریم کے بعد نازل ہوئی ہے اور مکی عہد کی وسطی تنزیلات میں سے ہے. یہ زمانہ تاریخ دعوت کا سب سے زیادہ پر آشوب =

= قرآن عربی زبان کی ایك کتاب ھے اور دنیا کی تمام زبانوں کی طرح عربی الفاظ و تراکیب کےبھی ڈھلے ھوے سانچے ھیں اور اسلوب بیان کے معین اور قطعی دلالات. پس چاھیے که علم و دیانت کے ساتھ اس کا مطالعه کریں اور جو مطلب صاف نکل رھا ھو اسے بغیر کسی جھجك کے قبول کرلیں. اگر ھم نے به تکلف ایك بات اس کے منه میں رکھ دی جسے خود اس کی زبان قبول نہیں کررھی تو گو ھم نے اپنےخیال میں ایك بات بنالی ھو، مگر فی الحقیقت بننے والی نہیں. یہاں علم و حقیقت کی بے لاگ عدالت موجود ھے.وہ ھر بناوٹ کو اصلیت سے جدا کرلے گی.

باقی رھا یه سوال که یه اور اس طرح کے دوسرے معاملات کیوں کر عقلا تسلیم کیے جاسکتے ھیں؟ تو یه ایك اصولی مبحث ھے اور اس کا محل ترجمان القرآن نہیں، مقدمۂ تفسیر ھے.



اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝٥ "الرحمان" که (جهان داری کے) تخت پر متمکن ہے ٥.

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝٦ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، جو کچھ مٹی کے نیچے ہے (یعنی زمین کے نیچے ہے) سب اسی کا ہے (اور اسی کے لیے ہے) ٦.

وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۝٧ اور اگر تم پکار کے بات کہو تو (اس کی سماعت اس کی محتاج نہیں، کیوں کہ) وہ بھیدوں کا جاننے والا ہے، زیادہ سے زیادہ چھپے بھیدوں کا بھی ٧.

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝٨ وہی اللہ ہے، کوئی معبود نہیں ہے مگر صرف وہی. اس کے لیے حسن و خوبی کے نام ہیں ٨.

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝٩ اور (اے پیغمبر!) موسیٰ کی

وقف لازم

تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۝٤ یہ اس ھستی کا اتارا ھوا ھے حس نے زمین پیدا کی اور بلندی کے آسمان . ٤

= زمانہ تھا . انکار و جحود کا ھر طرف سے ھجوم تھا اور قبولیت کی رفتار بہت ھی دھیمی اور محدود تھی . قدرتی طور پر یہ صورت حال پیغمبر اسلام پر گراں گزرتی تھی . جو دل تمام نوع انسانی کی ھدایت کے لیے پھڑک رھا تھا ، وہ اپنے قریبی ابناء وطن کو بھی قبولیت کے لیے آمادہ نہ پاتا تھا . کون ھے جو اس غم و اضطراب کا اندازہ کر سکتا ھے جس کی مقدس آگ آپ کے قلب مبارک میں سلگ رھی تھی ؟

یہی وجہ ھے کہ اس عہد کی تمام تنزیلات تسکین و تشفی کی روح سے معمور ھیں اور یہی روح اس سورت میں بھی بول رھی ھے . خطاب براہ راست آپ سے ھے اور بالواسطہ آپ کے ساتھیوں سے .

فرمایا : قرآن اس لیے نازل نہیں ھوا ھے کہ تم اپنے کو رنج و محنت میں ڈالو . وہ تو نصیحت کی بات ھے . جو مستعد ھیں قبول کریں گے ، جنھوں نے استعداد کھو دی وہ سننے والے نہیں اور نتیجے کا ظہور اپنے وقت پر ھو گا .

لِمَا يُوْحٰی ﴿۱۳﴾ (اپنی رسالت کے لیے) چن لیا ہے ۔ پس جو کچھ وحی کی جاتی ہے اسے (کان لگا کر) سن[۱۳] ۔

۹ تا ۱۲ - آیت ۹ میں فرمایا : کیا حضرت موسیٰ کی سرگذشت پر تم نے غور نہیں کیا؟ ان کی پوری سرگذشت کس طرح اس حقیقت کی مجسم شہادت ہے ۔

پھر حضرت موسیٰ کی ابتدائی زندگی کا وہ واقعہ بیان کیا ہے جب وہ مدین کی بستی میں مقیم تھے اور اپنے خسر کا گلہ چرایا کرتے تھے۔ اسی زمانے میں ان کا گزر سیناء کے قرب وجوار میں ہوا اور وہیں یہ معاملہ پیش آیا۔ تورات میں اس جگہ کو "حورب" کہا ہے۔ یہ سیناء کا مشرقی گوشہ تھا ۔

تورات میں ہے کہ انہوں نے درخت میں آگ دیکھی اور متعجب ہو کر قریب گئے (خروج ۳ : ۳)۔ لیکن قرآن سے معلوم ہوتا ہے محض رفع تعجب کے لیے نہیں گئے تھے، بلکہ آگ کی جستجو میں تھے ۔ سورۂ نمل کی آیت ۷ سے مزید وضاحت ہو گئی ہے۔ وہ مع اہل وعیال کے بیابان میں تھے، رات ٹھنڈی تھی اور سوچ رہے تھے کہیں سے آگ مل جائے تو تاپنے کے لیے الاؤ جلائیں ۔ اتنے میں دور پر ایک روشنی آگ کی طرح نظر آئی۔ یہ =

حکایت تونے سنی؟ ۹

اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۞ ١٠

جب اس نے (دور سے) آگ دیکھی تو اپنے گھر کے لوگوں سے کہا: ٹھیرو! مجھے آگ دکھائی دی ھے۔ (میں جاتاھوں)

ممکن ھے تمھارے لیے ایك انگارا لے آؤں یا (کم ازکم) الاؤ پر کوئی راہ دکھانے والا ھی مل جائے ١٠.

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰى ۞ لا ١١

پھر جب وہ وھاں پہنچا تو اس وقت پکارا گیا، (ایك آواز اٹھی کہ) اے موسیٰ! ١١

اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ ج اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۞ ط ١٢

میں ھوں تیرا پروردگار! پس اپنی جوتی اتار دے۔ تو طویٰ کی مقدس وادی میں کھڑا ھے ١٢.

وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ

اور (دیکھ!) میں نے تجھے

(لوگوں کے یقین و عمل کی آزمایش ہو جائے اور) جس شخص کی جیسی کچھ کوشش ہو اسی کے مطابق بدلا پائے۱۵.

فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ پس (دیکھ!) ایسا نہ ہو کہ

لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ جو لوگ اس وقت کے ظہور پر

هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ۝ ١٦ یقین نہ رکھتے ہوں اور اپنی

خواہش کے بندے ہوں، وہ تجھے بھی (قدم بڑھانے سے) روک دیں اور نتیجہ یہ نکلے کہ تو تباہ ہو جائے۱۶.

---

۱۵ - آیت ۱۵ میں "الساعة" سے مقصود روز قیامت نہیں ہے جیسا کہ مفسروں نے سمجھا ہے، بلکہ وہ وقت ہے جو بنی اسرائیل کی نجات اور فرعون کی شکست کے لیے ظہور میں آنے والا تھا، چنانچہ سیاق وسباق صاف اس کی شہادت دے رہا ہے.

۱۶ - مصر کی غلامی نے بنی اسرائیل کے اخلاق وعواطف بالکل پژمردہ کر دیے تھے، عزم وہمت کا کوئی ولولہ ان میں باقی نہیں رہا تھا. جب حضرت موسیٰ نے فتح واقبال کے آنے والے وقت کی بشارت سنائی تو اکثروں کو یقین نہیں آیا. چوں کہ یہ بات علم الٰہی میں تھی، اس لیے یہاں آیت۱۶ میں پہلے سے خبر دار کر دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو ایسے لوگوں کی محرومیاں تمہیں بھی اقدام عمل سے روک دیں.

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا	میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا
فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ	کوئی معبود نہیں۔ پس میری ہی
لِذِکْرِیْ ۝ ۱۴	بندگی کر اور میری ہی یاد کے
	لیے نماز قائم کر ۱۴۔
اِنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ اَکَادُ	بلا شبہ (مقررہ) وقت آنے
اُخْفِیْہَا لِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍۭ	والا ہے۔ میں اسے پوشیدہ
بِمَا تَسْعٰی ۝ ۱۵	رکھنے کو ہوں، تاکہ

=سمجھے وہ آگ ہے، لیکن جب قریب پہنچے تو کارفرماے قدرت نے پکارا: اے موسیٰ! تو اس آگ کی چنگاری لے کر کیا کرے گا؟ تیرے ہاتھوں ایك دوسری ہی آگ روشن ہونے والی ہے: " انا اخترتك فاستمع لما یوحٰی "

بال بکشا و صفیر از شجر طوبیٰ زن
حیف باشد چو تو مرغے کہ اسیر قفسے

جوتی اتار دینے کا حکم اس لیے ہوا کہ تعظیم کی جگہ ننگے پاؤں ہو جانا قدیم اور عام رسم تھی۔ چنانچہ بابل اور مصر میں بادشاہ کے حضور برہنہ پا ہو کر آتے تھے۔ تورات میں بھی اس حکم کا ذکر ہے (خروج ۳: ۵)۔

وَ اضۡمُمۡ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخۡرُجۡ بَيۡضَآءَ مِنۡ غَيۡرِ سُوۡٓءٍ اٰيَةً اُخۡرٰى ۙ﴿۲۲﴾ اور (نیز حکم ہوا:) اپنا ہاتھ اپنے پہلو میں رکھ (اور پھر نکال). بغیر اس کے کہ کسی طرح کا عیب ہو، چمکتا ہوا نکلے گا. یہ (تیرے لیے) دوسری نشانی ہوئی ۲۲ .

لِنُرِيَكَ مِنۡ اٰيٰتِنَا الۡكُبۡرٰى ۚ﴿۲۳﴾ (اور یہ دونوں نشانیاں) اس لیے (دی گئی ہیں) کہ (آیندہ) تجھے اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں ۲۳ .

١ ع ١٠

اِذۡهَبۡ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۲۴﴾ (نیز حکم ہوا:) اے موسیٰ! تو فرعون (یعنی پادشاہ مصر) کی طرف جا. وہ بڑا سرکش ہو گیا ہے ۲٤ .

قَالَ رَبِّ اشۡرَحۡ لِىۡ صَدۡرِىۡ ۙ﴿۲۵﴾ موسیٰ نے عرض کیا: اے

---

۱۷ تا ۲۲ ـ لاٹھی کے سانپ بننے، ہتھیلی کے چمک اٹھنے اور ہارون کے وزیر و شریک ہونے کا ذکر تورات میں بھی ہے (خروج ٤: ۱ تا ٤). نیز یہ کہ خدا نے فرمایا: اب تو جا میں. تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں (خروج ۳: ۱۰).

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ۝ [17] اور (صدائے غیبی نے پوچھا) اے موسیٰ! تیرے دھنے ہاتھ میں کیا ہے؟ ١٧ ۔

قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ۝ [18] عرض کیا: میری لاٹھی ہے. چلنے میں اس کا سہارا لیتا ہوں، اسی سے اپنی بکریوں کے لیے درختوں کے پتے جھاڑ لیتاہوں، میرے لیے اس میں اور بھی طرح طرح کے فائدے ہیں (٧٦) ١٨ ۔

قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ۝ [19] حکم ہوا: اے موسیٰ! اسے ڈال دے ١٩ ۔

فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ۝ [20] موسیٰ نے ڈال دیا اور کیا دیکھتا ہے ایك سانپ ہے جو دوڑ رہا ہے! ٢٠

قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ وقفه سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ۝ [21] حکم ہوا: اسے اب پکڑ لے، خوف نہ کھا. ہم اسے پھر اس کی اصلی حالت پر کیے دیتے ہیں ٢١ ۔

كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا ۙ ٣٣ هم (دونوں یك دل هو كر)
تیری پاكی اور بڑائی كا بكثرت اعلان كریں ٣٣ .

وَّ نَذْكُرَكَ كَثِیْرًا ؕ ٣٤ اور تیری یاد میں زیاده سے
زیاده لگے رهیں ٣٤ .

اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا ۝ ٣٥ بلا شبه تو همارا حال دیكھ
رها هے (هم سے كسی حال میں غافل نهیں) ٣٥ .

قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ ارشاد هوا : اے موسیٰ !
یٰمُوْسٰی ۝ ٣٦ تیری درخواست منظور هوئی ٣٦ .

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْكَ مَرَّةً اور (تجھے معلوم هے) هم
اُخْرٰٓی ۙ ٣٧ تجھ پر پهلے بھی ایك مرتبه كیسا
احسان كر چكے هیں ٣٧ .

اِذْ اَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّكَ هم تجھے بتاتے هیں ، (اس وقت
مَا یُوْحٰٓی ۙ ٣٨ كیا هوا تها) جب هم نے تیری
ماں كے دل میں ایك بات ڈال دی تهی ٣٨ .

اَنِ اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ (هم نے اسے سمجھایا تها) كه بچے

پروردگار! میرا سینہ کھول دے (کہ بڑے سے بڑا بوجھ اٹھانے کے لیے مستعد ہو جاؤں) ٢٥ .

وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۙ ٢٦ میرا کام میرے لیے آسان کردے (کہ راہ کی کوئی دشواری بھی غالب نہ آسکے) ٢٦ .

وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۙ ٢٧ میری زبان کی گرہ کھول دے ٢٧ .

يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ص ٢٨ کہ (خطاب و کلام میں پوری طرح رواں ہو جائے اور) میری بات لوگوں کے دلوں میں اتر جائے ٢٨ .

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۙ ٢٩ نیز میرے گھر والوں میں سے

هٰرُوْنَ اَخِي ۙ ٣٠ میرے بھائی ھارون کو میرا وزیر بنادے ٢٩ و ٣٠ .

اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۙ ٣١ اس کی وجہ سے میری قوت مضبوط ہو جائے ٣١ .

وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ۙ ٣٢ وہ میرے کام میں میرا شریک ہو ٣٢ .

---

٢٥ - "رب اشرح لی صدری" کی تشریح سورۂ الم نشرح میں ملے گی .

وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا۬ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۙ۬ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ۝۴۰

تجھے پھر تیری ماں کی گود میں لوٹا دیا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رھیں اور (بچے کی جدائی سے) غمگین نہ ھو. پھر (دیکھ! ایسا ھوا کہ) تونے (مصر میں) ایك آدمی مار ڈالا. ھم نے تجھے اس معاملے کے غم سے نجات دی اور تجھے ھر طرح کی حالتوں میں ڈال کر آزمایا. پھر تو کئی برس تك مدین کے لوگوں میں رھا، بالآخر (وہ وقت آ گیا کہ) اے موسٰی! تو (مقررہ) اندازے پر پورا اتر آیا ۴۰.

---

۳۷ تا ۴۰ – حضرت موسٰی کو ان کی پیدایش کا واقعہ اس لیے یاد دلایا گیا کہ انھیں معلوم ھو جائے مشیت الٰہی کا ھاتھ اول دن سے انھیں چن چکا ھے اور ایسے عجیب و غریب حالات میں ان کی پرورش ھوئی ھے جو بغیر قدرت کی کرشمہ سازیوں کے ظہور میں نہیں آسکتے. پھر ان کا مصر سے نکلنے پر مجبور ھونا اور مدین کے بیابانوں میں صحرا کی زندگی بسر کرنا بھی اسی لیے تھا کہ پیش آنے والے معاملے کے لیے ان ساری باتوں کی ضرورت تھی. جب یہ سب کچھ ھو چکا اور شخصیت تیار ھو گئی تو =

فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ۞ ٣٩

کو ایک صندوق میں ڈال دے اور صندوق کو دریا میں چھوڑ دے. دریا اسے کنارے پر دھکیل دے گا. پھر اسے وہ اٹھالے گا جو میرا (یعنی میری قوم کا) دشمن ھے، نیز اس بچے کا بھی دشمن. اور (اے موسی!) ھم نے اپنے فضل خاص سے تجھ پر محبت کا سایہ ڈال دیا تھا (کہ اجنبی بھی تجھ سے محبت کرنے لگے) اور یہ اس لیے تھا کہ ھم چاھتے تھے تو ھماری نگرانی میں پرورش پائے ٣٩.

اِذْ تَمْشِيْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ؕ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ

تیری بہن جب وھاں سے گزری تو (یہ ھماری ھی کار فرمائی تھی کہ) اس نے (فرعون کی لڑکی سے) کہا: "میں تمھیں ایسی عورت بتلادوں جو اسے پالے پوسے"؟ اور اس طرح ھم نے

میری یاد میں کوتاہی نہ کریں۴۲ .

اِذْهَبَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ ھاں! تم دونوں(یعنی موسٰی اور

اِنَّهٗ طَغٰی ۴۳ ھارون ، کیوں کہ اب دونوں

اکٹھے ھو گئے تھے اور مصر کے قریب وحی الٰہی نے انھیں دوبارہ مخاطب کیا تھا) فرعون کے پاس جاؤ. وہ سرکشی میں بہت بڑھ چلا ھے۴۳ .

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا پھر (جب اس کے پاس پہنچو

لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۴۴ تو سختی کے ساتھ پیش نہ آنا)

---

۴۳ - یاد رھے جس فرعون کی طرف اب حضرت موسٰی جارھے ھیں یہ وہ نہیں ھے حس کے محل میں ان کی پرورش ھوئی تھی. وہ مرچکا تھا اور دوسرا فرعون تخت نشین ھو چکا تھا .

ادھر تو حضرت موسٰی کو یہ حکم ھوا اور مصر کی طرف چلے ، ادھر مصر میں حضرت ھارون کو اشارۂ غیبی ھوا کہ موسٰی کی جستجو میں نکلیں. چنانچہ راہ میں دونوں کی ملاقات ھو گئی. اب چوں کہ دونوں یک جا ھو چکے تھے، اس لیے وحی الٰہی نے دوسری مرتبہ مخاطب کیا تو دونوں کو کیا . پس آیت ۴۳ میں " ادھبا " کا خطاب =

وَ اصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ج ۴۱ اور (دیکھ! اس طرح) میں نے تجھے اپنے لیے (یعنی اپنے خاص کام کے لیے) بنایا اور تیار کیا ہے ۴۱ .

اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ اب تو اور تیرا بھائی دونوں

وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ج ۴۲ میری نشانیاں لے کر جائیں اور

= پردۂ عیب چاك ہوا اور نداء حق نے نمودار ہو کر کام پر لگا دیا. چنانچہ اسی لیے فرمایا: "و فتنّك فتونا" ہم نے تجھے ہر طرح کی حالتوں میں ڈال کر آزمایا. "ثم جئت علی قدر یّموسیٰ" پھر بالآخر تم اس اندازے پر ٹھیك اتر آئے جو تمہاری تکمیل کے لیے ٹھیرایا گیا تھا .

۴۱ - اس کے بعد فرمایا: "واصطنعتك لنفسی" میں نے تجھے اپنے لیے بنایا اور تیار کیا. "اپنے لیے" یعنی اپنے کام کے لیے. کائنات کی ہر چیز الله ہی کے لیے بنتی ہے، لیکن جن انسانوں کا ظہور اس لیے ہوتا ہے کہ اس کی سچائی اور عدالت کے قیام کا ذریعہ ہوں، انہیں وہ خصوصیت کے ساتھ اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور یہ وحی کی عام اصطلاح ہے. گویا قدرت انہیں اس لیے بناتی ہے کہ اور کسی کام کے لیے نہ ہوں، صرف اسی ایك کام کے لیے پیدا ہوں، زندہ رہیں اور جان دے دیں!

قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ۝٤٧

پس بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ رخصت کردے اور ان پر سختی نہ کر. ہم تیرے پروردگار کی نشانی لے کر تیرے سامنے آ گئے. اس پر سلامتی ہو جو سیدھی راہ اختیار کرے! ٤٧

اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝٤٨

جو کوئی جھٹلائے اور سرتابی کرے تو ہم پر وحی اتر چکی اس کے لیے عذاب کا پیام ہے٤٨.

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ۝٤٩

(چنانچہ وہ گئے اور) فرعون نے پوچھا: (اگر ایسا ہی ہے) تو بتلاؤ! تمہارا پروردگار کون ہے اے موسٰی؟ ٤٩

قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۝٥٠

موسٰی نے کہا: ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی خلقت بخشی، پھر اس پر (زندگی و عمل کی) راہ کھول دی٥٠.

نرمی سے بات کرنا ۔ (تمھیں کیا معلوم!) ہو سکتا ہے کہ نصیحت پکڑ لے یا (عواقب سے) ڈر جائے ٤٤ ۔

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ۝٤٥ — دونوں نے عرض کیا: پروردگار! ہمیں اندیشہ ہے فرعون ہماری مخالفت میں جلدی نہ کرے یا سرکشی سے پیش آئے ٤٥ ۔

قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ۝٤٦ — ارشاد ہوا: کچھ اندیشہ نہ کرو۔ میں تمھارے ساتھ ہوں ۔ میں سب کچھ سنتا ہوں ، سب کچھ دیکھتا ہوں ٤٦ ۔

فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۥ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ — تم اس کے پاس (بے دھڑک) جاؤ اور کہو: ہم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوے آئے ہیں ۔

= پہلے واقعے سے تعلق نہیں رکھتا، بعد کا واقعہ ہے ۔

٤٤ - آیت ٤٤ انبیاء کے طریق دعوت کی اصل الاصول ہے۔ تشریح اس کی پچھلی سورتوں میں گزر چکی ۔

ایسا نہیں کہ کھویا جائے یا بھول میں پڑ جائے ۵۲ .

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَھْدًا وَّ سَلَکَ لَکُمْ فِیْھَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ط فَاَخْرَجْنَا بِہٖ اَزْوَاجًا

وہ پروردگار جس نے تمہارے لیے زمین بچھونے کی طرح بچھا دی، نقل و حرکت کے لیے اس میں راہیں نکال دیں،

---

۵۱ و ۵۲ - ”پھر ان کا کیا حال ہونا ہے جو پچھلے زمانوں میں گزر چکے ہیں؟“ یعنی اگر پروردگار عالم وہی ہے جس کا تم نام لے رہے ہو تو کیا یہ بات ہمارے بزرگوں کو معلوم نہ تھی؟ کیا وہ سب گم راہی میں پڑے؟ ”علمھا عند ربی فی کتٰب“ حضرت موسٰی نے کہا: مجھے کیا معلوم ان کا کیا حال تھا اور انھیں کیا پیش آئے گا؟ اور تمھیں اس کی فکر کیوں ہو؟ اس کا علم اللہ کے نوشتے میں ہے. ہر فرد اور ہر گروہ اپنی حالت کے مطابق اپنا نتیجہ پائے گا. ہم اپنی فکر کریں، پچھلوں کی فکر میں کیوں پڑیں؟ ”لھا ما کسبت و لکم ما کسبتم ج و لا تسئلون عما کانوا یعملون (۲ : ۱۳۴).

اس مکالمے سے اندازہ کرو کہ انبیاء کا طریق موعظت مجادلہ و مناظرہ کے طریقے سے کس درجہ مختلف ہے!

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ۝ ٥١

فرعون نے کہا: پھر ان کا کیا حال ہونا ہے جو پچھلے زمانوں میں گزر چکے ہیں؟ (یعنی (۷۷) تمہاری اس دعوت سے پہلے گزر چکے ہیں) ۵۱ .

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ۝ ٥٢

موسیٰ نے کہا: اس بات کا علم میرے پروردگار کے پاس نوشتے میں ہے . میرا پروردگار

---

۵۰ - حضرت موسیٰ نے تین چار لفظوں میں جو کچھ کہہ دیا، کیا اس سے زیادہ دنیا کی کوئی زبان خدا کے بارے میں کچھ کہہ سکتی ہے؟ پروردگار وہ ہے جس نے ہر مخلوق کو اس کا وجود بخشا اور پھر اس کی زندگی و بقا کے لیے جن جن باتوں کی ضرورت تھی ان سب کی راہ انہیں دکھادی، یعنی ایسا وجدان، ایسے حواس، ایسی معنوی قوتیں دے دیں جو ان کی رہ نمائی کرتی ہیں " من نطفۃ خلقه فقدره ثم السبیل یسره (۸۰: ۱۹و۲۰) الذی خلق فسوّٰی و الذی قدر فهدی (۸۷: ۲و۳) . مزید تشریح کے لیے دیکھو تفسیر فاتحہ .

قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ۝٥٧

اس نے کہا: اے موسیٰ! کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے ہمیں ہمارے ملک سے نکال باہر کرے؟ ٥٧

فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ۝٥٨

اچھا! ہم بھی اسی طرح کے جادو کا کرتب تجھے لا دکھائیں گے۔ ہمارے اور اپنے درمیان ایک دن (مقابلے کا) مقرر کردے، نہ تو ہم اس سے پھریں نہ تو، دونوں کی جگہ برابر ہوئی (٧٨)٥٨ ۔

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ۝٥٩

موسیٰ نے کہا: جشن کا دن تمہارے لیے مقرر ہوا، دن چڑھے لوگ اکٹھے ہو جائیں ٥٩ ۔

فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ۝٦٠

پھر فرعون نے ان سے رخ پھیرا، اپنے تمام داؤ جمع کیے، پھر

مِنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ۞ ٥٣ آسمان سے پانی برسایا ، اس کی آب پاشی سے ہر طرح کی نباتات کے جوڑے پیدا کردیے٥٣ .

كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ۞ ٥٤ خود بھی کھاؤ اور اپنے مویشی بھی چراؤ . اس بات میں عقل والوں کے لیے کیسی کھلی نشانیاں ھیں ! ٥٤

ع ٢ / ١١

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۞ ٥٥ اس نے اسی زمین سے تمھیں پیدا کیا ، اسی میں لوٹاتا ھے اور پھر اسی سے دوسری مرتبہ اٹھائے جاؤ گے ٥٥ .

وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ۞ ٥٦ اور (دیکھو!) یہ واقعہ ھے کہ ھم نے فرعون کو ساری نشانیاں دکھائیں ، مگر اس پر بھی اس نے جھٹلایا اور انکار کیا٥٦ .

نکال باھر کریں اور پھر تمھارے شرف و عظمت کے مالك ھو جائیں ٦٣.

فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ۝٦٤

پس اپنے سارے داؤ جمع کرو اور پرا باندھ کر ڈٹ جاؤ. جو آج بازی لے گیا وھی کام یاب ھوگا ٦٤ .

قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ۝٦٥

جادوگروں نے کہا: اے موسٰی! یا تو تم پہلے اپنی لاٹھی پھینکو یا پھر ھماری ھی طرف سے پہل ھو؟ ٦٥

قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝٦٦

موسٰی نے کہا: نہیں! تم ھی پہلے پھینکو. چنانچہ (انھوں نے اپنا کرتب دکھایا اور) اچانك موسٰی کو ان کے جادو کی وجه سے ایسا دکھائی دیا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں (سانپ

(وقت مقرر پر مقابلے کے لیے) نمودار ہوا ٦٠ ۔

قَالَ لَهُمْ مُّوسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ۝٦١

موسیٰ نے (میدان کی بھیڑ کو مخاطب کرتے ہوے) کہا: افسوس تم پر! (تم کیا کر رہے ہو!) دیکھو! اللہ پر جھوٹی تہمت نہ لگاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی عذاب بھیج کر تمہاری جڑ اکھاڑ دے۔ جس کسی نے جھوٹ بات بنائی وہ ضرور نامراد ہوا ٦١ ۔

فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ۝٦٢

(یہ سن کر) لوگ آپس میں رد و کد کرنے لگے اور پوشیدہ سرگوشیاں شروع ہو گئیں ٦٢ ۔

قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ۝٦٣

پھر (درباری) بولے: یہ دونوں بھائی ضرور جادوگر ہیں۔ یہ چاہتے ہیں اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے ملک سے

اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ	کی تمام بناوٹیں نگل جائے گی .
سٰحِرٍ ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ	انہوں نے جو کچھ بنایا ہے
حَيْثُ اَتٰى ۝۶۹	محض جادوگروں کا فریب ہے

اور جادوگر کسی راہ سے آئے کبھی کام یابی نہیں پا سکتا ۶۹ .

فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا	چنانچہ (ایسا ہی نتیجہ نکلا)
قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ	تمام جادوگر بے اختیار سجدے
وَمُوْسٰى ۝۷۰	میں گر پڑے اور پکارے :

ہم ھارون اور موسیٰ کے خدا پر ایمان لائے ۷۰ .

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ	فرعون نے کہا : تم بغیر میرے
اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ	حکم کے موسیٰ پر ایمان لے آئے؟
الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ	ضرور یہ تمہارا سردار ہے
فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ	جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے .
وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ	اچھا ! (دیکھو ! میں کیا کرتا ھوں)
وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ	میں تمہارے ھاتھ پاؤں

کی طرح) دوڑ رهی هیں ٦٦ .

فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهٖ خِيفَةً مُّوسٰى ۝ ٦٧

موسیٰ نے اپنے اندر هراس محسوس کیا (که اس منظر سے لوگ متأثر نه هو جائیں) ٦٧ .

قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلٰى ۝ ٦٨

هم نے کہا: اندیشه نه کر تو هی غالب رهے گا ٦٨ .

وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا ط

تیرے دهنے هاتھ میں جو لاٹهی هے فوراً پهینك. وه جادوگروں

٦٦ - "يخيل اليه من سحرهم" یعنی جادوگروں کی رسیاں اور لاٹهیاں سانپ نهیں بن گئیں تهیں، بلکه ان کی شعبده گری کی وجه سے دیکهنے والا خیال کرنے لگتا سانپ کی طرح حرکت کر رهی هیں . چنانچه آگے چل کر کہا: "انما صنعوا كيد سٰحر ط ولا يفلح السّٰحر حيث اتٰى" یه جادوگروں کا فریب نظر هے اور جادوگر کیسا هی تماشه دکهائے، حقیقت کی طرح کام یاب نهیں هو سکتا . سورۂ اعراف میں اس واقعے کی تشریحات گزر چکی هیں اور آینده سورتوں میں مزید تشریحات ملیں گی .

اس سے منہ موڑ کر تیرا حکم مان لیں ۔ تو جو فیصلہ کرنا چاہتا ہے کر گزر ۔ تو زیادہ سے زیادہ جو کر سکتا ہے وہ یہی ہے کہ دنیا کی اس زندگی کا فیصلہ کر دے (اس سے زیادہ تیرے اختیار میں کچھ نہیں) ۷۲ .

إِنَّآ أٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ أَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۗ وَاللَّهُ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى ۝ ۷۳

ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے کہ ہماری خطائیں بخش دے، خصوصًا جادوگری کی خطا جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا ۔ (ہمارے لیے) اللہ ہی بہتر ہے اور وہی باقی رہنے والا ہے ۷۳ .

إِنَّهُ مَنْ يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ ۗ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيٰى ۝ ۷٤

کچھ شک نہیں جو شخص اپنے پروردگار کے حضور مجرم ہو کر حاضر ہو گا تو یقینًا اس کے لیے دوزخ ہو گی، نہ تو اس میں مرے گا نہ زندہ رہے گا (دونوں حالتوں کے درمیان سسکتا رہے گا! ۷٤)

وَمَنْ يَأْتِهِ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَأُولٰٓئِكَ

اور جو کوئی اس کے حضور مومن ہو کر حاضر ہو گا

النَّخْلِ ز وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰى ۞ ٧١

الٹے سیدھے کٹواؤں گا اور کھجور کے تنوں پر سولی دوں گا (٧٩) . پھر تمھیں پتا چلے گا ہم دونوں میں کون سخت عذاب دینے والا ھے اور کس کا عداب دیرپا ھے ! ٧١

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الَّذِىْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ط اِنَّمَا تَقْضِىْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ط ۞ ٧٢

انھوں نے کہا: ہم یه کبھی نہیں کرسکتے که (سچائی کی) جو روشن دلیلیں ھمارے سامنے آ گئی ھیں اور جس خدا نے ھمیں پیدا کیا ھے

٧١ - سورۂ اعراف میں گزر چکا ھے که شکست کھانے کے بعد فرعون نے جادوگروں سے کہا: یه تمھاری ملی بھگت ھے که موسیٰ کو جتا دیا (٧ : ١٢٣) . یہاں اس کے قول کا دوسرا حصه نقل کیا ھے که "معلوم ھوتا ھے موسیٰ تمھارا سردار ھے. تم جادو میں اس کے شاگرد ھو. اسی لیے اس کے آگے گر پڑے". مقصود اس سے یه تھا که عوام پر حقیقت حال مشتبه کردے اور شکست کی ذلت چھپائے .

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى ۙ	اور (پھر دیکھو!) ہم نے
اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ	موسٰی پر وحی بھیجی تھی کہ
لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ	(اب) میرے بندوں کو راتوں
يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا	رات (مصر سے) نکال لے جا،
وَّلَا تَخْشٰى ۝ ۷۷	پھر سمندر میں ان کے گزرنے

کے لیے خشکی کی راہ نکال لے. نہ تو تعاقب کرنے والوں سے اندیشہ ہو گا نہ اور کسی طرح کا خطرہ ۷۷ .

فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ	پھر (جب موسٰی اپنی قوم کو

= اور اس کی استقامت دونوں کا ثبوت دے دیا. ان کا کفر ساری زندگی کا کفر تھا اور ایمان صرف چند لمحوں کا ایمان، لیکن چند لمحوں کے ایمان نے عمر بھر کا کفر محو کردیا. ان کا دل صدیقوں کا دل اور ان کی صدا شہداء حق کی صدا ہو گئی. مصری شہنشاہی کا سارا قہر و جلال ایك پل کے لیے بھی ان کی استقامت ایمانی پر غالب نہ آسکا.

لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۙ۷۵ اور اس کے کام بھی اچھے رہے ہوں گے تو یقیناً ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لیے بڑے بڑے درجے ہوں گے ۷۵ ۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ۧ۷۶ ہمیشگی کے گلزار جن کے تلے نہریں رواں ہیں ۔ وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے ۔ یہ ہے اس کا بدلا جو (زندگی میں ہر طرح کی آلودگیوں سے) پاک رہا ۷۶ ۔

ع ۳ ۱۲

۷٤ تا ۷٦ - جادوگروں کا مقولہ آیت ۷۳ پر ختم ہوگیا. اس کے بعد کی تین آیتوں میں ان کے ایمان باللہ اور امید مغفرت و رضوان کی تصدیق کی ہے اور واضح کیا ہے کہ عذاب اخروی انھیں کے لیے ہے جو زندگی میں مجرم رہے ۔ جو ایمان لے آئے اور نیك عملی اختیار کر لی تو ان کے لیے درجوں کی بلندی اور روحانی زندگی کی کامرانیاں ہوں گی ۔

اس میں اشارہ ہے کہ سحرۂ فرعون کا اللہ کے حضور بڑا درجہ ہوا، کیوں کہ انھوں نے قبولیت حق کی استعداد

ظہور میں آیا تھا، تمھارے لیے (صحراے سیناء میں) "من" اور "سلوٰی" مہیا کر دیا ۸۰ ۔

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ج وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ۝ ۸۱

(تمھیں کہا گیا:) یہ پاك غذا مہیا کر دی گئی ہے، شوق سے کھاؤ، مگر اس بارے میں سرکشی نہ کرو۔ کروگے تو میرا غضب نازل ہو جائے گا۔

اور جس پر میرا عذاب نازل ہوا تو بس وہ (ہلاکت میں) گرا ۸۱۔

وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ۝ ۸۲

اور (میں نے کہا:) جو کوئی توبہ کرے، ایمان لائے، نیك عمل ہو تو میں یقیناً اس کے لیے بڑا ہی بخشنے والا ہوں ۸۲۔

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ۝ ۸۳

اور (جب موسٰی طور پر حاضر ہوا تو ہم نے پوچھا:)

فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا	لے کر نکل گیا تو) فرعون
غَشِيَهُمْ ۝ ٧٨	نے اپنے لشکر کے ساتھ اس کا

پیچھا کیا۔ پس پانی کا ریلا جیسا کچھ ان پر چھانے والا تھا چھا گیا (یعنی جو کچھ ان پر گزرنی تھی گزر گئی) ٧٨ .

وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ	اور فرعون نے اپنی قوم پر
وَمَا هَدٰى ۝ ٧٩	راہ (نجات) گم کر دی، انہیں

سیدھی راہ نہیں دکھائی ٧٩ .

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ	اے بنی اسرائیل! میں نے
اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ	تمہارے دشمن سے تمہیں
وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ	نجات بخشی، تم سے (برکتوں
الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ	اور کامرانیوں کا) وعدہ کیا
الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۝ ٨٠	جو کوہ طور کی دہنی جانب

٧٧ و ٧٨ - آیت ٧٧ اور ٧٨ حضرت موسیٰ اور فرعون کے معاملے کا خلاصہ و ما حصل ہے . اس کے بعد ان حالات کی طرف اشارہ کیا ہے جو مصر سے خروج کے بعد دشت سیناء میں پیش آئے تھے .

میں نے تیرے حضور آنے میں جلدی کی کہ تو خوش ہو ۸٤ .

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ۝ ۸۵	فرمایا: مگر ہم نے تیرے پیچھے تیری قوم کی (استقامت کی) آزمایش کی اور سامری

نے اسے گم راہ کر دیا ھے ۸۵ .

فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۭ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ۝ ۸٦	پس موسیٰ حشم ناك اور افسوس کرتا ھوا قوم کی طرف لوٹا . اس نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! (یہ تم نے کیا کیا؟) کیا تم سے تمھارے پروردگار نے ایك بڑی بھلائی کا وعدہ نہیں کیا تھا؟ پھر کیا

ایسا ھوا کہ تم پر بڑی مدت گزر گئی (اور تم اسے یاد نہ رکھ سکے) یا یہ بات ھے کہ تم نے چاھا تمھارے پروردگار کا غضب

اے موسیٰ ! کس بات نے تجھے جلدی پر ابھاوا اور تو قوم کو پیچھے چھوڑ کر چلا آیا ؟ ٨٣

قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ۝ ٨٤

موسیٰ نے عرض کیا: وہ مجھ سے دور نہیں، میرے نقش قدم پر ھیں۔ اور اے پروردگار !

٨٣ - آیت ٨٣ سے سامری کا واقعہ شروع ھوتا ھے۔
پچھلی سورتوں میں گزر چکا ھے کہ جب حضرت موسیٰ طور پر معتکف ھونے کے لیے گئے تو قوم کو حضرت ھارون کی نگرانی میں چھوڑ گئے تھے۔ ان کی عدم موجودگی میں سامری کا فتنہ ظہور میں آیا۔ یہاں آیت ٨٣ میں اسی طرف اشارہ کیا ھے۔ حضرت موسیٰ حب قوم کو پیچھے چھوڑ کر طور پر پہنچ گئے تو وحی الٰہی نے انہیں مخاطب کیا "کس بات نے تجھے قوم کی طرف سے اس درجہ مطمئن کردیا کہ فوراً انہیں چھوڑ کر چلا آیا"؟ حضرت موسیٰ جو پیش آنے والے واقعے سے بے خبر تھے بولے: "میں نے مقرر وقت پر آنے میں جلدی کی کہ تو رضا مند ھو اور قوم میرے نقش قدم پر چل رھی ھے"۔ فرمایا: "ھاں! مگر قوم کا یہ حال ھے کہ اتنے ھی دنوں میں گمراہ ھو گئی"۔

فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰـهُكُمْ وَاِلٰـهُ مُوْسٰى ۬ۚ فَنَسِيَ ۞ ۸۸

اور ان کے لیے ایک (سنہرا) بچھڑا (بنا کر) نکال لایا، محض ایک بےجان دھڑ جس سے گاے کی سی آواز نکلتی تھی! لوگ یہ دیکھ کر بول اٹھے: یہ ھے ھمارا (۸۰) معبود اور موسیٰ کا بھی، مگر وہ بھول میں پڑ گیا ۸۸ .

=جس طرح ترجمہ کیا ھے اس پر غور کرو. مصری گردن اور سر پر سونے کے بھاری بھاری زیور پہنتے تھے. یہودیوں نے بھی وہ اختیار کرلیے تھے اور جب نکلے تو پہنے ھوے نکلے. انھیں کو گلا کر سامری نے بچھڑا بنایا تھا. اب جب حضرت موسیٰ نے پرسش کی تو لوگوں نے اپنا بچاؤ یہ کہہ کر کرنا چاھا کہ ھمارا اور کچھ قصور نہیں. مصری زیوروں کا بڑا بوجھ ھمارے سروں پر پڑا تھا. ھم نے چاھا اسے پھینک دیں. ھمیں کیا معلوم تھا کہ سامری اس سے ایک عجیب و غریب چیز بنا کر ھمیں گم راہ کردے گا.

قرآن کہتا ھے: ھوا تھا ایسا ھی. انھوں نے اپنا سب زیور اتار دیا اور سامری نے اسے گلا کر بچھڑا بنا لیا.

تم پر آ نازل ہو اور اس لیے تم نے مجھ سے ٹھیرائی ہوئی بات توڑ ڈالی ؟ ٨٦

قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ۙ ٨٧

انھوں نے کہا: ہم نے خود اپنی خواہش سے عہد شکنی نہیں کی، بلکہ (ایک دوسرا ہی معاملہ پیش آیا. مصری) قوم کی زیب و زینت کی چیزوں کا ہم پر بوجھ پڑا تھا (یعنی بھاری بھاری زیوروں کا جو مصر میں پہنے جاتے تھے. ہم اس بوجھ کے رکھنے کے خواہش مند نہ تھے) وہ ہم نے پھینک دیا (بس ہمارا اتنا ہی قصور ہے). چنانچہ اس طرح (جب سونا فراہم ہو گیا تو) سامری نے اسے (آگ میں) ڈالا ٨٧ .

٨٧ - آیت ٨٧ میں " فقذفنٰھا " تك لوگوں کا حواب ہے . اس کے بعد " فکذلك " سے قرآن واقعے کی تفصیل بیان کرتا ہے . یہ لوگوں کے حواب کا ٹکڑا نہیں. صرف اتنی سی بات عور نہ کرنے کی وجہ سے مفسرون اور مترجموں نے اس مقام کا پورا مطلب خبط کر دیا اور اسلوب کلام کی بھی ساری کل بگڑ گئی . اب ہم نے =

پرستش پر جمے ہی رہیں گے ۹۱ ۔

قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ۙ ۹۲ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ۝ ۹۳

(بہر حال) موسیٰ نے (اب ہارون سے) کہا: اے ہارون! جب تو نے دیکھا یہ لوگ گم راہ ہو گئے ہیں تو کیا بات ہوئی کہ انہیں روکا نہیں؟ کیا تو نے پسند کیا کہ میرے حکم سے باہر ہو جائے؟ ۹۲و۹۳ ۔

قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّىْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ۝ ۹۴

ہارون بولا: اے میرے عزیز بھائی! میری ڈاڑھی اور سر کے بال نہ نوچ (میں نے اگر سختی میں کمی کی تو صرف اس خیال سے کہ) میں ڈرا کہیں تم یہ نہ کہو: تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میرے حکم کی راہ نہ دیکھی ۹٤ ۔

اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۞ ٨٩
(افسوس ان کی سمجھ پر!) کیا انھیں یہ (موٹی سی) بات بھی دکھائی نہ دی کہ بچھڑا

ع ٤ ١٣

(آواز تو نکالتا ھے مگر) ان کی بات کا جواب نہیں دے سکتا اور نہ انھیں فائدہ پہنچا سکتا ھے نہ نقصان؟ ٨٩

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ۞ ٩٠
اور ھارون نے اس سے پہلے انھیں (صاف صاف) جتا دیا تھا: بھائیو! یہ اس کے سوا کچھ نہیں ھے کہ تمھاری (استقامت کی) آزمایش ھو رھی ھے.

تمھارا پروردگار تو خدائے رحمان ھے. دیکھو! میری پیروی کرو اور میرے کہے سے باھر نہ ھو ٩٠.

قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ۞ ٩١
مگر انھوں نے جواب دیا تھا: جب تك موسیٰ ھمارے پاس واپس نہ آ جائے، ھم اس کی

فِى الۡيَمِّ نَسۡفًا ۝٩٧ تیرے (گھڑے ہوئے)

معبود کا اب کیا حال ہوتا ہے جس کی پوجا پر جم کر بیٹھ رہا تھا۔ ہم اسے جلا کر راکھ کر دیں گے اور راکھ سمندر میں اڑا کر بہا دیں گے ۹۷ ۔

---

۹۵ تا ۹۷ - جب حضرت موسیٰ نے سامری سے پوچھا: تو دین حق سے کیوں پھر گیا؟ تو اس نے کہا: میں نے اللہ کے رسول کی (یعنی آپ کی) ایک حد تک پیروی کی، کیوں کہ جو بات میری قوم کے دوسرے آدمی نہ پا سکے تھے میں نے پالی تھی۔ مگر پھر میں نے آپ کا طریقہ چھوڑ دیا۔ میری طبیعت کے بے اختیارانہ ولولے نے مجھے اس کے لیے مجبور کر دیا تھا، کیوں کہ میرا آبائی طریق عبادت یہی ہے۔

اس پر حضرت موسیٰ نے اسے جماعت سے باہر کر دیا اور حکم دیا: کوئی اس سے کسی طرح کا تعلق نہ رکھے۔ " ان تقول لا مساس " کا مطلب ہے کہ لوگ تجھ سے اس درجہ نفرت کرنے لگیں گے کہ تیری چھوت سے بھاگیں گے۔ تو " لا مساس " یعنی اچھوت ہو جائے گا۔ کہتا پھرے گا: مجھے کوئی نہ چھوئے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾ تب موسیٰ نے (سامری سے)
کہا: سامری! یہ تیرا کیا حال ہوا؟ ٩٥

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾

کہا: میں نے وہ بات دیکھ لی تھی جو اوروں نے نہیں دیکھی، اس لیے (اللہ کے) رسول کی پیروی میں میں نے بھی کچھ حصہ لیا تھا پھر چھوڑ دیا۔ (کیا کہوں!) میرے جی نے ایسی ہی بات مجھے سجھائی ٩٦.

قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ص وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ج وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ط لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ

موسیٰ نے کہا: اگر ایسا ہے تو پھر جا! زندگی میں تیرے لیے یہ ہونا ہے کہ کہے "میں اچھوت ہوں" اور (آخرت میں عذاب کا) ایک وعدہ ہے جو کبھی ٹلنے والا نہیں. اور دیکھ!

خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَاۗءَ لَهُمْ	(اور) ہمیشہ اسی حالت میں
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ۙ ١٠١	رہے گا۔ کیا ہی برا بوجھ ہے

جو یہ قیامت کے دن اپنے اوپر لادے ہوں گے! ١٠١

يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ	وہ دن کہ نرسنگا پھونکا جائے
وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ	گا ہم مجرموں کو جمع
زُرْقًا ښ ١٠٢	کریں گے اور ان کی آنکھیں

مارے دہشت کے بےنور ہوں گی ١٠٢ .

= اور اس کے بعد سلسلۂ بیان منکرین دعوت کی طرف متوجہ ہوگیا ہے۔ فرمایا: جس طرح موسیٰ پر ہدایت وحی اتری تھی اسی طرح ہم نے تجھے بھی ایک سرمایۂ نصیحت، یعنی قرآن عطا فرمایا ہے اور اس کے منکروں کے لیے بھی وہی ہونا ہے جو پہلے ہو چکا ہے۔

١٠٢ - لوگوں کو اکٹھا کرنے کا پرانا دستور یہ چلا آتا ہے کہ نرسنگا پھونکا کرتے ہیں۔ آشوریوں، مصریوں، ہندوستانیوں، ایرانیوں، چینیوں سب میں یہ طریقہ پایا گیا ہے۔ اسی لیے نرسنگا پھونکنے کا مطلب یہ ہوگیا کہ جمع ہونے کی پکار بلند ہوئی۔ تورات اور انجیل کی یہ عام=

إِنَّمَآ إِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ	معبود تو تمھارا بس اللہ ھی ھے،
لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَسِعَ كُلَّ	اس کے سوا کوئی نہیں . وھی
شَيْءٍ عِلْمًا ۞ ٩٨	ھے جو ھر چیز پر اپنے علم سے

چھایا ھوا ھے ٩٨ .

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ	(اے پیغمبر!) اس طرح ھم
أَنْبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ	گزری ھوئی سرگذشتوں میں
اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا	سے (خاص خاص واقعات کی)
ذِكْرًا ۞ صلے ٩٩	خبریں تجھے سناتے ھیں اور

بلا شبہ ھم نے اپنے پاس سے تجھے ایک سرمایۂ نصیحت عطا فرمادیا ھے (یعنی قرآن) ٩٩ .

مَنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُ	تو جس کسی نے اس سے رخ
يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	پھیرا، یقیناً وہ قیامت کے دن
وِزْرًا ۞ لا ١٠٠	ایک (بہت بڑے جرم کا)

بوجھ اٹھائے گا ١٠٠ .

---

٩٩ و ١٠٠ — آیت ٩٨ پر سرگذشت ختم ھو گئی ھے =

سراغ پر ہوگا وہ بول اٹھے گا: نہیں! ہم بہت رہے ہوں گے تو بس ایک دن (اس سے زیادہ یہ مدت نہیں ہو سکتی) ١٠٤۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ اور یہ پہاڑوں کے بارے میں

فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۙ﴿۱۰۵﴾ پوچھتے ہیں (کہ ان کا حال کیا ہوگا) تو کہہ دے: میرا پروردگار (ریزہ ریزہ کر کے) بالکل اڑا دے گا ١٠٥۔

فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۙ﴿۱۰۶﴾ پھر انہیں ایسا کر دے گا جیسے صاف ہموار میدان ہو جائے ١٠٦۔

لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ؕ﴿۱۰۷﴾ کہیں تم کجی نہ پاؤ اور نہ اونچ نیچ ١٠٧۔

يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾ اس دن سب پکارنے والے کے پیچھے ہو لیں گے، اس سے منحرف نہ ہو سکیں گے اور خدائے رحمان کے جلال کے آگے سب کی آوازیں خاموش ہو جائیں گی (٨١)۔ اس سناٹے میں

يَتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ۝١٠٣ وہ آپس میں چپکے چپکے ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہوں گے: (ہم اس حالت میں، یعنی پہلی اور دوسری زندگی کی درمیانی حالت میں) ہفتے عشرے سے زیادہ کیا رہے ہوں گے؟ ١٠٣.

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ۝ع ١٠٤ یہ (اس دن) جیسی جیسی باتیں کریں گے ہم ان سے بے خبر نہیں۔ ان میں جو سب سے بہتر

ع ١٤

=اصطلاح ہے اور قرآن نے بھی جا بجا "نفخ فی الصور" کی ترکیب استعمال کی ہے۔

١٠٣ - آیت ١٠٣ کا وہی مطلب ہے جو پچھلی سورتوں میں گزر چکا ہے۔ آدمی سو کر اٹھتا ہے تو نہیں جانتا کتنی دیر سویا۔ یہی حال دوسری زندگی میں ہوگا۔ انسان اپنی پچھلی زندگی یاد کرے گا تو ایسا معلوم ہوگا جیسے چند دن پہلے کی بات ہو۔ ایک کہے گا "ہفتے عشرے کی بات ہے"، دوسرا جو اندازہ لگانے میں زیادہ تیز ہوگا کہے گا: "نہیں! صرف ایک دن کی بات"۔ دوسری جگہ اس سے بھی کم اندازے کی تعبیر آئی ہے "عشیۃً او ضحٰھا" (٧٩ : ٤٦)۔

وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ۭ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۝١١١

اس حی و قیوم کے آگے سب کے سر جھك گئے. جس نے ظلم کا بوجھ لاد لیا تھا (دیکھو!) وہ نا مراد ہوا ١١١ .

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ۝١١٢

اور (ہاں!) جس کے عمل اچھے ہوئے اور وہ مومن بھی ہے تو اس کے لیے کوئی اندیشہ نہ ہوگا ، نہ تو نا انصافی ہوگی نہ حق تلفی ١١٢ .

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ۝١١٣

اور (دیکھو!) اسی طرح یہ بات ہوئی کہ ہم نے اس (سرمایۂ نصیحت) کو قرآن عربی کی شکل میں اتارا اور مختلف طریقوں سے اس میں

= بھی زندگی کی خوش گواری پیدا نہیں کرے گی ، بلکہ منظر کی دہشت میں اور اضافہ کردے گی .

کوئی آواز سنائی نہیں دے گی مگر صرف قدموں کی آہٹ (۸۲) ۱۰۸ .

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا ۝ ۱۰۹

اس دن سفارشیں کچھ کام نہ دیں گی، مگر ھاں! جس کو خدائے رحمان اجازت دے، اس کا زبان کھولنا پسند فرمائے! ۱۰۹

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ۝ ۱۱۰

جو کچھ لوگوں کے سامنے ھے اور جو ان کے پیچھے گزر چکا سب کا وہ علم رکھتا ھے، مگر انسان اپنے علم سے اس پر چھا نہیں سکتا! ۱۱۰ .

---

۱۰۸ - آیت ۱۰۸ میں قیامت کے منظر کی جو تصویر کھینچی گئی ھے اس کا سارا زور مترجموں نے ضائع کر دیا. ایک میدان میں بے شمار آدمی چل رھے ھوں، مگر سب کے ھوش اڑے ھوے ھوں اور سب کی زبانیں ھیبت نے گونگی کر دی ھوں تو اس منظر کا کیا حال ھوگا؟ ایک دھشت انگیز سناٹا جس میں قدموں کی آھٹ کے سوا اور کوئی آواز مخل نہ ھوگی! اور یہ آواز=

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِىَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ع ۱۱۵

اور یہ واقعہ ہے کہ ہم نے آدم کو پہلے سے جتا کر عہد لے لیا تھا، پھر وہ بھول گیا اور ہم نے (نا فرمانی کا) قصد اس میں نہیں پایا تھا ۱۱۵ .

٦ ع ١٥

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط اَبٰى ۱۱٦

اور (پھر) وہ معاملہ یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تھا: "آدم کے آگے جھک جاؤ". سب جھک گئے تھے، مگر ابلیس نہیں جھکا، اس نے انکار کیا ۱۱٦ .

=اس آیت نے واضح کر دیا کہ پیغمبر اسلام کے مقام علم وعرفان کی وسعت وعظمت کا کیا حال تھا! وہ کسی حد پر بھی رکنا نہیں چاہتی تھی. اس کے لیے کوئی زیادتی بھی زیادتی نہ تھی. اس کے لیے ہر افاضہ نئے استفاضے کا اشارہ تھا. اس کے لیے ہر عطیہ نئے عطیے کا تقاضا تھا. وہ یکسر طلب تھی. پے ہم "رب زدنی" کا سوال تھی. یہ معلوم ہے کہ یہاں مطلوب کی وسعت کے لیے کوئی انتہا نہیں ہو سکتی، لیکن یہ کیوں کر معلوم کیا جائے کہ طالب کی طلب کہاں جا کر منتہی ہوئی تھی!

(انکار و بدعملی کی) پاداش کی خبر دیدی، تا کہ لوگ (گم راهی سے) بچیں یا پھر ایسا هو کہ نصیحت پذیری کی روشنی ان میں نمودار هو جائے ١١٣ ۔

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا ۝ ١١٤

بس هر طرح کی بلندی الله هی کے لیے هے، وهی جهاں دار حقیقی هے ۔ اور (اے پیغمبر!) جب تك قرآن کی وحی تجھ پر پوری نه هو جائے ۔ تو اس میں جلدی نه کر ۔ تیری پکار یه هو که پروردگار! میرا علم اور زیادہ کر ١١٤ ۔

---

١١٤ - آیت ١١٤ میں فرمایا: جب تك سلسلۂ وحی پورا نه هو جائے، اس بارے میں جلدی نه کر اور منتظر ره که فیضان غیب کی بخشایشیں کهاں تك مالا مال کرتی هیں ۔ تیری زبان حال کی صدا تو یه هونی چاهیے که "رب زدنی علما" یعنی میری تشنگی کی سیرابی کے لیے علم کے یه سارے دریا اور عرفان حقیقت کی ساری بارشیں بھی کافی نهیں ۔ اے علم کی لا انتهائی اور حقیقت کی نا پیدا کناری! اپنی بخششیں اور زیادہ کر!

اور ایسی بادشاهی کا جو کبھی زائل نه هو؟ ۱۲۰

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۚ وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۖ ۱۲۱

چنانچه دونوں نے (یعنی آدم اور اس کی بیوی نے) اس درخت کا پھل کھا لیا اور دونوں کے ستر ان پر کھل گئے. تب ان کی حالت ایسی هو گئی که باغ کے پتے توڑ نے لگے اور ان سے اپنا جسم ڈھانکنے لگے. غرض که آدم اپنے پرور دگار کے کہنے پر نه چلا، پس وه (حت کی زندگی سے) بے راه هو گیا ۱۲۱ .

ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ۞ ۱۲۲

(لیکن) پھر اس کے پرور دگار نے اسے برگزیده کیا. اس پر (اپنی رحمتوں سے) لوٹ آیا. اس پر (زندگی و عمل کی) راه کھول دی ۱۲۲

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًاۢ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ۞ ۱۲۳

(چنانچه) الله نے حکم دیا تھا: تم دونوں اکٹھے یہاں سے نکل چلو. تم میں سے ایک دوسرے کا دشمن هوا. (اب تم پر ایک دوسری زندگی کی راه

فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿١١٧﴾

اس پر ہم نے کہا: اے آدم! (دیکھ لے!) یہ (ابلیس) تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے. ایسا نہ ہو یہ تمہیں جنت سے نکال کے رہے اور تم محنت میں پڑ جاؤ! ١١٧

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿١١٨﴾

تمہارے لیے اب ایسی زندگی ہے کہ نہ تو اس میں بھوکے رہتے ہو نہ برہنہ ١١٨ .

وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿١١٩﴾

نہ تمہارے لیے پیاس کی جلن ہے نہ سورج کی تپش. (اگر اس سے نکلے تو سرتا سر محنت میں مبتلا ہو جاؤ گے) ١١٩ .

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿١٢٠﴾

لیکن پھر شیطان نے آدم کو وسوسے میں ڈالا. اس نے کہا: اے آدم! میں تجھے ہمشیگی کے درخت کا نشان دے دوں

= اور شقاوت۔ انسان کو جتنی ٹھوکریں بھی لگتی ہیں، بے راہ ہو جانے سے لگتی ہیں۔ ہر گوشے میں کام یابی و سعادت کی ایك مقررہ راہ ہے۔ جونہیں اس سے قدم بے راہ ہوے شقاوت میں گر گئے۔

پھر فرمایا: جس نے ہمارے ذکر سے اعراض کیا تو اسے دو حالتیں پیش آئیں گی: دنیا میں اس کی زندگی ضیق میں پڑ جائے گی، یعنی وہ بظاہر کتنا ہی نہال ہو جائے لیکن دل کی طمانیت اور روح کا انبساط اسے کبھی نہیں ملے گا۔ اور آخرت میں بینائی سے محروم ہو جائے گا۔ سعید انسانوں کی نگاہیں روشن ہوں گی، اس کی اندھی۔ وہ جمال الٰہی کا نظارہ کریں گی، اس کے آگے پردہ پڑا ہوگا "کلّا انهم عن ربهم یومئذ لمحجوبون" (۸۳: ۱۵).

وہ اندھا کیوں ہو جائے گا؟ اس لیے کہ آخرت کی زندگی دنیوی زندگی کا نتیجہ ہے اس نے دنیا میں قدرت کی نشانیوں سے آنکھیں بند کر لی تھیں، اس لیے آخرت میں بھی اس کی آنکھیں بند رہیں گی "من کان فی هذه اعمیٰ فهو فی الآخرة اعمیٰ واضل سبیلا"! (۱۷: ۷۲)

یہاں سے معلوم ہو گیا کہ قرآن کے نزدیك ثواب آخرت کی حقیقت یہ ہے کہ نگاہیں جمال الٰہی کے نظارے سے شاد کام ہوں گی، عذاب کی یہ ہے کہ اندھی ہو کر محجوب ہو جائیں گی۔

کھلے گی) . پھر اگر میری طرف سے تمھارے پاس (یعنی تمھاری نسل کے پاس) کوئی پیام هدایت آیا تو (اس بارے میں میرا قانون یاد رکھو!) جو کوئی میری هدایت پر چلے گا وہ نہ تو راہ سے بے راہ ہوگا نہ دکھ میں پڑے گا ١٢٣ .

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ	جو کوئی میری یاد سے روگردان
فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا	ہوگا تو اس کی زندگی ضیق
وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	میں گزرے گی اور قیامت کے
اَعْمٰى ۝ ١٢٤	دن بھی میں اسے اندھا

اٹھاؤں گا ١٢٤ .

---

١٢٣ و ١٢٤ - آیت ١٢٣ اور ١٢٤ مہمات معارف میں سے ہیں . ان دو آیتوں سے ہم وہ سب کچھ معلوم کرلے سکتے ہیں جو قرآن انسان کی روحانی سعادت و شقاوت کے بارے میں بتلانا چاھتا ھے .

فرمایا : جو هدایت وحی پر چلے گا نہ تو کام یابی کی راہ سے بے راہ ہوگا نہ دکھی . پس معلوم ہوا کہ یہ هدایت اس لیے ھے کہ انسان کو بے راھی اور اس کے لازمی نتیجے سے محفوظ کردے .

غور کرو! انسان کی ساری محرومیوں کی تصویر کس طرح صرف دو لفظوں کے اندر کھینچ دی ھے : ضلالت =

اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِىْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى النُّهٰى ۧ ١٢٨

ع ٧ ١٦

کیا ان لوگوں کو اس بات سے بھی ہدایت نہ ملی کہ ان سے پہلے قوموں کے کتنے ہی دور گزر چکے ہیں جنھیں ہم (پاداش جرائم میں) ہلاک کر چکے؟ یہ ان کی بستیوں میں چلتے پھرتے ہیں (ان کے آثار ان کی نگاہوں کے سامنے ہیں!) . جو لوگ دانش مند ہیں ان کے لیے اسی ایک بات میں (تذکیر و عبرت کی) کتنی ہی نشانیاں ہیں! ١٢٨ ۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ۭ ١٢٩

اور (اے پیغمبر!) اگر ایسا نہ ہوتا کہ پہلے سے تیرے پروردگار نے (اس بارے میں) ایک بات ٹھیرادی ہوتی (یعنی ایک قانون ٹھیرا دیا ہوتا) تو اسی گھڑی ان پر (جرم کا) الزام لگ جاتا اور مقررہ وقت

قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝۱۲۵	وہ کہے گا: پروردگار! تونے مجھے اندھا کرکے کیوں اٹھایا؟ میں تو اچھا خاصا

دیکھنے والا تھا ۱۲۵ ۔

قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۝۱۲۶	ارشاد ہوگا: ہاں! اسی طرح ہونا تھا ۔ ہماری نشانیاں تیرے سامنے آئیں مگر تونے انہیں

بھلا دیا ۔ سو اسی طرح آج تو بھی بھلا دیا گیا ہے ۱۲۶ ۔

وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ۝۱۲۷	اور (دیکھو!) جوکوئی (سرکشی میں) بڑھ نکلتا ہے اور اپنے پروردگار کی نشانیوں پر یقین نہیں کرتا تو اس طرح ہم اسے

(اس کی حالت کا) بدلا دیتے ہیں اور آخرت کا عذاب تو بہت زیادہ سخت ہے، بہت دیر تک رہنے والا ہے! ۱۲۷ ۔

النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ۝١٣٠ کی گھڑیوں میں بھی اور دوپہر کے لگ بھگ بھی. بہت ممکن ہے کہ تو بہت جلد (ظہور نتائج سے) خوشنود ہو جائے ١٣٠.

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝١٣١ اور یہ جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیوی زندگی کی آرایشیں دے رکھی ہیں اور ان سے وہ فائدہ اٹھا رہے ہیں تو تیری نگاہیں اس پر نہ جمیں (یعنی یہ بات تیری نگاہ میں نہ جچے). یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ ہم نے انہیں آزمایش میں ڈالا ہے. اور جو کچھ تیرے پروردگار کی بخشی ہوئی روزی ہے وہی (تیرے لیے) بہتر ہے اور (بہ اعتبار نتیجے کے) باقی رہنے والی! ١٣١

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ اور اپنے گھر والوں کو بھی نماز کا حکم دے اور اس پر مضبوطی کے ساتھ جم جا.

نمودار هو جاتا ! ١٢٩ .

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ

پس چاهیے که ان کی ساری باتوں پر صبر کرو اور اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کی پکار میں لگا رہ، صبح کو سورج نکلنے سے پہلے، شام کو ڈوبنے سے پہلے، رات

١٢٩ - آیت ١٢٩ میں فرمایا: اگر پہلے سے الله کا یه قانون موجود نه هوتا که انکار و بد عملی کے نتائج اپنے مقرره وقت اور مقرره حالت کے مطابق ظهور میں آئیں تو یه لوگ اپنی سرکشیوں کی وجه سے کب کے ملزم هوچکے تھے ! لیکن یهاں هر گوشے میں رحمت الٰهی نے ڈھیل دے رکھی هے اور ضروری هے که مقرره وقت کا انتظار کیا جائے .

لیکن یه انتظار کس طرح کیا جائے؟ اس طرح که صبر اور صلاة کی روح سے معمور هوجاؤ . یهی وه دو عنصر هیں جن سے هر طرح کی کامرانی و فتح مندی ڈھل سکتی هے اور ظهور میں آسکتی هے !

وَنَخْزٰی ﴿۱۳۴﴾ ظہور عذاب سے ذلیل و رسوا ہوں، تو نے ایك پیغمبر کیوں نہ بھیج دیا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے اور ہلاك نہ ہوتے؟ ۱۳٤

قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوا (اے پیغمبر!) تو کہہ دے: فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ أَصْحَبُ یہاں ہر ایك کے لیے (مستقبل الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ کا) انتظار کرنا ہے، پس تم اهْتَدٰی ﴿۱۳۵﴾ بھی انتظار کرو. بہت جلد تمہیں معلوم ہوجائے گا کون سیدھے راستے پر ہے اور کون منزل مقصود پر پہنچتا ہے! ۱۳۵

۸ ع ۱۷

(٭)

سورت ختم ہو گئی لیکن چند مقامات کی مزید تشریح ضروری ہے:

فرعون اور حضرت موسیٰ کا مکالمہ

(الف) آیت ٤۹ میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون کا جو مکالمہ نقل کیا ہے وہ اگرچہ دو تین جملوں سے زیادہ نہیں ہے، لیکن حقائق و معارف کے دفاتر اس میں پنہاں ہیں.

فرعون کا پہلا سوال یہ تھا کہ "من ربکما یموسی"؟ جس سے

نَّرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی ۞ ١٣٢

ہم تجھ سے روزی کا سوال نہیں رکھتے ۔ تو ہم نے سائل ہے ، ہم بخشنے والے ہیں ! اور انجام کار تقوے (٨٣) ہی کے ہاتھ ہے ١٣٢ ۔

وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ۞ ١٣٣

اور ان لوگوں نے کہا: ”کیوں یہ اپنے پروردگار کی کوئی نشانی اپنے ساتھ نہیں لایا ؟“ لیکن کیا ان تک وہ روشن دلیلیں نہیں پہنچ چکیں جو اگلی کتابوں میں موجود ہیں ؟ ١٣٣ ۔

وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ

اور اگر ہم انہیں اس سے پہلے (یعنی نزول قرآن سے پہلے) عذاب نازل کرکے ہلاک کرڈالتے تو یہ ضرور کہتے : خدایا ! اس سے پہلے کہ ہم

=آمن رع کے جس نے مجھے اپنا مظہر ٹھیرایا ہے؟ ایزیز دیبی کے حو روح پیدا کرنے والی ہے؟ کنیمو دیوتا کے جو جسم و خلقت بنانے والا ہے؟ حضرت موسیٰ نے فرمایا: نہیں! ''الذی اعطی کل شیء خلقه ثم هدی''، ہمارا پروردگار تو وہ ایك ہی پروردگار ہے حس نے دنیا کی ہر چیز کو اس کا حسم و وجود بھی بخشا اور پھر ہر طرح کی ضروری قوتیں دے کر اس پر زندگی وعمل کی راہ بھی کھول دی!

غور کرو! فرعون کے استفسار میں اس کے عقائد و تصورات کے بے شمار پہلو پوشیدہ تھے اور اگر حضرت موسیٰ کا طریقہ جدل و مناظرے کا ہوتا تو ان میں سے ہر بات الجھا لینے کے لیے کافی تھی. لیکن انہوں نے اور کسی بات سے تعرض نہیں کیا. صرف ایك ہی بات کہی، مگر ایسی بات جو اس کے سوال کا براہ راست جواب بھی تھی، اس کے تمام تصورات کا بالواسطہ ابطال بھی تھا اور صرف دعوی ہی نہ تھا، دعوے کے ساتھ اس کی خاموش دلیل بھی موجود تھی!

اس کے تمام تصورات کا ابطال کیوں کر ہوا؟ اس طرح کہ میں تمہارے ان گھڑے ہوے معبودوں کا قائل =

= پروردگار کا ذکر کرتے ہو وہ کون ہے ؟

اس سوال کی نوعیت سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے معلوم کر لیا جائے مضریوں کے عقائد کیا تھے ؟

مصری مختلف دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے جن میں سے بعض تو خاص خاص قبیلوں اور علاقوں کے تھے، جیسے نیفات (Nebhat) فتا (Ptah) اور مات (Maāt). اور بعض عالم گیر قوتوں کے الگ الگ مظاہر تھے، جیسے اوزیرس (Osiris) عالم آخرت کا خدا، میہ اورت آسمان کا خدا، کنیمو (Knemu) جسم بنانے والا، ایزیز (Isis) روح بخشنے والی دیبی. طوطا (Thoth) عمر کی مقدار مقرر کرنے والا، هورس (Horus) درد وغم دور کرنے والا، حاثور (Hathor) (گائے) رزق بخشنے والا اور ان سب سے بلند تر آمن رع (Ammon Ra) تھا، یعنی سورج دیوتا.

نیز مصریوں میں الوهیت آمیز شاهی کا تصور بھی پوری طرح نشو و نما پا چکا تھا اور تاج داران مصر نے نیم خدا کی حیثیت اختیار کر لی تھی۰ ان کا لقب «فارع» اسی لیے هوا که وه "رع" یعنی سورج دیوتا کے اوتار سمجھے جاتے تھے (٨٤).

پس جب حضرت موسیٰ نے کہا: "میں خدا کا فرستاده هوں" تو فرعون نے متعجب هو کر پوچھا: کس خدا کے ؟=

فما بال القرون الاولیٰ

= اس کے بعد فرعون نے دوسرا سوال کیا اور بطریق جدل کیا۔ "فما بال القرون الاولی"؟ اچھا، اگر حقیقت حال ایسی ھی ھے تو جو لوگ پچھلے عہدوں میں گزر چکے ان کے لیے کیا ھونا ھے؟ وہ راہ صواب پر تھے یا گم راھی پر؟ انھیں تو تمھارے اس نئے اعتقاد کی خبر بھی نہ تھی!

اب دیکھو! یہاں پھر وھی صورت پیدا ھوگئی ھے۔ اگر یہ سوال امام فخر الدین رازی سے کیا جاتا تو اسی بحث میں صبح کر دیتے اور سارا معاملہ اسی میں الجھ کر رہ جاتا۔ لیکن حضرت موسیٰ داعی تھے، مجادل اور مناظر نہ تھے۔ انھوں نے صرف ایک بات کہہ کر ساری بحث ھی ختم کر دی! "علمها عند ربی فی کتٰب"، اس کا علم اللہ کو ھے، ھم کچھ نہیں کہہ سکتے اور ھمیں اس کی فکر کیوں ھو؟ ھمارے جاننے کے لیے صرف اتنا کافی ھے کہ "لا یضل ربی ولا ینسی" خدا انسانوں کی طرح نہیں ھے کہ غلطی میں کھو یا جائے یا کوئی بات بھول جائے۔ حس کا قانون یہ ھے کہ ھر انسان کا جیسا اعتقاد و عمل ھوگا ٹھیک اسی کے مطابق اسے نتائج بھی ملیں گے۔ پس پچھلوں کا جیسا حال رھا ھوگا ویسا ھی نتیجہ بھی بھگتیں گے۔ ھم کو اپنا حال دیکھنا ھے اور اپنے ھی سامنے کی باتوں کا علم بھی رکھتے ھیں۔ ھم اس کاوش میں پڑیں ھی کیوں =

=نہیں جن میں سے کسی کو تم نے خلقت دینے والا سمجھ رکھا ہے ، کسی کو روح بخشنے والا ، کسی کو رزق و تندرستی کا سر چشمہ ! میں تو صرف اس ایک ہی ہستی کا پرستار ہوں جو جسم بھی دیتی ہے اور وہ سب کچھ بھی دیتی ہے جو جسم کے نشو ونما و قیام کے لیے ضروری ہے ! خالق بھی وہی ہے ، راہ نمائے زندگی بھی وہی ہے ، اس کے سوا کوئی نہیں ۔ چنانچہ پھر آگے چل کر انہوں نے اس اعتقاد کی تفصیل بھی کر دی ہے : " الذی جعل لکم الارض مھدا و سلك لکم فیھا سبلا و انزل من السماء ماء فاخرجنا به ازواجا من نبات شتی " ۔

پھر اس جملے کی جامعیت اور مانعیت دیکھو ! کائنات ہستی میں جو کچھ بھی ہے وہ اس کے سوا کیا ہے کہ یا تو وجود ہے یا وجود کی وہ معنوی قوتیں ہیں جو اسے قائم و باقی رکھتی ہیں اور قیام و عمل کی راہوں پر لگاتی رہتی ہیں ۔ انہیں دو حقیقتوں کو یہاں خلقت اور ہدایت سے تعبیر کیا ہے اور ان دو لفظوں نے وجود اور حیات کے تمام گوشے سمیٹ لیے ہیں ۔

دعوے کے ساتھ دلیل کیوں کر ہوئی ؟ اس کے لیے تفسیر سورۂ فاتحہ کا مبحث «ربوبیت» دیکھنا چاہیے ۔ =

= اگر لوگ اس اصل عظیم پر عامل ہو جائیں تو مذاہب کے کتنے ہی گمراہ کن جھگڑے ختم ہو جائیں!

ابھی دور نہ نکلو، اسی گوشے میں رہو جو فرعون کے اس مجادلانہ سوال کی اصل جگہ ہے اور غور کرو: مذہب کے نام سے کتنے جھگڑے بنالیے گئے ہیں جن میں سے ہر جھگڑا "فما بال القرون الاولی" کی فرعونی صدا کا ٹھیک ٹھیک اعادہ ہے! اب اس سے پہلے فلاں گروہ جو گزرا ہے اہل حق میں تھا یا اہل باطل میں؟ فلاں انسان جو گزر چکا نیک تھا یا بد؟ فلاں بزرگ کا رتبہ خدا کے نزدیک زیادہ ہے یا فلاں بزرگ کا؟ افضل کون ہے، زید یا عمرو؟ ولایت و طریقت میں سب سے بڑا کون رہا، فلاں یا فلاں؟ پھر اس میں بحثیں ہیں، تصنیفیں ہیں، لڑائیاں ہیں، فرقہ بندیاں ہیں۔ گویا انسان کی نجات کے لیے صرف یہی فکر کافی نہیں کہ خود اسے کیا کرنا چاہیے۔ وہ اس فیصلے کے لیے بھی ذمہ دار بنادیا گیا ہے کہ اب سے پانچ سو برس پہلے کسی نے کیا کیا تھا اور ایک ہزار برس پہلے کون کیسا تھا۔ پھر ان میں سے ہر فریق اس طرح حکم لگانا شروع کر دیتا ہے گویا خدا کے دفتر کا رجسٹر ابھی ابھی پڑھ کر اٹھا ہے اور اسے علم قطعی حاصل ہو گیا ہے کہ فلاں کا نام فلاں درجے میں لکھا ہوا ہے، فلاں کا فلاں درجے میں۔ =

= کہ پچھلوں کا کیا حال تھا اور وہ بخشے جائیں گے یا نہیں؟

غور کرو! فرعون کا سوال مجادلانہ تھا اور ایسا تھا کہ بحث و کاوش کی قسم کا جواب بھی دیا جاتا، مسکت اور مختتم نہ ہوتا۔ جو بات بھی کہی جاتی بحث طلب ہوتی اور ایک نیا سوال پیدا کر دیتی۔ لیکن انبیاء کرام کا طریق دعوت یہ نہیں ہوتا کہ بحث میں الجھیں یا دوسرے کو الجھائیں۔ پس حضرت موسیٰ نے اس کاوش میں پڑنے ہی سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا: ہم یہ جانتے ہی نہیں اور ہمیں اس کا خواہش مند بھی نہیں ہونا چاہیے کہ اسے جانیں۔

اور پھر غور کرو! انہوں نے اس جملے کے اندر جو بات کہہ دی وہ انسان کی فکری گم راہیوں کی کتنی راہیں بند کر دیتی ہے بشرطیکہ لوگ اسے سمجھیں! مگر مصیبت یہ ہے کہ لوگ ہمیشہ اسی کاوش کی پیروی کرتے رہے جو فرعون کے سوال سے ٹپک رہی ہے۔ وہ حقیقت نہ پاسکے جو حضرت موسیٰ کے جواب میں مضمر ہے۔ حضرت موسیٰ کے جواب نے ہمیں یہ اصل عظیم بتلا دی ہے کہ جن گوشوں کا ہمیں علم نہیں، جن کی کاوش ہمارے لیے سود مند بھی نہیں، ان کی فکر میں ہمیں نہیں پڑنا چاہیے اور ان کا حکم اللہ کے حوالے کر دینا چاہیے۔ =

= کو چھوڑا نہ حنفی کو۔

" فجاسوا خلال الدیار و کان وعدا مفعولا "!

شیعہ سنی کے اختلاف نے مسلمانوں کو دو مختلف امتوں میں متفرق کر دیا۔ لیکن اس تمام اختلاف کا ماحصل بھی کیا ہے؟ یہی کہ " فما بال القرون الاولیٰ "۔ اور تیرہ سو برس گزر گئے، مگر اتنی بات کسی کے سمجھ میں نہیں آتی کہ " علمها عند ربی فی کتٰب ج لا یضل ربی و لا ینسیٰ "۔

بہر حال یاد رکھنا چاہیے کہ اس طرح کی تمام کاوشوں کے اندر وہی فرعون والی مجادلانہ روح کام کیا کرتی ہے اور طریق موسوی یہ ہے کہ " علمها عند ربی فی کتٰب " کہہ کر سارے جھگڑے ختم کر ڈالنا اور سرے سے ان کاوشوں میں پڑنا ہی نہیں۔

قرآن اور صاحب وحی نے ہمیں جن امور کی خبر دے دی ہے ان کا علم ہمیں حاصل ہو گیا ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ان باتوں کو اسی طرح یقین کریں جس طرح بتلا دی گئی ہیں۔ لیکن ان سے زیادہ جو سوال بھی دینی عقائد کی بنا پر اٹھایا جائے گا، ہمارا جواب یہی ہو گا: " علمها عند ربی فی کتٰب ج لا یضل ربی و لا ینسیٰ "۔

خدا نے اپنے دفتر کی مسلیں ہمارے پاس نہیں بھیج دی ہیں =

= پچاس برس ہوئے، شام میں مسلمانوں کے ایک گروہ نے دوسرے گروہ کی بستیاں صرف اس لیے جلا دی تھیں کہ ایک کہتا تھا: حضرت شیخ عبد القادر جیلانی سب سے بڑے ولی ہیں۔ دوسرا کہتا تھا: نہیں، شیخ احمد رفاعی۔ ہندوستان کا یہ حال ہے کہ آج تک میرے پاس نہایت سنجیدہ عبارت میں لکھے ہوئے استفسار آتے رہتے ہیں: زید کہتا ہے: بڑے پیر صاحب سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ عمرو کہتا ہے: مجدد الف ثانی سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ نماز کس کے پیچھے جائز ہے؟

ایک مرتبہ میرے جی میں آیا لکھ دوں: دونوں کے پیچھے نہیں!

فقہ کے مذاہب اربعہ جب مشخص و مدون ہو گئے اور تقلید شخصی کا التزام قائم ہو گیا تو سوال پیدا ہوا: ان چاروں اماموں میں افضل کون ہیں؟ حضرت امام ابو حنیفہ یا امام شافعی؟ اب بحث شروع ہوئی اور بحث نے جنگ و قتال کی شکل اختیار کی۔ چنانچہ ہلاکو خاں کو اسلامی ممالک پر حملے کی سب سے پہلی ترغیب خراسانیوں کے اسی جھگڑے سے ملی تھی۔ حنفیوں نے شافعیوں کی ضد میں آکر بلاوا بھیجا اور شہر کے پھاٹک کھول دیے۔ پھر جب تاتاریوں کی تلوار چل گئی تو اس نے نہ شافعی=

=قوم کا فرد ہے ، کیوں کہ جس قوم کو ہم نے سمیری کے نام سے پکارنا شروع کر دیا ہے ، عربی میں اس کا نام قدیم سے سامری آرہا ہے اور اب بھی عراق میں ان کا بقایا اسی نام سے پکارا جاتا ہے ۔ یہاں قرآن کا "السامری" کہہ کے اسے پکارنا صاف کہہ رہا ہے کہ نام نہیں ہے ، اس کی قومیت کی طرف اشارہ ہے ، یعنی وہ شخص اسرائیلی نہ تھا ، سامری تھا ۔

سمیری تمدن

حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً ساڑھے تین ہزار برس پہلے دجلہ و فرات کے دو آبہ میں دو مختلف قومیں آباد ہو رہی تھیں اور ایک عظیم الشان تمدن کی بنیادیں اٹھا رہی تھیں ۔ ان میں سے ایک قوم جو جنوب سے آئی تھی عرب تھی ۔ دوسری جس کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ شمال سے اتری سُمیری تھی ۔ اسی قوم کے نام سے تاریخ قدیم کا شہر سامر اور اور (Ūr) آباد ہوا تھا (؟) جس کا محل اب تل العبید میں دریافت ہوا ہے اور وہاں سے پانچ ہزار برس پیشتر کے بنے ہوئے زیور اور سنہری ظروف بر آمد ہو رہے ہیں ۔

سمیری قوم کی اصل

سُمیری قوم کی اصل کیا تھی؟ اس بارے میں اس وقت تک کوئی قطعی رائے قائم نہیں کی جا سکی ہے ۔ لیکن نینوا میں آشور بنی پال (Assurbanipal) (۸۵) (متوفی=

= اور نه هميں لوگوں کی سعادت و شقاوت اور مدارج و فضائل کے فیصلے کی ٹھیکے داری عنایت فرمائی ھے. هميں معلوم نهيں حقیقت حال کیا ھے. البته خوش قسمتی سے معامله ایسے محاسب کے هاتھ ھے جو نه تو غلطی کر سکتا ھے، نه بھول چوک میں پڑ سکتا ھے. پس دوسروں کی فکر میں تمهیں گھلنے کی ضرورت نهیں، اپنی خبر لو اور ان کا معامله ان کے خدا پر چھوڑ دو!

سامری اور گوساله پرستی کا معامله

(ب) آیت ۸۷ میں بنی اسرائیل کی گوساله پرستی کا واقعه بیان کیا گیا ھے اور یه مقام بھی من جمله ان مقامات کے ھے جن میں قرآن کی تصریحات تورات کے موجوده نسخے سے مختلف واقع هوئی هیں اور اس کی صریح تحریفات نمایاں کرتی هیں. خروج میں ھے که سنهرا بچھڑا خود حضرت هارون نے بنایا تھا (۳۲ : ۱ تا ٤). لیکن قرآن نے یهاں صاف صاف کهه دیا ھے که حضرت هارون کا دامن اس شرک سے پاک تھا. یه در اصل سامری کی کارستانی تھی.

سوال یه پیدا هوتا ھے که سامری کون تھا؟ یه اس کا نام تھا یا قومیت کا لقب؟

قیاس کهتا ھے که یهاں "سامری" سے مقصود سمیری=

= جس کا ذکر کتاب پیدایش میں آیا ھے اور جو جنوبی ایران میں آباد تھی ، عجب نہیں در اصل اسی نسل کی ایك شاخ ھو ۔ (اس مقام کی مزید تفصیل سورۂ نوح کی تشریحات میں ملے گی) ۔

بہر حال سمیری قبائل کا اصلی وطن عراق تھا ، مگر یہ دور دور تك پھیل گئے تھے ۔ مصر سے ان کے تعلقات کا سراغ ایك ھزار سال قبل مسیح تك روشنی میں آچکا ھے ۔ پس معلوم ھوتا ھے اسی قوم کا ایك فرد حضرت موسیٰ کا بھی معتقد ھو گیا اور جب بنی اسرائیل نکلے تو یہ بھی ان کے ساتھ نکل آیا ۔ اسی کو قرآن نے ”السامری“ کے لفظ سے یاد کیا ھے ۔

سامری کا ایمان اور پھر ارتداد

گاے ، بیل اور بچھڑے کی تقدیس کا خیال سمیریوں میں بھی تھا اور مصریوں میں بھی ۔ مصری اپنے دیوتا حورس کا چہرہ گاے کی شکل کا بناتے تھے اور خیال کرتے تھے کرۂ زمین ایك گاے کی پشت پر قائم ھے ۔ جب سامری نے دیکھا بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کی عدم موجودگی سے مضطرب ھو رھے ھیں تو اس نے کہا : ”مجھے سونے کے زیور لا دو“ ۔ پھر انھیں گلا کر بچھڑے کی ایك مورتی بنا دی ۔ مصری مندروں کی مخفی کاریگریاں اسے معلوم تھیں ۔ اس نے مورتی کے اندر =

= سنه ٦٢٦ قبل مسیح) کا جو کتب خانه نکلا ہے اس میں تختیوں کا ایک مجموعه لغت کی کتاب (٨٦) کا بھی ہے، جس میں اکادی اور سمیری زبان کے هم معنی الفاظ جمع کیے گئے ہیں . اس سے معلوم هوتا ہے که سمیری زبان کے اصوات سامی حروف کے اصوات سے چنداں مختلف نہیں تھے . بہت ممکن ہے که وه بھی در اصل انہیں قبائل کے مجموعه سے کوئی بعیدی تعلق رکھتے هوں جن کے لیے هم نے تورات کی اصطلاح ”سامی“ اختیار کر لی ہے .

نسل انسانی کے دو قبائلی سر چشمے

اصل یه ہے که جس طرح عهد قدیم میں منگولیا کا علاقه صحرا نورد قبائل کا ابتدائی سر چشمه رها ہے اور یہاں سے انسانی گروهوں کے قافلے نکل کر وسط ایشیا ، هندوستان ، ایران ، اناتولیا اور پھر تمام یورپ میں پھیل گئے ، ٹھیك اسی طرح نسل انسانی کے اقدام و انشعاب کا ایك مرکزی سر چشمه جزیره نمائے عرب بھی رہ چکا ہے . یہاں کے صحراؤں میں یکے بعد دیگرے نسل انسانی کا مواد بنتا رها اور پھر ابل ابل کر دور دور تك پھیلتا گیا . فلسطین ، شام ، مصر ، عراق ، آرمینیا اور خلیج فارس کی ساحلی آبادیاں سب اسی مرکزی نسل کا انشعاب تھیں اور سب کا تمدن اسی عربی نسل کا تمدن تھا . قوم ”عیلام“ =

گوسالہ کی نسبت یہودی خرافہ

= یہودیوں نے اپنی قومی بریت کے لیے یہ کہانی گھڑ لی تھی کہ گوسالہ پرستی کے معاملے میں ایک روحانی طاقت کا ھاتھ کام کر رھا تھا، ورنہ ھمارے اسلاف کیوں ایسی گمراھی میں پڑتے؟ وہ کہتے تھے: بچھڑے کی گویائی اس مٹی کا معجزہ تھا جو حضرت جبریل کے گھوڑے کے سموں سے پامال ھوئی تھی. جب بنی اسرائیل مصر سے نکلے تو ان کے آگے جبریل جا رھے تھے اور زندگی کے فرشتے پر سوار تھے، جس نے گھوڑے کی شکل اختیار کرلی تھی. اس گھوڑے کے سم جس مٹی پر پڑتے تھے اس میں زندہ کردینے کی خاصیت پیدا ھو جاتی تھی. یہ بات کسی نے نہیں دیکھی، لیکن سامری نے دیکھ لی. پس اس نے بچھڑا بنا کر اس میں (آب حیات کی جگہ) اس خاک حیات کی ایک مٹھی ڈال دی. بس پھر کیا تھا! وہ زندہ ھوکر بولنے لگا.

مفسرین کا تسامح

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ھے کہ یہ کہانی تفسیر کی روایتوں میں بھی داخل ھوگئی اور "اثر الرسول" کا مطلب یہ بنا لیا کہ "جبریل کے نقش قدم" کی ایک مشت خاک سامری نے اٹھا لی تھی. لیکن یاد رھے کہ یہ تفسیر کسی طرح بھی صحیح نہیں ھوسکتی. اتنا ھی نہیں، بلکہ ایسی تفسیر کرنا قرآن کے اس مقام کو تمسخر انگیز حد تک بے معنی بنا دینا ھے. =

= ھوا کے نفوذ و خروج کی ایسی کل بٹھا دی کہ اس سے ایك طرح کی آواز نکلنے لگی .

سامری حضرت موسٰی کا معتقد ھو گیا تھا ، لیکن اسرائیلی توحید پر اس کا دل جما نہیں تھا . چند دنوں اسی طریقے پر کاربند رھا ، پھر منحرف ھو گیا . اسی لیے جب حضرت موسٰی نے پوچھا یہ تو نے کیا کیا ؟ تو اس نے کہا : " بصرت بما لم یبصروا به " مجھے ایسی بات سجھائی دی جو دوسروں کو نہیں سوجھی ، یعنی بچھڑا بنانا . " فقبضت قبضة من اثر الرسول فنبذتها " میں نے رسول کی پیروی میں تھوڑا بہت حصہ لے لیا تھا ، مگر پھر چھوڑ دیا . یعنی گو میں نے آپ کی پیروی میں چند قدم اٹھا دیے تھے مگر میرا دل اس پر جما نہیں تھا . " و کذلك سولت لی نفسی " کیا کروں ! میری طبیعت کا ایسا ھی تقاضا ھوا . میں آپ کے پیچھے چل نہ سکا .

عربی میں جب کہیں کے " قبضت قبضة " میں نے صرف ایك مٹھی اٹھائی تو اس کے معنی تقلیل کے ھوں گے : " قبضت قبضة ، ای شیء قلیل ، و القبضة القدر المقبوض " (ابن سیدہ) . اردو کا بھی محاورہ ھے : میں نے تو صرف ایك ھی مٹھی اٹھائی ھے ، یعنی بہت تھوڑا حصہ لیا ھے .

= بات بھی نہ دیکھی کہ اگر یہ کوئی زندہ وجود ہے تو ان کی بات کا جواب کیوں نہیں دیتا؟ خالی بھاں بھاں کیوں کرتا رهتا ہے؟ پھر اگر مفسروں کی یہ کہانی مان لی جائے تو تسلیم کر لینا پڑے گا کہ قرآن کا یہ بیان یک قلم غلط ہے، کیوں کہ اس میں تو ایک ملکوتی معجزہ تھا، اس کے اندر تو جبریلی زندگی کی ایک روح دوڑ رہی تھی.

خامساً، یہ کہانی خود اپنی بناوٹ ہی میں ناقابل تسلیم ہے. اگر فی الحقیقت کوئی ایسا ملکوتی مظاہرہ ہوا تھا اور "بصرت بما لم یبصروا" کے یہی معنی ہیں تو ماننا پڑے گا کہ سامری کی روحانی بصیرت تمام بنی اسرائیل سے حتی کہ حضرت ہارون سے بھی کہ پیغمبر تھے، بڑھی ہوئی تھی. کیوں کہ یہ کرشمۂ الٰہی کوئی نہ دیکھ سکا، صرف اس کی نگاہ حقیقت شناس کام کر گئی. بلکہ کہنا پڑے گا خود حضرت موسیٰ سے بھی بڑھی ہوئی تھی، کیوں کہ وہ بھی یہ بات نہ پا سکے. لیکن کیا ایسا مانا جا سکتا ہے؟ حمزہ، کسائی، اور اعمش کی قراءت میں "بما لم یبصروا به" کی جگہ "بما لم تبصروا به" (بالمثناة الفوقانية) ہے. اگر یہ قراءت اختیار کر لی جائے تو صریح مطلب یہ ہو گا کہ "میں نے وہ بات دیکھ لی =

= اولًا ، قرآن نے اس معاملے کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا ہے اور یہ بات بلاغت قرآنی کے صریح خلاف ہے کہ ایک ایسا واقعہ جو قیاس اور قرینے سے معلوم نہیں کیا جا سکتا ، بیان نہ کرے اور پھر اچانک صرف "اثر الرسول" کہہ کر اس کی طرف اشارہ کر دے۔

ثانیًا ، قرآن میں جہاں کہیں بھی بغیر اضافت و اسناد کے "الرسول" کہا گیا ہے ، اس کا صرف ایک ہی مطلب ہے ، یعنی پیغمبر ۔ پس یہاں "الرسول" سے فرشتہ سمجھنا صحیح نہیں ہو سکتا ۔

ثالثًا ، ایسا سمجھنا صریح قرآن کو جھٹلانا ہے ، اس لیے کہ قرآن کہیں یہ نہیں کہتا کہ بچھڑے کی مورتی میں زندگی پیدا ہو گئی تھی ، بلکہ صاف صاف کہتا ہے کہ "جسدا له خوار" ایک بے جان دھڑ تھا جس سے آواز نکلتی تھی ۔ اگر ایک ملکوتی کرشمے نے اسے زندہ کر دیا ہوتا تو قرآن اسے "عجلا جسدا" کیوں کہتا ؟

رابعًا ، قرآن صاف صاف کہتا ہے کہ اس مورتی میں کوئی بات نہ تھی ، محض ایک شعبدہ تھا ، کیوں کہ وہ بنی اسرائیل کے استعجاب و تاثر کو ان کی حد درجہ بے وقوفی قرار دیتا ہے اور کہتا ہے : "افلا یرون الا یرجع الیھم قولا" یعنی ان عقل کے اندھوں نے اتنی =

سورة الانبیاء - ۲۱

مکیة و ھی مائة و اثنتا عشرة اٰیة

مکی، ۱۱۲ آیات

بسم الله الرحمن الرحیم

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ۝۱ وقت قریب آلگا ھے که لوگوں سے (ان کے اعمال کا) حساب لیا جائے. اس پر بھی ان کا یه حال ھے که رخ پھیرے غفلت میں متوالے چلے جا رھے ھیں !۱

---

۱ - یه سورت ان سورتوں میں سے ھے جو مکی عھد کے اواخر میں نازل ھوئی ھیں. یه بالاتفاق سورۂ ابراھیم کے بعد اور مومنون سے پہلے اتری.

سورت کی ابتداء، اس کا وسط، اس کا خاتمه سب اعلان کر رھے ھیں که محاسبے کا وقت قریب آ گیا اور ضروری ھے که فیصله کن معامله ظھور میں آ جائے. =

= جو تم بھی نه دیکھ سکے" یعنی حضرت موسیٰ بھی نه دیکھ سکے . پھر کیا "بصرت" کو اس کہانی پر لے جانا صحیح ہو سکتا ہے ؟

سادساً ، خود یہی مفسر "عجلا جسدا له خوار" کی تفسیر میں یه قول بھی نقل کرتے ہیں که "خواره کان بالریح ، لأنه کان عمل فیه خروقا . فاذا دخلت الریح فی جوفه خار و لم یکن فیه حیاۃ" ، یعنی اس میں زندگی نه تھی ، محض ہوا کے نفوذ سے بچھڑے کی سی آواز نکلنے لگتی تھی . پھر جب یه تفسیر بھی موجود ہے تو کونسی وجه ہے که خواه مخواه حضرت جبریل کو گھسیٹا جائے اور فرشتوں کو گھوڑا بننے کی زحمت دی جائے .

سابعاً ، جن روایتوں کی بنا پر یه کہانی چلی ہے ، اگر ان کے متن سے قطع نظر کر لی جائے تو باعتبار اسناد کے بھی لائق اعتنا نہیں . سب سے زیادہ زور ابن المنذر ، ابن ابی حاتم اور حاکم کی روایت پر دیا جاتا ہے ، جس میں حضرت علی کا قول نقل کیا گیا ہے . لیکن وه بھی مجروح ہے اور حاکم کی تصحیح کی جو قدر و قیمت ہے وه ہم امام ذہبی کی زبانی سن چکے ہیں .



جان بوجھ کر ایسی حگه آتے ھو جہاں جادو کے سوا اور کچھ نہیں؟ ۳.

قَلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ز وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۞ ٤

(پیغمبر نے) کہا: آسمان و زمین میں جو بات بھی کہی جاتی ھے (خواہ پوشیدہ کہی جائے،

---

۳ - پیغمبر اسلام کی صداقت کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ھو سکتی ھے که ان کے سخت سے سخت معاند بھی اس عجیب و غریب کشش و تاثیر سے انکار نہیں کر سکتے تھے جو آپ کی شخصیت اور آپ کی تعلیم میں پائی جاتی تھی! اور چوں که اعتراف حقیقت کے لیے تیار نه تھے، اس لیے مجبور ھو جاتے تھے که اسے حادو سے تعبیر کریں. یہاں آیت ۳ میں فرمایا: وہ پیغمبر اسلام کے پاس جانے سے لوگوں کو روکتے ھیں اور کہتے ھیں: تم ان کے پاس گئے اور جادو میں پھنسے وھاں تو حادو ھی جادو بھرا ھے. نیز وہ کہتے ھیں: اس آدمی میں وحی و نبوت کی تو کوئی بات نظر نہیں آتی، کیوں که یه ھماری ھی طرح ایك آدمی ھے. پس جو کچھ بھی اس کا اثر و نفوذ ھے جادو ھی کی وجه سے ھے.

مَا يَاْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَ هُمْ يَلْعَبُوْنَ ۙ۲

ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نصیحت کی باتیں پیهم آتی رهیں ، مگر کبهی ایسا نه هوا که انهوں نے جی لگا کر سنا هو! وه سنتے هیں مگر اس طرح که کهیل کود میں لگے هوئے هیں ! ۲

لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ ۗ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ ۗ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۳

اور دل هیں که یك قلم غافل ! اور (دیکهو!)ظلم کرنےوالوں نے چپکے چپکے سرگوشیاں کیں : یه آدمی اس کے سوا کیا هے که هماری هی طرح کا ایك آدمی هے؟ پهر کیا تم

= چنانچه وقت فی الحقیقت قریب آ گیا تها. تهوڑے هی عرصے کے بعد هجرت مدینه کا واقعه ظهور میں آیا اور دعوت حق کے فتح واقبال اور معاندین حق کے خسران وادبار کا دور شروع هو گیا ۔

مَآ اٰمَنَتۡ قَبۡلَهُمۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اَهۡلَكۡنٰهَا ۚ اَفَهُمۡ يُؤۡمِنُوۡنَ ۝۶

لیکن ان سے پہلے جن جن بستیوں کو ہم نے هلاك کیا ان میں سے تو کوئی بھی (نزول هلاکت کی نشانیاں دیکھ کر) ایمان نہیں لے آیا تھا، پھر کیا یہ لوگ ایمان لے آئیں گے؟ ۶

= ماننے پر مجبور ہو جائے گی .

پیغمبر اسلام نے جب کلام حق کی منادی شروع کی تو قریش مکہ کا یہی حال ہوا . وہ سچائی دیکھ رہے تھے، مگر اسے سچائی کہنا گوارا نہیں کرتے تھے. کبھی کہتے: یہ مجنون ہو گیا ہے، خواب و خیال کو وحی نبوت سمجھ رہا ہے. پھر تاثیر و نفوذ دیکھتے تو کہتے: یہ جادوگر ہے. پھر یہ بات بھی نہ بنتی تو کہتے: چالاك مفتری ہے . من گھڑت باتوں کو خدا کا پیغام بتلاتا ہے . پھر یہ بات بھی چل نہیں سکتی تو کہتے: کچھ نہیں ! یہ شاعری کا کرشمہ ہے .

ایك روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قریش دار الندوہ میں جمع ہوئے اور یہ ساری باتیں آپس میں کہیں (ابن ہشام).

۶- قرآن نے پچھلی قوموں کی ہلاکتوں کی سرگذشتیں =

خواہ علانیہ) میرے پروردگار کو سب معلوم ہے، وہ سننے والا، جاننے والا ہے! ٤.

بَلْ قَالُوٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ م بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝

(اتنا ہی نہیں!) بلکہ انہوں نے کہا: یہ محض خواب و خیال کی باتیں ہیں، بلکہ من گھڑت دعوٰی ہے، نہیں! بلکہ یہ شاعر ہے. اگر ایسا نہیں ہے تو کوئی (نزول ہلاکت کی) نشانی ہمیں لا دکھائے جس طرح اگلے وقتوں کے لوگ نشانیوں کے ساتھ بھیجے جا چکے ہیں ۰.

۰ - سچائی کی سب سے بڑی شناخت یہ ہے کہ اسے سچائی کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا. اگر کچھ اور کہنا چاہو گے تو خواہ کتنا ہی زور لگاؤ، بات بنے گی نہیں. بنے گی اس وقت جب سر جھکا دو گے کہ ہاں یہ سچائی ہے.

لیکن مشکل یہ ہے کہ نفس انسانی کی گمراہی و سرکشی پر حقیقت کا اعتراف ہمیشہ گراں گزرتا ہے. وہ بغیر لڑے کبھی ہتھیار نہیں رکھے گی. وہ مانے گی (کیونکہ سچائی بغیر منوائے نہیں رہ سکتی) مگر اسی وقت جب =

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا	اور ہم نے ان پیغمبروں کو
لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا	کبھی ایسے جسم کا نہیں بنایا کہ
كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۞ ۸	کھانا نہ کھاتے ہوں اور

نہ ہی وہ ہمیشہ زندہ رہنے والے تھے ۸ .

ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ	(ہم نے تمہاری ہی طرح کے
فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ	آدمیوں کو پیغمبر بنا کر بھیجا
وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۞ ۹	اور) پھر جس بات کا وعدہ

کیا تھا وہ انہیں سچا کر دکھایا. ہم نے انہیں اور (ان کے ساتھ)

= خدا کے جو پیغمبر پہلے آچکے ہیں وہ آدمیوں ہی کی طرح تھے یا ہوا میں اڑا کرتے تھے!

مشرکین مکہ از راہ تحقیر کہا کرتے تھے: "ما لهذا الرسول یاکل الطعام و یمشی فی الاسواق"، یہ کیسا نبی ہے کہ آدمیوں کی طرح غذا کا محتاج ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے؟ فرمایا: ہم نے کسی کو ایسا دھڑ نہیں دیا کہ اسے غذا کی احتیاج نہ ہو اور ہمیشہ زندہ رہے. ہمارا قانون حیات یہی ہے کہ جسم ہوگا تو اسے قائم رہنے کے لیے غذا کی احتیاج بھی ہوگی.

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ	اور (اے پیغمبر!) ہم نے تجھ
اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ	سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا
فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ	مگر اسی طرح کہ آدمی تھے،
كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٧﴾	ان پر ہماری وحی اترتی تھی۔

پھر (اے گروہ منکرین!) اگر تمہیں یہ بات معلوم نہیں تو ان لوگوں سے پوچھ کر معلوم کرلو جو اہل کتاب ہیں!٧۔

= سنائی ہیں اور کہا ہے: جب جدا کے رسول جھٹلائے گئے تو انھوں نے ظہور عذاب کی خبر دی۔ یہ سرگذشتیں سن کر قریش مکہ کہتے تھے: ایسی ہی کوئی نشانی تم کیوں نہیں لا دکھاتے؟ آیت ٦ میں فرمایا: اگر کوئی ایسی خبر دے دی جائے تو کیا تم فوراً ایمان لے آوکے؟ تم سے پہلے جتنی سرکش قومیں ہلاك ہوئیں، ان میں سے تو کوئی بھی ایمان نہیں لایا تھا. اور پرستاران حق کی طرح پرستاران باطل کی سنت بھی ہمیشہ ایك ہی رہی ہے اور ہمیشہ ایك ہی رہے گی۔

٧ - آیت ٧ میں ان کے اس وہم کا رد کیا ہے کہ نبیوں کو آدمیوں کی طرح نہیں ہونا چاہیے، کچھ اور ہونا چاہیے۔ فرمایا: یہودیوں اور عیسائیوں سے پوچھ لو! =

دوسرے گروهوں کو اٹھا کھڑا کیا ۱۱ .

فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ جب همارا عذاب انهوں نے

اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۱۲ محسوس کیا تو (دیکھو!) اچانك

بستیوں سے بھا گے جار ھے ھیں ! ۱۲ .

لَا تَرْكُضُوْا وَ ارْجِعُوْٓا اِلٰی اب بھاگتے کہاں ھو؟ اپنے

مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ اسی عیش و عشرت میں لوٹو

لَعَلَّكُمْ تُسْــَٔلُوْنَ ۱۳ (جس نے تمھیں اس قدر سرشار

کر رکھا تھا) اور انھیں مکانوں میں (جن کی مضبوطی کا تمھیں غرہ تھا)، شاید (وهاں تدبیر و مشورے میں تمھاری ضرورت هو اور) تم سے کچھ دریافت کیا جائے۱۳ .

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا بستیوں کے باشندوں نے پکارا:

ظٰلِمِيْنَ ۱٤ افسوس هم پر! بلا شبه هم ظلم

کرنے والے تھے ۱٤ .

فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ تو (دیکھو!) وہ برابر یهی پکارا

حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا کیے، یهاں تك که هم نے

خٰمِدِيْنَ ۱۵ انهیں (هلاك) کردیا، کٹے هوے

جس کسی کو چاھا ، نجات دے دی اور حد سے نکل چلنے والوں کو ھلاك کر ڈالا ۹ .

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۚ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۧ ۱۰

ھم نے تمھارے لیے ایك کتاب نازل کردی ھے ، اس میں تمھارے لیے موعظت ھے (پھر اس سے زیادہ تمھیں اور کیا چاھیے؟) . کیا تم سمجھتے نہیں؟ ۱۰

ع ۱ ۱

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۞ ۱۱

اور کتنی ھی بستیاں جو ظلم وشرارت میں غرق تھیں ، ھم نے پامال کر ڈالیں اور ان کے بعد

۱۰- پھر آیت ۱۰ میں صاف صاف کہہ دیا : اگر سچائی کی طلب ھے تو قرآن کو دیکھو! اس کی موعظت سے بڑھ کر سچائی کی اور کونسی نشانی ھوسکتی ھے ؟

اس مقام نے اور اسی طرح کے اور بے شمار مقامات نے یہ حقیقت قطعی طور پر واضح کردی ھے کہ پیغمبر اسلام نے اپنی صداقت کے لیے جس چیز پر بطور ایك نشانی کے زور دیا ھے وہ صرف قرآن ھے . چنانچہ سورۂ عنکبوت میں اس کی مزید وضاحت ملے گی .

کرتے ہو! ۱۸ .

---

۱۶ تا ۱۸ - آیت ۱۶ قرآن کے مہمات دلائل میں سے ہے ، لیکن ہمارے مفسرون کو اس پر حسب عادت غور کرنے کی مہلت نہ ملی . اس سے پہلے پچھلی قوموں کی ہلاکت اور ان کی جگہ نئی جماعتوں کے ابھرنے کا ذکر کیا تھا . فرمایا : یہ انقلاب حال کیوں پیدا ہوا ؟ آباد و خوش حال بستیاں کیوں کٹے ہوئے کھیتوں کی طرح اجڑ گئیں ؟ زندگی اور حرکت کے بھڑکتے ہوئے شعلے کیوں بجھ کے رہ گئے ؟ اس لیے کہ یہاں ہمارا ایک عالم گیر قانون کام کر رہا ہے ، یعنی حق و باطل کے تزاحم و کشاکش کا قانون .

ہم نے کائنات ہستی کا یہ پورا کارخانہ ایک فعل عبث کی طرح نہیں بنایا ہے . کسی طے شدہ مصلحت و مقصد ہی سے بنایا ہے . وہ مقصد کیا ہے ؟ یہ کہ کائنات ہستی پستی سے بلندی کی طرف برابر ترقی کرتی جائے ، یہاں تک کہ علو و رفعت کے اس انتہائی نقطے تک پہنچ جائے جو کار فرمائے قدرت نے اس کے لیے ٹھہرا دیا ہے . اس مقصد کے لیے کونسا ہاتھ کام کر رہا ہے ؟ حق و باطل کی کشاکش کے قانون کا ہاتھ ، یعنی یہاں جو کچھ بھی ہوتا ہے =

کھیت کی طرح، بجھے ہوے انگاروں کی طرح ! ۱۵

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ اور (دیکھو!) ہم نے آسمان
وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا و زمین کو اور جو کچھ ان کے
لٰعِبِيْنَ ۝۱۶ درمیان ہے، کچھ کھیل تماشا
کرتے ہوے نہیں بنایا (بلکہ کسی مصلحت و مقصد سے بنایا ہے) ۱۶ .

لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا اگر ہمیں کھیل تماشا بنانا منظور
لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ ق ہوتا تو (ہمیں اس سے کون
اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝۱۷ روک سکتا تھا؟) ہم خود اپنی
جانب سے ایسا ہی کارخانہ بناتے، مگر ہم ایسا کرنے والے نہ تھے ۱۷ .

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى بلکہ (یہاں حقیقت حال ہی
الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا دوسری ہے) ہم حق سے باطل
هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَيْلُ پر چوٹ لگاتے ہیں تو وہ
مِمَّا تَصِفُوْنَ ۝۱۸ باطل کا سر کچل ڈالتا ہے اور
اچانک اسے فنا کر دیتا ہے . افسوس تم پر ! تم کیسی کیسی باتیں

يُسَبِّحُونَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ۝۲۰
وہ رات دن اس کی پاکی کے ترانوں میں زمزمہ سنج رہتے ہیں، وہ کبھی تھکتے نہیں! ۲۰

اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ۝۲۱
کیا ان لوگوں نے زمین (کی مخلوقات میں) سے ایسے معبود بنالیے ہیں جو مردوں کو زندہ کردیتے ہیں؟ ۲۱

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ج فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝۲۲
اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود بھی ہوتا تو (ممکن نہ تھا کہ ان کا کارخانہ اس نظم و ہم آہنگی کے ساتھ چلتا) وہ یقیناً بگڑ کے برباد ہو جاتے! پس اللہ کے لیے کہ (جہاں بانی عالم کے) تخت کا مالک ہے، پاکی ہو، ان ساری باتوں سے پاکی ہو جو یہ اس کی نسبت بیان کرتے ہیں ۲۲۔

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ۝۲۳
وہ جو کچھ بھی کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں،

وَلَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں جو کوئی ہے اور
وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ	زمین میں جو کوئی ہے، سب
لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ	اسی کے لیے ہیں۔ جو (فرشتے)
وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ١٩ۚ	اس کے حضور ہیں وہ کبھی

گھمنڈ میں آ کر اس کی بندگی سے سرتابی نہیں کرتے، نہ کبھی (بندگی سے) تھکتے ہیں! ١٩ ۔

اس لیے ہوتا ہے کہ حق باقی رہے اور باطل نابود ہو جائے۔ ''حق'' اس لیے باقی رھتا ہے کہ اسی سے بقا اور علو و ارتفاع ہے۔ '' باطل'' اس لیے نابود ہو جاتا ہے کہ وہ نقص، فساد اور زوال ہے۔

چنانچہ زندگی اور وجود کے ہر گوشے میں یہ کشاکش جاری ہے۔ فطرت ''حق'' کے ہتھیار سے ''باطل'' پر ضرب لگاتی ہے اور وہ ٹک نہیں سکتا، کیوں کہ '' حق'' کے مقابلے میں اس کے لیے ٹکنا نہیں۔ پھر اچانک ایسا ہوتا ہے کہ ''باطل'' ملیامیٹ ہو گیا اور میدان میں صرف ''حق'' ہی کی نمود باقی رہ گئی!

فَاعْبُدُوْنِ ۝ ٢٥　　　　ہم نے نہ بھیجی ہو کہ ''کوئی معبود نہیں ہے مگر صرف میری ذات. پس چاہیے کہ میری ہی بندگی کرو!'' ٢٥

---

٢٤ و ٢٥ - آیت ٢٤ پر ہمارے مفسروں نے زیادہ غور کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی. لیکن تم سرسری نظر ڈال کے گزر نہ جاؤ. ایک لمحے کے لیے رک جاؤ. یہ استدلال وحدت ادیان کی اصل عظیم کا استدلال ہے حس پر قرآن نے اپنی دعوت کی تمام بنیادیں استوار کی ہیں. وہ کہتا ہے: یہ تعلیم حق ہے جو میرے ساتھیوں کے پاس ہے اور اسی طرح وہ تمام تعلیمیں بھی موجود ہیں حو مجھ سے پہلے دی حا چکی ہیں. تم کسی تعلیم سے بھی یہ بات ثابت کر دکھاؤ کہ سچائی کی بات وہ نہیں ہے حو میں پیش کر رہا ہوں! پھر اگر بغیر کسی اختلاف کے دنیا کے ہر عہد اور ہر گوشے کی دینی تعلیم ایک ہی رہی ہے اور سب نے توحید و خدا پرستی ہی کی طرف بلایا ہے تو کیا یہ عالم گیر وحدت تعلیم اور باہم دگر تصدیق و توثیق حقیقت کی موجوگی کا ایک قطعی ثبوت نہیں ہے؟ چنانچہ آیت ٢٥ میں وضاحت کردی کہ دعوت قرآن سے پہلے جتنی دعوتیں بھی دنیا میں آ چکی ہیں =

اور سب (اس کے آگے جواب دہ ہیں، ان) سے باز پرس ہونی ہے! ٢٣

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ ٢٤

پھر کیا ان لوگوں نے اس کے سوا دوسرے معبود پکڑ رکھے ہیں؟ (اے پیغمبر!) تو ان سے کہہ دے: اگر ایسا ہی ہے تو بتلاؤ تمہاری دلیل کیا ہے؟ یہ ہے وہ کلام جو میرے ساتھیوں کے ہاتھ میں ہے (یعنی قرآن) اور جو مجھ سے پہلوں کے لیے اتر چکا ہے (یعنی پچھلی کتابیں. تم ان میں کوئی بات بھی میری دعوت کے خلاف نکال سکتے ہو؟). اصل یہ ہے کہ ان لوگوں میں سے اکثروں کو حقیقت کا پتا ہی نہیں! یہی وجہ ہے کہ وہ (سچائی سے) رخ پھیرے ہوئے ہیں ٢٤ .

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا

اور (اے پیغمبر!) ہم نے تجھ سے پہلے کوئی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا جس پر اس بات کی وحی

اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی وَ هُمْ مِّنْ (یعنی ان کا ماضی بھی اور

خَشْیَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۝۲۸ مستقبل بھی) سب اللہ جانتا ھے.

ان کی مجال نہیں کہ کسی کو اپنی سفارش سے بخشوا لیں ، مگر
ہاں! جس کسی کی بخشش اللہ پسند فرمائے، اور وہ تو اس کی
ہیبت سے خود ھی ڈرتے رہتے ھیں !۲۸

وَ مَنْ یَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْۤ اِلٰهٌ اور ان میں سے اگر کوئی (ایسی

مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِیْهِ جرأت کر بیٹھے کہ) کہے:

جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی "اللہ کے سوا میں معبود ھوں"

الظّٰلِمِیْنَ ۝۲۹ ع تو اس کی پاداش میں ھم اسے

٢ ع ٢

جہنم کی سزا دیں. ھم اسی طرح ظلم کرنے والوں کو ان کے
ظلم کا بدلا دیتے ھیں ۲۹ .

اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا جو لوگ منکر ھیں کیا انھوں

اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا نے اس بات پر غور نہیں کیا

رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَ جَعَلْنَا کہ آسمان اور زمین دونوں

مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ (اپنی ابتدائی خلقت میں) ایک

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۙ ٢٦

اور (دیکھو!) انھوں نے کہا: "خدائے رحمان نے اپنے لیے اولاد بنائی ہے"۔ پاکی ہو اس کے لیے۔ (یہ جنھیں اس کی اولاد بتاتے ہیں وہ اس بات کا وہم و گمان بھی نہیں کر سکتے) بلکہ وہ تو اس کے معزز بندے ہیں ٢٦۔

لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۞ ٢٧

وہ اس کے آگے بڑھ کے بات نہیں کر سکتے، وہ اس کے حکم پر سرتاسر کاربند رہتے ہیں ٢٧۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ

جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ پیچھے چھوڑ آئے

= ان سب کی پکار اس کے سوا کچھ نہیں رہی ہے کہ "لا الٰہ الا انا فاعبدون"۔

یہی بات آگے چل کر سورۂ احقاف میں بھی ملے گی: "ایتونی بکتٰب من قبل ھٰذا او اثٰرۃ من علم ان کنتم صٰدقین" (٤٦ : ٤)۔ مزید تشریح کے لیے تفسیر فاتحہ مبحث وحدت ادیان دیکھو!

ان میں (یعنی پہاڑوں میں) ایسے درے (۸۸) بنا دیے کہ راستوں کا کام دیتے ہیں تاکہ لوگ اپنی منزل مقصود پا لیں ۳۱ ۔

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۖ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ۝٣٢

اور ہم نے آسمان کو ایک چھت کی طرح بنادیا (ہر طرح کے نقص اور خرابی سے) محفوظ ، مگر یہ لوگ اس کی نشانیوں سے رخ پھیرے ہوئے ہیں ۳۲ ۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝٣٣

اور (دیکھو!) وہی ہے جس نے رات اور دن کا اختلاف پیدا کیا اور سورج اور چاند بنائے ۔ یہ تمام (ستارے) اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں ۳۳ ۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۭ اَفَاۡىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۝٣٤

اور (اے پیغمبر!) ہم نے تجھ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشگی نہیں دی (اور نہ

اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ۞ ٣٠ دوسرے سے ملے ہوئے تھے، پھر ہم نے انہیں الگ الگ کیا اور پانی سے تمام جاندار چیزیں پیدا کر دیں! پھر کیا یہ (اس بات پر) یقین نہیں رکھتے؟ ٣٠

وَ جَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ ۪ وَ جَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ۞ ٣١

اور ہم نے زمین میں جمے ہوئے (٨٧) پہاڑ بنا دیے کہ ایک طرف کو ان کے ساتھ جھک نہ پڑے، اور ہم نے

---

٣٠ - قرآن کا عام اسلوب موعظت یہ ہے کہ توحید ربوبیت و خالقیت سے توحید الوہیت پر استدلال کرتا ہے. چنانچہ آیت ٣٠ میں فرمایا: کیا منکرین حق اس بات پر غور نہیں کرتے کہ کس کی قدرت و حکمت نے یہ تمام کارخانۂ خلقت پیدا کیا ہے اور کس کی ربوبیت نے اسے زندگی اور زندگی کی ساری احتیاجوں کے لیے اس درجہ اوفق و اصلح بنا دیا ہے! اس طریق استدلال کی تشریح تفسیر فاتحہ میں ملے گی. تخلیق کائنات کی جو حالت یہاں بیان کی گئی ہے اس کی تشریح سورۂ یونس کے آخری نوٹ میں گزر چکی ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ۝٣٥

ہر جان کے لیے موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور ہم تمہیں (زندگی کی) اچھی بری حالتوں کی آزمایش میں ڈالتے ہیں تا کہ تمہارے لیے (یعنی تمہاری سعی و طلب کے لیے) آزمایشیں ہوں اور پھر (بالآخر) تم سب کو ہماری طرف لوٹنا ہے ۳۵۔

وَإِذَا رَآكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا ۖ أَهَٰذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ ۚ وَهُم بِذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ هُمْ كَافِرُونَ ۝٣٦

اور (اے پیغمبر!) جب تجھے وہ لوگ دیکھتے ہیں جنھوں نے انکار حق کی راہ اختیار کی ہے تو (انہیں اور تو کچھ سوجھتا نہیں، بس) تجھے اپنی ہنسی ٹھٹھے کی بات بنا لیتے ہیں: ”کیا یہی وہ آدمی ہے جو ہمارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے؟“ اور ان کا حال یہ ہے کہ خدائے رحمان کے ذکر سے یک قلم منکر ہیں! ۳۶

تیرے لیے ہمیشہ زندہ رہنا ہے) . پھر اگر تجھے مرنا ہے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ رہنے والے ہیں ؟ ۳٤

۳٤ - جب انسان کسی کے بغض و عناد میں کھو یا جاتا ہے تو پھر اپنی زندگی کا اتنا خواہش مند نہیں رہتا جتنا اس کی موت کا آرزو مند ہو جاتا ہے . دعوت حق کے معاندوں کا بھی یہی حال تھا . وہ پیغمبر اسلام کی موت کے خیال سے اپنا جی خوش کیا کرتے تھے اور کہتے تھے : اور تو کچھ ہونے والا نہیں ، ہاں! اسی طرح دعویٰ کرتے کرتے ختم ہو جاؤ گے .

آیت ۳٤ میں منکروں کی انہیں خام خیالیوں کی طرف اشارہ کیا ہے . فرمایا : دنیا میں ہر جان کے لیے مرنا ہے ، یہاں کسی کے لیے دائمی زندگی نہ ہوئی . پس اصلی سوال مرنے کا نہیں ہے ، سوال تو یہ ہے کہ " نبلوکم بالشر و الخیر فتنة "، ہم نے آزمایش عمل میں ڈالنے کے لیے خیر و شر کی آزمایشیں پیدا کر دی ہیں . ان آزمایشوں سے کون کس طرح عہدہ برا ہوتا ہے؟ خیر کا سرمایہ جمع کرتا ہے یا شر کا؟ یہ تمہاری موت کے خیال سے اپنا جی خوش کرتے ہیں ، مگر خود اپنی زندگی کی خبر نہیں لیتے !

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۸﴾	اور یہ کہتے ہیں : اگر تم سچے ہو تو بتلاؤ یہ وعدہ کب ظہور میں آئے گا؟ ۳۸

= جلد بازی ہے جو اس کے اندر سعی و عمل کا فوری ولولہ پیدا کرتی ہے اور اس کی ساری سرگرمیوں کے لیے ایک محرك کا کام دیتی ہے . لیکن خواص طبیعت کے ہر گوشے کی طرح یہاں بھی اسے ٹھوکر اصل خاصے کے تقاضے میں نہیں لگتی ، بلکہ اس کے بے محل اور بے اعتدالانہ استعمال میں لگتی ہے . اسے جہاں صبر کرنا چاہیے وہاں بے صبری کرنے لگتا ہے اور حب فیصلہ کرنے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے تو بے دھڑك فیصلہ کر دیتا ہے . پس قرآن انسان کی ہر گم راہی کی طرح اس گم راہی میں بھی سوء استعمال کی مذمت کرتا ہے ، نہ کہ طبیعت اور خواص طبیعت کی .

۳۸ - آیت ۳۸ سے ٤۷ تك مشرکین مکہ کو ان کی سرکشی و غفلت پر سرزنش کی ہے کہ سچائی کی نشانیاں دیکھتے تھے ، بشارت و نذارت کے پیہم اعلانات سنتے تھے ، مگر شرارت سے باز نہیں آتے تھے اور نصیحت پکڑنے کی جگہ اعلان حق کی ہنسی اڑاتے تھے .

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِیْكُمْ اٰیٰتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾	آدمی کی سرشت ھی میں جلد بازی ھے (وہ مستقبل کا انتظار کرنا نہیں چاھتا) . اچھا!

عن قریب تمھیں اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھا دیں گے، اتنی جلدی نہ کرو! ۳۷

---

۳۷ - قرآن نے جا بجا انسانی طبیعت کے اس خاصے کا ذکر کیا ھے . وہ اپنی خواھشوں، رایوں اور اقدام عمل میں جلد باز واقع ھوا ھے . یہاں بھی آیت ۳۷ میں اس طرف اشارہ کیا. فرمایا: جن نتائج کے ظہور کی خبر دی جا رھی ھے وہ عن قریب ظاھر ھونے والے ھیں، لیکن یہ منکر شور مچا رھے ھیں کہ فوراً ظاھر کیوں نہیں ھو جاتے! اچھا، تھوڑا سا انتظار اور کریں، بہت جلد سامنے آجائیں گے .

اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھنی چاھیے کہ اگر انسانی طبیعت میں جلد بازی ھے تو قرآن اس خاصے کی مذمت نہیں کرتا، کیوں کہ اس کے نزدیك فطرت انسانی کا کوئی خاصہ بھی فی نفسہ برائی کے لیے نہیں ھے: "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" (۹۵ : ٤) . ضروری تھا کہ اس کی طبیعت میں جلد بازی ھوتی، کیوں کہ یہی =

۳ ع ۳

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۴۱ ع جا چکی ہے، لیکن اس کا نتیجہ یہی نکلا ہے کہ جس بات کی ہنسی اڑاتے تھے (یعنی ظہور نتائج کی) وہی بات ان پر چھا گئی! ۴۱

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ۴۲

(اے پیغمبر!) ان سے پوچھو: رات کا وقت ہو یا دن کا مگر کون ہے جو خدائے رحمان سے تمہاری نگہبانی کرسکتا ہے (اگر وہ تمہیں عذاب دینا چاہے)؟ مگر (ان سے کیا پوچھو گے!) یہ تو اپنے پروردگار کی یاد سے بالکل رخ پھیرے ہوئے ہیں! ۴۲

اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ۴۳

پھر کیا ان کے لیے معبود ہیں جو ہم سے انہیں بچا سکتے ہیں؟ (بھلا وہ کیا بچائیں گے!) وہ خود اپنی مدد تو کر نہیں سکتے اور نہ ہماری ہی طرف سے حفاظت پا سکتے ہیں! (۸۹) ۴۳

لَوْ یَعْلَمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اگر یہ منکر اس گھڑی کا
حِیْنَ لَا یَکُفُّوْنَ عَنْ حال معلوم کر لیں جب آتش
وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ (عذاب بھڑکے گی اور اس)
ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ کے شعلے نہ تو اپنے آگے سے
یُنْصَرُوْنَ ۝ ٣٩ ہٹا سکیں گے ، نہ پیچھے سے
اور نہ کہیں سے مدد پائیں گے (تو کبھی اس شوخی و شرارت سے ظہور نتائج کا مطالبہ نہ کریں!) ٣٩ .

بَلْ تَاْتِیْهِمْ بَغْتَةً بلکہ وہ گھڑی تو ان پر اچانك
فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ آموجود ہوگی اور انہیں
رَدَّهَا وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ۝ ٤٠ مبہوت کردے گی ، پھر نہ تو
اس وقت کو پھرا دے سکیں گے اور نہ ھی مہلت پائیں گے ٤٠ .

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ اور (اے پیغمبر!) یہ واقعہ
مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ ھے کہ تجھ سے پہلے بھی
سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا کَانُوْا پیغمبروں کی ھنسی اڑائی

کبھی سننے والے نہیں ! ۴۵

وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝۴۶

اور اگر ان پر تیرے پروردگار کے عذاب کی ایک چھینٹ (۹۰) بھی پڑ جائے تو (ساری سرکشی و شرارت بھول جائیں اور) بے اختیار پکار اٹھیں : ہائے افسوس! بلا شبہ ہم ہی ظلم کرنے والے تھے ۴۶

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝۴۷

اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو کھڑے کر دیں گے ، پس کسی جان کے ساتھ ذرا بھی نا انصافی نہ ہو گی . اگر رائی برابر بھی کسی کا عمل ہو گا تو ہم اسے وزن میں

---

۴۵ - آیت ۴۵ نے دعوت حق کی پوری حقیقت واضح کر دی ہے : "میں تمھیں وحی الٰہی سے خبر پا کر متنبہ کر رہا ہوں ، مگر جانتا ہوں جو بہرے ہیں انھیں کتنا ہی خبر دار کیا جائے ، سننے والے نہیں" .

بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۗ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۗ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ ٤٤

اصل یه هے که هم نے انهیں اور ان کے باپ دادوں کو (فوائد زندگی سے) بهره ور هونے کے موقعے دیے، یهاں تك که (خوش حالیوں کی سرشاری میں) ان کی بڑی بڑی عمریں گزر گئیں (اور اب غفلت ان کی رگ رگ میں رچ گئی هے)۔ مگر کیا یه لوگ نهیں دیکھ رهے که هم زمین کو چاروں طرف سے ان پر تنگ کرتے هوے چلے آ رهے هیں؟ پھر کیا وه (اس مقابلے میں) غالب هو رهے هیں؟ ٤٤

قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ۝ ٤٥

(اے پیغمبر!) تو کہہ دے: "میری پکار اس کے سوا کچھ نهیں که الله کی وحی سے علم پا کر تمهیں متنبه کر رها هوں"

اور (یاد رکھ!) جو بهرے هیں انهیں کتنا هی خبردار کیا جائے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى	اور (دیکھو!) یہ واقعہ ہے
وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً	کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون
وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ ۴۸	کو فرقان (یعنی حق کو باطل

سے الگ کر دینے والی قوت) اور (وحی الٰہی کی) روشنی اور متقیوں کے لیے نصیحت دی تھی ۴۸ ۔

---

۴۸ - آیت ۴۸ سے سلسلۂ بیان اس طرف متوجہ ہو گیا ہے کہ متذکرۂ صدر مقاصد پر گزشتہ دعوتوں اور قوموں کی سرگذشتوں سے استشہاد کیا جائے ۔ چنانچہ پہلے حضرت موسیٰ کی دعوت کی طرف اشارہ کیا جن کی کتاب و وحی کا حال عام طور پر معلوم و مسلم تھا ۔ فرمایا : اسی طرح قرآن کا بھی نزول ہوا ہے ۔ پھر اگر یہ اس سے منکر ہیں تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ تمام سلسلۂ وحی و تنزیل سے منکر ہیں ۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم کی زندگی کا وہ ابتدائی واقعہ بیان کیا ہے جو ان کے وطن "اُور" میں پیش آیا تھا ، جہاں سے ہجرت کرکے وہ کنعان آئے اور وہیں بقیہ عمر کے لیے بس گئے ۔

لے آئیں گے۔ جب ہم (خود) حساب لینے والے ہوں تو پھر اس کے بعد کیا باقی رہا! ۴۷

۴۷ - آیت ۴۷ میں یہ حقیقت واضح کی ھے کہ فطرت کا ترازو بڑا ھی دقیقہ سنج ھے، ایک ذرہ بھی اس کی تول میں کم نہیں ھو سکتا۔ کوئی عمل کتنا ھی حقیر ھو، مثلاً تم نے کسی مصیبت زدہ پر ھمدردی کی ایک اچٹتی ھوئی نظر ڈال دی، راہ چلتے ایک پتھر ھٹا دیا، ایک پیاسی چیونٹی کے آگے پانی کا قطرہ ٹپکا دیا، مگر ضروری ھے کہ اس کے وزن میں آجائے، ایسا کبھی نہیں ھو سکتا کہ رایگاں جائے۔

اور تم خود اپنی زندگی ھی میں دیکھ لو فطرت کے قانون مجازات کی دقائق اندیشیوں کا کیا حال ھے! تم نے ایک پل کے لیے کسی پر ھمدردی کی نظر ڈالی اور معاً تمھارے اندر حسن اخلاق کا ایک نقش جم گیا۔ تم نے کسی جانور پر بھی بے رحمی کی نگاہ ڈالی اور تمھارے آئینۂ اخلاق میں قساوت کا بال پڑ گیا۔ تمھاری کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی تمھیں بدلا دیے بغیر نہیں رہ سکتی اور بدلا ٹھیک ٹھیک نپا تلا ھوتا ھے، رائی برابر بھی ادھر ادھر نہیں!

اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ ۝۵۲ کہا تھا: یہ کیا مورتیاں ہیں

جن کی پوجا پر تم جم کر بیٹھ گئے ہو؟ ۵۲

قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا تو انھوں نے جواب دیا تھا: ہم

عٰبِدِيْنَ ۝۵۳ نے اپنے باپ دادوں کو دیکھا

انہیں کی پوجا کرتے تھے ۵۳ ۔

قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ ابراھیم نے کہا: یقین کرو

وَاٰبَآؤُكُمْ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۵۴ تم خود بھی اور تمہارے باپ

دادا بھی صریح گم راھی میں پڑے ۵۴ ۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اس پر انھوں نے کہا: تو ھم سے

اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ۝۵۵ سچ مچ کہ رہا ھے یا مزاخ

کر رھا ھے؟ ۵۵

قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ ابراھیم نے کہا: نہیں! (میں کہتا

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِىْ ھوں) آسمان اور زمین کا

الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ۝ ۴۹

ان متقیوں کے لیے جو اپنے پروردگار کی هستی سے بغیر اسے دیکھے هوے ڈرتے رهتے هیں اور آنے والی گھڑی کے تصور سے بھی لرزاں رهتے هیں ۴۹ ۔

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝ ۵۰ ع ۴

اور یہ (قرآن) بھی نصیحت هے برکت والی ، هم نے اسے نازل کیا ۔ پھر کیا تمھیں اس سے انکار هے؟ ۵۰

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ۝ ۵۱

اور اس سے پہلے هم نے ابراهیم کو اس کے درجے کے مطابق (۹۱) سمجھ بوجھ عطا فرمائی تھی اور هم اس کی حالت سے بے خبر نہ تھے ۵۱ ۔

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ

جب اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم کے لوگوں سے

ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کس نے کی؟ جس کسی نے کی ہو، وہ بڑا ہی ظالم آدمی ہے! ۵۹

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ۝۶۰ چند آدمیوں نے کہا: ہم نے ایك نوجوان کو ان کے بارے میں کچھ کہتے سنا تھا، اسے ابراھیم کہہ کے پکارتے ھیں ۶۰ ۔

قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ۝۶۱ لوگوں نے کہا: اسے یہاں تمام آدمیوں کے سامنے بلا لاؤ تاکہ سب گواہ رھیں ۶۱ ۔

قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝۶۲ ان لوگوں نے ابراہیم سے کہا: (کیوں؟ کہ اب اسے بلا لائے تھے) ابراھیم! کیا تو نے ھمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی؟ ۶۲

قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝۶۳ ابراھیم نے کہا: بلکہ (یوں سمجھو) اس بت نے کی جو ان میں سب سے بڑا ھے۔ اگر بت بول سکتے ھیں تو خود اسی سے دریافت کر لو! ۶۳

فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝٥٦

پروردگار جس نے ان سب کو پیدا کیا، وهی تمهارا بهی پروردگار هے. میں اس حقیقت پر تمهارے آگے گواه هوں! ٥٦

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝٥٧

اور (ابراهیم نے کها:) بخدا! میں ضرور تمهارے ان بتوں کے ساتھ ایك چال چلوں گا جب تم سب پیٹھ پهیر کے چل دو گے ٥٧.

فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ۝٥٨

چنانچه (اس نے ایسا هی کیا) اس نے بتوں کو توڑ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، صرف ایك بت کو جو ان میں بڑا سمجها جاتا تها، چهوڑ دیا که شاید وه اس کی طرف رجوع کریں! ٥٨

قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝٥٩

انهوں نے کها: (یعنی جب لوگ معبد میں واپس آئے تو یه حال دیکھ کر کهنے لگے)

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ ٦٧ تم اللہ کے سوا پوجتے ہو! کیا تم عقل سے بالکل کورے ہو گئے؟ ٦٧

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ ٦٨ انھوں نے (آپس میں) کہا: اگر تم میں کچھ بھی ہمت ہے تو آؤ اس آدمی کو آگ میں ڈال کر جلا دیں اور اپنے معبودوں کا بول بالا کریں! ٦٨

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ ٦٩ (مگر) ہمارا حکم ہوا: اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم

---

۵۸ تا ۶۷ - حضرت ابراہیم نے جب دیکھا کہ بتوں کی عظمت لوگوں کے دلوں میں اس طرح جم گئی ہے کہ عقل و بصیرت کی کوئی صدا بھی اسے متزلزل نہیں کرسکتی تو اعلان حقیقت کے لیے انھوں نے ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا، ایسا طریقہ کہ تمام لوگوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا . ان کے معبود خود ان سے بھی زیادہ عاجز اور بے بس ہیں اور وہمی اور روایتی عقیدت کے سوا کوئی حقیقت موجود نہیں. تشریح اس کی سورت کے آخر میں ملے گی .

فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۙ ٦٤

تب وہ آپس میں ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے۔ انہوں نے کہا :(۹۲) اس میں شک نہیں اصل میں مجرم تو خود ہمیں ہیں ٦٤ ۔

ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ۝ ٦٥

پھر وہ اس حال میں پڑ گئے کہ (شرم وخجالت سے) سر جھکے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا: تو اچھی طرح جانتا ھے یہ بت بات نہیں کیا کرتے ٦٥ ۔

قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ۝ ٦٦

ابراھیم نے کہا : پھر تمھیں کیا ہوگیا ھے کہ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوجتے ہو جو تمھیں نہ تو کسی طرح نفع پہنچائیں نہ نقصان ! ٦٦

اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ

تمھاری حالت کتنی ناقابل برداشت ھے اور ان کی بھی جنھیں

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَ يَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ۝۷۲

اور (پھر) ہم نے اسے (ایک فرزند) اسحاق عطا فرمایا اور مزید براں (پوتا) یعقوب. ان سب کو ہم نے نیک کردار بنایا تھا ۷۲ .

وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۝۷۳ ۙۚ

ہم نے انہیں (انسانوں کی) پیشوائی دی تھی. ہمارے حکم کے مطابق وہ راہ دکھاتے تھے. ہم نے ان پر وحی بھیجی کہ ہر طرح کی بھلائی کے کام انجام دیں، نیز نماز قائم رکھیں اور زکٰوۃ ادا کریں. وہ ہماری بندگی میں لگے رہتے تھے! ۷۳

وَ لُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَّ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ

اور (اسی طرح) لوط کو بھی ہم نے (احکام حق دینے کا) منصب اور (نبوت کا) علم

کے لیے سلامتی! ۶۹

وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ۚ ۷۰

اور (دیکھو!) انہوں نے چاھا تھا ابراھیم کے ساتھ ایك چال چلیں، لیکن ھم نے انھیں نامراد کردیا ۷۰ ۔

وَ نَجَّيْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ۷۱

ھم نے اسے اور (اس کے بھتیجے) لوط کو (دشمنوں سے) نجات دلا کر ایك ایسے ملك میں پہنچا دیا جسے قوموں کے لیے (بڑا ھی) بابرکت ملك بنایا ھے (یعنی سر زمین کنعان) ۷۱ ۔

---

۶۸ تا ۷۱ - جب لوگ اس مقابلے میں عاجز و درماندہ ھو گئے تو پھر جیسا کہ جہل و تعصب کا قاعدہ ھے، ظلم و تشدد پر اتر آئے۔ انھوں نے چاھا حضرت ابراھیم کو زندہ آگ میں جلا دیں، لیکن اللہ نے ان کے سارے منصوبے خاك میں ملا دیے اور حضرت ابراھیم زندہ و سلامت وھاں سے نکل کر کنعاں چلے گئے۔ ان کے ساتھ ان کے بھتیجے حضرت لوط بھی تھے۔ ان دونوں کے توطن کنعان کی تفصیل بضمن آیت ۶۹ سورۂ ھود میں گزر چکی ھے۔

قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۷۷

اس کی مدد کی ، وہ بڑے ھی بد راہ لوگ تھے ، پس ھم نے ان سب کو غرق کر دیا ۷۷ .

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ۝ لا ق ۷۸

اور داود اور سلیمان (کا معاملہ بھی یاد کرو!) جب وہ (ملك کے) کھیت میں کہ لوگوں کی بکریاں اس میں منتشر ھو گئی تھیں ، حکم چلاتے تھے اور ھم ان کی حکم فرمائی دیکھ رھے تھے ۷۸ .

۷۸ – اگر ایك آدمی ایك طرف کھیت بوئے ، دوسری طرف رات کو اپنی بکریاں بھی کھول دیا کرے تو کیا نتیجہ نکلے گا ؟ یہی کہ ساری فصل تباہ ھو جائے گی . وہ جتنا چر سکیں گی چرایں گی ، جتنا روند سکیں گی روند جائیں گی .

یہی حال یہودیوں کا تھا . وہ ایك طرف بناتے تھے ، دوسری طرف خود اپنے ھی ھاتھوں اسے اجاڑ دیتے تھے . حضرت داود نے انھیں فلسطینیوں پر فتح مند کرایا اور تمام ملك ساحل بحر تك ان کے قبضے میں آ گیا ، لیکن پھر بھی =

الْخَبٰٓئِثَ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ۙ ٧٤

عطا فرمایا. هم نے اسے اس بستی سے نجات دے دی جس کے باشندے بڑے هی گندے کام کیا کرتے تھے اور کچھ شك نهیں بڑے هی بد راہ ، حد سے گزرے هوئے لوگ تھے ! ٧٤

وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۧ ٧٥

ع

(هم نے ان سے لوط کو نجات دی) اور اپنی رحمت کی پناہ میں لے لیا. یقیناً وہ نیك کردار انسانوں میں سے ایك انسان تھا ٧٥ .

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰي مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۚ ٧٦

اور (اسی طرح) نوح (کا معامله بھی یاد کرو!) جو ان (نبیوں) سے پیشتر کا هے ، جب اس نے همیں پکارا تھا تو (دیکھو!) هم نے اس کی پکار سن لی اور اسے اور اس کے گھرانے کو ایك بڑی هی سختی سے نجات دے دی ٧٦ .

وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا

نیز ان لوگوں کے مقابلے میں جو هماری نشانیاں جھٹلاتے تھے

هر ایك کو عطا فرمایا تھا. نیز هم نے پهاڑوں کو داود کے ایسے مسخر کردیا تھا، وہ الله کی پاکی کی صدائیں بلند کرتے تھے، اور (اسی طرح) پرندوں کو بھی. اور هم (ایسا هی) کرنے والے تھے ۷۹.

---

۷۹ - آیت ۷۹ میں "یسبحن" کے دو مطلب هو سکتے هیں: ایك وہ جو "ان من شیء الا یسبح بحمده" میں هے، دوسرا یه که جب حضرت داود حمد الٰهی کے نغمے گاتے تھے تو سماں بندھ جاتا تھا اور چٹانیں تك وجد میں آجاتی تھیں (۹۳).

حضرت داود بڑے هی خوش آواز تھے. وہ پہلے شخص هیں جنهوں نے عبرانی موسیقی مدون کی اور مصری اور بابلی مزامیر کو ترقی دے کر نئے نئے آلات ایجاد کیے.

تورات اور روایات یهود سے معلوم هوتا هے که جب وہ پهاڑوں کی چوٹیوں پر بیٹھ کر حمد الٰهی کے ترانے گاتے اور اپنا بربط بجاتے تو شجر حجر جھومنے لگتے.

روایات تفسیر سے بھی اس کی تصدیق هوتی هے. پرندوں کی تسخیر کو بھی دونوں باتوں پر محمول کیا جاسکتا هے: اس پر بھی که هر طرح کے پرند ان کے محل میں جمع هوگئے تھے اور اس پر بھی که ان کی نغمه سرائیوں سے متاثر هوتے تھے. =

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا	پس ہم نے سلیمان کو اس بات کی
اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا	پوری سمجھ دے دی۔ اور ہم
مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ	نے حکم دینے کا منصب اور
وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ۞ ۷۹	(نبوت کا) علم ان میں سے

= ان میں نظم و اطاعت کی روح پیدا نہ ہوئی۔

البتہ حضرت سلیمان کے زمانے میں ایک نیا انقلاب رونما ہوا اور انھوں نے اپنی دانش و حکمت نبوت سے یہودیوں کی حالت ایسی پلٹ دی کہ ایک عظیم الشان عبرانی مملکت قائم ہو گئی۔

آیت ۷۸ میں اسی صورت حال کی طرف غالباً اشارہ کیا گیا ہے۔

آیت کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "الحرث" سے مقصود کوئی خاص کھیتی ہو اور "غنم القوم" سے خاص گروہ کی بکریاں، یعنی کسی کا کھیت تھا اور کسی کی بکریاں اس میں جا پڑی تھیں۔ اس جھگڑے کا فیصلہ دونوں نے کیا: حضرت داود نے بھی اور حضرت سلیمان نے بھی، اور فیصلہ حضرت سلیمان کا زیادہ قوی اور اوفق تھا۔ مزید تشریح عام تفاسیر میں ملے گی۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً	اور (دیکھو!) ہم نے (سمندر
تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ	کی) تند ہواؤں کو بھی سلیمان
الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا	کے لیے کیسا مسخر کر دیا تھا
بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۝ ۸۱	کہ اس کے حکم پر چلتی تھیں

اور اس سرزمین کے رخ پر جس میں ہم نے بڑی ہی برکت رکھ دی ہے (یعنی فلسطین اور شام کے رخ پر جہاں بحر احمر اور متوسط سے دور دور کے جہاز آتے تھے). اور ہم ساری باتوں کی آگاہی رکھتے ہیں [۸۱].

---

۸۱ - آیت ۸۱ میں فرمایا: "ہم نے سمندر کی باد تند سلیمان کے لیے مسخر کر دی تھی". یعنی بادبانی کے بڑے بڑے جہاز چلنے لگے تھے اور خشکی کے جانوروں کی طرح سمندر کی ہوائیں بھی ان کے لیے باربرداری اور نقل و حرکت کا ذریعہ ہو گئی تھیں.

سمندر کی ہواؤں کا معاملہ بھی قدرت کے عجائب مظاہر میں سے ہے. جس وقت تک دخانی قوت کا انکشاف نہیں ہوا تھا بحری سیر و سیاحت کا ذریعہ یہی ہوائیں تھیں. یہ مختلف جہتوں میں چلتی ہیں اور مختلف وقتوں میں چلتی ہیں اور ان کی جہتیں اور اوقات اس درجہ معین اور =

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۝٨٠	اور (دیکھو!) هم نے داود کو تمهارے لیے زره بکتر بنانا سکهادیا که تمهیں ایك دوسرے کی زد سے بچائے. پهر کیا تم (هماری بخششوں کے) شکر گزار هو؟ ٨٠

= کتاب زبور در اصل ان گیتوں کا مجموعه هے جو حضرت داود نے الهام الٰہی سے نظم کی تهیں .

٨٠ - جس وقت تك آتشیں اسلحه ایجاد نهیں هوے تهے جنگ میں حفاظت کا بڑا ذریعه آهنی لباس کا استعمال تها، یعنی زره کا . آیت ٨٠ سے معلوم هوتا هے که حضرت داود نے اس صنعت کو بهت فروغ دیا تها اور اس میں طرح طرح کی نئی ایجادات کی تهیں . تاریخی آثار سے بهی اس کی تصدیق هوتی هے : ایك هزار سال قبل مسیح تك زره کا استعمال قوموں میں دکهائی نهیں دیتا، لیکن اس کے بعد سے خود کا استعمال شروع هو جاتا هے اور پهر دوسری چیزیں بهی مستعمل هونے لگتی هیں ، یهاں تك که سکندر کے عهد میں یونانی اور ایرانی دونوں سرتاپا آهن پوش هو گئے تهے .

وَمِنَ الشَّيٰطِيۡنِ مَنۡ	اور شیطانوں میں سے ایسے
يَّغُوۡصُوۡنَ لَهٗ وَيَعۡمَلُوۡنَ	شیطان جو اس کے لیے غوطے
عَمَلًا دُوۡنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمۡ	لگاتے اور اس کے علاوہ
حٰفِظِيۡنَ ۙ ۸۲	اور بھی طرح طرح کے کام

کرتے اور ہم انھیں پاسبانی میں لیے ہوئے تھے ۸۲ ۔

=اور متوسط میں باد جنوب کے اور دونوں یکساں طور پر سواحل شام وفلسطین کے لیے مفید ھیں ۔

اس تفصیل کے بعد "الی الارض التی برکنا فیھا" کا مطلب بالکل واضح ھوجاتا ھے ۔

۸۲ - قرآن میں شیطان کا اطلاق شیاطین الجن پر بھی ھوا ھے اور شیاطین الانس پر بھی، مثلاً "انما ذلکم الشیطن یخوف اولیآءہ" (۳ : ۱۷۵) میں شیطان سے مقصود قریش مکہ کا بھیجا ھوا جاسوس ھے، یا "و اذ زین لھم الشیطن اعمالھم (۸ : ٤۸) میں شیطان کا اطلاق سراقہ بن مالک بن جعشم پر کیا گیا جو قریش کو لڑائی پر ابھارتا تھا مگر پھر بھاگ گیا ۔

پس یہاں آیت ۸۲ میں بھی معلوم ھوتا ھے شیاطین کا =

= منضبط ہیں کہ کبھی ان میں فرق نہیں پڑسکتا۔ پھر ان کی تندی و طاقت کا یہ حال ہے کہ بڑے بڑے جہازوں کو تنکوں کی طرح سطح سمندر پر دوڑاتے ہوئے لیے جاتی ہیں۔

قدیم عہدوں میں حضرت سلیمان پہلے شخص ہیں جنہوں نے جہازوں سے اس طرح کام لینا شروع کیا کہ ہندوستان اور مغربی جزائر تک بحری آمد و رفت کا منظم سلسلہ قائم ہوگیا۔ تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تجارتی بیڑا وقت کا سب سے زیادہ طاقتور بیڑا تھا۔ بحر احمر میں اس کا مرکز "ترسیس" (Tarshish) تھا جو خلیج عقبہ میں واقع تھا، اور بحر متوسط میں صور (= ٹائر ۔ Tyre) یافہ کی بندرگاہیں۔

فلسطین کا علاقہ ایسے گوشے میں واقع ہوا ہے کہ اس کے مغرب و شمال میں بحر متوسط ہے اور جنوب میں بحر احمر۔ پس ایسے متضاد سمتوں کی ہوائیں چاہییں، تاکہ دنیا کے جہاز اس کے ساحلوں تک پہنچ سکیں، یعنی بحر احمر میں شمالی ہوا اور متوسط میں جنوبی اور مشرقی۔ اور اگرچہ دونوں سمندروں کا باہمی فاصلہ کچھ زیادہ نہیں، لیکن قدرت الٰہی نے ان کی ہواؤں کی سمتیں ایسی ہی رکھ دیں ہیں۔ بیک وقت بحر احمر میں باد شمال کے جھونکے چلتے ہیں =

= ھیکل کی تعمیر میں تیرہ برس تک ھر طرح کی سخت سخت خدمتیں انجام دی تھیں ۔

ھیکل کی بنیاد حضرت داود نے ڈال دی تھی، لیکن تعمیر حضرت سلیمان نے کی ۔ تورات کی کتاب سلاطین اول سے معلوم ھوتا ھے کہ تیس ھزار آدمی تیرہ برس تک کام میں لگے رھے، تب کہیں جا کر عمارت تیار ھوئی تھی (۵ : ۱۳) ۔

۸۳ و ۸۴ - عہد عتیق میں ایوب کے نام سے ایک صحیفہ ھے اور اس میں اس نام کے ایک راست باز اور صابر انسان کی سرگذشت لکھی ھے ۔ آیت ۸۳ میں اسی کی طرف اشارہ کیا ھے ۔

سرگذشت کا خلاصہ یہ ھے کہ عوض (Uz) کے ملک میں ایوب ایک کامل اور راست باز انسان تھا ۔ خدا نے اسے بڑا خاندان اور بڑی دولت دے رکھی تھی ۔ اس کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں ۔ سات ھزار بھیڑیں، تین ھزار اونٹ، ایک ھزار بیل اور پانچ سو باربرداری گدھے تھے ۔ اس کے نوکر چاکر بھی بے شمار تھے اور اھل مشرق میں اس درجہ مال دار کوئی نہ تھا ۔ وہ اس دولت و شوکت کے لیے خداوند کا شکر گزار تھا اور ھمیشہ بدی سے دور رھتا تھا ۔ =

وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّیْ	اور ایوب (کا بھی معاملہ یاد
مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ	کرو) جب اس نے اپنے
الرّٰحِمِیْنَ ۸۳	پروردگار کو پکارا تھا: میں

دکھ میں پڑگیا ہوں اور خدایا! تجھ سے بڑھ کر رحم کرنے والا کوئی نہیں! ۸۳

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا	پس ہم نے اس کی پکار سن لی
مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَيْنٰهُ	اور جس دکھ میں پڑ گیا تھا
اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ	وہ دور کر دیا۔ ہم نے اس کا
رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰى	گھرانا (پھر سے) بسادیا اور
لِلْعٰبِدِيْنَ ۸۴	اس کے ساتھ ویسے ہی (عزیز

و اقارب) اور بھی دیے۔ یہ ہماری طرف سے اس کے لیے رحمت تھی۔ اور یہ نصیحت ہے ان کے لیے جو اللہ کی بندگی کرنے والے ہیں۸۴۔

= اطلاق شیاطین الانس ہی پر ہوا ہے، یعنی فلسطین اور شام کی ان شریر اور سرکش قوموں پر جو حضرت سلیمان کے عہد میں بالکل مطیع و منقاد ہو گئی تھیں اور انہوں نے =

=وشکایت سے آلودہ نہ ہوئی .

اب درد ومصیبت کی یہ حالت برابر بڑھتی ہی جاتی ہے، لیکن جوں جوں بڑھتی جاتی ہے روح کا یقین ، دل کا صبر اور زبان کا زمزمۂ شکر بھی بڑھتا جاتا ہے . چنانچہ تمام صحیفۂ ایوب انہیں دل نشین مواعظ کا مجموعہ ہے جو ان کے درد و غم کی آھوں اور کرب و اذیت کی صداؤں کے اندر نمایاں ہوے. ان کی ہر آہ حمد و ثنا کا نغمہ تھی اور ہر پکار صبر وشکر کی تلقین .

اسلوب بیان یہ ہے کہ تین دوست مصیبت کا حال سن کر آتے ہیں اور اللہ کے کاموں اور حکمتوں پر ان سے رد وکد کرتے ہیں . پھر اللہ کی وحی انہیں مخاطب کرتی ہے اور ان کی آزمایش کا دور ختم ہو جاتا ہے : اور خداوند نے ایوب کی حالت بدل دی. اسے پہلے کی نسبت دو چند دولت عنایت کی . اس کے تمام عزیزوں کو اس کے گرد جمع کر دیا. اسے آخری عمر میں پہلے کی طرح اولاد ملی . وہ ایک سو چالیس برس تک جیا اور اپنی نسل کی چار پشتیں اپنی آنکھوں سے دیکھیں (۴۲ : ۱۰) .

اس بات کے اظہار کے لیے کہ یہ حضرت ایوب کے لیے ایک آزمایش تھی ، پیرایۂ بیان یہ اختیار کیا گیا ہے کہ =

=لیکن پھر زندگی کی ساری مصیبتیں ان پر آپڑیں. ان کے مویشی لوٹ لیے گئے، نوکر چاکر قتل ہوگئے، اولاد مرگئی، جاہ وحشم نابود ہوگیا اور زندگی کی خوش حالیون میں سے کوئی چیز بھی باقی نہ رہی . پھر بربادیوں کے تمام زخم ایک ایک کرکے نہیں لگے کہ سنبھلنے اور جھیلنے کی مہلت ملی ہو، بیك وقت لگے اور اچانك دنیا کچھ سے کچھ ہوگئی .

لیکن عین اس حالت میں بھی حضرت ایوب کی زبان سے کلمۂ صبر وشکر کے سوا اور کچھ نہیں نکلا: وہ سجدے میں گر پڑا اور کہا: میں اپنی ماں کے پیٹ سے برہنہ پیدا ہوا تھا اور برہنہ ہی دنیا سے جاؤں گا. خداوند نے مجھے دیا تھا اور خداوند نے اسے لیا . اس کے نام کے لیے ساری پاکیاں اور مبارکیاں ہوں! (ایوب ۱ : ۲۱) . سب کچھ جاچکا تھا، صرف جسم کی تندرستی باقی رہ گئی تھی . اب اس نے بھی جواب دے دیا اور ایوب کے تلوے سے اسے کے سر کی چاند (چندیا ـ م) تك سارے جسم میں جلتے ہوے پھوڑے نکل آئے. وہ ایك ٹھیکرا لے کر اپنا جسم کھجاتا اور راکھ پر بیٹھا رہتا (۲ : ۷و۸).

لیکن اس پر بھی ان کی زبان ایك لمحے کے لیے شکوہ =

=ہمارے لیے دکھ ہو جاتی ہے خود ہماری صورت حال کا نتیجہ ہوتی ہے. چنانچہ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام کے مخاطبات میں ہر جگہ یہ حقیقت نمایاں ہوئی: حضرت آدم نے کہا: "ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین" (۷: ۲۳)، خدایا! ظلم ہم نے کیا اور مغفرت کی طلب گاری تجھ سے ہے. اسی طرح حضرت ابراہیم کی موعظت سورۂ شعراء میں آئے گی "واذا مرضت فھو یشفین" (۲۶: ۸۰)، جب میں بیمار پڑجاتا ہوں تو وہی ہے جو شفا دیتا ہے یعنی بیماری میں پڑنا میری حالت ہوئی، شفا دینا اس کا کام ہوا، کیوں کہ اس کے پاس جو کچھ ہے شفا ہی شفا ہے. اس کی رحمت نے دارالشفاء بنایا ہے، بیماریاں بانٹنے کا کوئی گھر نہیں بنایا ہے. وما احسن قول الشاعر العارف:

کفر ہم نسبت بخالق حکمت است
چوں بما نسبت کنی کفر آفت است

اور یہی وجہ ہے کہ فرمایا: "تعز من تشآء و تذل من تشآء بیدك الخیر" (۳: ۲۶)، تو جسے چاہے عزت دے دے، جسے چاہے ذلیل کر دے. ہر طرح کا "خیر" تیرے ہی ہاتھ ہے. یعنی جسے عزت ملی وہ بھی خیر کی بات ہوئی، جسے ذلت ملی وہ بھی خیر کی بات ہوئی، حالانکہ جسے=

= شیطان نے کہا: ایوب کی خدا پرستی و راست بازی اس لیے ہوئی کہ خدا نے اسے ہر طرح کی خوش حالیاں دے رکھی ہیں. اگر وہ ان سے محروم ہو جائے تو پھر کبھی خدا کا شکر گزار نہ ہو. لیکن وہ خوش حالیوں سے محروم ہو گئے، پھر بھی ان کا ایمان و یقین گھٹنے کی جگہ اور زیادہ بڑھ گیا.

قرآن نے صبر و شکر کی یہ پوری داستان یہاں صرف چند جملوں میں بیان کردی ہے اور اس کا ایجاز بلاغت اتنا ہی مؤثر ہے جتنا صحیفۂ ایوب کے پچاس صفحوں کا شاعرانہ اطناب ہے.

آیت ۸۳ اور ۸٤ پر مکرر نظر ڈالو" وایوب اذ نادیٰ ربه انی مسنی الضر وانت ارحم الرحمین * فاستجبنا له فکشفنا ما به من ضر و اٰتینٰه اهله و مثلهم معهم رحمة من عندنا و ذکریٰ للعٰبدین"!

حضرت ایوب کی دعا، اور شرح "انی مسنی الضر"

"انی مسنی الضر" میں ان کے درد و مصیبت کی ساری داستان آ گئی، کوئی گوشہ بھی نہیں چھوٹا. ساتھ ہی اسلوب خطاب یہ ہوا کہ "میں دکھ میں پڑ گیا ہوں" یہ نہ ہوا کہ "تو نے مجھے دکھ میں ڈال دیا ہے"، کیوں کہ وہ تو کسی کو بھی دکھ میں نہیں ڈالتا. اس نے جو کچھ بھی بخشا ہے سر تا سر سکھ اور راحت ہی ہے. جو حالت بھی =

=اس میں حمد و ثنا بھی آ گئی، صبر و شکر کا دامن بھی نہیں چھوٹا، طلب و الحاح کا ھاتھ بھی دراز ھو گیا اور عجز و نیاز کی پیشانی بھی بندگی و تذلل کی زمین پر پڑ گئی: خدایا! میں دکھی ھوں اور تجھ سے بڑھ کر کون ھے جو رحم کرنے والا ھو، طوبیٰ لعبد تکون مولاہ!

اگر ایک فقیر بادشاہ سے کہے: "میں محتاج ھوں اور تجھ سے بڑھ کر کوئی سخی نہیں" تو پھر اس کے بعد اور کیا رہ گیا جو اس نے نہیں کہا اور کیوں اس سے زیادہ اس کی زبان سے کچھ نکلے؟ بلا شبہ یہ عرض حال ھے، طلب و سوال نہیں، لیکن:

در حضرت کریم تقاضا چہ حاجت است

آیت ۸۴ کی جامعیت

اس کے بعد صرف ایک آیت کے اندر پوری سرگذشت اور اس کا ماحصل بیان کر دیا۔ غور کرو! کس طرح یہ آیت ایک پورے صحیفے کا کام دے رھی ھے اور کس طرح اس کا ھر جملہ اپنی جگہ ایک پورا باب ھے!

(ا) "فاستجبنا له" ھم نے اس کی پکار سن لی۔ یعنی وحی الٰہی کی وہ اجابت جو سفر ایوب کے چار بابوں میں بیان کی گئی ھے، ۳۸ سے ۴۱ تک۔

(ب) "فکشفنا ما به من ضر" پس درد و مصیبت میں سے جو کچھ اسے پیش آیا تھا سب ھم نے دور کر دیا۔ اس میں=

= ذلت ملی اس کے لیے تو "شر" هی کی بات هوئی، "خیر" کی بات نہیں هوئی ، لیکن قرآن کہتا ھے : اس کے لیے اور اس کی اضافت سے "شر" کی بات هوئی، فی الحقیقت شر کی بات نه هوئی، کیوں که خدا جو کچھ کرتا ھے خیر هی خیر ھے، شر کا یہاں گزر هی نہیں ۔ یه هم هیں اور هماری حالت ھے جو "شر" کا جامه پہن لیا کرتی ھے :

هر چه هست از قامت ناساز و بی اندام ما است

ورنه تشریف تو بر بالا ے کس کوتاه نیست

مسلم کی حدیث ابو ذر میں یہی حقیقت واضح کی گئی ھے: "یا عبادی! انما هی اعمالکم احصیها لکم ثم اوفیکم ایاها۔ فمن وجد خیراً فلیحمد الله و من وجد غیر ذالك فلا یلومن إلا نفسه"، اے میرے بندو! یه تمہارے اعمال هی هیں جنہیں میں تمہارے لیے ضبط کرتا هوں اور پھر ان کے نتائج پورے پورے لوٹا دیتا هوں ۔ پس تم میں سے جو کوئی خیر پائے تو الله کی ستایش کرے اور جس کسی شخص کو کوئی دوسری حالت پیش آجائے تو اور کسی کا شکوه نه کرے، خود اپنے نفس کو ملامت کرے ۔

اس کے بعد کہا : "و انت ارحم الرّحمین" اور غور کرو! اس ایك جملے میں سفر ایوب کے کتنے صفحے آ گئے! =

وانت ارحم الرّٰحمین

= ایك نمونے کا کام دے اور تمام مقامات کا مطالعہ اسی روشنی میں کرسکیں .

حضرت ایوب عرب تھے

اس سلسلے میں چار باتیں اور یاد رکھنی چاهییں :

اولاً ۔ محققین تورات میں سے اکثر اس طرف گئے هیں کہ حضرت ایوب عرب تھے، عرب میں ظاهر هوے تھے اور سفر ایوب اصلاً قدیم عربی میں لکھی گئی تھی، حضرت موسیٰ نے اسے قدیم عربی سے عبرانی مں منتقل کیا. سفر ایوب میں هے کہ وہ "عوض" (Uz) کے ملك میں رهتے تھے. اور آگے چل کر تصریح کی هے کہ ان کے مویشی پر شیبا (سبا) کے لوگوں (Sabeans) نے اور کسدیوں (Chaldeans) (بابلیوں) نے حملہ کیا تھا (۱ : ۱ و ۱۵ تا ۱۸). ان دونوں تصریحوں سے بھی اس کی تصدیق هوجاتی هے ، کیوں کہ کتاب پیدایش اور تواریخ اول میں "عوض" کو ارم بن سام بن نوح کا بیٹا کہا هے اور "آرامی" بالاتفاق عرب عاربہ کی ابتدائی جماعتوں میں سے هیں. انیسویں صدی کے اواخر تك یہ بات پوری طرح واضح نہیں هوئی تھی ، لیکن اب اس میں کوئی شك و شبہ نہیں رها هے .

پھر اس مقام کا ایسی جگہ هونا جہاں سبا اور بابل کے باشندے آکر حملہ آور هوتے تھے ایك مزید جغرافیائی روشنی هے، کیوں کہ ایسا مقام بجز عرب کے اور کوئی =

=وہ ساری مصیبتیں آ گئیں جن کی تفصیلات دو بابوں میں آئی ہیں ۔

(ج) ''واٰتینٰه اھلہ'' اس کا گھرانا اسے دے دیا۔ ''دے دیا''، اس سے کھویا گیا تھا پھر اسے واپس مل گیا ۔ اس اشارے نے خاندانی مصیبت اور تفرقے کی ساری داستان بتلا دی۔

(د) ''و مثلھم معھم'' اتنا ھی اور بھی۔ یعنی گھر بار کا جمگھٹا پہلے سے دوچند کر دیا۔

(ہ) لیکن یہ سب کچھ کیوں ھوا اور اس سرگذشت کا ماحصل کیا ھے؟ ''رحمۃً من عندنا'' یہ ھماری طرف سے رحمت کا ظہور تھا، کیوں کہ رحمت کو پکارا گیا تھا ''وانت ارحم الرّٰحمین''، پس ضروری تھا کہ رحمت جواب دے۔

(و) ''و ذکرٰی للعٰبدین''، اور اس لیے کہ بندگی کرنے والوں کے لیے اس میں نصیحت ھو ۔ یعنی یہ حقیقت آشکارا ھو جائے کہ جو عبادت گزاران حق ھیں وہ کبھی رحمت الٰہی کی بخششوں سے محروم نہیں رہ سکتے!

قرآن کے قصص اور اشارات قصص کا یہی حال ھے۔ ترجمان القرآن میں اس کی گنجایش نہیں نکل سکتی تھی کہ ھر مقام کی تفسیر اس تفصیل کے ساتھ کی جائے ۔ پس صرف اس مقام کی تفسیر کردی گئی، تاکہ اھل نظر کے لیے =

=عبرانی علم ادب کے نشو و نما سے صدہا سال پہلے عربی علم ادب پوری طرح ترقی یافتہ ہو چکا تھا. بلا شبہ سفر ایوب کی عربی وہ عربی نہ ہوگی جو نزول قرآن کے وقت بولی جاتی تھی. یقیناً عربی کی کوئی ابتدائی شکل ہوگی جس کی اخوات ہمیں آرامی، کلدانی اور آشوری کتبات کے الفاظ و اسماء میں نظر آرہی ہیں اور قدیم مصری بھی اس کی جھلک سے خالی نہیں. تاہم وہ عربی زبان ہی ہوگی اور اسی عربی نے موجودہ عربی کے تمام عناصر و مواد بہم پہنچائے ہوں گے.

اصل یہ ہے کہ عہد جاہلیت کی عربی اگرچہ صحرائیوں کی عربی تھی، لیکن زبان کی نوعیت بول رہی ہے کہ یہ صحرائی قبائل کی پروردہ نہیں ہو سکتی. اتنی وسیع، اتنی ہمہ گیر، اتنی دقیقہ سنج، اس درجہ متمول زبان ضروری ہے کہ صدیوں کی متوارث اور مسلسل ادبی زندگی سے ظہور پذیر ہوئی ہو. جو زبان قرآن کے معانی و دقائق کی متحمل ہو گئی کیوں کر ممکن ہے کہ اسے غیر متمدن قبائل کی ایک بدوی زبان تسلیم کر لیا جائے؟ اتنا ہی نہیں، بلکہ وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے جس عربی میں امرؤ القیس نے اشعار کہے ہیں اس عربی کی لغوی تاریخ اس سے بہت زیادہ قدیم اور زیادہ متمدن ہونی چاہیے جتنی=

= نہیں ہو سکتا . یقیناً یہ عرب کا وہی مقام ہوگا (٩٤) جو آگے چل کر قبیلۂ مدین کی بستی بنا ، یعنی خلیج عقبہ کا مشرقی ساحل .

بالاتفاق یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ تورات میں سب سے زیادہ قدیم صحیفہ یہی ہے اور حضرت ایوب کا زمانہ حضرت موسیٰ سے بہت پہلے تھا. لیکن اگر " یوباب " (Jobab) سے مقصود "ایوب" ہیں تو انہیں حضرت ابراہیم کا معاصر ہونا چاہیے یا کم از کم حضرت اسحاق اور یعقوب کا .

سفر ایوب منظوم کتاب ہے

ثانیاً ـ سفر ایوب کا ایک ایک جملہ کہہ رہا ہے کہ میں شعر ہوں ، نثر نہیں ہو سکتا. اسی لیے محققین تورات نے اسے بھی امثال اور زبور کی طرح اصلاً کتاب منظوم ہی قرار دیا ہے. بلاغت کلام ، شعریت بیان اور بلندی اسلوب کے لحاظ سے یہ اس درجے کی کتاب ہے کہ عہد عتیق کا کوئی صحیفہ ، امثال و زبور مستثنیٰ کر دینے کے بعد، اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا .

عربی علم ادب کی قدامت

ثالثاً ـ معلوم ہو گیا کہ عربی علم ادب کی تاریخ اس عہد سے بہت پہلے شروع ہو جاتی ہے جو عہد عام طور پر سمجھ لیا گیا تھا ، کیوں کہ اگر حضرت موسیٰ سے پہلے سفر ایوب جیسی نظم عربی میں لکھی جاسکتی تھی تو یقیناً =

ثبوت "احرام" کا انکشاف اور عربی کتبہ

= آج هم تعجب کے ساتھ دیکھ رهے هیں که ظهور
مسیح سے آٹھ نو سو برس پهلے آشوری اور بابلی زبان میں
طبق، ملك ، شمس، سماء،فلك ، نجم ، ارض وغیره الفاظ ٹھیك
ٹھیك انهیں معنوں میں مستعمل تھے جن معنوں میں آج
مستعمل هیں! اتنا هی نهیں، بلکه سنه ١٩٢٣ء کے ایك جدید
انکشاف نے تو همیں تیره سو برس قبل مسیح تك
پیچھے هٹا دیا هے اور هم دیکھتے هیں که عربی زبان کے
ابتدائی مواد نے ایك کتابی اور ادبی زبان کی حیثیت حاصل
کرلی هے اور اس میں نه صرف موجوده اسماء و مصادر
هی پائے جاتے هیں ، بلکه بعض حروف نحویه (٩٥) تك
موجود هیں۔ مثلاً حرف عطف وهی "و" هے اور اپنی
ابتدائی فینیقی شکل Y میں لکھا جارها هے۔ الف لام بدستور
حرف تعریف هے اور هر اسم کے پهلے اپنی نمود رکھتا
هے ، مثلاً الملك ، الجبل ۔ "دی" (بمعنی دو، دوالجلال
وذوالقرنین) هرجگه نمودار هے۔ اسم اشاره وهی "هو" (؟) هے۔
"علیٰ" اسی معنی میں مستعمل هے جس میں اب مستعمل
هوتا هے۔ نیز ملك (٩٦)، فعل ، طمع ، محن ، فتح ، محو ، ٹھیك
انهیں معنوں میں بولے گئے هیں جو بعد کو لغت قریش
میں بولے گئے ۔ =

= اس وقت تك سمجھی گئی ھے

جدید اثری انکشافات اور عربی کی قدامت

گزشتہ صدی تك عربی کی لغوی تاریخ کا یہ مسئلہ ایك لا ینحل مسئلہ سمجھا جاتا تھا، حتی کہ بعض محققین نے مجبور ھو کر یہ رائے قائم کرلی تھی کہ زبانوں کی تخلیق اور نشو ونما کا اسے ایك فوری تحول تسلیم کر لینا چاھیے. لیکن اب اثری تحقیقات کے آخرین مواد نے بحث و تعلیل کا ایك نیا میدان پیدا کر دیا ھے اور عربی نسل اور عربی زبان کی تاریخ بالکل ایك نئی شکل میں نمودار ھو رھی ھے. یہ زبان جس پر زندگی و خلود کی آخری مہر قرآن نے لگائی، در اصل مدنی نشو ونما کے اتنے مرحلوں سے گزر چکی ھے کہ دنیا کی کوئی زبان بھی اس وصف میں اس کی شریك نہیں. سمیری اور اکادی اقوام کا تمدن، نینوا اور بابل کی علمی کام رانیاں، قدیم مصری لغات کا عمرانی سرمایہ، آرامی زبان کا عروج و احاطہ، کلدانی اور سریانی کا ادبی تمول در اصل ایك ھی زبان کی لغوی تشکیل و تکمیل کے مختلف مرحلے تھے اور اسی نے آگے چل کر چوتھی صدی کی عربی کا بھیس اختیار کیا. جو زبان حضارت و تمدن کی اتنی بھٹیوں میں سے پك کر نکلی ھو، ظاھر ھے کہ اس کے اسماء و مصادر کسی مفلس اور خام زبان کے اسماء و مصادر نہیں ھو سکتے. =

قرآن کا عربی میں نزول

= علاوہ بریں یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ قرآن کا عربی زبان میں نازل ہونا اور جابجا اس بات پر زور دینا کہ "انا انزلنٰہ قرءٰنا عربیا" (۱۲ : ۲)، ہم نے قرآن کسی اور زبان میں نازل نہیں کیا، عربی میں نازل کیا، صرف اتنے ہی معنی نہیں رکھتا جس قدر اس وقت تک سمجھے گئے ہیں، بلکہ ایک بہت زیادہ وسیع اور گہری حقیقت اس میں مضمر ہے. تفصیل اس مقام کی مقدمے میں ملے گی.

دنیا کی قدیم ترین نظم سفر ایوب ہے

رابعاً ۔ اگر سفر ایوب کی یہ نوعیت تسلیم کر لی جائے تو ماننا پڑے گا کہ شعر وادب کا سب سے قدیم نمونہ بھی ہے جو اس وقت تک ہماری معلومات میں آیا ہے. اور اگر قدامت کے اعتبار سے دنیا کی کوئی کتاب منظوم اس سے معارضہ کر سکتی ہے تو وہ صرف ہندوستان کا رگ وید ہے، بشرطیکہ اسفار ہند کی قدامت کا وہ مذہب تسلیم کر لیا جائے جو رگ وید کو سنہ ۱۵۰۰ قبل مسیح یا اس سے بھی پیچھے لے جانا چاہتا ہے (۹۹).

اس وقت تک رزمیہ شاعری کا سب سے زیادہ قدیم نمونہ ہومر (Homer) کی ایلیڈ (Ilaid) تسلیم کی گئی ہے، لیکن اگر ہومر کا عہد وہی قرار دیا جائے جو ہیروڈوٹس (Herodotus) کے بیان سے متبادر ہوتا ہے تو زیادہ سے زیادہ سنہ ۹۰۰ قبل مسیح ہے، لیکن سفر ایوب کا زمانہ =

=عربی کا یہ کتبہ ایک تابوت پر منقش ہے. اس میں "احیرام" ملک بیبلس (Byblus) کی نعش رکھی گئی تھی اور اس کے بیٹے "توبعل" (Thubaal) کے حکم سے تیار ہوا تھا. "احیرام" کا نام تورات میں بھی آیا ہے(۹۷) اور تاریخی حیثیت سے اس کا زمانہ بالا تفاق سنہ ۱۲۵۰ قبل مسیح ہے. کتبہ کا خط وہی ابتدائی عربی خط ہے جسے عام طور پر فینیقی خط کے نام سے پکارا جاتا ہے اور جس نے آگے چل کر آرامی، سریانی اور نبطی خطوط کی شکلیں اختیار کی ہیں (۹۸).

اس انکشاف نے تاریخ کے متعدد گوشوں کے لیے بحث و نظر کے نئے نئے چراغ روشن کردیے. ازانجملہ یہ کہ معلوم ہوگیا تورات کے نزول اور کتب خانۂ بابل کی الواح سے بھی پہلے عربی زبان کے مواد و مصادر نے ایک مکتوب و مرسوم زبان کی نوعیت اختیار کرلی تھی. یعنی اس درجے تک پہنچ چکی تھی کہ اس میں اعلانات و فرامین لکھے جاتے تھے، محض بول چال ہی کی زبان نہ تھی نیز یہ کہ اگر سنہ ۱۲۵۰ قبل مسیح عربی زبان کی ایک ابتدائی شکل کا یہ حال تھا تو یہ بات کیوں عجیب سمجھی جائے کہ حضرت موسیٰ سے پہلے حضرت ایوب نے عربی میں کوئی منظوم صحیفہ لکھا تھا اور شریعت حمورابی (Hammurabi) بھی اصلاً عربی کی کتابت ہے. =

مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ	معامله یاد کرو) جب ایسا ہوا
نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى	تھا کہ وہ (راہ حق میں)
الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ	خشم ناک ہو کر چلا گیا. پھر
سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ	اس نے خیال کیا ہم اسے تنگی
مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ ۸۷	میں نہیں ڈالیں گے (۱۰۱). لیکن

پھر (جب اس پر حالت تنگ ہوئی تو مایوسی کی) تاریکیوں میں اس نے پکارا: خدایا! تیرے سوا کوئی معبود نہیں. تیرے لیے (ہر طرح کی) پاکی ہو! حقیقت یہ ہے کہ میں نے (اپنے اوپر بڑا ہی) ظلم کیا • ۸۷

یونس علیہ السلام

آیت ۸۷ میں "ذوالنون" سے مقصود بالاتفاق حضرت یونس ہیں. عہد عتیق میں ان کا عبرانی نام "یوناہ" (Jonah) آیا ہے اور ان کے نام سے ایک صحیفہ بھی موجود ہے. یہاں انہیں "ذوالنون" کے نام سے پکارا گیا، کیوں کہ ان پر مچھلی کا حادثہ گزرا تھا اور قدیم عربی میں "نون" مچھلی کو کہتے تھے. چنانچہ آرامی، کلدانی اور مصری میں بھی مچھلی کا یہی نام بولا گیا ہے. =

وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِدْرِيْسَ اور (اسی طرح) اسماعیل ،
وَ ذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ۚ ۖ ٨٥ ادریس اور ذوالکفل ، سب
(راہ حق میں) صبر کرنے والے تھے ۔ ٨٥
وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ ہم نے انھیں اپنی رحمت کے
اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۞ ٨٦ سایہ میں لے لیا ۔ یقیناً وہ
نیک بندوں میں سے تھے ۔ ٨٦
وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ اور (اسی طرح) ذوالنون (کا

= اس سے بھی پہلے کا زمانہ ہونا چاہیے ۔ پس قدیم تر نظم ہومر (Homer) کی نہ ہوئی ، سفر ایوب کی ہوئی ۔

ہندوستان کی دو رزمیہ نظمیں مہابھارت اور راماین بھی قدیم نظمیں ہیں ، لیکن ان کا زمانۂ تصنیف بھی محققین عصر کے نزدیک چوتھی صدی قبل مسیح سے زیادہ پیچھے نہیں جاسکتا اور زمانۂ تدوین بشکل کتاب تو اکثروں کے نزدیک زیادہ سے زیادہ سنہ مسیحی کے ابتدائی قرون ہیں (١٠٠) ۔

= گئی اور خشکی پر انھیں اگل دیا ۔ اس طرح قدرت الٰہی نے موت کے منہ میں ڈال کر پھر اس سے زندہ سلامت نکال لیا ۔

یوناہ نبی کے صحیفے میں ہے کہ اس نے مچھلی کے پیٹ میں خداوند اپنے خدا سے دعا مانگی تھی اور اس نے اس کی پکار سن لی ۔ وہ پاتال کے بطن میں سے چلایا اور اس کی آواز سنی گئی (۲ : ۱ و ۲) ۔

قرآن نے یہاں غالباً اسی واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے :
" اذ ذھب مغاضبًا " ای مغاضبًا من اجل ربہ ، کما یقولون "غضبت لك" ای من اجلك ، یعنی اللہ کی خاطر خشم ناك ہو کر روانہ ہوا ۔ " فظن ان لن نقدر علیہ " ای لن نضیق علیہ ، اس نے گمان کیا کہ ہم اسے تنگی میں نہیں ڈالیں گے ، حالانکہ اسے ایك آزمایش پیش آنے والی تھی ۔

یاد رہے اس جملے کا مطلب وہ نہیں ہے جو تفسیر کی روایات میں سعید بن جبیر اور حسن کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ ان اللہ لا یقدر علی معاقبتہ ، یعنی یونس نے خیال کیا "خدا اس پر قابو نہیں پاسکتا" ، کیونکہ ایسا اعتقاد تو صریح کفر ہے اور ممکن نہیں ایك لمحے کے لیے کسی نبی کے قلب میں گزر سکے ۔ یقینًا یہ ان ائمۂ تفسیر کا قول نہیں ہوسکتا ، بعد کے راویوں کی کج فہمی ہے ۔ =

=اس صحیفے سے معلوم هوتا هے که یه یروشلم (Jerusalem) میں تھے که وحی الٰہی نے انھیں مخاطب کیا اور حکم دیا باشندگان نینوا کو نزول عذاب کی خبر پہنچادیں. نینوا اس زمانے میں دنیا کی سب سے زیادہ عظیم الشان آبادی تھی. مہم کی گران باری اور اپنی بے سرو سامانی دیکھ کر بمقتضاء بشریت طبیعت هراساں هوئی. بهر حال یافه (Yafa) سے ایك جهاز پر سوار هوگئے جو ترسیس (Tarshish) جارها تھا. اثناء راه میں طوفان نے گھیر لیا. قدیم زمانے میں جهاز رانوں کا اعتقاد تھا اگر طوفان عرصے تك نه تھمے تو یه اس کا ثبوت هوتا هے که کوئی گنہ گار آدمی جهاز میں سوار هے. جب تك وه موجود رهے گا اس کی نحوست سے طوفان بھی جاری رهے گا. چنانچه یہی خیال اس جهاز کے مسافروں کو بھی هوا. وه قرعه ڈالنے لگے که کون مجرم هے اور کسے سمندر کے حوالے کریں. جب حضرت یونس نے سنا تو کہا "ایسا هی کرنا هے تو مجھے سمندر میں پھینك دو. مجھ سے زیاده اس کا کون مستحق هوسکتا هے"؟ صحیفے میں هے که قرعه کا فیصله بھی یہی هوا تھا.

جب طوفان نہیں تھمتا تو لوگوں نے انھیں سمندر میں ڈال دیا. سمندر میں ایك بهت بڑی مچھلی تھی، وه نگل گئی، یه تین دن تك اس کے اندر رهے، پھر وه ساحل کی طرف=

= صبح اٹھے تو کیا دیکھتے ھیں اس کی شاخیں بالکل سوکھ گئی ھیں اور سایے کی جگہ دھوپ ھے۔ یہ حال دیکھ کر نہایت رنجیدہ ھوے۔ تب خداوند نے کہا: تو اس رینڈی کے درخت کے سوکھ جانے پر اتنا رنجیدہ ھو رہا ھے، حالانکہ اس کے بونے اور اگانے میں تو نے کچھ بھی محنت نہیں کی تھی۔ پھر غور کر! کیا میرے لیے ضروری نہیں کہ اس عظیم الشان نینوا پر رحم و شفقت کروں؟ اس نینوا پر جس میں ایک لاکھ بیس ہزار آدمی اور بے شمار مویشی بستے ھیں جنھیں میں نے پیدا کیا اور پروان چڑھایا (٤ : ٥)۔

یعنی عذاب والی بات اپنی جگہ صحیح تھی، وہ کبھی غلط نہیں ھو سکتی تھی۔ لیکن عذاب کا ظہور لوگوں کے انکار و بد عملی ھی کا نتیجہ تھا۔ جب وہ اس سے باز آگئے تو عذاب بھی ٹل گیا اور یہاں اصل کارفرمائی ھر حال میں عفو و بخشش کی ھے، سرزنش و عقوبت کی نہیں ھے۔ جب یہ حقیقت ان پر کھل گئی تو ان کا سارا رنج و غم دور ھو گیا۔

پس ھو سکتا ھے کہ اس آیت میں ان کی خشم ناکی سے مقصود وہ حالت ھو جو باشندگان نینوا کا حال دیکھ کر ان پر طاری ھوئی تھی اور «ظلمات» سے مقصود رنج و غم کی تاریکیاں ھوں۔ اس صورت میں مطلب یہ ھوگا کہ انھوں نے =

= اس آیت کی ایک تفسیر تو یہ ھے . اسی طرح ایک دوسری تفسیر بھی ھو سکتی ھے اور شاید پہلی سے زیادہ موزوں :

تورات کے اسی صحیفے میں ھے کہ اس حادثے کے بعد پھر انہیں نیوا کے لیے حکم ھوا . وہ نینوا گئے اور اعلان کیا "چالیس دن کے بعد یہ شہر برباد ھو جائے گا". لیکن یہ بات سن کر باشندگان نینوا نے سرکشی نہیں کی ، بلکہ بادشاہ سے لے کر ادنی باشندے تک سب کانپ اٹھے . سب نے خدا کی ھستی پر اعتقاد کیا . بادشاہ نے شاھی لباس اتار کر ٹاٹ کا پیراھن پہن لیا اور تمام باشندوں کے نام فرمان جاری کیا کہ ھر کوئی اپنی بری راہ سے اور ظلم و شرارت کی بات سے باز آجائے ، روزہ رکھے ، خدا کے حضور زار نالی کرے ، توبہ و انابت کا سر جھکائے (۳ : ۵) .

اس صورت حال کا نتیجہ یہ نکلا کہ عذاب ٹل گیا . چالیس دن گزر گئے مگر کوئی ھلاکت ظہور میں نہیں آئی . یہ بات حضرت یونس پر گراں گزری . وہ مضطرب ھوے کہ اعلان حق میں تخلف کیوں ھوا !

وہ شہر کے باھر ایک چھپر بنا کے مقیم ھو گئے تھے . ریندی کے ایک درخت کی شاخیں چھپر پر پھیل گئی تھیں . قضارا اس درخت کی جڑ میں کیڑ لگ گیا . ایک دن =

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ يَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝۹۰

یحیٰ عطا فرمایا اور اس کی بیوی کو اس کے لیے تندرست کردیا ۔ یہ تمام لوگ نیکی کی راہوں میں سرگرم تھے ۔ (ہمارے فضل سے) امید لگائے ہوے اور (ہمارے جلال سے) ڈرتے ہوے دعائیں مانگتے تھے اور ہمارے آگے عجز و نیاز سے جھکے ہوے تھے ۔ ۹۰

وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۹۱

اور (اسی طرح) اس عورت کا معاملہ جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی (یعنی مریم کا معاملہ) ۔ پس ہم نے اپنی روح میں سے (یعنی اپنے ملائکہ کے جوہر ملکوتیت میں سے ایک جوہر) اس میں پھونک دیا اور اسے اور اس کے بیٹے (مسیح) کو تمام دنیا کے لیے (سچائی کی) ایک نشانی بنادیا ! ۹۱

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ڮ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ۝۹۲

(ان تمام رسولوں کے ذریعے ہم نے جو تعلیم دی تھی وہ

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ٨٨

تب ہم نے اس کی پکار سن لی اور غمگینی سے اسے نجات دی . (دیکھو !) ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں ! ٨٨

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ ٨٩

اور (اسی طرح) زکریا (کا معاملہ یاد کرو) جب اس نے اپنے پروردگار کو پکارا تھا:

خدایا ! مجھے (اس دنیا میں) اکیلا نہ چھوڑ (یعنی بغیر وارث کے نہ چھوڑ) اور (ویسے تو) تو ہی (ہم سب کا) بہتر وارث ہے . ٨٩

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ

تو (دیکھو!) ہم نے اس کی پکار سن لی . اسے (ایک فرزند)

= درد و غم کی حالت میں اللہ کو پکارا اور اللہ نے حقیقت حال منکشف کر کے ان کے دلِ مضطر کو تسکین دے دی .

= مختلف عہدوں اور گروہوں کو کس بات کا پیام پہنچایا؟ وہ بات ایك ہی تھی یا ایك سے زیادہ؟ یہ آیت اپنے نپے تلے لفظوں میں جواب دیتی ہے کہ "ان سب کا پیام ایك ہی تھا اور وہ یہی تھا کہ " ان ہذہ امتکم امۃ واحدۃ و انا ربکم فاعبدون"، تم سب ایك ہی امت ہو، تم سب کا پروردگار ایك ہی پروردگار ہے . پس الگ الگ نہ ہو، اسی کی بندگی کرو. "و تقطعوا امرھم بینھم"، لیکن قوموں نے یہ تعلیم بھلادی اور اپنے دین کا معاملہ آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا . یعنی ایك ہی دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے بہت سے دین بنالیے اور ہر گروہ دوسرے گروہ سے کٹ کر الگ ہوگیا . وحدت کی جگہ تفرقہ اور اجتماع کی جگہ انشتات ان کا شعار ہوا . "کل الینا راجعون"، مگر بالآخر سب کو ہماری طرف لوٹنا ہے . اس وقت حقیقت حال آشکارا ہوجائے گی . ہر گروہ دیکھ لے گا کہ اس کی حقیقت فراموشیوں نے اسے کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا .

سبحان اللہ! قرآن کی معجزانہ بلاغت! ایك چھوٹی سی آیت کے اندر اس معاملے کے سارے دفتر کس طرح سمیٹ دیے ہیں! اور پھر صرف امر و خبر ہی نہیں ہے بلکہ ترتیب بیان نے خود بخود استدلال کی روشنی بھی پیدا کر دی ہے . =

مبادی تلاثہ توحید

یہی تھی کہ) یہ تم سب کی امت فی الحقیقت ایک ہی امت ہے (الگ الگ دین اور الگ الگ گروہ بندیاں نہیں ہیں) اور میں ہی تم سب کا (تن تنہا) پروردگار ہوں . پس چاہیے کہ میری ہی بندگی کرو (اور اس راہ میں الگ الگ نہ ہو) ٠ ٩٢

وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۭ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ۝ ٩٣

مگر لوگوں نے آپس میں اختلاف کر کے اپنے (ایک ہی) دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے ، (بالآخر) سب کو ہماری ہی طرف لوٹنا ہے ٩٣ .

ع ٦ / ٦

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ۝ ٩٤

پس (یاد رکھو! اصل اس باب میں یہ ہے کہ) جس کسی نے نیک کام کیے اور وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے تو اس کی کوشش اکارت جانے والی نہیں ، ہم اس کی نیکیاں لکھ لینے والے (موجود) ہیں ٩٤ .

٩٢ تا ٩٤ — آیت ٩٢ اس تمام تذکرے کا خلاصہ ہے جو انبیاء کرام کا اوپر گزر چکا ہے . یعنی اللہ کے یہ تمام رسول جو مختلف عہدوں اور قوموں میں ظاہر ہوئے ان سب کی دعوت کا ماحصل کیا تھا؟ انہوں نے نسل انسانی کے =

= ہے، اسے نہ بھولو . تمہاری نسل ، تمہارا وطن، تمہاری بولیاں کتنی ھی الگ الگ ھوگئی ھوں ، مگر تم سب ایك ھی نسل انسانی کا گھرانا ھو اور تمہارا گروہ اصل میں ایك ھی گروہ ہے .

توحید ربوبیت سے مقصود یہ ہے کہ تم نے کتنے ھی مختلف نام رکھ لیے ھوں ، کتنی ھی مختلف عبادت گاھیں بنا رکھی ھوں ، کتنے ھی مختلف تصور گھڑ لیے ھوں ، مگر تمہارے پیدا کیے ھوے اختلاف سے حقیقت مختلف نہیں ھو جاسکتی . حس طرح تم سب کا گروہ ایك ھی ہے اسی طرح تمہارا پروردگار بھی ایك ھی ہے . اس ایك کے سوا اور کوئی دوسرا نہیں ھوسکتا .

توحید عبادت سے مقصود یہ ہے کہ جب گروہ ایك ھی گروہ ہے اور پروردگار ایك ھی پروردگار ہے تو دین بھی ایك ھی ھونا چاھیے ، وہ ایك سے زیادہ نہیں ھوسکتا . پس سچائی کی راہ یہ ھوئی کہ اسی ایك کی بندگی کرو اور اس راہ میں مختلف اور متفرق نہ ھو جاؤ !

شرط نجات صرف ایمان و عمل ہے

پھر ایك آیت کے اندر صاف صاف واضح کردیا کہ نجات و سعادت کا قانون کیا ہے ؟ یعنی قوموں کے اس تقطع اور گروھوں کے اس تفرق کے بعد بھی قانون نجات وسعادت کیا ہے؟ فرمایا : وہ ھمیشہ کی طرح اب بھی یہی ہے کہ " فمن یعمل من الصلحت وھو مؤمن فلا کفران لسعیہ". =

= (ا) ''ان ھذہ امتکم امة واحدة ''، تم نے کتنے ھی تفرقے پیدا کر رکھے ھوں ، مگر تمھاری امت اصلاً ایك ھی امت ھے۔

(ب) ''وانا ربکم''، اور میں ھی تم سب کا تنہا پروردگار ھوں ، میرے سوا کوئی نہیں .

(ج) ''فاعبدون''، جب تمام نوع انسانی ایك ھی امت ھوئی اور سب کا پروردگار بھی ایك ھوا تو پھر سب کے لیے بندگی و نیاز کی چوکھٹ بھی ایك ھی کیوں نہ ھو؟ ایك سے دو کیوں ھو؟ پس اسی ایك کی بندگی کرو، کیوں کہ تم سب ایك ھی ھو اور ایك ھی کے لیے ھو یہاں ایك سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں ھے . غور کرو! ''فاعبدون'' کی ''ف'' یہاں کس طرح بول رھی ھے! کس طرح اس نے استدلال کا پہلو پکار دیا ھے!

توحید امت، توحید ربوبیت، توحید عبادت.

ایك آیت کے اندر تینوں توحیدوں کا بیان جمع ھو گیا: توحید امت ، توحید ربوبیت ، توحید دین و عبادت. اور یہی تین توحیدیں دعوت قرآنی کا اصل الاصول ھیں . وہ ھر جگہ انھیں کی صدا بلند کرتا ھے اور انھیں پر اپنی تعلیم و تذکیر کی ساری نبیادیں استوار کرتا ھے .

توحید امت سے مقصود یہ ھے کہ افراد انسانی کی کثرت وانتشار کے پردے میں اس کی وحدت چھپی ھوئی=

ٹھیرادی تو اس کے لیے (کام یابی و سعادت) ممکن نہیں ، وہ کبھی (اپنی سرکشی و غفلت سے) لوٹنے والے نہیں ۹۵ .

حَتّٰى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝۹۶

جب وہ وقت آجائے گا کہ یاجوج اور ماجوج کی راہ کھل جائے گی اور (زمین کی) تمام بلندیوں سے وہ دوڑتے ہوے اتر آئیں گے ۹۶ .

---

۹۶ - سورۂ کہف کے آخر میں یاجوج و ماجوج کی تحقیق گزر چکی ہے . اس سورت کی آیت ۹۶ میں جس خروج کی خبر دی گئی ہے یہ ان کا آخری خروج تھا . یعنی منگولی تاتاریوں کا وہ خروج جو چھٹی صدی ہجری میں منگولیا کی بلندیوں سے امنڈا اور پھر آناً فاناً تمام مشرق و مغرب پر چھا گیا . مشرق میں چین کی تمام مملکت اس نے مسخر کر لی . مغرب میں بحر اسود کے شمالی ساحل سے گزرتا ہوا ڈینیوب کی وادیوں تک پھیل گیا ، پھر ہنگری و روس پر قابض ہوکر جرمنی کی سرحد تک پہنچ گیا . پھر اسلامی ممالک کی طرف متوجہ ہوا اور چھ صدیوں کے اندر اسلامی تمدن نے جو کچھ تعمیر کیا تھا =

وَحَرامٌ عَلٰی قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ ۹۵	اور (دیکھو!) جس آبادی کے لیے ہم نے ہلاکت

= نجات کی شرط صرف دو باتیں ہیں: ایمان اور عمل صالح۔ جس انسان نے نیک عمل کیے اور اس کے اندر ایمان بھی ہوا تو اس کی سعی کبھی رایگاں جانے والی نہیں، ضروری ہے کہ مقبول ہو۔ "فمن" کے زور پر غور کرو! یہودی کہتے تھے "کونوا ھودا"۔ نصارٰی کہتے تھے "کونوا نصارٰی"۔ قرآن کہتا ہے: نہیں، "من یعمل من الصلحٰت و ھو مومن"، کوئی ہو، لیکن اگر وہ مومن ہوا اور اس نے نیک عملی کی راہ اختیار کی تو اس کا ایمان و عمل کبھی ضائع نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنا اجر ضرور پائے گا۔ "و انالہ کا تبون"! یہ ہمارا ٹھیرایا ہوا قانون ہے۔ ہم اس کا ایمان و عمل لکھ دینے والے ہیں۔ پھر کون ہے جو اسے رایگاں ٹھیرا سکتا ہے؟ دنیا کا ہر انسان ٹھیرا دے، لیکن ہمارے دفتر میں وہ ثبت ہو جائے گا۔

کتنا اہم مقام ہے، مگر تفسیریں اٹھا کر دیکھو کس طرح اس کی ساری اہمیت بے محل بحثوں میں ضائع کر دی گئی ہے! اہمیت کی وضاحت کے لیے یہ سطریں بھی کافی نہیں ہیں، لیکن اس سے زیادہ تفصیل کی گنجایش نہیں۔

فتنۂ تاتار

= سورۂ کہف کی تشریحات میں پڑھ چکے ہو کہ ظہور اسلام سے پہلے منگولیا کا آخری قبائلی سیلاب وہ تھا جو چوتھی صدی مسیحی میں مغرب و شمال کی طرف پھیلنا شروع ہوا اور پھر یورپ کے مختلف قطعات میں منقسم ہوکر تھم گیا۔ اس کے بعد قبائل کے نئے سیلابوں کا خروج رک گیا تھا۔ البتہ جو قبائل وسط ایشیا اور سواحل یورال و خزر کے مختلف حصوں میں متوطن ہو گئے تھے ان کی نسل وہاں نشو و نما پاتی رہی۔ اسلامی فتوحات نے جب ان اطراف کا رخ کیا تو انھیں قبائل کو وہاں آباد پایا۔ یہ بتدریج مسلمان ہوتے گئے۔ چنانچہ ترک، کرغز، خزر، قجر، تاجیک، چرکس، کرد، اوزبک، سلجوق وغیرہ سے مقصود یہی قبائل ہیں۔ یہ سب اگرچہ منگولیا کی پچھلی ہجرتوں کا بقایا تھے، لیکن اب ان کا کوئی تعلق اپنے وطن قدیم سے نہیں رہا تھا، بلکہ ایک دوسرے کو اجنبیوں اور دشمنوں کی نظر سے دیکھتے تھے۔

اس عرصے میں منگولیا کا گوشہ بدستور صحرا نشین قبائل کے نئے گروہ پیدا کرتا رہا۔ اب یہ دنیا سے الگ تھلگ تھے۔ اطراف کے سرحدی قطعات پر لوٹ مار کے لیے نکل جاتے، مگر اس سے آگے بڑھنے کی جرأت =

= جیحون سے لے کر دجلہ تك چشم زدن میں پامال کر دیا :
"و کان وعداً مفعولاً".

تعبیر قرآنی کے بعض دقائق

غور کرو! یہاں صرف چند لفظوں کے اندر اس معاملے کی خصوصیات کس طرح واضح کر دی ہیں! یاجوج و ماجوج کے اس ظہور کو "خروج" یا اسی طرح کے کسی دوسرے لفظ سے تعبیر نہیں کیا، بلکہ "فتح" کا لفظ استعمال کیا: "حتی اذا فتحت یاجوج و ماجوج". عربی میں جب "فتح" کا لفظ اشیاء کے لیے کہا جاتا ہے تو اس کے معنی صرف کھلنے کے ہوتے ہیں، مثلاً "فتح الباب"، لیکن جب حیوانات کے لیے بولا جاتا ہے تو اس کے معنی صرف کھلنے ہی کے نہیں ہوتے بلکہ کھل کر اچانك نکل پڑنے کے ہوتے ہیں، مثلاً ٹڈیوں کا دل کسی گوشے سے نکل پڑتا ہے تو کہتے ہیں: "فتحت الجراد". پس مطلب یہ ہوا کہ یاجوج وماجوج کسی گوشے میں الگ تھلگ پڑے ہیں۔ ایك وقت آئے گا کہ اچانك نکل پڑیں گے اور اس طرح نکل پڑیں گے جیسے مدتوں سے پانی بند پڑا ہو، بند ٹوٹ جائے اور ہر طرف سیلاب امنڈ آئے۔

اب دیکھو! کس طرح اس ایك لفظ نے معاملے کی پوری تاریخی نوعیت آشکارا کر دی ہے! =

= کہتے ہیں ، ای کل اکمة من الأرض مرتفعة . " نسل " کے معی تیزی کے ساتھ دوڑنے کے ہیں . بھیڑیے کے لپکنے کو " نسلان الذئب " کہیں گے . پس مطلب یہ ہوا کہ وہ زمین کے تمام مرتفع حصوں سے دوڑتے ہوے آ گریں گے .

غور کرو ! تاتاریوں کے حملے کی یہ کیسی مکمل تصویر ہے ! تمام مؤرخ متفق ہیں کہ ان کے خروج کی سب سے بڑی خصوصیت یہی تھی . ان کا ظہور منگولیا میں ہوا جو کرۂ ارضی کی سطح مرتفع ہے . مشرق کی طرف بڑھے تو یہ بھی بلندی سے اترنا تھا . پھر شمال میں روس تک پہنچ گئے اور جنوب میں تمام مغربی ایشیا کے میدانوں پر چھا گئے . یہ بھی بلندیوں سے گرنا ہی تھا ، کیوں کہ وسط ایشیا کی بلندیوں پر نمودار ہوے اور پھر شمال و جنوب کے زیریں میدانوں پر ٹوٹ پڑے . پھر ان کے ظہور کے لیے " ینسلون " کا لفظ کس درجہ موزوں واقع ہوا ہے ! ان کی شب و روز کی زندگی منگولیا کے باد رفتار گھوڑوں کی پیٹھ پر بسر ہوتی تھی اور سو سو میل تک بغیر دم لیے چلے جاتے تھے . جب ان کے جتھے اسلامی ملکوں پر گرے تو ان کی برق رفتاری کا یہ حال تھا کہ ایک شہر کی تباہی کی خبر دوسرے شہر =

= نہ کرتے . بعض گروہ جنوب میں پنجاب تك اور مغرب میں بلخ و ماوراء النہر تك بھی پہنچ گئے اور ایك قبیلے کی ترکتاریاں تو بنارس تك پہنچ گئی تھیں . لیکن جیسے قبائلی سیلاب پہلے اٹھ چکے تھے ویسا کوئی سیلاب اب نہ اٹھ سکا . تمام قبائلی مواد منگولیا ھی میں سمٹا اور بندھا رھا .

لیکن چھٹی صدی ھجری میں ایك طرف تو ان کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی ، دوسری طرف ایك غیر معمولی عزم و استعداد کا قائد بھی پیدا ھو گیا . یہ مشہور منگولی قائد چنگیز خاں تھا . اس نے تمام منتشر قبائل کو ایك رشتۂ اطاعت میں منظم کر دیا اور اس طرح ایك عظیم الشان عسکری قوت پیدا ھو گئی . اب یہ قتل و غارت کا ایك ایسا منظم سیلاب تھا جسے دنیا کی کوئی انسانی قوت روك نہیں سکتی تھی . چنگیز خاں کے بیٹے اوکتائی خاں کے عہد میں اس سیلاب کا بند ٹوٹا اور پھر اچانك اس طرح ھر طرف پھیل گیا گویا دنیا اپنی بربادی کے لیے صرف اسی بند کے ٹوٹنے کی منتظر تھی .

اس کے بعد فرمایا "من کل حدب ینسلون". "حدب" کے معنی کسی چیز کا اٹھا ھوا اور ابھرا ھوا ھونا ھے ، چنانچہ زمین کے مرتفع حصوں کو "حدبۃ الارض" =

= نے یاجوج و ماجوج کو بند کر دیا ہے، اس لیے یہاں "فتحت" کا لفظ دیکھ کر جھٹ انھوں نے یہ مطلب ٹھہرا دیا کہ جب دیوار کھل جائے گی اور یاجوج و ماجوج آزاد ہو کر نکل پڑیں گے۔ حالانکہ نہ تو سد سے مقصود قید خانے کی دیواریں ہیں اور نہ یاجوج و ماجوج سے مقصود بھیڑوں کا کوئی گلہ ہے جسے باڑھ کھینچ کر بند کر دیا گیا ہو۔ دنیا میں اس طرح کوئی کسی قوم کو دیواروں میں چن نہیں دے سکتا۔ ذو القرنین کے زمانے میں یاجوج و ماجوج کا حملہ ایک خاص راہ سے ہوتا تھا، دوسری راہیں ان پر نہیں کھلی تھیں، اس لیے اس نے سد تعمیر کر کے اسے بند کر دیا اور صدیوں تک کے لیے ملک محفوظ ہو گیا۔ اسی طرح چینیوں نے بارہ سو میل لمبی دیوار تعمیر کر کے شمال اور مغرب کی ساری سرحد بند کر دی۔ لیکن اب یہ دونوں رکاوٹیں بے کار ہو گئی تھیں، کیوں کہ چین کے لیے جنوب کی راہ اور مغربی ایشیا کے لیے خراسان کی راہ کھل گئی تھی، و القصة بطولها۔

حادثہ یاجوج اور تاریخ اسلام

اس واقعے نے تاریخ اسلام کو دو بڑی قسموں میں منقسم کر دیا ہے: قبل از فتنۂ تاتار اور بعد از فتنۂ تاتار۔ پہلے عہد کی تمام دینی، تمدنی، ذہنی اور عملی خصوصیات =

= تک پہنچنے نہیں پاتی تھی کہ وہ خود اس کے دروازے پر نمودار ہو جاتے تھے۔

علمائے عہد کی تصریحات

یہی وجہ ہے کہ اس عہد کے اکثر اصحاب نظر ان کی حالت دیکھتے ہی بے اختیار پکار اٹھے کہ یاجوج وماجوج کا موعود خروج یہی ہے۔ امام ذہبی نے تاریخ میں متعدد علماء کا یہ تاثر نقل کیا ہے اور حافظ علم الدین برزالی نے تاریخ دمشق میں اور مقریزی نے الدرر المضیئة میں تصریح کی ہے کہ اس عہد میں "ایک کثیر جماعت" اہل علم کی اس فتنے کو فتح یاجوج وماجوج قرار دیتی تھی۔ نیز حافظ سیوطی نے اپنے رسالہ "فضائل بنی عباس" میں مقریزی کے ایک رسالہ "ماورد فی بنی امیة وبنی العباس من الروایات والأقوال" کا حوالہ دیا ہے اور اس سے یہی قول نقل کیا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے جد مجد الدین ابن تیمیہ صاحب "منتقیٰ" کہا کرتے تھے: اگر یہ خود یاجوج وماجوج نہیں ہیں تو ظاہر ہونے والے یاجوج وماجوج ایسے ہی ہوں گے۔ صاحب تاریخ گزیدہ نے بھی دبے لفظوں میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔

فتح یاجوج وماجوج سے مقصود کسر سد نہیں ہے

ہمارے مفسروں نے چوں کہ سد ذو القرنین کی تعمیر کا مطلب یہ سمجھ رکھا تھا کہ جس طرح قیدیوں کو دیوار چن کر بند کر دیتے ہیں، اسی طرح ذو القرنین =

= قیل: أنهلك و فینا الصالحون؟ قال: نعم! اذا کثر الخبث (۱۰۲). یعنی آنحضرت (صلعم) ایك دن سو کر اٹھے تو ان کا چهرۂ مبارك شدت تأثر سے سرخ هو رها تها اور فرما رهے تهے ”لا الٰه الا الله! اس شر سے جو قریب آ گیا عرب کے لیے افسوس! آج یاجوج وماجوج کی روك کهل گئی“. پهر انگلیوں سے حلقه بنا کر بتلایا که ابهی صرف اتنی راه کهلی هے. یه حلقه روپیے کے برابر یا اس سے کچھ چهوٹا تها (۱۰۳). آخری راوی کو اس بارے میں شبه پڑ گیا. بهر حال مطلب یه تها که ابهی صرف رخنه پڑا هے، پوری راه نهیں کهلی. اس پر عرض کیا گیا: کیا هم هلاکت میں پڑ جائیں گے حالانکه هم میں صالح انسان بهی هوں گے؟ فرمایا: هاں! جب گندگی بڑھ جائے گی.

اس حدیث سے دو باتیں معلوم هوئیں:

اولاً، آنحضرت کے زمانے میں یعنی ساتویں صدی مسیحی میں یاجوج وماجوج کی روك کهلنا شروع هو گئی تهی، لیکن اتنی نهیں کهلی تهی که قدم باهر بڑھا سکیں. یه حقیقت خواب میں اس طرح دکهائی گئی جیسے ایك دیوار هے اور اس میں ذرا سا سوراخ بن گیا هے. چنانچه تاریخ اس کی هوبهو تصدیق کرتی هے. ٹهیك یهی زمانه هے =

= دوسرے عہد میں یك قلم معدوم ہو گئیں. پہلا عہد صرف عروج ھی کا عہد نہ تھا بلکہ تنزل کا بھی تھا، تاھم مسلمانوں کے فکر و عمل کی جو معنوی روح اوائل میں پیدا ھو گئی تھی وہ کسی شکل میں کم و بیش قائم تھی. لیکن اس فتنے نے پچھلا دور بالکل ختم کر دیا اور عالم اسلامی کی خون آلود سر زمین سے جو نیا دور بنا وہ ھر اعتبار سے ایك مختلف اور متضاد دور تھا اور سرتاسر عہد تنزل کی پیداوار. آج مسلمانوں کے فکر و عمل کا جو ڈھانچہ نظر آ رھا ھے یہ اسی دور کی پیداوار ھے.

اس انقلاب حال کی ایك نمایاں خصوصیت یہ بھی ھے کہ عربی خلافت کا بکلی خاتمہ ھو گیا. عربی خلافت اس سے پہلے بھی خلافت نہیں رھی تھی، خلافت کا محض سایہ تھی. تاھم سایہ باقی تھا اور وہ اصلیت کی یاد تازہ کرتا رھتا تھا، لیکن سقوط بغداد سے یہ سایہ بھی معدوم ھو گیا.

حدیث زینب بنت جحش

بخاری کی حدیث زینب بنت جحش میں اس صورت حال کی طرف صاف صاف اشارہ موجود ھے: ”استیقظ النبی صلی اللہ علیہ و سلم محمراً وجهه یقول: لا الٰہ الا اللہ! ویل للعرب من شر قد اقترب! فتح الیوم من ردم یاجوج و ماجوج مثل هذه،“ و عقد سفیان تسعین أو مائة. =

= باعث خود مسلمانوں کی فرقہ بندی اور اس کی جاھلی عصبیت ھوئی۔ یعنی بربادی کا پہلا دروازہ حنفیوں اور شافعیوں کے باھمی جدال سے کھلا اور بربادی کی آخری تکمیل، یعنی بغداد کا قتل عام سنیوں اور شیعوں کے اختلاف کا نتیجہ تھا۔

چنگیز خاں نے وسط ایشیا کا بالائی علاقہ خوارزم تك (یعنی خیوا تك) فتح کر لیا تھا، لیکن اس سے آگے قدم نہیں بڑھا سکا تھا۔ بعد کو جب اس کے پوتوں میں سلطنت تقسیم ھوئی تو وسط ایشیا اور اس کے ملحقات ھلاکو خاں کے زیر حکومت آئے۔ لیکن اسے بھی آگے بڑھنے کی جرأت نہیں ھوئی، کیوں کہ اسلامی مملکتوں کی شش صد سالہ عظمت کا رعب ابھی تك دلوں سے محو نہیں ھوا تھا۔ مگر اس اثناء میں اچانك ایك واقعہ ایسا پیش آگیا جس نے خود بخود ھلاکو کے آگے فتح و تسخیر کی راھیں کھول دیں۔ خراسان میں حنفیوں اور شافعیوں میں باھمی جنگ و جدال کا بازار گرم تھا۔ طوس کے حنفیوں نے شافعیوں کی ضد میں آکر ھلاکو کو حملے کی دعوت دی اور شہر کے دروازے کھول دیے۔ پھر جب تاتاریوں کی تلوار چمك گئی تو اس نے نہ حنفیوں کو چھوڑا نہ شافعیوں کو، دونوں کا خاتمہ کر دیا (۱۰۴)۔ =

= جب منگولی قبائل نے اس راہ کے علاوہ جسے ذوالقرنین بند کر چکا تھا، ایک دوسری راہ کا سراغ پا لیا۔ یعنی بحر خزر اور بحر اسود کی درمیانی راہ کی جگہ بحیرۂ یورال اور بحر خزر کا درمیانی راستہ۔ چھٹی صدی میں تاتاریوں کے بعض قبائل اس طرف بڑھ آئے اور دریائے جیحون کی وادیوں میں آباد ہو گئے۔

ثانیاً، یاجوج وماجوج کے ظہور میں عرب کے لیے ہلاکت تھی، کیوں کہ "ویل للعرب" فرمایا، "للمسلمین" نہیں فرمایا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو نسل عربی اقتدار و عروج کے انقراض کی باعث ہوئی وہ یہی منگولی نسل ہے اور اس لیے یقیناً یاجوج وماجوج سے مقصود یہی نسل تھی۔ عربی اقتدار کی ہلاکت کی ابتدا بھی اسی نسل کی مختلف شاخوں سے ہوئی، یعنی ترکوں اور سلجوقیوں سے، اور انتہا بھی اسی کے نئے ظہور سے ہوئی، یعنی منگولی تاتاریوں سے۔

اس باب میں بہت سے امور تفصیل طلب ہیں، لیکن یہاں مزید اطناب کا موقع نہیں۔ البتہ تذکیر و عبرت کے لیے ایک تاریخی حقیقت یاد رکھنی چاہیے۔ اسلام کا مؤرخ کبھی اس واقعے کے ماتم سے فارغ نہیں ہو سکتا کہ تاتاریوں کی ابتدائی تاخت اور آخری تاخت دونوں کا =

تاریخ کا ایک ناقابل فراموش عبرت

وَ اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ	اور (خدا کے ٹھیرائے ہوے)
فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ	سچے وعدے کی گھڑی قریب
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا	آجائے گی تو اس وقت اچانك
قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا	ایسا ہو گا کہ لوگوں کی آنکھیں

= خود خلیفه ناصرلدین الله عباسی نے دی تھی ، کیوں که سلجوقیوں کے بعد خوارزم شاھیوں کا اقتدار قائم ہو گیا تھا. خلیفۂ بغداد اس اقتدار کی وجه سے سخت ضیق میں تھا .

چنگیزخان کا نام تیموجن (Temujin) تھا. سنه ۶۰۱ ھ مطابق سنه ۱۲۰۶ ء میں اس نے چنگیز خان کا شہنشاھی لقب اختیار کیا . سنه ۶۱۴ ھ مطابق سنه ۱۲۱۹ ء میں خوارزم فتح کر لیا . سال وفات سنه ۶۲۲ ھ مطابق سنه ۱۲۲۷ ء ھے .

اس کے بعد اس کا بیٹا اوکتائی خان جانشین ھوا . اوکتائی کے بعد منکو ، منکو کے بعد قبلائی . قبلائی کے بھائی ھلاکو کے حصے میں وسط ایشیا کی فرماں روائی آئی . اسی نے سنه ۶۵۶ ھ مطابق سنه ۱۲۵۸ ء میں بغداد پر حمله کیا اور عربی خلافت کا آخری نقش قدم بھی مٹ گیا .

= خراسان کی تسخیر نے بغداد کی شاہ راہ کھول دی تھی ، پھر بھی ھلاکو اس کی جرأت نہ کر سکا کہ عباسی دار الخلافہ پر حملہ کرے . لیکن اب پھر خود مسلمانوں کے باھمی قتال نے اسے بلاوا بھیجا . بغداد سنیوں اور شیعوں کے باھمی پیکار کا میدان جنگ بن چکا تھا . خلیفہ مستعصم کا وزیر ابن علقمی شیعہ تھا اور سنیوں کے ھاتھوں اذیتیں برداشت کر چکا تھا . اس نے خواجہ نصیر الدین طوسی کے ذریعے (کہ ھلاکو کا وزیر اور معتمد تھا) ھلاکو کو بغداد آنے کی ترغیب دی اور اس طرح تاریخ اسلام کی سب سے بڑی بربادی اپنی آخری تکمیل تک پہنچ گئی .

یہی معنی ھیں سورۂ انعام کی اس آیت کے جس میں جماعتی زندگی کے عذابوں میں سے ایك عذاب یہ بتلایا ھے کہ کسی ایك جماعت کا مختلف جماعتوں میں متشیع اور متحزب ھو جانا اور پھر ھر گروہ کا دوسرے گروہ کو اپنی شدت کا مزہ چکھانا : " قل ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا و یذیق بعضکم باس بعض " (٦ : ٦٥) .

تاریخی حیثیت سے یہ واقعہ بھی ثابت ھو چکا ھے کہ چنگیز خاں کو خوارزم پر حملہ کرنے کی ترغیب =

هوں گی اور وہ (اور کچھ) نہیں سنیں گے ۱۰۰

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ	مگر جن لوگوں کے لیے ہم نے
مِّنَّا الْحُسْنٰىٓ ۙ اُولٰٓئِكَ	پہلے سے بھلائی کا حکم دے دیا
عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝۱۰۱	تو وہ یقیناً دوزخ سے دور

کردیے گئے۔ ۱۰۱

لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ	(وہ اس سے اتنے دور ہوں گے کہ)
وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ	وہاں کی (اذیتوں کی) بھنك بھی
خٰلِدُوْنَ ۝۱۰۲	ان کے کانوں میں نہیں پڑے گی۔

وہ اپنی پسند اور خواهش کی تمام نعمتوں میں همیشه کے لیے مگن رهیں گے ۱۰۲

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ	انہیں (روز قیامت کی) بڑی سے
وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ	بڑی هولناکی بھی هراساں
هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ	نہ کرے گی۔ فرشتے انہیں بڑھ کر
تُوْعَدُوْنَ ۝۱۰۳	لیں گے (اور کہیں گے:) یہ ہے

بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝۹۷ (شدت دهشت و حیرت سے)

کھلی کی کھلی رہ جائیں گی، ان لوگوں کی آنکھیں جنھوں نے (سچائی سے) انکار کیا تھا. (وہ پکار اٹھیں گے:) افسوس ہم پر! ہم اس (ہول ناک گھڑی) سے غفلت میں رہے، بلکہ ہم ظلم و شرارت میں سرشار تھے! ۹۷

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۝۹۸

تم اور وہ تمام چیزیں جن کی اللہ کو چھوڑ کر پوجا کرتے ہو، دوزخ کا ایندھن ہیں، تم سب وھاں پہنچنے والے ہو. ۹۸

لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۹۹

اگر یہ چیزیں سچ مچ کو معبود ہوتیں تو کبھی دوزخ میں نہ پہنچتیں، حالانکہ سب اس میں ہمیشہ کے لیے رہنے والے ہیں. ۹۹

لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۱۰۰

ان کے لیے دوزخ میں (صرف دکھ اور جان کی) چیخیں

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۷
اور (اے پیغمبر!) ہم نے تجھے نہیں بھیجا ہے مگر اس لیے کہ تمام دنیا کے لیے رحمت کا ظہور ہو ۱۰۷

قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۱۰۸
تو کہہ دے: مجھ پر جو کچھ وحی کیا گیا ہے وہ تو صرف یہ ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی تنہا معبود ہے (اس کے سوا کوئی نہیں)۔ پس بتلاؤ! تم اس کے آگے سر جھکاتے ہو یا نہیں؟ ۱۰۸

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ۝۱۰۹
پھر اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دے: میں نے تمہیں (انکار و سرکشی کے نتائج سے) یکساں طور پر خبردار کر دیا ہے۔ میں نہیں جانتا جس بات کا وعدہ کیا گیا ہے اس کا وقت قریب آلگا ہے یا ابھی دور ہے (تاہم وہ ٹلنے والا نہیں)۔ ۱۰۹

اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ
اللہ کے علم سے کوئی بات پوشیدہ

وہ تمہارا دن جس کا (کلام حق میں) وعدہ کیا گیا تھا. ١٠٣

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۗ كَمَا بَدَأْنَآ أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَا ۚ إِنَّا كُنَّا فَٰعِلِينَ ۝١٠٤

وہ دن جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ دیں گے جیسے بہی کھاتوں کے طومار لپیٹ لیے جاتے ہیں. ہم نے جس طرح پہلی پیدایش شروع کی تھی اسی طرح اسے دھرائیں گے بھی. اس وعدے کا پورا کرنا ہم پر ھے اور ہم پورا کرکے رھیں گے! ١٠٤

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنۢ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّٰلِحُونَ ۝١٠٥

اور (دیکھو!) ھم نے زبور میں تذکیر و نصیحت کے بعد یہ بات لکھ دی تھی کہ زمین کی وراثت انھیں بندوں کے حصے میں آئے گی جو نیك ھوں گے. ١٠٥

إِنَّ فِي هَٰذَا لَبَلَٰغًا لِّقَوْمٍ عَٰبِدِينَ ۝١٠٦

اس بات میں ان لوگوں کے لیے جو عبادت گزار ھیں ایك بڑا ھی پیام ھے. ١٠٦

= زبور میں اپنے اس مقررہ قانون کا اعلان کر دیا تھا که زمین کے وارث خدا کے صالح بندے ہوتے ہیں۔ یعنی جماعتوں اور قوموں کے لیے یہاں یه قانون الٰہی کام کر رہا ہے که انہیں لوگوں کے حصے میں ملك کی فرماں روائی آتی ہے جو صالح ہوتے ہیں۔ "صلح" کے معنی سنورنے سنوارنے کے ہیں، "فسد" کے معنی بگڑنے بگاڑنے کے۔ «صالح» انسان وہ ہے جو اپنے کو سنوار لیتا ہے اور دوسروں کو سنوارنے کی استعداد پیدا کر لیتا ہے اور یہی حقیقت نیك عملی کی ہے۔ "مفسد" وہ ہے جو بگاڑ میں پڑتا اور بگاڑنے والا ہوتا ہے اور یہی حقیقت بدعملی کی ہے۔ پس قانون یه ہوا که زمین کی وراثت سنورنے سنوارنے والوں کی وراثت میں آتی ہے۔ ان کی وراثت میں نہیں جو اپنے اعتقاد و عمل میں بگڑ جاتے ہیں اور سنوارنے کی جگه بگاڑنے والے ہوتے ہیں۔

زبور کا اعلان

زبور کا جو مجموعه آج موجود ہے اس کے بے شمار ترانوں میں یه حقیقت صاف صاف بول رہی ہے۔ مثلاً زبور ۳۷ میں ہے: بدعمل کاٹ ڈالے جائیں گے، مگر وہ جو خداوند کی بات کی راہ دیکھتے ہیں زمین کو میراث میں لیں گے۔ قریب ہے که شریر نابود ہو جائے۔ تو اس کا ٹھکانا ڈھونڈے اور نه پائے۔ پر وہ جو حلیم ہیں =

الْقَوْلِ وَ يَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ۝١١٠ نہیں، جو کچھ پکار کے (علانیہ) کہا جاتا ہے وہ بھی اور جو کچھ تم (دلوں میں) چھپائے ہوئے ہو وہ بھی۔ ١١٠

وَ اِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ۝١١١ اور مجھے کیا معلوم؟ ہو سکتا ہے کہ اس (تاخیر) میں تمہارے لیے آزمایش رکھ دی گئی ہو اور یا یہ بات ہو کہ ایک مقررہ وقت تک زندگی کا لطف اٹھالو۔ ١١١

قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَ رَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۝ع ١١٢ اس نے کہا: (یعنی پیغمبر نے دعا کرتے ہوئے عرض کیا:) خدایا! (اب دیر نہ کر!) سچائی کے ساتھ فیصلہ کردے۔ اور ہمارا پروردگار تو (وہی) الرحمٰن ہے، اسی سے مدد مانگی گئی ہے۔ جیسی کچھ باتیں تم بنارہے ہو ان کے خلاف اسی کی مددگاری فیصلہ کردے گی۔ ١١٢

ع ٧ النصف ٧

قانون وراثت ارض

١٠٥ تا ١١٢ - آیت ١٠٥ سے آخر تک سورت کے مواعظ کا خاتمہ ہے۔ فرمایا: "و لقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصّٰلحون" ہم نے=

= اور کچھ نہیں ہے . اب سوچنا یہ چاہیے کہ جو ورثہ چھوڑنے پر مجبور ہوتے ہیں کیوں ہوتے ہیں ؟ اور جو وارث ہوتے ہیں کیوں وراثت کے حق دار ہو جاتے ہیں؟

فرمایا : اس لیے کہ یہاں خدا کا ایك اٹل قانون کام کر رہا ہے ''ان الارض (۱۰۵) یرثہا عبادی الصّٰلحون'' وراثت ارضی کی شرط اصلاح و صلاحیت ہے . جو صالح نہ رہیں ان سے نکل جائے گی . جو صالح ہوں گے ان کے ورثے میں آئے گی ، ''و لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا '' .

عابدین حق کے لیے تبلیغ

اس کے بعد فرمایا : '' ان فی ھٰذا لبلٰغا لقوم عٰبدین ''، اس بات میں عبادت گزاران حق کے لیے ایك بڑا پیام حقیقت مضمر ہے . یعنی اس قانون الٰہی کے تذکرے میں ان کے لیے وراثت ارضی کا پیام ہے کہ ''وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ص و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم و لیبدلنھم من بعد خوفھم امنًا '' (۲٤ : ۵۵)، جس طرح ان سے پہلے خدا کے صالح بندوں کی وراثت میں زمین آچکی ہے اسی طرح عن قریب ان کی وراثت میں بھی آنے والی ہے . اور پھر یہ انقلاب کیوں ہونے والا ہے؟ اس لیے کہ '' وما ارسلنٰك الا رحمۃ للعٰلمین ''. پیغمبر اسلام کا ظہور کرۂ ارضی کے لیے رحمت الٰہی کا ظہور ہے . پس ضروری ہے کہ انسانی=

=زمین کے وارث ھوں گے اور ھر طرح کی راحتوں سے
خوش دل ھوں گے (٣٧ : ٩) .

انسانی زندگی سرتاسر ارث و میراث ھے

تورات، انجیل اور قرآن تینوں نے زمین کی وراثت کی ترکیب جابجا استعمال کی ھے اور غور کرو یہ ترکیب صورت حال کی کتنی سچی اور قطعی تعبیر ھے! دنیا کے ھر گوشے میں ھم دیکھتے ھیں ایك طرح کی بدلتی ھوئی میراث کا سلسلہ برابر جاری رھتا ھے. یعنی ایك فرد اور ایك گروہ طاقت و اقتدار حاصل کرتا ھے، پھر وہ چلا جاتا ھے اور دوسرا فرد اور گروہ اس کی ساری چیزوں کا وارث ھو جاتا ھے. حکومتیں کیا ھیں؟ محض ایك ورثہ ھیں جو ایك گروہ سے نکلتا اور دوسرے کے حصے میں آجاتا ھے. اگر زمین کا کوئی ایك قطعہ سامنے رکھ لو اور جس وقت سے اس کی تاریخ روشنی میں آئی ھے اس کے حالات کا کھوج لگاؤ تو تم دیکھو کے اس کی پوری تاریخ کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ھے کہ ارث و میراث کی ایك مسلسل داستان ھے. ایك قوم قابض ھوئی، پھر مٹ گئی، دوسری اس کی وارث ھو گئی. پھر اس کے لیے بھی مٹنا ھوا اور تیسرے وارث کے لیے جگہ خالی ھو گئی، وھلمّ جرًّا.

پس قرآن کہتا ھے: یہاں ارث و میراث کے سوا =

رحمة للعلمین

= یہاں پیغمبر اسلام کے ظہور کا ایک ایسا وصف بیان کیا گیا ہے جو قرآن کے بیان کردہ اوصاف میں سب سے زیادہ اہم اور نمایاں ہے، یعنی رحمة للعلمین! یہ ظہور صرف کسی ایک ملک، کسی ایک قوم، کسی ایک نسل ہی کے لیے نہیں، بلکہ تمام دنیا کے لیے رحمت کا ظہور ہے۔ یہ وصف بیان کرکے قرآن نے ایک کسوٹی ہمارے حوالے کر دی ہے۔ اس پر ہم اس ظہور کی ساری صداقتیں پرکھ لے سکتے ہیں۔ اگر یہ فی الحقیقت تمام نوع انسانی کے لیے رحمت کا ظہور ثابت ہوا ہے تو اس کی سچائی میں کوئی شک نہیں۔ اگر ایسا نہیں ہوا ہے تو پھر سچائی نے قرآن کا ساتھ نہیں دیا۔ ہمارا فرض ہے کہ حقیقت کا حقیقت کے لیے اعتراف کرلیں۔

تاریخ کا فیصلہ

یہ جانچ تاریخ کی بے لاگ اور بے رحم جانچ ہونی چاہیے، ہر طرح کی مذہبی خوش اعتقادیوں سے منزہ، ہر طرح کی خود پرستانہ طرف داریوں سے پاک۔ کیوں کہ یہاں حقیقت کی عدالت موجود ہے اور وہ صرف حقیقت ہی کی شہادت پر کان دھرتی ہے!

جہل و تعصب نے ہمیشہ اعلان حقیقت کی راہ روکنی چاہی ہے، لیکن روک نہیں سکی ہے۔ اس فیصلے میں بھی تاریخ نے دیر لگائی، لیکن بالآخر اسے کرنا پڑا۔ ضروری ہے =

=شقاوت کا خاتمہ ہو۔ ضروری ہے کہ اس کی جگہ رحمت الٰہی کا سایہ کرۂ ارضی پر چھا جائے!

اس کے بعد واضح کر دیا کہ پیغمبر اسلام کی دعوت کا ما حصل کیا ہے؟ "انما الٰھکم اللہ واحد فھل انتم مسلمون".

باقی رہی یہ بات کہ یہ انقلاب حال کب ظہور میں آنے والا ہے؟ تو "ان ادری اقریب ام بعید ما توعدون".

میں جانتا ہوں کہ یقیناً ایسا ہونے والا ہے، لیکن ابھی اس میں کچھ دیر ہے یا بالکل سامنے آ گیا؟ یہ میں نہیں کہہ سکتا، کیونکہ اس بارے میں بھی اللہ کے مقررہ قوانین ہیں اور وہ کام کر رہے ہیں۔ "وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین" کون جانتا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ جو تاخیر ہو رہی ہے وہ اس لیے ہو کہ تمہیں ابھی کچھ دنوں اور آزمایش میں ڈالنا ہے یا اس لیے کہ تمہارے تمتع حیات کے کچھ دن ابھی باقی ہیں۔

یہ سورت کا کتنا اہم مقام ہے! سورت کے تمام بیانات کس طرح وقت کی سب سے بڑی موعظت پر ختم ہو رہے ہیں! اور پھر کیسی فیصلہ کن بات ہے جس میں مؤمنین صالحین کے لیے پیام اقبال اور منکرین مفسدین کے لیے پیام ادبار ہے! لیکن تفسیریں اٹھا کر پڑھو ہمارے مفسر اس تیزی سے نکل گئے ہیں گویا رکنے اور نظر و تدبر سے کام لینے کی اس میں کوئی بات ہی نہیں ہے! =

= خود انہیں کا تھا .

اس بارے میں استدلال صحاح کی ایك روایت سے کیا جاتا ہے ، لیکن سب سے پہلے ہمیں خود اس مقام پر تدبر کرنا چاہیے کہ کیا فی الحقیقت یہاں کوئی ایسا واقعہ بیان کیا گیا ہے جس سے حضرت ابراہیم کا جھوٹ بولنا ثابت ہوتا ہو، خواہ وہ جھوٹ کسی درجے اور کسی نوعیت کا ہو .

حقیقت یہ ہے کہ تفسیر قرآن کی تاریخ کی بوالعجبیوں میں اس سے بڑھ کر اور کوئی ناقابل توجیہ بوالعجبی نہیں . قرآن میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے اس اصدق الصادقین کا جھوٹ بولنا نکلتا ہو . لیکن بتکلف ایك آیت کو توڑ مروڑ کر ایسا بنایا جا رہا ہے کہ کسی نہ کسی طرح جھوٹ بولنے کی بات بن جائے . اور اثبات کذب کی یہ مبارك کوشش کیوں کی جا رہی ہے ؟ صرف اس لیے کہ ایك مزعومہ حدیث موجود ہے . پس کہیں یہ قیامت نہ ٹوٹ پڑے کہ اس کے غیر معصوم راویوں کی روایت کمزور مان لینی پڑے ! گویا اصل اس باب میں غیر معصوم راویوں کا تحفظ ہے نہ کہ معصوم رسولوں کا، اور اگر قرآن میں اور کسی روایت میں اختلاف واقع ہو جائے تو قرآن کو روایت کے مطابق =

= كه يه فيصله خود اسی کی زبانی سنا جائے اور ایك معتقد کی طرح نہیں بلکه ایك مؤرخ کی طرح عالم انسانیت کے ایك ایك گوشے سے شہادت طلب کی جائے. افسوس ھے که اس وقت تك کوئی کوشش ایسی نہیں کی گئی جو اس موضوع پر علمی حیثیت سے وقیع سمجھی جا سکے. ھم نے مقدمۂ تفسیر میں اس کی کوشش کی ھے اور ایك خاص باب کا موضوع بحث یہی مسئله ھے. یہاں اتنی تفصیل کی گنجایش نہیں اور اختصار مفید مدعا نہیں، اس لیے مجبوراً قلم روك لینا پڑتا ھے.

* * * * *

حضرت ابراھیم کی بت شکنی کا واقعه

سورت کی تشریحات ختم ھو گئیں، مگر ایك نہایت اھم مبحث باقی رہ گیا ھے. یعنی حضرت ابراھیم (علیه السلام) کی بت شکنی کا واقعه جو آیت ٥٧ سے ٦٧ تك بیان کیا گیا ھے. عام طور پر مفسروں نے یه بات تسلیم کر لی ھے که حضرت ابراھیم نے تین موقعوں پر ایسی بات کہی جس پر بظاهر جھوٹ کا اطلاق ھو سکتا ھے. اس میں سے ایك موقع یه ھے جب ان سے پوچھا گیا: "ءانت فعلت هذا" کیا تو نے بتوں کو توڑا ھے تو انهوں نے کہا: "بل فعله کبیرهم هذا" بلکه اس بڑے بت نے ایسا کیا، حالانکه فی الحقیقت فعل =

=مندر کے خاص پجاریوں اور محافظوں کا ممتاز گروہ بھی پیدا ہو چکا تھا اور انہیں دینی ریاست پیشگی (priest hood) کی نوعیت حاصل ہو گئی تھی .

آزر نام نہیں لقب تھا

حضرت ابراہیم کا ظہور اسی شہر میں ہوا . ان کے والد تارخ کا بچپنے ہی میں انتقال ہو گیا تھا . چچا نے پرورش کی تھی اور چوں کہ وہ مندر کے پجاریوں میں سے تھا، اس لیے "آدار" کے لقب سے پکارا جاتا تھا . "آدار" قدیم کالدی زبان میں بڑے پجاری یا محافظ معبد کو کہا کرتے تھے . یہی "آدار" ہے جس نے بعد کی عربی میں "آزر" کی شکل اختیار کر لی اور اسی لیے قرآن نے اس کا ذکر "آزر" کے نام سے کیا .

حضرت ابراہیم کا گھرانا

حضرت ابراہیم نے جب آنکھ کھولی تو خود اپنے گھر میں بت پرستی پائی . لیکن اللہ نے سچائی کی حجتوں اور دلیلوں کی وحی سے ان کا قلب سلیم اس طرح معمور کر دیا تھا کہ نہ تو قوم و وطن کی جہالت و گم راہی اسے چھو سکی، نہ خود اپنے عزیزوں اور بزرگوں کا اعتقاد راسخ اسے متأثر کر سکا . انہوں نے پہلے اپنے گھرانے میں تبلیغ کی، پھر تمام قوم کو پیام حق پہنچایا

دعوت و تبلیغ حق

انہوں نے پہلے شرک و بت پرستی کے خلاف عقل سلیم کی حجتیں اور وجدان صادق کی شہادتیں پیش کیں : =

= بننا پڑے گا، راوی کی شہادت اپنی جگہ سے کبھی نہیں ہل سکتی !

اب غور کرو ! یہاں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ خود قرآن کے صاف صاف لفظوں میں کیا ہے ۔

شہر ”اُور“ کی بت پرستی

سر زمین دجلہ و فرات میں نینوا اور بابل سے پہلے جو شہر آباد ہوئے ان میں ایک اُور (Ūr) تھا۔ یہ جنوبی عراق میں فرات کے کنارے آباد تھا اور محل وقوع وہ مقام تھا جو آج کل ”تل العبید“ کے نام سے پکارا جاتا ہے ۔ اس کی تنقیب و تحقیق کا سلسلہ ابھی جاری ہے ، لیکن جس قدر آثار و کتبات روشنی میں آچکے ہیں ان سے باشندگان شہر کے عقائد و اعمال کے بہت سے گوشے واضح ہو چکے ہیں ۔ یہاں بت پرستی کی وہ ساری بنیادیں استوار ہو چکی تھیں جو آگے چل کر نینوا اور بابل میں زیادہ وسیع اور منظم شکل اختیار کر لیتی ہیں ۔ پرستش کا مبدأ کواکب تھے ۔ سب سے بڑا بت ”شمش“ کا تھا، یعنی شمس (سورج) کا۔ اس کے نیچے بہت سے بت مختلف طاقتوں یا مختلف قبیلوں اور آبادیوں کے تھے ۔ خود شہر اُور کا محافظ خدا ”نانعار“ تھا، یعنی چاند۔ ”تل العبید“ (۱۰۶) کے ٹیلے میں جس مندر کے آثار ملے ہیں یقین کیا جاتا ہے کہ وہ ”نانعار“ کا مندر تھا ۔ =

= زبان کھولنا ان کے وھم و گمان میں بھی نہیں آسکتا . وہ حضرت ابراھیم کی باتیں سنتے تو متعجب ھو کر کہتے: تمھارے ھوش و حواس کہاں گئے؟ تم سنجیدگی سے ایك بات کہہ رھے ھو یا ھم سے مزاح کر رھے ھو؟ .

ان کا محسوس کرنا کہ مقلدین جہل کے لیے دلائل بے کار ھیں

جب ابناء قوم کے جہل و کوری کی یہ حالت دکھائی دی تو حضرت ابراھیم نے محسوس کیا حجتوں اور دلیلوں کی روشنی ایسے لوگوں کے لیے بالکل بے کار ھے . ان کے دلوں میں بتوں کے اقتدار و تصرف کا وھم اعتقاد بن کر جم گیا ھے . جب تك اس پر چوٹ نہیں لگے گی ان کی آنکھیں کھلنے والی نہیں . پس ضروری ھے کہ اعلان حقیقت کے لیے ایك دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے اور وہ طریقہ ایسا ھو کہ میری دلیلوں اور موعظتوں کی روشنی سے نہیں بلکہ خود اپنی اندھی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ صدیوں کی یہ گھڑی ھوئی عظمتیں اور نسلوں کی مانی ھوئی معبودیتیں بے اختیار مورتیوں اور بے جان پتھروں سے زیادہ کچھ نہیں ھیں . اور انسانوں کی کسی بڑی تعداد کا کسی بڑی مدت تك ایك بات مان لینا اور کیسے جانا سچائی کا ثبوت نہیں . سچائی کا ثبوت صرف عقل سلیم کی حجت ھے .

قیام حجت کا عملی طریقہ

یہ طریقہ کیا تھا؟ یہ تھا کہ انہوں نے تمام لوگوں کو=

= "وتلك حجتنا اٰتینٰها ابرٰهیم علی قومه ؕ نرفع درجٰت من نشآء ؕ ان ربك حکیم علیم" (٦ : ٨٣)۔ لیکن پھر دیکھا که آباء و اجداد کی تقلید کی ظلمت اس طرح دلون پر چھا گئی ھے که عقل و بینش کی کوئی روشنی بھی انھیں دکھائی نہیں دیتی ۔ ھر حجت و آیت کا جواب ان کی زبانون سے یہی نکلتا ھے که "وجدنا اٰباءنا لها عٰبدین" ۔ نیز انھون نے دیکھا ایك عرصے کے تعامل و توارث نے لوگون کی عقلیں یکسر مفلوج کر دی ھیں ۔ بتون کے روحانی اقتدار و تصرف کا عقیده ان کی رگ رگ میں سرایت کر گیا ھے ۔ ان کی سمجھ میں یه بات آ ھی نہیں سکتی که الوھیت و قدوسیت کی یه متمثل روحانیتیں جو طرح طرح کے روایتی معجزون اور الہامی اچنبھون کا سر چشمه چلی آتی ھیں ، محض بے اختیار مورتیان ھو جائیں اور جو حقیقت ھمارے آباء و اجداد اور ان کے آباء و اجداد نه پا سکے وه کل کا ایك نوجوان لڑکا پالے ۔ چنانچه وه ان کی دعوت و تبلیغ کا تمسخر اڑاتے اور کہتے : "اجئتنا بالحق ام انت من اللّٰعبین" فی الحقیقت تمھارا ایسا ھی عقیده ھے یا ھم سے ھنسی تمسخر کر رھے ھو؟ یعنی بتون کی عظمت اور ان کے روحانی اقتدار و تصرف کی ھیبت دلون پر اس طرح چھائی ھوئی تھی که اس کے خلاف کسی کا بے دھڑك =

= وہ اپنی انگلی چڑیا کی چونچ میں ڈال دے گا اور پھر نکال کر بچے کو دکھا دے گا کہ دیکھ لے اس نے کاٹا ہے یا نہیں کاٹا ہے۔ یہ ایک مشاہدہ بچے کے اندر جس درجہ یقین پیدا کر دے گا وہ ایک سو آدمیوں کی ایک ہزار دلیلوں سے بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہی حال عقول فاسدہ کا ہے۔ تم ان کی عقل و فکر سے کچھ نہیں پا سکتے۔ لیکن تم انہیں مشاہدے کے ذریعے عاجز کر دے سکتے ہو۔ حضرت ابراہیم نے بالآخر یہی طریقہ اختیار کیا۔ انہوں نے کہا: جس حقیقت کو تم عقل و فکر سے نہیں پا سکتے میں تمہارے مشاہدے میں لا کر خود تمہاری زبانوں سے اگلوا لوں گا۔ تمہارے دل میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ ان میں طاقت و تصرف ہے۔ اچھا! میں ان پر ہاتھ اٹھاتا ہوں۔ اب اگر سچ مچ کو ان میں اختیار و تصرف ہے تو یہ اپنے سارے معجزے لے کر نمودار ہو جائیں اور مجھے اس سے روک دیں یا مجھ پر کوئی آسمانی عذاب اتار دیں۔

لوگوں نے ان کا یہ اعلان سنا، لیکن چوں کہ دلوں میں بتوں کی عظمت و تقدیس رچی ہوئی تھی، اس لیے قابل التفات نہیں سمجھا۔ وہ سمجھے ایک مجنونانہ بڑ ہے۔ بھلا کون ہے جو ان قادر و توانا معبودوں کی جناب میں ایسی جرأت کر سکتا ہے اور اگر کرلے تو =

=کھلا کھلا چیلنج دے دیا: "تاللہ لا کیدن اصنامکم بعد ان تولوا مدبرین". یعنی اگر عقل کی کوئی دلیل بھی تمھارے لیے سود مند نہیں، تم اپنے اس وھم باطل میں جمے ھوے ھو کہ یہ مورتیاں طاقت و تصرف رکھتی ھیں تو اچھا خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو نتیجہ کیا نکلتا ھے. جونہیں تم آج اپنے بڑے میلے میں گئے، میں تمھارے ان بتوں کے ساتھ ایک داؤ کھیلوں گا. اگر فی الحقیقت ان میں طاقت و تصرف ھے تو وہ کوئی معجزہ دکھا کر اپنے کو بچا لیں یا میرے ھاتھ پاؤں شل کر دیں.

حب ایک جماعت تقلید و وھم پرستی میں اس درجہ ڈوب جائے کہ عقل و بصیرت کی کوئی بات بھی اس کے اندر نہ اتر سکے تو پھر اقناع فکر کی صرف یہی ایک راہ رہ جاتی ھے کہ ان کی عقل کی جگہ ان کے حواس کو مخاطب کیا جائے اور کوئی ایسی بات کر کے دکھا دی جائے جس سے ان کی ساری وھم پرستیوں کا بطلان ھو جائے. مثلاً ایک بچہ چڑیا کو دیکھ کر ڈرنے لگتا ھے. تم ھزار اسے سمجھاؤ کہ چڑیا کاٹتی نہیں، لیکن وہ ماننے والا نہیں. اب ایک دانش مند آدمی کیا کرے گا؟ یہ کرے گا کہ دلیلوں کی جگہ مشاھدے سے کام لے گا. =

=پھر اپنی شکست کے خیال نے غم و غصے کی شکل اختیار
کر لی ہوگی ۔ فتح مند آدمی اتنا غضب ناك نہیں ہوتا جتنا
شکست خوردہ ہو جاتا ہے ، خصوصاً جب کہ یہ شکست
سخت ذلت و ندامت کی شکست ہو ۔ اب پجاریوں کے لیے
سب سے زیادہ ضروری بات یہ تھی کہ معاملے کی شناعت
عامة الناس سے پوشیدہ رکھی جائے ۔ اگر انھیں معلوم
ہوگیا کہ ابراھیم نے پہلے چیلنج دے دیا تھا اور پھر کر کے
دکھا دیا تو ان کے عقیدے فوراً متزازل ہو جائیں گے ۔ پس
دکھاوے کے لیے پجاریوں نے ایسا انداز اختیار کرلیا گویا
ابراھیم والی بات کی انھیں خبر ھی نہیں ۔ آپس میں پوچھنے
لگے: یہ شرارت کس نے کی ھے ؟ جس کسی نے کی ھے
وہ بڑا ھی مجرم ھے ۔ وہ دیوتاؤں کے سخت عذاب کا مستحق
ہوگا ۔ اس پر بعض دکھاوے کے لیے بول اٹھے " سمعنا
فتیً یذکرھم یقال له ابرٰھیم " ھمارے سننے میں آیا ھے
ایك نوجوان ان مورتیوں کے بارے میں کچھ باتیں
کہتا تھا ۔ غالباً اسی نے کیا ہو ۔ اسے ابراھیم کہہ کر پکارتے
ھیں ۔ غور کرو ! کہنے والا اب بھی یہ نہیں کہتا کہ اس نے
مورتیوں کے خلاف ایك داؤ کھیلنے کی دھمکی دی تھی ،
بلکہ صرف " یذکرھم " کہہ کے چپ ہو جاتا ھے ۔ کیوں کہ
کوشش یہ ھے کہ اصل معاملہ عوام سے چھپایا جائے =

= اسے اس کی مہلت ہی کب ملے گی؟ نہیں معلوم کیا سے کیا ہو جائے!

• چیلنج دیا پھر کر کے دکھا دیا

لیکن حضرت ابراہیم اپنے فیصلے کا اعلان کر چکے تھے اور اسے کر کے دکھا دینا تھا۔ جونہیں معبد خالی ہوا انہوں نے ایک ایک کر کے تمام بت توڑ دیے، صرف بڑے بت یعنی "شمش" کو چھوڑ دیا۔ اس میں مصلحت یہ تھی کہ "لعلهم الیه یرجعون"، اگر یہ باقی رہے گا تو شاید اس کی طرف لوگ رجوع کریں۔ یعنی یہ سوال اٹھایا جا سکے کہ اس کے سامنے بتوں پر آفت آئی اور خود یہ بھی کہ "رب الارباب" تھا، کچھ نہ کر سکا۔ اب اسی سے بتوں کی تباہی کی کہانی سن لی جائے!

• پجاریوں کی حیرانی اور پھر تجاہل

جب لوگ واپس آئے اور انہوں نے دیکھا جو بات ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آتی تھی وہ وقوع میں آگئی اور سچ مچ کو ابراہیم نے سارے بت پاش پاش کر دیے تو غور کرو! ان کے دل و دماغ کا کیا حال ہوا ہوگا اور ایسی حالت میں کیا ہونا چاہیے؟ پہلے حیرت چھائی ہوگی کہ یہ کیا سے کیا ہو گیا! کیا یہ مقدس مورتیاں اس طرح توڑ پھوڑ ڈالی جا سکتی تھیں! پھر حضرت ابراہیم کی ساری باتیں سامنے آ گئی ہوں گی۔ صاف نظر آ گیا ہوگا کہ اس بارے میں سچا وہی نکلا، ہم جھوٹے ہوئے۔ =

= کہا تھا اور اس طرح اصل مسئلے کی جگہ ایک دوسری بات میں سوال وجواب ہونے لگتا۔ پس انہوں نے جواب میں حجت الزامی کا ایسا طریقہ اختیار کیا کہ رد وکد کے سارے دروازے بند ہوگئے اور حقیقت آشکارا ہوگئی: "بل فعله کبیرهم هذا فسئلوهم ان کانوا ینطقون"، بلکہ اس سب سے بڑے بت "شمش" نے کیا ہے، جس کے آگے تم ہمیشہ اپنے سوالات پیش کرتے رہتے ہو اور پھر کہتے ہو کہ اس کی پراسرار صدائیں تمہیں (یعنی تم پجاریوں کو) سنائی دیتی ہیں۔ یہ ابھی زندہ سلامت موجود ہے۔ اگر فی الحقیقت مورتیاں سوالوں کا جواب دیا کرتی ہیں تو اسی مورتی سے پوچھ لو۔ مجھ سے کیوں سوال کرتے ہو؟

پجاریوں کا اعتراف پر مجبور ہونا

یہ جواب سنتے ہی سب پر سناٹا چھا گیا، کیوں کہ اس کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ نہ تو یہ کہہ سکتے تھے کہ مورتی سے امید جواب نہیں، نہ مورتی سے سوال ہی کر سکتے تھے! ادھر عوام نتیجے کے منتظر تھے۔ "فرجعوا الی انفسهم"۔ "انفسهم" یعنی پجاریوں کی جماعت عوام سے الگ ہوکر آپس میں باتیں کرنے لگی اور چوں کہ اب حضرت ابراهیم کا تیر ٹھیک نشانے پر لگ چکا تھا، اس لیے انہیں اقرار کرنا پڑا "فقالوا انکم انتم الظلمون"، بلاشبہ حق سے نافرمانی کرنے والے ہم ہی ہیں۔ ٹھیک بات تو وہی ہے =

=جو اس حادثۂ عظیم کی خبر سنکر وہاں جمع ہو گئے تھے اور جس کا پتا "فاتوا بہ علی اعین الناس" سے لگتا ہے، یعنی پجاریوں نے کہا: ابراہیم کو یہاں لوگوں کے سامنے لاؤ. بہر حال حضرت ابراہیم بلائے گئے. وہ اب تمام مجمع کے سامنے کھڑے ہیں. مجمع میں پجاری اور عوام دونوں ہیں پجاریوں کو سب کچھ معلوم ہے، عوام کو تفصیلات معلوم نہیں.

حضرت ابراہیم کا مجمع عام میں آنا اور پجاریوں سے مکالمہ

اب وہ وقت آگیا ہے کہ حضرت ابراہیم نے انکشاف حقیقت کا جو طریقہ اختیار کیا تھا اس کا نتیجہ آشکارا ہو جائے اور جس حقیقت کے اعتراف سے لوگوں کو انکار تھا وہ خود انہیں کے حلقوں سے اگلوالی جائے. اور دیکھو! کیسے صاف اور قدرتی طریقے سے حضرت ابراہیم اپنی اس عملی اور وقوعی حجت کی سلطانی کا اعتراف کراتے ہیں! پجاریوں نے دکھاوے کے لیے بے خبر بن کر پوچھا "أنت فعلت ھذا بآلھتنا یا ابرٰھیم" کیا ہمارے معبودوں کے ساتھ تونے یہ حرکت کی ہے؟ اب اگر حضرت ابراہیم ان کے جواب میں کہتے: میں تمہیں پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ ایسا کروں گا. اس میں پوچھنے کی بات کیا ہے؟ تو انہیں رد و کد کرنے کا موقع مل جاتا. مثلاً وہ عوام کے سامنے انکار کر دیتے کہ تم نے کبھی ایسا نہیں=

= کو اپنے قبضہ و اقتدار میں رکھنے کے لیے مندروں کی معجزانہ قوتیں برابر بڑھاتے رہتے تھے ۔ چنانچہ مختلف طریقے کام میں لا کر لوکوں کو یقین دلاتے کہ مورتیاں بولتی ہیں ۔ سوالوں کا جواب دیتی ہیں ۔ ندرانے قبول کرتی ہیں ۔ ہر طرح کے عجائب و خوارق شب و روز ان سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں ۔ حضرت ابراہیم کا اصلی خطاب انہیں پجاریوں سے تھا ۔ وہ گھر کے بھیدی تھے ، کیونکہ خود ان کا چچا مندر کے پجاریوں میں سے تھا اور اس طرح وہاں کے تمام حالات سے با خبر ہونے کا پورا موقع انہیں حاصل ہوگیا تھا ۔ انہوں نے چاہا عوام کے سامنے حقیقت حال کا پجاریوں سے اعتراف کرائیں اور انہوں نے اعتراف کراکے چھوڑا ۔ پس ان کے اس قول کا کہ ''ان کانوا ینطقون'' یہ مطلب سمجھنا چاہیے کہ اگر مورتیوں کی پر اسرار نداؤں کی وہ بات ٹھیک ہے جس کا تم عوام کو یقین دلاتے رہتے ہو تو اس بڑے بت سے نداء حق کا مطالبہ کرو ۔ اگر یہ ہمیشہ تمہارے سوالوں کا جواب دیتا ہے تو آج کیوں نہ دے ؟ اور ایسے موقع پر کیوں نہ دے جب تمام مندر تہ و بالا ہوگیا ہے ؟ یعنی یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر بت عام طور پر نطق و کلام کرتے ہیں تو ان سے بات کرالو ۔ کیونکہ =

= جو ابراهیم کہہ رہا ہے ۔ بالآخر مجبور ہوے کہ جو بات حضرت ابراهیم ان سے کہلوانی چاہتے تھے وہ سر جھکا کر دبی زبان سے کہہ دیں : " لقد علمت ما ھؤلاء ینطقون " ، " لقد علمت " یعنی یہ حقیقت تو تجھے معلوم ہی ہو چکی ہے کہ مورتیوں کی صداؤں اور مندر کے ہاتف غیبی کے جوابوں کا معاملہ وہ نہیں ہے جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے ، مورتیاں بولا نہیں کرتیں ، پھر تیرا یہ کہنا کہ بڑے بت سے پوچھ کر فیصلہ کرو ، کیا معنی رکھتا ہے؟ تب حضرت ابراهیم نے تمام مجمع سے مخاطب ہو کر نداء حق بلند کر دی " افتعبدون من دون اللہ ما لا ینفعکم شیئاً ولا یضرکم * اف لکم و لما تعبدون من دون اللہ ط افلا تعقلون " (٦٦ و ٦٧)، جب ان مورتیوں کے نطق و الہام کے سارے قصے من گھڑت ہیں اور ان کے عجز و درماندگی کا یہ حال ہے جو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو تو پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر ان کی پرستش پر جم گئے ہو! کیا اتنی موٹی بات بھی سمجھ نہیں سکتے؟

تفسیر " ان کانوا ینطقون "

ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں کہ کالڈیا (Chaldea) میں پجاریوں کی خاص جماعت پیدا ہو چکی تھی اور بت پرستی کی تاریخ میں اصلی کار فرما جماعت ہمیشہ یہی رہی ہے ۔ یہ لوگ عوام سے الگ ہو جاتے تھے اور پھر عوام کو =

= بتوں کو انھوں نے کچھ چوری چھپے نہیں توڑا تھا کہ خلاف واقعہ بات کہہ کے اسے چھپانا چاھتے. تمام پجاریوں کے سامنے صاف صاف اعلان کر دیا تھا اور اعلان بھی اس تاکید کے ساتھ کہ "تاللہ لاکیدن اصنامکم"، خدا کی قسم! میں ضرور تمہارے بتوں کو اپنے داؤ کا نشانہ بناؤں گا. پھر جو بات اس طرح صاف صاف کہہ دی گئی ہو اور علانیہ کی گئی ہو، اس میں جھوٹ بولنے کی بات کہاں سے نکل آئی! باقی رہا ان کا یہ کہنا کہ "بل فعلہ کبیرھم ھذا" تو ظاھر ھے کہ ایک لمحے کے لیے بھی اس سے مقصود انکار فعل نہیں ہو سکتا. کیوں کہ فعل کا تو وہ پہلے سے اعلان کر چکے تھے اور خود پوچھنے والوں میں ایک ایک فرد جانتا تھا کہ انھیں کا کیا دھرا ھے. بالکل کھلی ھوئی بات ھے کہ یہ محض حجت الزامی تھی اور حجت الزامی کا وہ طریقہ جسے ھمارے مناطقہ "فرض الباطل مع الخصم حتی تلزمہ الحجۃ" سے تعبیر کرتے ھیں. صدق و کذب کا سوال یہاں کیوں کر پیدا ھو سکتا ھے.

اثبات کذب کے لیے ایک غلط توجیہ

چوں کہ ھمارے مفسروں کے سامنے ایک روایت موجود تھی اور اس کی تعمیل میں ضروری سمجھتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح جھوٹ کی بات بن جائے، اس لیے =

= بتوں کا عام طور پر آدمیوں کی طرح بات نہ کرنا تو عام طور پر مسلم تھا ۔ کوئی بھی یہ عقیدہ نہیں رکھتا تھا کہ یہ ہماری طرح بولنے چالتے ہیں ۔

حضرت ابراھیم کی یہ بات عوام کے دلوں میں قطعًا اتر گئی ہوگی ۔ ہر شخص بول اٹھا ہوگا کہ بات ٹھیک کہہ رہا ہے ۔ بڑی مورتی سے اس حادثے میں کیوں نہ رحوع کیا جائے ۔

لیکن حب ابراھیم نے مجمع عام میں بت پرستی کے حلاف وعظ شروع کردیا تو پجاری ڈرے اور انہوں نے چاھا عوام کے بت پرستانہ حذبات بھڑکا کر اپنا کام نکال لیں ۔ انہوں نے کہا " حرقوہ و انصروا آلھتکم ان کنتم فعلین" اسے زندہ آگ میں حلادو ۔ کیونکہ تمام قدیم قوموں میں دستور تھا کہ مذھبی اور سیاسی مجرموں کو زندہ حلا دینے کی سزا دیا کرتے تھے ۔ چنانچہ کالڈیا میں آخری زمانے تك یہی دستور رھا ۔ کتاب دانیال سے معلوم ہوتا ہے کہ کالدیوں نے ان یہودیوں کو زندہ جلا دینا چاھا تھا جنھوں نے بادشاہ کی معبودیت سے انکار کردیا تھا ۔

اب غور کرو ! اس تمام سرگذشت میں کونسی بات ایسی ہے جس سے حضرت ابراھیم کا جھوٹ بولنا نکلتا ہو؟

فرض الباطل مع العلم کذب نہیں ہے

= منسوب ہے اور جسے امام رازی نے بھی دھرایا ہے۔ یعنی ہمارے لیے یہ تسلیم کر لینا نہایت آسان ہے کہ ایک غیر معصوم راوی سے فہم و تعبیر حدیث میں غلطی ہو گئی بمقابلے اس کے کہ ایک معصوم اور برگزیدہ پیغمبر کو جھوٹا تسلیم کرلیں۔ اگر ایک راوی کی جگہ سینکڑوں راویوں کی روایت بھی ناقص ٹھیر جائے تو بہر حال غیر معصوم انسانوں کی غلطی ہو گی، لیکن اگر ایک معصوم پیغمبر کو بھی غلط بیان تسلیم کر لیا گیا تو نبوت و وحی کی ساری عمارت درہم برہم ہو گئی۔

"صحت" اور "عصمت"

بلا شبہ روایت صحیحین کی ہے، لیکن اس تیرہ سو برس کے اندر کسی مسلمان نے بھی راویان حدیث کی عصمت کا دعوی نہیں کیا ہے، نہ امام بخاری و مسلم کو معصوم تسلیم کیا ہے۔ کسی روایت کے لیے بڑی سے بڑی بات جو کہی گئی ہے وہ اس کی "صحت" ہے، "عصمت" نہیں ہے اور "صحت" سے مقصود صحت مصطلحۂ فن ہے، نہ کہ صحت قطعی و یقینی مثل صحت قرآن۔ پس ایک روایت پر صحت کی کتنی ہی مہریں لگ چکی ہوں، لیکن بہر حال غیر معصوم انسانوں کی ایک شہادت اور غیر معصوم ناقدوں کا ایک فیصلہ ہے۔ ایسا فیصلہ ہر بات کے لیے مفید حجت ہو سکتا ہے، مگر یقینیات =

اصل رد و قبول

=انھوں نے کوشش کی کہ جو بات قرآن میں نہیں ہے وہ محذوف بنا کر بڑھا دی جائے. چنانچہ وہ حضرت ابراھیم کے قول ''تاللہ لا کیدن اصنامکم'' کو سلسلۂ بیان سے الگ کر لیتے ھیں اور کہتے ھیں: یہ بات انھوں نے مخاطبوں سے نہیں کی تھی، اپنے جی میں کہی تھی. یعنی ان کا اعلان نہ تھا، جی ھی جی میں ایک سازش سوچی تھی. لیکن یہ محض رائے سے قرآن کے مطالب میں اضافہ کرنا ھے. قرآن میں یہ کہیں نہیں ھے کہ حضرت ابراھیم نے اپنے جی میں کہا تھا. وہ تو صاف صاف کہہ رھا ھے کہ موقع مخاطبہ اور مکالمہ کا تھا اور جب پجاریوں نے یہ بات کہی کہ ''اجئتنا بالحق ام انت من اللعبین'' تو اس کے جواب میں حضرت ابراھیم نے اعلان کیا. علاوہ بریں اس طرح کے محذوفات جبھی تسلیم کیے جا سکتے ھیں جب کہ کوئی قطعی قرینہ موجود ھو. یہاں بجز اس ضرورت کے کہ حضرت ابراھیم کو کذب گو بنایا جائے اور کوسی ضرورت لاحق ھو گئی ھے کہ یہ محذوف گھڑ لیا گیا.

روایت صحیحین

باقی رھی صحیحین (١٠٧) کی روایت کہ ''لم یکذب ابراھیم فی شیء قط الا ثلاث کلھن فی اللہ الخ'' تو اگرچہ اس کی توجیہ و تاویل کی بہت سی راھیں لوگوں نے کھول لی ھیں، مگر صاف بات وھی ھے جو امام ابو حنیفہ کی طرف=

= مان لینے سے نہ تو آسمان پھٹ پڑے گا اور نہ زمین شق ہو جائے گی ۔

صحیحین کے باب میں افراط و تفریط

اصل یہ ہے کہ ہر گوشے کی طرح اس گوشے میں بھی متأخرین افراط و تفریط میں پڑ گئے ہیں اور اس کی وجہ سے عجیب عجیب الجھاؤ پیش آرہے ہیں ۔ ایک طرف فقہاء حنفیہ ہیں جنھوں نے یہ دیکھ کر کہ صحیح بخاری و مسلم کی مرویات کی زد ان کے مذہب پر پڑ رہی ہے ، اس امر کی کوشش شروع کر دی کہ ان دونوں کتابوں کی صحت کی قوت کسی نہ کسی طرح کم زور کی جائے ۔ چنانچہ ابن ہمام وغیرہ نے اس طرح کے اصول بنانا شروع کر دیے کہ صحیحین کی ترجیح صحیحین کی وجہ سے نہیں ہے ، بلکہ محض ان کی شروط کی وجہ سے ہے ۔ پس اگر کسی دوسری کتاب کی روایت بھی ان شرطوں پر اتر آئی تو قوت میں صحیحین کی روایت کے ہم پلہ ہو جائے گی ۔ حالانکہ صحیحین کی ترجیح محض ان کی شروط کی بنا پر نہیں ہے ، بلکہ "شہرت" اور "قبول" کی بنا پر ہے اور اس پر تمام امت کا اتفاق ہو چکا ہے ۔ دوسری طرف عامۂ اصحاب حدیث ہیں جنھوں نے اس باب میں ٹھیک ٹھیک تقلید کی وہی چادر اوڑھ لی ہے جو فقہاء مقلدین کے سروں پر انھوں نے دیکھی تھی اور اسے =

= و قطعیات کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ جب کبھی ایسا ہو گا کہ کسی راوی کی شہادت یقینیات قطعیہ سے معارض ہو جائے گی تو یقینیات اپنی جگہ سے نہیں ہلیں گے، غیر معصوم کو اپنی جگہ چھوڑنی پڑے گی۔

نبوت اور سچائی لازم و ملزوم ہیں

نبی کا سب سے بڑا وصف جو قرآن نے بتلایا ہے وہ اس کی سچائی ہے اور احتیاج تفصیل نہیں۔ نبوت ایک سیرت ہے جو صرف سچائی ہی سے بنتی ہے اور صرف سچائی ہی کے سانچے میں ڈھل سکتی ہے۔ ایک نبی کسی بات سے عاجز نہیں ہوتا مگر اس بات سے کہ سچ نہ بولے۔ حقیقت اور سچائی کے خلاف جو کچھ ہے خواہ کسی شکل اور کسی درجے میں ہو، نبوت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ اگر نبوت ہو گی تو سچائی بھی ہو گی، اگر سچائی نہیں ہے تو نبوت بھی نہیں۔ پس انبیاء کرام کی سچائی اور عصمت یقینیات دینیہ و نقلیہ میں سے ہے۔ روایات کی قسموں میں سے کتنی ہی بہتر قسم کی کوئی روایت ہو بہر حال ایک غیر معصوم راوی کی شہادت سے زیادہ نہیں اور غیر معصوم کی شہادت ایک لمحے کے لیے بھی یقینیات دینیہ کے مقابلے میں تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ ہمیں ماننا پڑے گا کہ یہ اللہ کے رسول کا قول نہیں ہو سکتا، یقیناً یہاں راویوں سے غلطی ہوئی ہے۔ اور ایسا =

= ایك ایك لفظ پر هر طرح کی بحثیں کی هوں ، هر طریقے سے جانچا هو ، هر طرح کی نگاهیں رد و قبول کی ڈالی هوں ، زیادہ سے زیادہ موافق و مخالف شرحیں لکھی هوں ، زیادہ سے زیادہ درس و تدریس میں مانجھتے رهے هوں اور پھر بھی اس کی مقبولیت یك قلم بے داغ رهی هو. چوں که یه دو باتیں تاریخ اسلام میں صرف انهیں دو کتابوں کے حصے میں آئی هیں ، و لیس لهما ثالث ، اس لیے ان کی هستی بجائے خود ایك دلیل صحت هو گئی هے. اور بلا شبه جب کبھی اختلاف هو گا تو صحیحین کی روایت محض اس لیے بھی قوی تر سمجھی جائے گی که وہ صحیحین کی روایت هے. دوسرے مجامیع کی روایات کتنی هی شروط بخاری و مسلم پر نکال کر دکھا دی جائیں ، لیکن وہ اس کی قوت کا هم پله نهیں هو سکتیں .

(ب) لیکن یه جو کچھ هے ان کی صحت کا اعتقاد هے ، یعنی ایسی صحت کا جیسی اور جس درجے کی صحت ایك غیر معصوم انسان کے اختیارات کی هو سکتی هے ، عصمت کا اعتقاد نهیں هے . اور اس لیے اگر کوئی روایت شاذ یقینیات قطعیه قرآنیه سے معارض هو جائے گی تو هم ایك لمحے کے لیے بھی اس کی تضعیف میں تامل نهیں کریں گے ، کیوں که اصل هر حال میں قرآن هے جس کا تواتر یقینی =

= پارہ پارہ کر دینا چاہا تھا۔ ان کے سامنے جو نہیں بخاری و مسلم کا نام آ جاتا ہے بالکل درماندہ ہو کر رہ جاتے ہیں اور پھر کوئی دلیل و حجت بھی انہیں اس پر تیار نہیں کر سکتی کہ اس کی کسی روایت کی تضعیف پر اپنے آپ کو راضی کر سکیں۔

یہ محل تفصیل کا نہیں، لیکن چونکہ ایک اہم اور اصولی سوال ہے اس لیے ضروری ہے کہ مختصراً اشارات کر دیے جائیں۔ پس اس باب میں تحقیق کی راہ یہ سمجھنی چاہیے کہ:

مسالک تحقیق

(۱) قرآن کے بعد دین کی ان تمام کتابوں میں جو انسانوں کی ترتیب دی ہوئی ہیں سب سے زیادہ صحیح کتاب جامع بخاری اور جامع مسلم ہے اور ان کی ترجیح محض ان کی شروط ہی کی بنا پر نہیں ہے بلکہ شہرت اور قبول کی بنا پر ہے۔ "شہرت" یہ کہ ایک کتاب علم و نظر کے تمام عہدوں اور طبقوں میں عالمگیر طور پر مشہور رہی ہو اور اہل علم نسلاً بعد نسل اس کی صحت و فضیلت پر مہریں لگاتے رہے ہوں۔ "قبول" یہ کہ وہ تمام امت کی نظر و بحث کا مرکز بن گئی ہو۔ ہر عہد اور ہر طبقے میں بے شمار ناقدوں اور محققوں نے اس کی ایک ایک روایت، ایک ایک راوی، ایک ایک متن، =

= اپنی بیوی سارہ کو بہن کہا تھا . آخری بات قرآن میں کہیں نہیں ہے ، تورات میں ہے اور ہم اس کے موجودہ نسخے کی صحت کے ذمہ دار نہیں . باقی رہا " انی سقیم " والا قول تو اس کی شرح الصّٰفّٰت میں ملے گی . یہاں اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ اس کا کوئی مطلب بھی ٹھہرایا جائے لیکن اس میں جھوٹ کا پہلو کہاں سے نکل آیا ؟ ایک شخص نے کہا " میں سقیم ہوں " ، پھر کیوں اسے جھوٹ پر محمول کیا جائے ؟

ہم نے یہاں اصل واضح کر دی ، لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ روایت مشہورہ کے متن و اسناد پر نظر ڈالی جائے . اس کے لیے " البیان " کا انتظار کرنا چاہیے .



=اور حس کی قطعیت شك و شبہہ سے بالا تر ہے۔ ہر انسانی شہادت اس پر کسی جائے گی۔ وہ کسی غیر معصوم شہادت اور رائے پر کسا نہیں جا سکتا کہ:

غرض اندر میان سلامت اوست

اور پھر ہم دیکھ رہے ہیں کہ محققین حدیث نے اس باب میں کبھی ارباب جمود و تقلید کا شیوۂ اعمی اختیار نہیں کیا۔ یہ بخاری کی روایت ”اسریٰ“ شریك بن عبد اللہ بن ابی نمر والی ہے (١٠٨) حس کی نسبت تمام محققین نے بے تامل تصریح کر دی کہ شریك کو غلط فہمی ہوئی اور صحیح بات وہی ہے حو مسلم کی روایت انس بن مالك میں ہے۔ اسی طرح صحیح مسلم کی حدیث ”خلق اللہ التربۃ یوم السبت“ (١٠٩) کی نسدت تمام محققین نے اتفاق کیا اس کا رفع ثابت نہیں اور اسرائیلیات سے ماخوذ ہے۔ پھر اگر اسی طرح صحیحین کی یہ روایت بھی رد کر دی گئی کہ ابراہیم خلیل کی صداقت رد نہ کرنی پڑے تو کونسی قیامت ٹوٹ پڑے گی!

قال ”انی سقیم“

اس روایت میں حضرت ابراہیم کی تین باتوں کو ”کذب“ سے تعبیر کیا گیا ہے: ایك تو یہی بات۔ دوسری وہ جو سورۂ الصّٰفّٰت میں ہے ”فقال انی سقیم“ (٣٧ : ٨٩)۔ تیسری یہ کہ انہوں نے بادشاہ مصر کے آگے=

سُکٰرٰی وَمَا هُمْ بِسُکٰرٰی دودھ پیتا بچہ بھول جائیں گی،
وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ ۲ حاملہ عورتیں (وقت سے پہلے)
اپنا حمل گرا دیں گی. لوگوں کو تم اس حال میں دیکھو گے
کہ بالکل متوالے ہو گئے، حالانکہ وہ متوالے نہیں ہوے،
مگر اللہ کے عذاب کی ہول ناکی بڑی ہی ہول ناک ہے (جس نے
انہیں متوالوں کی طرح بے ہوش کر دیا) ۲.

۱ و ۲ - سورت کی ابتدا حیات اخروی کے اثبات
اور قیامت کی ہول ناکیوں کی تذکیر سے ہوئی ہے.
غور کرو! صرف ایك آیت کے اندر اس ہول ناك ترین حادثۂ
کائنات کی کیسی کامل تصویر کھینچ دی ہے!

ماں کی محبت سے بڑھ کر طبیعت انسانی کا کوئی علاقہ
نہیں اور اس محبت کے جوش کی سب سے زیادہ تیزی
اس وقت ہوتی ہے جب بچہ دودھ پیتا ہوتا ہے اور ہر
وقت ماں کی چھاتی سے لگا رہتا ہے. پس ہول ناکی
کی شدت کی یہ کس درجہ حقیقی اور فطری تصویر ہے
کہ ماؤں کو اپنے دودھ پیتے بچوں تك کا ہوش نہ رہا.
دہشت میں ایسی کھوئی گئیں کہ اپنی گود کے بچوں کو
بھول گئیں! جس کی ہول ناکی کا یہ حال ہو اس سے بڑھ کر
طبیعت بشری کے لیے اور کونسی ہول ناکی ہو سکتی ہے؟ =

سورة الحج - ٢٢

مدنية و هی ثمان و سبعون اٰیة

مدنی، ٧٨ آیات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا	لوگو! اپنے پروردگار (کے
رَبَّكُمۡ‌ۚ اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ	عذاب سے) ڈرو. یقین کرو!
شَىۡءٌ عَظِيۡمٌ ۱	آنے والی گھڑی کا بھونچال
بڑا ہی سخت واقعہ ہوگا!!	
يَوۡمَ تَرَوۡنَهَا تَذۡهَلُ كُلُّ	جس دن وہ تمہارے سامنے
مُرۡضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرۡضَعَتۡ	آموجود ہوگی اس دن (کسی
وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ	کو کسی کا ہوش نہیں رہے گا)،
حَمۡلَهَا وَتَرَى النَّاسَ	دودھ پلانے والی مائیں اپنا

كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ وَيَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ﴿٤﴾

شیطان کے لیے یہ بات لکھ دی گئی ہے کہ جو کوئی اس کا رفیق ہوا وہ ضرور اسے گم راہی میں ڈالے گا اور عذاب جہنم تک پہنچا کر رہے گا ٤.

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ وَنُقِرُّ فِي

لوگو! اگر تمھیں اس بارے میں شك ہے کہ آدمی (دوبارہ) جی اٹھے گا تو (اس بات پر غور کرو!) ہم نے تمھیں (کس چیز سے) پیدا کیا؟ مٹی سے. پھر (تمھاری پیدایش کا سلسلہ کس طرح جاری ہوا؟) اس

٣ـ قرآن نے جا بجا انسان کی ایك ذہنی حالت کو جدال فی اللہ بغیر علم سے تعبیر کیا ہے. تشریح اس کی آخری نوٹ میں ملے گی.

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۙ ۳

اور (دیکھو!) کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور ان کے پاس کوئی علم نہیں۔ وہ ہر سرکش شیطان کے پیچھے ہو لیتے ہیں ۳ .

= اس کے بعد فرمایا: حاملہ عورتیں کہ ابھی ان کے وضع حمل کا وقت نہیں آیا، شدت ہول سے بے اختیار جنین گرا دیں گی۔ اور یہ دہشت کی انتہا ہے! جسم انسانی پر اس سے زیادہ دہشت کا کوئی اثر نہیں ہوسکتا۔

اور لوگ کس حال میں ہوں گے؟ ایسے جیسے متوالے ہوگئے ہوں۔ یہ حالت فی الحقیقت متوالے ہونے کی حالت نہ ہوگی، بلکہ ہول ناکی کی شدت انہیں مخبوط الحواس کر دے گی!

گزشتہ جنگ میں جب جرمن فوج نے لیژ (Liege) اور اینٹورپ (Antwerp) پر گولہ باری کی تھی تو وہاں کے بہت سے باشندے بالکل پاگل ہو گئے تھے۔ اگر گولہ باری کی ہول ناکی کا یہ اثر ہوتا ہے تو اس حادثے کا اثر کیسا ہوگا جس میں اجرام سماویہ ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے۔

طاری کرتے ہیں کہ بالآخر) اپنی جوانی کی عمر کو پہنچ جاتے ہو. پھر تم میں کوئی تو ایسا ہوتا ہے جو (بڑھاپے سے پہلے ہی) مر جاتا ہے، کوئی ایسا ہوتا ہے جو (بڑھاپے تک پہنچتا اور اس طرح) عمر کی نکمی حالت کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے کہ سمجھ بوجھ کا درجہ پا کر پھر ناسمجھی کی حالت میں پڑ جائے. اور تم دیکھتے ہو کہ زمین سوکھی پڑی ہے. پھر جب اس پر پانی برسا دیتے ہیں تو اچانک لہلہانے اور ابھرنے لگتی ہے. ہر قسم کی روئیدگیوں میں سے حسن و خوبی کا منظر اگ آتا ہے! ٥

---

٥ - پیدایش سے پہلے جنین پر جو مختلف حالتیں طاری ہوتی ہیں ان کی طرف یہاں اشارہ کیا ہے:

"نطفة" لغت میں پانی کے ایک قطرے کو کہتے ہیں. چوں کہ جنین کی تکوین کا ابتدائی مادہ پانی کے چند قطروں کی طرح ہوتا ہے، اس لیے اسے نطفہ کہنے لگے.

"علقة" جمے ہوئے خون کے لوتھڑے کو بھی کہتے ہیں اور جونک کو بھی.

"مضغة" کے معنی ہیں گوشت کا ایک ٹکڑا.

"مخلقة" یعنی اس ٹکڑے میں شکل و صورت کی شان کا پیدا ہو جانا. =

الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ
مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا
ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ
وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى
وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى
اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ
مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ
وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ
اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ
اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ
مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝

طرح که پهلے نطفه هوتا هے ،
پهر "علقه" بنتا هے (یعنی
خون کی طرح کی ایك چیز)،
پهر متشکل اور غیر متشکل
گوشت کا ایك ٹکڑا . اور یه
اس لیے هوتا هے که تم پر
(اپنی قدرت کی کار فرمائیاں)
واضح کر دیں . پهر (دیکهو!)
جس نطفے کو هم چاهتے هیں
(تکمیل تك پهنچائیں) اسے
عورت کے رحم میں ایك

مقرره وقت تك ٹهیرائے رکهتے هیں . پهر (جب نطفه تکمیل کے
تمام اندرونی مراتب طے کر لیتا هے تو) طفولیت کی حالت میں
تمهیں باهر نکالتے هیں . پهر تم (پر یکے بعد دیگرے ایسی حالتیں

وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا لا وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ ٧	اور اس کی کہ اللہ ضرور انہیں اٹھا کھڑا کرے گا جو قبروں میں پڑ گئے (یعنی مر گئے) ۷ ۔
وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝ لا ٨	اور (دیکھو!) کچھ لوگ ایسے ہیں کہ نہ تو ان کے پاس علم کی کوئی روشنی ہے، نہ کسی طرح کی رہ نمائی، نہ کوئی کتاب روشن ۸ ۔
ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ نُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ٩	مگر گھمنڈ کرتے ہوے اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں تا کہ لوگوں کو اس کی راہ سے بھٹکادیں ۔

ایسے آدمی کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی رسوائی ہے اور قیامت کے دن بھی ہم اسے عذاب آتش کا مزہ چکھائیں گے ۹ ۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ	یہ اس بات کی دلیل ہے کہ
وَ اَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ	اللہ کی ہستی ایک حقیقت ہے
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ ٦	اور وہ بلا شبہ مردوں کو

زندہ کر دیتا ہے اور وہ ہر بات پر قادر ہے ۔ نیز اس بات کی کہ مقررہ گھڑی آنے والی ہے ، اس میں کسی طرح کا شبہ نہیں ٦ .

= ”غیر مخلقة“ بگڑ کے رہ جانا اور متشکل نہ ہونا .

پیدایش کے بعد کی تین حالتیں بیان کی ہیں : طفولیت ، رشد و عقل ، اردل العمر ، یعنی بڑھاپا . بڑھاپے کو عربی میں ”ارذل العمر“ کہتے ہیں ، کیوں کہ اس عمر میں تمام قوتیں حواب دے دیتی ہیں اور طاقت کے بعد پھر کم زوری و بے بسی کا عہد طاری ہو حاتا ہے .

اس کے بعد اس کی تعلیل واضح کر دی کہ یہ رشد و عقل کے بعد پھر طفولیت کی نادانی و بے عقلی کی طرف لوٹ جانا ہے . گویا انسان کی عمر طفولیت کی نادانی سے شروع ہوتی ہے ، اور بتدریج بڑھتے بڑھتے رشد و عقل کے بلوغ و کمال تک پہنچ جاتی ہے . اس کمال کے بعد پھر زوال شروع ہو جاتا ہے اور جس حالت سے عمر چلی تھی اسی کی طرف لوٹ آتی ہے .

يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝۱۲

وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کو (اپنی حاجت روائی کے لیے) پکارتے ہیں جو نہ تو انہیں نقصان پہنچا سکتی ہیں نہ نفع ۔ یہی گم راہی ہے جسے سب سے زیادہ گہری گم راہی سمجھنا چاہیے ۱۲ ۔

۱۱ و ۱۲ - قرآن نے ہر جگہ یہ حقیقت واضح کی ہے کہ ایمان امید اور یقین ہے اور کفر شك اور مایوسی ہے اور وہ بار بار اس بات پر زور دیتا ہے کہ مایوس نہ ہو، امید کا چراغ روشن رکھو، ہر حال میں امید وار فضل و سعادت رہو . یہی مقتضاے ایمان ہے ، یہی سر چشمۂ زندگی ہے ، اسی سے تمام دنیوی اور اخروی کام رانیوں کی دولت حاصل ہو سکتی ہے . اگر مایوس ہو گئے ، اگر مایوسی کی پرچھائیں بھی دل پر پڑنے دی تو پھر یہ زندگی کا خاتمہ ہوگا، دنیا کی نامرادی ہوگی ، عاقبت کا خسران ہوگا !

وہ کہتا ہے : زندگی امید ہے اور موت مایوسی . جونہیں تم نے امید کی شمع جلائی ، زندگی و سعادت کے دائرے میں آگئے . جونہیں یہ شمع بجھ گئی ، موت =

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ ۱۰ ع ۸ ۱

یہ اس کا نتیجہ ہے جو خود تیرے ہاتھوں نے پہلے سے مہیا کر رکھا تھا اور اللہ تو اپنے بندوں کے لیے کبھی ظالم نہیں ہو سکتا ۱۰ ۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ٖ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ٖ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝ ۱۱

اور (دیکھو !) کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ کی بندگی تو کرتے ہیں مگر دل کے جماؤ سے نہیں (۱۱۰) ۔ اگر انہیں کوئی فائدہ پہنچ گیا تو مطمئن ہو گئے ، اگر کوئی آزمایش آلگی تو الٹے پاوں اپنی (کفر کی) حالت پر لوٹ پڑے ۔ وہ دنیا میں بھی نامراد ہوے اور آخرت میں بھی اور یہی ہے جو آشکارا نامرادی ہے ۱۱ ۔

يَدْعُوا لَمَنْ ضَرُّهُ أَقْرَبُ مِنْ نَفْعِهِ ۚ لَبِئْسَ الْمَوْلَىٰ وَلَبِئْسَ الْعَشِيرُ ۝ ۱۳

وہ ایسی ہستی کو پکارتے ہیں جس کے نفع سے زیادہ اس کا نقصان قریب تر ہے (یعنی واضح و آشکارا ہے) . سو کیا ہی برا کارساز ہوا اور کیا ہی برا ساتھی ! ۱۳

=آیت ۱۱ پر غور کرو . انسانی زندگی کی گم راہیوں کی کیسی سچی تصویر ہے ! کتنے ہی آدمی ہیں جو بظاہر خدا پرستی کے دعوے میں کسی سے پیچھے نہیں ہوتے ، لیکن جہاں زندگی کے کسی الجھاؤ میں پڑے اور وہ حسب خواہش دور نہیں ہوا معاً انہوں نے خدا سے منھ موڑ لیا . اور گو زبان سے اقرار نہ کریں ، لیکن ان کی اعتقادی حالت ایسی ہی ہو جاتی ہے کہ اب حاجت براری کے لیے دوسرے آستانے ڈھونڈھنے چاہییں . چنانچہ جو چوکھٹ سامنے نظر آجائے گی فوراً جھک جائیں گے اور اسے اپنی بندگی و نیاز کا کعبہ بنا لیں گے . قرآن کہتا ہے : "ذلك هو الضلال البعيد" یہی گم راہی کی سب سے زیادہ گہری حالت ہے .

۱۳ - آیت ۱۳ میں فرمایا : وہ ایسی ہستیوں کو =

= اور نا مرادی کی ظلمت میں گر گئے !

غور کرو! قرآن جو کچھ کہتا ہے کیا اس کے علاوہ بھی کچھ اس بارے میں کہا جا سکتا ہے ؟ کیا انسانی زندگی کی ساری کام رانیوں اور فتح مندیوں کی اصل و اساس امید ہی نہیں ہے اور کیا نا امیدی سے بڑھ کر کوئی موت کا سر چشمہ ہو سکتا ہے ؟

یہاں آیت ۱۱ میں یہی حقیقت واضح کی ہے ۔ فرمایا: کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی بندگی تو کرتے ہیں مگر اس طرح کہ دل میں جماؤ نہیں ہے اور ایمان کی بنیاد یقین پر نہیں ہے ، زندگی کے عارضی اور وقتی حالات پر ہے ۔ اگر آرام و خوش حالی کی کوئی بات پیش آ گئی تو مطمئن ہو گئے ، مصیبت پیش آ گئی تو اکھڑ گئے ۔ ایسا آدمی نہ تو دنیا کی زندگی میں کام یاب ہو سکتا ہے نہ آخرت میں، کیوں کہ بناء کامیابی یقین اور امید ہے ۔ جو اس روح سے محروم رہا وہ دونوں جگہ نامراد ہو گا اور زندگی کی سب سے نمایاں نامرادی یہی ہے !

پھر فرمایا: زندگی کی ذرا سی مصیبت بھی انہیں اللہ کی طرف سے ہٹا کر دوسری چوکھٹوں پر گرا دیتی ہے ، جہاں نہ ان کے لیے نفع ہے نہ نقصان ۔ اور گم راہی میں سب سے زیادہ گہری گم راہی یہی ہے !

مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ	جو آدمی (مایوس ہو کر) ایسا
يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا	خیال کر بیٹھتا ھے که الله دنیا
وَ الْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ	اور آخرت میں اس کی مدد
بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ	کرنے والا نہیں تو اس کے
لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ	لیے زندگی کی کوئی راہ باقی
يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ۝۱۵	نه رهی ۔ اسے چاهیے ایك رسی

چھت تك لے جا کر باندھ دے اور (اس میں گردن لٹکا کر زمین سے) رشته کاٹ لے، پھر دیکھے اس تدبیر نے اس کا غم و غصه دور کر دیا یا نہیں؟ ۱۵

=حو اسے ان چوکھٹوں پر گرا رھے ھیں! پس نقصان یقینی اور فوری ھوا اور نفع محض مظنون و موھوم ۔

۱۵ - آیت ۱۵ پچھلے بیانات کا خلاصه ھے ۔ فرمایا: حس انسان نے امید و یقین کی جگه شك و مایوسی کی راہ اختیار کی، خواہ دنیا کی زندگی کے لیے ھو خواہ آحرت کے لیے، اسے سمجھ لینا چاهیے که اب اسے زندہ رھنے کا کوئی حق نہیں ۔ ایسے آدمی کے لیے صرف یہی چارۂ کار=

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ	جو لوگ ایمان لائے اور نیك
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	عمل بھی کیے تو ضرور الله
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا	انہیں ایسے باغوں میں
الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ	پہنچائے گا جن کے تلے نہریں
مَا يُرِيْدُ۝۱۴	بہ رھی ھوں گی (اور اس

لیے وہ کبھی خشك ھونے والے نہیں) . الله جو چاھتا ھے کرتا ھے (وہ مالك و مختار ھے) ١٤ .

= پکارنے لگتے ھیں جن کے نفع سے زیادہ ان کا نقصان اقرب ھے . یعنی اگر وہ ذرا بھی سمجھ بوجھ سے کام لیں تو دیکھ لیں ان سے نفع پہنچنے کے لیے تو کوئی دلیل موجود نہیں . لیکن نقصان میں پڑجانا بالکل واضح اور آشکارا ھے ، کونسا نقصان ؟ ایمان و عقل کا نقصان ! اگر ایك انسان اپنے ھی جیسی عاجز و محتاج ھستی کو حاجت روائی کے لیے پکارتا ھے تو حاجت پوری ھو یا نہ ھو لیکن اس کے ایمان و عقل کا تو فوراً خاتمہ ھو ھی گیا . اس نے سچائی اور حقیقت سے منہ موڑا ، نجات و سعادت کی راہ اپنے اوپر بند کرلی . یہ تو ھوا فوری نقصان . باقی رھا نفع تو اس کے لیے کوئی روشنی موجود نہیں ، محض اوھام و ظنون ھیں =

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ۝ ١٦	اور (دیکھو !) اس طرح ہم نے یہ کلام روشن دلیلوں کی شکل میں اتارا اور اس

لیے اتارا کہ اللہ جسے چاہتا ہے (کامیابی کی) راہ پر لگادیتا ہے ۱۶ ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ ١٧	جو لوگ ایمان لائے (یعنی مسلمان)، جو یہودی ہوئے، جو صابی ہیں، جو نصاریٰ ہیں، جو مجوسی ہیں، جو مشرک ہیں، قیامت کے دن ان سب کے درمیان اللہ فیصلہ کردے گا (اور ان کے اعمال کی

حقیقت ظاہر ہوجائے گی) ۔ اللہ (سے کوئی بات چھپی نہیں ۔ وہ) سب کچھ دیکھ رہا ہے ۱۷ ۔

---

۱۷ - اس کے بعد آیت ۱۷ میں فرمایا کہ دنیا =

= رہ جاتا ھے کہ گلے میں پھندا ڈالے اور زندگی ختم کر ڈالے !

سبحان اللہ ! انسانی زندگی کے تمام مسائل اس ایك آیت نے حل کردیے . زندگی امید اور سعی ھے ، موت مایوسی اور ترك سعی ھے . پس اگر ایك بدبخت نے یہ فیصلہ کرلیا کہ خدا کے پاس اس کے لیے کچھ نہیں ، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ، تو پھر اس کے لیے باقی کیا رھا ؟ کیا ھے جس کے سہارے وہ زندہ رہ سکتا ھے اور زندہ رھے تو کیوں زندہ رھے ؟

لیکن نہیں ! ایمان نام ھی امید کا ھے اور مومن وہ ھے جو مایوسی سے کبھی آشنا نہیں ھوسکتا . اس کا دھی مزاج کسی چیز سے بھی اتنا بیگانہ نہیں حس قدر مایوسی سے . زندگی کی مشکلیں اسے کتنا ھی ناکام کریں لیکن وہ پھر سعی کرے گا . لغزشوں اور گناھوں کا ھجوم اسے کتنا ھی گھیرلے لیکن وہ پھر توبہ کرے گا . نہ تو دنیا کی کام یابی سے وہ مایوس ھوسکتا ھے ، نہ آخرت کی نجات سے . وہ جانتا ھے کہ دنیا کی مایوسی موت ھے اور آخرت کی مایوسی شقاوت ھے . وہ دونوں جگہ رحمت الٰہی کو دیکھتا اور اس کی بخششوں پر یقین رکھتا ھے کہ ”لا تقنطوا من رحمة اللہ ط ان اللہ یغفر الذنوب جمیعًا ط انه هو الغفور الرحیم“ (۳۹ : ۵۳) .

جس کسی کو اللہ ذلت میں ڈالے تو پھر کوئی نہیں جو اسے عزت دینے والا ہو۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ۱۸ ۔

= کہ اللہ کا فیصلۂ حق کیا ہوتا ہے ۔ چنانچہ مسلمانوں کے علاوہ ان مذہبی گروہوں کا بھی ذکر کیا جو عرب اور عرب کے جوار میں موجود تھے :

یہودی ، صابی ، مسیحی ، مجوس اور مشرک ، یعنی عرب کے بت پرست ۔

۱۸ - آیت ۱۸ نے واضح کردیا کہ قرآن کے نزدیک اتباع حق کی حقیقت کیا ہے ۔ فرمایا : کائنات ہستی میں جس قدر مخلوق ہے سب اللہ کے احکام و قوانین کے آگے جھکی ہوئی ہے ۔ اجرام سماویہ سے لے کر درختوں اور پتھروں تك کوئی چیز نہیں جس کے لیے اس نے احکام و قوانین نہ ٹھیرا دیے ہوں اور ان کے مطابق ان کی ہستی کا کارخانہ نہ چل رہا ہو ۔ پھر اگر یہاں درخت کے ایك پتے اور پہاڑ کی ایك چٹان کے لیے بھی کسی کے ٹھہرائے ہوے احکام ہیں تو کیا انسان کے لیے نہیں ہوں گے جو کرۂ ارضی کے تمام سلسلۂ خلقت کا ما حصل اور تمام کارخانۂ تخلیق و تکمیل کا آخریں مظہر ہے ؟ اور اگر سب کی ہستی و بقاء اس پر موقوف ہوئی کہ احکام حق کے آگے سر بسجود رہیں تو کیا انسان کی ہستی و سعادت کے لیے ایسا ہونا ضروری نہیں ؟ =

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ	کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو
مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ	کوئی بھی آسمانوں میں ہے
فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ	اور جو کوئی بھی زمین میں
وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ	ہے، نیز سورج، چاند،
وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ	ستارے، پہاڑ، درخت،
مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ	چار پائے، سب اللہ کے آگے
عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ	سر بسجود ہیں اور کتنے ہی
يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ	انسان بھی؟ ہاں! بہت سے انسان
مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ	ایسے بھی ہیں کہ ان پر عذاب
مَا يَشَآءُ ؕ ۩ ١٨ (السجدة)	کی بات ثابت ہوگئی۔ اور

السجدة - ٣

=دار العمل ہے اور ہر فرد اور گروہ کو اس کے ایمان و عمل کے مطابق نتیجہ ملنا ہے۔ یہاں حقیقت کا فیصلہ نہیں ہوتا، کیوں کہ آنکھوں کے آگے پردے پڑے ہیں۔ لیکن قیامت کے دن تمام پردے اٹھ جائیں گے اور سب دیکھ لیں گے=

اختیار کی ان کے لیے آگ کا پہناوا قطع کر دیا گیا ۔ ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا ۱۹ ۔

يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ اس (کی گرمی کی شدت) سے

وَالْجُلُودُ ۚ ۲۰ جو کچھ ان کے شکم میں ہے

= انسان ایسے ہیں جو اس دائرۂ اطاعت سے باہر ہو جاتے ہیں ، اس لیے ان پر تعذیب کا قانون لازم آجاتا ہے ۔" و من یہن اللہ فما لہ من مکرم"، اور جس کسی پر اللہ کے قانون تذلیل کی مہر لگ گئی تو پھر کوئی نہیں جو اسے سر بلند کر سکے ۔

۱۹ - آیت ۱۹ میں فرمایا : دین کے کتنے ہی جتھے بن گئے ہوں مگر راہیں صرف دو ہی ہیں اور دو ہی منزلوں پر ختم ہوتی ہیں : ایک منکروں کی ہے ، ایک مومنوں کی ہے ۔ پہلی انکار، مایوسی اور بد عملی کی راہ ہے، دوسری ایمان، امید اور نیک عملی کی ۔ پہلی کو بالآخر عذاب کی منزل پر پہنچنا ہے ، دوسری کو نعیم و سرور ابدی پر ۔ انہیں دو راہوں پر چلنے والوں کو "خصمٰن اختصموا فی ربھم" سے تعبیر کیا ۔

هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ اخۡتَصَمُوۡا فِیۡ رَبِّهِمۡ ۫ فَالَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا قُطِّعَتۡ لَهُمۡ ثِیَابٌ مِّنۡ نَّارٍ ؕ یُصَبُّ مِنۡ فَوۡقِ رُءُوۡسِهِمُ الۡحَمِیۡمُ ۞ ع ۱۹

(دیکھو!) یہ دو مخالف (فریق) ھیں جو اپنے پروردگار کے بارے میں ایك دوسرے سے مخالف باتیں کہتے ھیں ۰ ان میں سے جنھوں نے کفر کی راہ

= اس آیت کے اسلوب بیان پر غور کرو انسان کو مخلوقات ھستی کی عام صف سے الگ کھڑا نہیں کیا ھے، بلکہ ایك ھی سلسلے میں سب کا ذکر کیا ھے: "و الشمس و القمر و النجوم و الجبال و الشجر و الدواب و کثیر من الناس"، یعنی اس اعتبار سے سب ایك ھی صف میں ھیں. انسان کا گوشہ عام سلسلۂ قوانین فطرت سے کوئی الگ گوشہ نہیں ھے. جس طرح سورج، چاند، ستارے، نباتات، جمادات احکام فطرت کے آگے سر بسجود ھیں اسی طرح صحیح الفطرت انسانوں کے بھی سر جھکے ھوے ھیں. وہ جانتے ھیں کہ یہاں حقیقت کی راہ عمل صرف یہی ھے. یہ مقام مہمات معارف قرآنی میں سے ھے اور صرف اس ایك آیت کی تفسیر میں پوری ایك کتاب لکھی جاسکتی ھے.

اس کے بعد فرمایا: "وکثیر حق علیه العذاب"، بہت سے =

وَ لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ۞ [۲۳] کبھی ختم ہونے والی نہیں) ۔

انہیں وہاں (آگ کے پہناوے کی جگہ) سونے کے کنگن اور موتیوں کے ہار پہنائے جائیں گے اور لباس ان کا ریشمی ہوگا۲۳ ۔

وَ هُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَ هُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ۞ [۲٤]

انہیں باتوں میں سے ایسی بات کی رہ نمائی ملی جو نہایت پاکیزہ ہے ۔ انہیں راہوں میں سے ایسی راہ پر چلایا گیا جس کی ستایش کی گئی۲٤ ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَ الْبَادِ ؕ وَ مَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۞ ع [۲۵]

جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور جو اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں ، نیز مسجد حرام سے جسے ہم نے بلا امتیاز تمام انسانوں کے لیے (عبادت گاہ) ٹھیرایا ہے ، خواہ وہاں کے رہنے والے ہوں

۳ ع ۱۰

جل کر گل اٹھے گا، ان کے جسم کے چمڑے کا بھی یہی حال ہو گا ۲۰۔

وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ۲۱

نیز ان (کی روک تھام) کے لیے لوہے کے گرز ہوں گے ۲۱۔

كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ق وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ع ۲۲

جب بھی (عذاب کے) دکھ سے بے قرار ہو کر نکلنا چاہیں گے تو اسی میں لوٹا دیے جائیں گے کہ: (اب نکلتے کیوں ہو؟) عذاب سوزاں کا مزہ چکھو! ۲۲۔

ع ۲ ۹

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ط

جو فریق ایمان لایا اور نیک عمل ہوا تو یقیناً اللہ اسے (نعیم ابدی کے) باغوں میں داخل کرے گا۔ ان کے تلے نہریں بہ رہی ہیں (اس لیے ان کی بہار

گھر ان لوگوں لیے پاك رکھ جو طواف کرنے والے ہوں، عبادت میں سرگرم رہنے والے ہوں، رکوع و سجود میں جھکنے والے ہوں! ٢٦

وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝ لا ٢٧

اور (حکم دیا تھا کہ) لوگوں میں حج کا اعلان پکار دے۔ لوگ تیرے پاس دنیا کی تمام دور دراز راہوں سے آیا کریں گے، پاپیادہ اور ہر طرح کی سواریوں پر جو (مشقت سفر سے) تھکی ہوئی ہوں گی ٢٧۔

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ج فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ۝ ز ٢٨

وہ اس لیے آئیں گے کہ اپنے فائدے پانے کی جگہ میں حاضر ہو جائیں اور ہم نے جو پالتو چار پائے ان کے لیے مہیا کردیے ہیں ان کی قربانی کرتے ہوئے مقررہ دنوں میں

یا باھر سے آنے والے (تو انھیں یاد رکھنا چاھیے کہ ھم انھیں) اور ھراس آدمی کو جو اس میں ازراہ ظلم حق سے منحرف ھونا چاھے گا عذاب درد ناك کا مزہ چکھائیں گے[٢٥].

وَ إِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرٰهِيمَ مَكَانَ	اور (وہ وقت یاد کرو) جب
الْبَيْتِ أَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ	ھم نے ابراھیم کے لیے خانۂ کعبہ
شَيْئًا وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ	کی جگہ مقرر کردی (اور حکم
لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْقَآئِمِيْنَ	دیا) کہ میرے ساتھ کسی چیز
وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ ٢٦	کو شریك نہ کر اور میرا یہ

٢٥ - اس کے بعد آیت ٢٥ سے سلسلۂ بیان کفار مکہ کی طرف متوجہ ھوگیا ھے. یہ گویا اذن قتال کی تمہید ھے جو آیت ٣٩ میں آنے والا ھے. فرمایا: یہ صرف کفر ھی پر قانع نہیں رھے، بلکہ ظلم و تشدد پر اتر آئے. یہ مسجد حرام کا اپنے کو مالك سمجھتے ھیں اور جسے چاھتے ھیں وھاں آنے اور عبادت کرنے سے روك دیتے ھیں، حالانکہ وہ انسان کے لیے معبد عام ھے. وہ صرف باشندگان مکہ ھی کے لیے نہیں بنایا گیا ھے. تمام انسانوں کے لیے بنایا گیا ھے، کسی انسان کو حق نہیں کہ اس کا دروازہ عبادت گزاروں پر بند کردے.

چھوڑ کر جن کا حکم قرآن میں سنادیا گیا ہے، تمام چار پایے تمہارے لیے حلال کیے گئے ہیں ۔ پس چاہیے کہ بتوں کی نا پاکی سے بچتے رہو، نیز جھوٹ بولنے سے ۳۰ ۔

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝۳۱

صرف اللہ ہی کے لیے ہو کر رہو، اس کے ساتھ کسی ہستی کو شریک نہ کرو۔ جس کسی نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرایا تو اس کا حال ایسا سمجھو جیسے بلندی سے اچانک نیچے گر پڑا ۔ جو چیز اس طرح گرے گی اسے یا تو کوئی اچك لے گا یا ہوا کا جھونکا کسی دور دراز گوشے میں لے جا کر پھینك دے گا ۳۱ ۔

ذٰلِكَ ۤ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝۳۲

(حقیقت حال) یہ ہے۔ پس (یاد رکھو!) جس کسی نے اللہ کی نشانیوں کی عظمت مانی تو اس نے ایسی بات مانی جو فی الحقیقت دلوں کی پرہیزگاری کی باتوں میں سے ہے ۳۲ ۔

الله کا نام لیں . پس قربانی کا گوشت خود بھی کھاؤ اور بھوکے فقیر کو بھی کھلاؤ ۲۸ .

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوْا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۲۹

پھر قربانی کے بعد وہ اپنے جسم ولباس کا میل کچیل دور کر دیں (یعنی احرام اتار دیں) ، نیز اپنی نذریں پوری کریں اور اس خانۂ قدیم (یعنی خانۂ کعبہ) کے گرد پھیرے پھر لیں ۲۹ .

ذٰلِكَ ق وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ط وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ لا ۳۰

(تو دیکھو! حج کی) بات یوں ہوئی . اور جو کوئی اللہ کی ٹھیرائی ہوئی حرمتوں کی عظمت مانے تو اس کے لیے اس کے پروردگار کے حضور بڑی ہی بہتری ہے . اور (یہ بات بھی یاد رکھو کہ) ان جانوروں کو

الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ	ان (نیاز مندان حق) کو جن کے
قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى	سامنے الله کا ذکر کیا جاتا ھے
مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي	تو ان کے دل لرز اٹھتے ھیں،
الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ	جو ھر طرح کی مصیبتوں میں
يُنْفِقُوْنَ ۝٣٥	صبر کرنے والے ھیں، جو نماز

کے پڑھنے اور درستگی میں کوشاں رھتے ھیں، جو اس رزق میں سے کہ الله نے دے رکھا ھے (نیک کاموں کی راہ میں) خرچ کرتے رھتے ھیں [۳۵].

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ	ور (دیکھو! قربانی کے یہ)
مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا	اونٹ (جنھیں دور دور سے
خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ	حج کے موقع پر لایا جاتا ھے)
عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ	تو ھم نے انھیں ان چیزوں میں
جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا	سے ٹھیرادیا ھے جو تمھارے
وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ	لیے الله کی (عبادت کی) نشانیوں

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝٣٣

ان (چار پایوں) میں ایک مقررہ وقت تک تمھارے لیے (طرح طرح کے) فائدے هیں ، پھر (اس) خانۂ قدیم تک پہنچا کر ان کی قربانی کرنی ہے ۳۳ ۔

ع ٤ / ١١

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ۝٣٤

اور (دیکھو!) هر امت کے لیے هم نے عبادت کا ایك طریقہ ٹھیرا دیا کہ همارے دیے هوے پالتو چارپایے ذبح کرے تو اللہ کا نام یاد کرلیے۔ پس (یاد رکھو!) تمھارا معبود هی ایك معبود یگانہ هے (اور حب اس کے سوا کوئی نہیں) تو (چاهیے کہ) اسی کے آگے فرماں برداری کا سر جھکادو! اور (اے پیغمبر!) عاجزی اور نیازمندی کرنے والے بندوں کو (کام رانی وسعادت کی) خوش خبری دے دو ۳٤ ۔

اور نیک کرداروں کے لیے (قبولیت حق کی) خوش خبری ہے ۳۷ .

۳۷ - اس کے بعد آیت ۲٦ سے ۲۹ تک سے واضح کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم نے اس عبادت گاہ کی بنیاد رکھی تو کیا مقاصد ان کے پیش نظر تھے اور وحی الٰہی نے کس راہ کی تلقین کی تھی؟ اور پھر حج کا اعلان کیا گیا تو اس کے بنیادی اعمال و مقاصد کیا کیا تھے؟ اور کس طرح وحی الٰہی نے اس کی رہ نمائی کی تھی؟ خلاصہ ان کا یہ ہے کہ:

(ا) توحید کا اعتقاد .

(ب) عبادت گزارانِ حق کے لیے معبد کی تطہیر .

(ج) حج کا اجتماع تا کہ اس کے گوناگوں منافع سے لوگ مستفید ہوں اور معین ایام میں ذکر الٰہی کا ولولہ تازہ ہوتا رہے .

(د) جو لوگ اس موقع پر جمع ہوں جانوروں کی قربانیاں کریں اور محتاجوں کے لیے غذا کا اہتمام ہو .

پس جس مرکز عبادت کا قیام اول دن سے ان مبادی و مقاصد کے لیے ہوا ہے، کیوں کر جائز ہو سکتا ہے کہ قریش مکہ اس کے مالک بن بیٹھیں اور جنہیں چاہیں وہاں آنے دیں، جنہیں چاہیں روک دیں . =

كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ ٣٦

میں سے هیں ، ان میں تمھارے لیے بہتری کی بات هے . پس چاهیے که انهیں قطار در قطار ذبح کرتے هوے (١١١) الله کا نام یاد کرو . پھر جب وه کسی پہلو پر گر پڑیں (یعنی ذبح هو جائیں) تو ان کے گوشت میں سے خود بھی کھاؤ اور فقیروں اور زائروں کو بھی کھلاؤ . اس طرح هم نے ان جانوروں کو تمھارے لیے مسخر کر دیا تاکه (احسان الٰهی کے) شکر گزار هو ٣٦ .

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ٣٧

یاد رکھو! الله تک ان قربانیوں کا نه تو گوشت پہنچتا هے نه خون . اس کے حضور جو کچھ پهنچ سکتا هے وه تو صرف تمھارا تقویٰ هے (یعنی تمھارے دل کی نیکی هے) . ان جانوروں کو اس طرح تمھارے لیے مسخر کر دیا که الله کی رهنمائی پر اس کے شکر گزار هو اور اس کے نام کی بڑائی کا آوازه بلند کرو .

اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ع ۳۸	جو لوگ ایمان لائے ہیں یقیناً اللہ (ظالموں کے ظلم و تشدد سے) ان کی مدافعت کرتا ہے اس میں

ع ۵ ۱۲

کوئی شبہ نہیں کہ اللہ امانت میں خیانت کرنے والوں کو کہ کفران نعمت کر رہے ہیں کبھی پسند نہیں کر سکتا ۳۸ .

= اس سے جانوروں کا خون بہانا نہیں ہے جیسا کہ لوگ سمجھتے تھے، بلکہ یہ ہے کہ لوگوں کے لیے غذا کا سامان ہو . پھر آیت ۳۷ میں صاف صاف کہہ دیا کہ اصل عبادت تمہارے دلوں کا تقویٰ ہے، نہ کہ قربانی کا گوشت اور خون .

بت پرست اقوام میں قربانی کی رسم اس طرح چلی تھی کہ انہوں نے خیال کیا انسانوں کی طرح دیوتاؤں کو بھی چڑھاووں کی ضرورت ہے اور جانوروں کا خون بہانا ان کا غضب و قہر ٹھنڈا کر دیتا ہے . قرآن کہتا ہے : نہ تو خدا تک گوشت کا چڑھاوا پہنچ سکتا ہے، نہ وہ خون بہانے کا شائق ہے . اصل شے جو اس کے حضور مقبول ہو سکتی ہے دل کی نیکی اور طہارت ہے !

=بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیت (۲۶) سے (۳۷) تک
جو کچھ بیان کیا گیا ہے یہ سب ان احکام کی حکایت ہے
جو حضرت ابراہیم کو دیے گئے تھے، لیکن عام طور پر
مفسروں نے آخری حصے کو براہ راست خطاب قرار
دیا ہے. بہرحال دونوں صورتوں میں یہ تمام تفصیلات
اسی بات کی شرح ہیں کہ "جعلنٰہ للناس سوآءِ ن العاکف
فیہ والباد"، یعنی یہ عبادت گاہ صرف باشندگان مکہ ہی
کے لیے نہیں بنائی گئی ہے، بلکہ بلا امتیاز سب کے لیے،
خواہ مکہ کے رہنے والے ہوں یا دوسری جگہوں کے.
چنانچہ اسی لیے حج اور قربانی کا حکم دیا گیا. لوگ دور
دور سے یہاں آنے لگے اور قربانی کے جانور لانے لگے
خصوصاً قربانی کے اونٹ جو صحرا وجبال طے کرکے حرم
مکہ میں پہنچائے جاتے اور لوگ انہیں اس معبد کی
نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی تصور کرتے. اب اگر
قریش مکہ کا یہ اختیار تسلیم کرلیا جائے کہ جسے چاہیں
آنے دیں، جسے چاہیں روک دیں تو پھر نہ کعبہ کعبہ رہا،
نہ حج حج.

ضمناً یہ بات بھی واضح کردی کہ قربانی کی حقیقت کیا
ہے؟ آیت ۲۸ اور ۳۶ میں فرمایا تھا کہ اس کا گوشت
خود بھی کھاؤ اور محتاجوں کو بھی کھلاؤ. یعنی مقصود=

اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ	یہ وہ مظلوم ہیں جو بغیر کسی
بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا	حق کے اپنے گھروں سے نکال
رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ	دیے گئے. ان کا کوئی جرم

= اعلان کر دیا گیا. آخر ان کا قصور کیا تھا؟ صرف یہ کہ "یقولوا ربنا اللہ". وہ کہتے تھے: ہم اپنے یقین کے مطابق اپنے پروردگار کو یاد کرنا چاہتے ہیں. ہم دوسروں کو مجبور نہیں کرتے کہ ہمارا اعتقاد تسلیم کر لیں، لیکن دوسرے ہمیں کیوں مجبور کرتے ہیں کہ اپنے اعتقاد سے دست بردار ہو جائیں؟

اس کے بعد واضح کیا کہ یہ مظلوموں کا قدرتی حق ہے. اگر وہ اس حق سے محروم کر دیے جائیں تو دنیا میں انسانی ظلم و استبداد کی مدافعت کا کوئی سامان باقی نہ رہے. جس گروہ کی بن پڑے دوسرے گروہ کے اعتقاد و عمل کی آزادی ہمیشہ کے لیے پامال کر دے. چنانچہ فرمایا: یہاں اللہ نے ایک جماعت کے ہاتھوں دوسری جماعت کے ظلم و تشدّد کو دفع کرانے کا نظام قائم کر رکھا ہے. اگر یہ سلسلۂ مدافعت بعض ببعض نہ ہوتا تو دنیا میں خدا پرستی کا خاتمہ ہو جاتا. کسی گروہ کی عبادت گاہ انسانی ظلم و استبداد کے ہاتھوں محفوظ نہ رہتی.

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ	جن (مومنوں) کے خلاف
ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى	ظالموں نے جنگ کر رکھی ہے
نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ ۳۹	اب انہیں بھی (اس کے جواب

میں) جنگ کی رخصت دی جاتی ہے، کیوں کہ ان پر سراسر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے ۳۹ .

۳۹ - آیت ۳۹ میں مسلمانوں کو اجازت دی ہے کہ وہ اپنے دفاع میں اب ہتھیار اٹھا سکتے ہیں . بالاتفاق یہ پہلی آیت ہے جو اذن قتال کے بارے میں نازل ہوئی .

اس سے پہلے قریش مکہ کا یہ ظلم بیان کر دیا تھا کہ انہوں نے مسلمانوں پر حج کی راہ بند کر دی ہے جس کا انہیں کوئی حق نہیں . اب یہاں صاف صاف لفظوں میں واضح کر دیا کہ جواز قتال کی علت کیا ہے؟ فرمایا : "انہم ظلموا"، اس لیے کہ مسلمان مظلوم ہیں اور مظلوم کا حق ہے کہ ظالم کے مقابلے میں اپنا بچاؤ کرے.

یہ مظلوم تیرہ برس تک قریش مکہ کے ظلم و تشدد کا نشانہ رہے، بالآخر ترک وطن پر مجبور ہوئے. لیکن غربت میں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا گیا. ان کے خلاف جنگ کا =

بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾	حکم چلنے لگا) تو وہ نماز (کا نظم) قائم کریں گے، زکوٰۃ کی ادائگی میں سرگرم ہوں گے،

نیکیوں کا حکم دیں گے، برائیاں روکیں گے . اور تمام باتوں کا انجام کار اللہ ہی کے ہاتھ ہے ۴۱ .

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾	اور (اے پیغمبر!) اگر یہ (منکر) تجھے جھٹلائیں تو (یہ کوئی نئی بات نہیں) ان سے پہلے کتنی قومیں اپنے اپنے وقتوں کے رسولوں کو جھٹلا چکی ہیں: قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم ابراھیم، قوم لوط، اصحاب مدین، اور موسیٰ بھی

جھٹلایا گیا (اگرچہ خود اس کی قوم نے نہیں جھٹلایا) .

النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝٤٠

نه تها . اگر تها تو صرف یه که وه کہتے تهے "همارا پروردگار الله هے". اور (دیکهو!) اگر الله بعض آدمیوں کے هاتهوں بعض آدمیوں کی مدافعت نه کراتا رهتا (اور ایك گروه کو دوسرے گروه پر ظلم و تشدد کرنے کے لیے بے روك چهوڑ دیتا) تو کسی قوم کی عبادت گاه زمین پر محفوظ نه رهتی . خانقاهیں ، گرجے ، عبادت گاهیں . مسجدیں جن میں اس کثرت کے ساتھ الله کا ذکر کیا جاتا هے ، سب کبهی کے ڈهائے جا چکے هوتے (یاد رکهو!) جو کوئی الله (کی سچائی) کی حمایت کرے گا ضروری هے که الله بهی اس کی مدد فرمائے . کچھ شبه نہیں وه یقیناً قوت رکهنے والا (اور سب پر) غالب هے ٤٠ .

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا

یه (مظلوم مسلمان) وه هیں که اگر هم نے زمین میں انهیں صاحب اقتدار کردیا (یعنی ان کا

اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ	کیا یہ لوگ ملکوں میں چلے
فَتَكُوۡنَ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ	پھرے نہیں کہ عبرت حاصل
يَّعۡقِلُوۡنَ بِهَاۤ اَوۡ اٰذَانٌ يَّسۡمَعُوۡنَ	کرتے؟ ان کے پاس دل ہوتے

=اس کے بعد فرمایا: یہ انقلاب اسی سلسلۂ انقلاب کی ایک کڑی ہے، جو دنیا میں ہمیشہ ہوتا رہا ہے. پس اگر منکرین حق اسے جھٹلائیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں. پہلے بھی ہمیشہ ظلم و غرور کے متوالوں نے حق و صداقت کی آوازیں جھٹلائی ہیں. اگر ان کے دل اندھے نہ ہو گئے ہوتے تو یہ پچھلوں کی سرگذشتوں سے عبرت پکڑتے. مگر انسان کے ظلم و غرور کی طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ دوسروں کی حالت سے کبھی عبرت نہیں پکڑتا، یہاں تک کہ خود اس پر بھی وہ سب کچھ گزر جائے جو دوسروں پر گزر چکا ہے.

اس بات پر بھی غور کرو کہ یہاں اسلامی اعمال میں سے اور کسی عمل کا ذکر نہیں کیا. صرف قیام صلوٰة اور ایتاء زکوٰة کا ذکر کیا. اس سے معلوم ہوا قرآن کے نزدیک مسلمانوں کے جماعتی اقتدار کی اصلی علامت یہی دو عمل ہیں. جس گروہ کا اقتدار ان دو عملوں کے قیام سے خالی ہو اس کا اقتدار اسلامی اقتدار نہیں سمجھا جا سکتا.

اور هم نے (همیشه ایسا هی کیا که) پهلے منکرون کو (کچھ عرصے کے لیے ڈهیل دے دی. پهر (مواخذے میں) پکڑ لیا. تو دیکھ! هماری نا پسندیدگی ان کے لیے کیسی سخت هوئی! ٤٢، ٤٣، ٤٤ .

فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ۝٤٥

پهر دیکھو! کتنی هی بستیاں هیں که هم نے انهیں هلاك کردیا اور وه ظلم کرنے والی تهیں. وه ایسی اجڑیں که اپنی چهتوں پر گر کے ره گئیں، کنویں ناکاره هو گئے، سر بفلك محل کهنڈر بن گئے ٤٥ .

---

٤١ تا ٤٥ - آیت ٤١ نے واضح کر دیا که قرآن کے نزدیك مسلمانوں کے اقتدار وحکومت کا اصلی مقصد کیا تها . فرمایا: ان مظلوم مسلمانوں کے اگر قدم جم گئے تو یه کیا کریں گے؟ یعنی "تمکن فی الارض" کو کن مقاصد کے لیے کام میں لائیں گے؟ اس لیے که نماز قائم کریں، زکوٰة ادا کریں، نیکی کا حکم دیں، برائیوں سے روکیں اور ظلم و بدعملی کی جگه عدالت و نیکی کی مملکت قائم هو جائے! =

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ	اور (اے پیغمبر!) یه لوگ
وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ	تجھ سے عذاب کے مطالبے میں
وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ	جلدی مچا رہے ھیں (یعنی کہتے
كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ ٤٧	ھیں: اگر سچ مچ کو عذاب

آنے والا ھے تو کیوں نہیں آچکتا؟). اور الله کبھی ایسا کرنے والا نہیں که اپنا وعدہ پورا نه کرے، مگر تیرے پروردگار کے یہاں ایك دن کی مقدار ایسی ھے جیسے تم لوگوں کی گنتی میں ایك هزار برس ٤٧.

---

٤٧ - آیت ٤٧ میں قوانین کائنات کی ایك بہت بڑی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ھے، لیکن افسوس ھے که ھمارے مفسروں نے اس کی ساری اھمیت ضائع کر دی. فرمایا: یه عذاب کے لیے جلدی مچاتے ھیں، یعنی از راہ شرارت کہتے ھیں: اگر سچ مچ کو بد عملیوں کا برا نتیجه پیش آنے والا ھے تو کیوں نہیں آچکتا؟ لیکن یه نہیں جانتے که فطرت کائنات کی اوقات شماری کا وہ حساب نہیں جو دنیا میں لوگوں نے بنا رکھا ھے. اس کی گھڑی کا کانٹا بہت دیر میں چلتا ھے. تمھاری تقویم میں هزار برس گزر جائیں تو اس کی تقویم کا بمشکل ایك دن گزرے. =

بِهَاج فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ ۝۴۶ اور سمجھتے بوجھتے ، کان ہوتے اور سنتے اور پاتے . حقیقت یہ ھے کہ (جب کوئی اندھے پن میں پڑتا ھے تو) آنکھیں اندھی نہیں ہوجایا کرتیں (جو سروں میں ھیں)، دل اندھے ہوجاتے ھیں جو سینوں کے اندر پوشیدہ ھیں۴۶.

۴۶ - آیت ۴۶ نے انسان کے ذہنی تعطل اور قلبی غفلت کی کیسی کامل تصویر کھینچ دی ھے! فرمایا: اگر فہم و بصیرت کی ساری دلیلیں ان کے لیے بے سود ھیں تو کیا آنکھوں کا مشاھدہ بھی کچھ کام نہیں دیتا؟ کیا انھوں نے زمین میں سیر و گردش نہیں کی؟ حوادث و انقلابات عالم کے نتائج نہیں دیکھے؟ کیا ان کے کان بہرے ہوگئے کہ سن نہیں سکتے اور عقلیں ماری گئیں کہ سمجھ کام نہیں دیتی؟ پھر خود ھی ان سارے سوالوں کا جواب دے دیا کہ " فانها لا تعمى الابصار ولكن تعمى القلوب التى فى الصدور"، اصل یہ ھے کہ جب کسی پر اندھے پن کا وقت آتا ھے تو آنکھوں کی بصارت نہیں جاتی، دل کی بصیرت جاتی رھتی ھے اور اسی کی بصیرت سے ساری بصارت ھے:

مجھے یہ ڈر ھے دل زندہ تو نہ مرجائے
کہ زندگانی عبارت ھے تیرے جینے سے

وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝٥١

اور جن لوگوں نے اللہ کی نشانیوں کے خلاف لڑ کر کام یاب ہونا چاہا وہ دوزخی ہیں (ان کے لیے ہر طرح کی کام یابیوں اور سعادتوں سے محرومی ہے) ۵۱ .

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝٥٢

اور (اے پیغمبر!) ہم نے تجھ سے پہلے جتنے رسول اور جتنے نبی بھیجے سب کے ساتھ یہ معاملہ ضرور پیش آیا کہ جونہیں انہوں نے (اصلاح و سعادت کی) آرزو کی شیطان نے ان کی آرزو میں کوئی نہ کوئی

---

۴۹ تا ۵۱ - آیت ۴۹ پچھلے ارشادات کا خلاصہ ہے . فرمایا: اعلان کردو میرا ظہور تمہارے لیے ایک آشکارا انذار ہے اور اب راہیں صرف دو ہی ہیں اور نتیجے بھی دو ہی پیش آنے والے ہیں . ایمان و عمل والوں کے لیے آخرت میں مغفرت اور دنیا میں رزق کریم کی=

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝٤٨

اور کتنی هی بستیاں هیں جنهیں هم نے (ابتداء میں) ڈهیل دی اور وه ظالم تهیں ، پهر هم نے مواخذے میں پکڑ لیا اور بالآخر سب کو هماری هی طرف لوٹنا هے ۴۸ .

ع ٦ ١٣

قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۚ ۝٤٩

(اے پیغمبر!) کہ دے : اے لوگو! میں اس کے سوا کچھ نہیں هوں که (انکار و شرارت کے نتائج سے) تمهیں علانیه خبردار کردینا چاهتا هوں ۴۹ .

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝٥٠

پس جو لوگ ایمان لائے اور نیك عمل کیے ان کے لیے بخشش هے اور عزت کی روزی ۵۰ .

= پس ظهور نتائج کا فیصله اپنی صبح و شام دیکھ کر نه کر لیا کرو. ٹهیرو اور انتظار کرو ۰ ایك دوسرے موقع پر هزار برس کی جگه پچاس هزار برس کی بهی مدت فرمائی هے. یه مقام مهمات معارف میں سے هے . تشریح کے لیے تفسیر سورهٔ فاتحه دیکھو .

لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۙ ۵۳

اس میں (ایک بڑی) مصلحت یہ رهی هے که شیطان کی وسوسه اندازی ان لوگوں کی آزمایش کا ذریعه هو جائے جن کے دل روگی هیں اور (سچائی کی طرف سے) سخت پڑ گئے هیں . اور بلاشبه یه ظلم کرنے والے بڑی هی گہری مخالفت میں پڑے هیں ۵۳ .

وَّ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا

نیز (اس میں) یه مصلحت بهی تهی که (اے پیغمبر!) جن

= وسوسه اندازیاں بهی موجود هیں . لیکن وحی و نبوت کے اعمال کی خصوصیت یه هے که شیطانی قوتیں کتنی هی ابهریں فتح مند نہیں هو سکتیں " فینسخ الله ما یلقی الشیطٰن ثم یحکم الله اٰیٰته "، وه جتنے فتنے بهی اٹهاتی هیں الله ان کے اثرات محو کر دیتا هے اور پهر اپنی نشانیوں کو اور زیاده مضبوط کر دیتا هے . یعنی شیطانی فتنه جتنا بڑهتا جاتا هے الله کی نشانیوں کا نقش اور زیاده جمتا اور گہرا هوتا جاتا هے .

فتنے کی بات ڈال دی. اور پھر اللہ نے اس کی وسوسہ اندازیوں کا اثر مٹایا اور اپنی نشانیوں کو اور زیادہ مضبوط کر دیا. وہ (سب کچھ) جاننے والا (اور اپنے سارے کاموں میں) حکمت والا ہے ۵۲ .

= بشارت ہے اور سچائی کی نشانیوں سے لڑنے والوں کے لیے نامرادی و عذاب کی وعید. اب جو راہ چاہو اختیار کر لو.

۵۲ - پھر آیت ۵۲ میں مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے کہ راہ کی ٹھوکروں سے غافل نہ ہو جائیں . نتائج کا ظہور یقینی ہے ، لیکن ساتھ ہی کشمکش بھی ناگزیر ہے . کیوں کہ اس بارے میں سنت الٰہی کی نمود ہمیشہ ایسی ہی رہی ہے. ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ حق و باطل کی کشمکش کے بغیر حق کی فتح مندی آشکارا ہو جائے .

چنانچہ فرمایا: کوئی رسول اور نبی دنیا میں ایسا نہیں آیا کہ اس کی طلب گاریوں کی راہ میں، یعنی اصلاح و ہدایت کی راہ میں، شیطان کی فتنہ پردازیوں نے رخنہ ڈالنا نہ چاہا ہو اور مفسدانہ قوتیں پوری طرح آمادۂ پیکار نہ ہو گئی ہوں . پس اس معاملے کی سچائی کا معیار یہ نہیں ہے کہ شیطانی وسوسہ اندازی خلل انداز ہوتی ہے یا نہیں ، بلکہ یہ ہے کہ بالآخر کام یاب ہوتی ہے یا نہیں اور وحی و نبوت کی ربانی قوتیں اس کے اثرات ملیامیٹ کر دیتی ہیں یا نہیں! کیوں کہ شیطانی قوتیں کسی حال میں بھی نابود نہیں ہو سکتیں. جب تک انسان موجود ہے شیطان اور اس کی =

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ	اس دن بادشاهی صرف الله هی
يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ	کی هوگی. وه ان سب کے
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	درمیان فیصله کرے گا. پهران
فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ ٥٦	لوگوں کے لیے نعیم و سرور

کے باغ هیں جو ایمان لائے اور نیك عمل کیے ٥٦ .

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا	اور ان لوگوں کے لیے ذلیل
بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ	کرنے والا عذاب هے جنهوں
عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ع ٥٧	نے انکار کیا اور هماری نشانیاں

ع ٧ ١٤

جهٹلائیں ٥٧ .

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ	اور (دیکهو!) جن لوگوں نے
اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا	الله کی راه میں هجرت کی، پهر
لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ	لڑائی میں قتل هوے یا اپنی
وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ ٥٨	موت مرگئے تو (دونوں

صورتوں میں) ضروری هے که الله انهیں (آخرت میں) بهتر سے

بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۞ ۵۴

لوگوں نے علم پایا ہے وہ جان لیں کہ یہ معاملہ فی الحقیقت تیرے پروردگار ہی کی طرف سے ہے ۔ اس طرح اس پر ایمان لے آئیں اور ان کے دلوں میں عجز و نیاز پیدا ہو جائے ۔ یقیناً اللہ ایمان والوں کو (سعادت و کامرانی کی) سیدھی راہ چلانے والا ہے ۵۴ ۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ۞ ۵۵

(یاد رکھ !) جو لوگ منکر ہیں وہ اس بارے میں برابر شک ہی کرتے رہیں گے یہاں تک کہ (فیصلہ کن) گھڑی اچانک ان کے سروں پر آجائے یا کسی منحوس دن کا عذاب آ نمودار ہو ۵۵ ۔

---

۵۳ و ۵۴ - پھر آیت ۵۳ اور ۵۴ میں واضح کر دیا کہ اس صورت حال میں ان لوگوں کے لیے آزمایش ہوتی ہے جن کے دل روگی ہیں ۔ وہ اور زیادہ ضد اور عناد میں بڑھ جاتے ہیں ۔ جو اصحاب علم و بصیرت ہیں ان کا ایمان اور زیادہ پختہ ہو جاتا ہے ۔

فِي الَّيْلِ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ ۶۱

اندر نمایاں کرتا ھے اور دن کو رات کے اندر (یعنی یہاں ہر گوشے میں حالات کی متضاد تبدیلی کا قانون جاری ھے)، نیز اس لیے کہ اللہ سننے والا، دیکھنے والا ھے! ۶۱

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝ ۶۲

نیز اس لیے بھی کہ حق اللہ ھی کی ہستی ھے اور جن ہستیوں کو اس کے سوا پکارتے ھیں باطل ھیں۔ اور پھر اس لیے بھی کہ اللہ ھی کی ہستی بلند مرتبہ ھے، بڑائی والی! ۶۲

---

۶۰ تا ۶۲ - آیت ۶۰ سے ۶۲ تک تین آیتوں میں تین " ذٰلك " آئے ھیں، ان کا مطلب سمجھ لینا چاھیے:

" ذلك و من عاقب بمثل ما عوقب بہ "، یعنی اب صورت حال یہ ھے جو اوپر بیان کر دی گئی ھے اور ایسی حالت میں ضروری ھے کہ مظلوموں کو دفع ظلم و تشدد کا موقع دیا جائے۔ پس جو مظلوم مدتوں تک ستائے جانے کے بعد دفع کے لیے آمادہ ھوں گے اور جس طرح ان پر تلوار اٹھائی گئی ھے ٹھیك اسی طرح خود بھی =

بهتر روزی دے اور یقیناً اللہ ہی ہے جو سب سے بہتر روزی بخشنے والا ہے! ۵۸

لَيُدْخِلَنَّهُم مُّدْخَلًا يَرْضَوْنَهُ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ ۝٥٩ وہ ضرور انہیں ایسی جگہ پہنچائے گا جس سے وہ خوشنود ہوں گے۔ یقیناً وہ (سب کچھ) جاننے والا (اور اپنے کاموں میں) بڑا بردبار ہے! ۵۹

ذَٰلِكَ ۖ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهِ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنصُرَنَّهُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ۝٦٠ (بہرحال) حقیقت حال یہ ہے. پس جس کسی نے خود زیادتی نہیں کی، بلکہ جتنی سختی اس کے ساتھ کی گئی تھی ٹھیک اتنی ہی بدلے میں کرنی چاہی اور پھر دشمن مزید زیادتی پر اتر آیا تو ضروری ہے کہ اللہ مظلوم کی مدد کرے۔ اللہ یقیناً معاف کردینے والا، بخش دینے والا ہے! ۶۰

ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ اور یہ (صورت حال) اس لیے ہوئی کہ اللہ رات کو دن کے

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۚ ٦٣	کیا تم نے (یہ منظر) نہیں دیکھا که الله آسمان سے پانی برساتا ھے اور (سوکھی) زمین سرسبز ھوکر لہلہانے لگتی ھے ؟

یقین کرو ! الله بڑا ھی لطف کرنے والا ، ھر بات کی خبر رکھنے والا ھے ! ٦٣

== سنا جائے ؟ کیوں دیکھنے اور سننے کا نتیجه یہی نکلے؟ اس لیے که حق الله ھی کی ھستی ھے اور یه منکرین رسالت جنھیں پکار رھے ھیں وہ بطلان کے سوا اور کچھ نہیں ھیں . پس ضروری ھے که حقیقت دیکھے اور سنے اور بطلان اپنے بطلان کا ثبوت دے دے . ''وان الله ھو العلی الکبیر''، نیز اس لیے که رفعت و کبریائی الله ھی کے لیے ھے . پس ضروری ھے که اس کے کلمۂ حق کی رفعت اور بڑائی آشکارا ھوکر رھے .

٦٣ - آیت ٦٣ میں اس انقلاب حال کی مثال دے دی . کیا تم نے یه منظر نہیں دیکھا ھے که سوکھی زمین پر پانی برستا ھے اور پھر وہ اچانك سرسبز ھوکر لہلہانے لگتی ھے؟ ایسا ھی حال اس معاملے کا بھی سمجھو: انسانی سعادت کی زمین پر بھی خشك سالی کا عالم چھا جاتا ھے، پھر جب==

= تلوار اٹھائیں گے اور پھر اس کی وجہ سے ظالم از سر نو ظلم و تعدی پر آمادہ ہو جائیں گے تو وہ یقین رکھیں اللہ ضرور ان کی مدد کرے گا، کیوں کہ وہ ظالم نہیں ہیں، ظلم کا دفاع کرنے والے ہیں۔ آخر میں کہا: "ان اللہ لعفو غفور" اللہ کی بخشش پر بھروسا رکھیں۔ یعنی وہ جو قدم اٹھانے پر مجبور ہوئے ہیں وہ کتنی ہی مجبوری کی حالت میں اٹھایا ہو، مگر پھر قتل وخون ریزی کا قدم ہے۔ لیکن چوں کہ بڑی برائی کو دور کرنے کے لیے چھوٹی برائی اختیار کر لینی پڑتی ہے، اس لیے وہ یقین رکھیں اللہ درگزر کرنے والا، بخش دینے والا ہے۔

"ذلك بان اللہ یولج الیل فی النہار"، اور اللہ کی مدد کیوں ان کا ساتھ دے گی؟ اس لیے کہ قانون الٰہی یہی ہے کہ یہاں حالت بدلتی رہے۔ وہ دن کے اندر سے رات کو ابھارتا اور رات کے اندر سے دن کو نمایاں کرتا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ ایک ہی حالت سدا قائم رہے۔ پس ضروری ہے کہ تمہاری حالت میں بھی اب انقلاب ہو۔ "وان اللہ سمیع بصیر"، نیز اس لیے کہ وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ یعنی یہاں اندھے بہرے قوانین کی حکومت کام نہیں کر رہی ہے جو نہ تو ظالموں کا ظلم دیکھتی ہو، نہ مظلوموں کی فریاد سنتی ہو۔ بلکہ ایک سمیع و بصیر عدالت کی کارفرمائی ہے۔ پس ضروری ہے کہ دیکھا جائے اور سنا جائے!

"ذلك بان اللہ ہو الحق"، کیوں دیکھا جائے؟ کیوں =

اس کے حکم سے . بلا شبہ اللہ انسان کے لیے بڑی ھی شفقت رکھنے والا ، بڑی ھی رحمت والا ھے ! ٦٥

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَحْیَاكُمْ ز ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ط اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ۝ ٦٦

اور (دیکھو !) وھی ھے جس نے تمھیں زندگی بخشی ، پھر وہ موت طاری کرتا ھے ، پھر (دوبارہ) زندہ کرے گا . دراصل انسان بڑا ھی ناشکرا ھے ! ٦٦

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا یُنَازِعُنَّكَ فِی الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰی رَبِّكَ ط اِنَّكَ لَعَلٰی هُدًی مُّسْتَقِیْمٍ ۝ ٦٧

(اے پیغمبر !) ھم نے ھر امت کے لیے (عبادت کا) ایك طور طریقہ ٹھیرا دیا ھے جس پر وہ چل رھی ھے . پس لوگوں کو اس معاملے میں (یعنی اسلام کے طور طریقے میں) تجھ سے جھگڑنے کی کوئی وجہ نہیں . تو اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو دعوت دے (کہ اصل دین یہی ھے) . یقیناً تو ھدایت کے سیدھے راستے پر گام زن ھے ٦٧ .

وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ

اگر (اس پر بھی) لوگ تجھ سے

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ؑ ٦٤	آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے ۔ وهی ہے جو بے نیاز ہے هر طرح کی ستایشوں کا سزاوار ! ٦٤
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۭ وَيُمْسِكُ السَّمَاۗءَ اَنْ تَقَعَ عَلَي الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٦٥	کیا تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ کس طرح اللہ نے زمین کی تمام چیزیں تمہارے لیے مسخر کردی هیں ؟ جہاز کو دیکھو کس طرح وہ اس کے حکم سے سمندر میں تیرتا چلا جاتا ہے ! پھر کس طرح اس نے آسمان کو (یعنی فضاء سماوی کے اجرام کو) تھامے رکھا کہ زمین پر گریں نہیں اور گریں تو

ع ٨ ١٥

= سرسبزی کا موسم آتا ہے تو بارش کا ایک چھینٹا انقلاب حال پیدا کر دیتا ہے ۔ وہ موسم اب آچکا اور انقلاب کچھ دور نہیں !

اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ ٦٩

تم جن باتوں میں باھم دگر اختلاف کر رھے ھو قیامت کے دن وہ تمھارے درمیان فیصلہ کر کے حقیقت حال آشکارا کر دے گا ٦٩ .

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِىْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ ٧٠

(اے پیغمبر !) کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ پر سب کچھ روشن ھے ، جو کچھ آسمان میں ھے ، جو کچھ زمین میں ھے ؟ یہ ساری باتیں نوشتے میں ضبط ھیں اور ایسا کرنا اللہ کے لیے کوئی مشکل کام نہیں ٧٠ .

= پڑنے کا کسی کو اختیار نہیں . اور اگر اللہ کے رسول کے لیے بھی یہی راہ اختیار کرنی تھی تو اور کسی کو اس سے آگے بڑھنے کا کب حق مل سکتا ھے ؟

اگر پیروان مذاھب صرف اتنی بات سمجھ لیں کہ " ان جدلوك فقل الله اعلم بما تعملون " تو مذھبی نزاع و منافرت کے سارے جھگڑے ختم ھو جائیں .

اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۞ ٦٨	جھگڑا کریں تو کہہ دے: اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں! ٦٨

٦٧ و ٦٨ - آیت ٦٧ میں اس اصل عظیم کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اصل دین ایک ہے، البتہ "مناسك" میں یعنی عبادت کے طور طریقے میں اختلاف ہوا. کیوں کہ ہر عہد اور ہر قوم کی حالت یکساں نہ تھی. جس کی جیسی حالت تھی اس کے مطابق ایك طور طریقہ اسے دے دیا گیا. پس طالب حق کو چاہیے کہ سب سے پہلے اصل کو دیکھے، نہ یہ کہ فرع کے پیچھے پڑ جائے. فرمایا: "فلا ینازعنك فی الامر"، اس بارے میں تم سے نزاع کرنے کا لوگوں کو حق نہیں. جس بات پر انہیں غور کرنا چاہیے وہ تو یہ ہے کہ اصل دعوت کیا ہے؟ "وادع الی ربك انك لعلی ھدی مستقیم"، اصل دین دعوت الی اللہ ہے اور یہی ہے جو ہدایت کی سیدھی راہ ہے!

اس کے بعد فرمایا: اگر لوگ اس پر بھی نہ مانیں اور جھگڑا کریں تو پھر اللہ پر معاملہ چھوڑ دینا چاہیے. وہ قیامت کے دن ان تمام نزاعات کا آخری فیصلہ کر دے گا. اس سے معلوم ہوا کہ اگر دین کے بارے میں لوگ جدل و نزاع سے باز نہ آئیں تو پھر " اللہ اعلم بما تعملون " کہہ کر جھگڑا ختم کردینا چاہیے. اس سے زیادہ کسی کے پیچھے =

٩
ع
١٦

الْمَصِيْرُ ۝ ٧٢ کر بیٹھیں گے.(اے پیغمبر!) تو کہہ دے: کیا میں تمھیں اس سے بھی ایک بدتر صورت حال کی خبر دوں؟ آگ کے شعلے! جس کا اللہ نے منکروں کے لیے وعدہ کر لیا. اور جس کا ٹھکانا یہ ہوا تو کیا ہی برا ٹھکانا ہے! ٧٢.

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْــــًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝ ٧٣

اے لوگو! ایک مثال سنائی جاتی ہے، غور سے سنو! اللہ کے سوا جن (خود ساختہ) معبودوں کو تم پکارتے ہو انھوں نے ایک مکھی تک پیدا نہیں کی. اگر تمھارے یہ سارے معبود اکٹھے ہو کر زور لگائیں جب بھی پیدا نہ کر سکیں. اور (پھر اتنا ہی نہیں بلکہ) اگر ایک مکھی ان سے کچھ چھین لے جائے تو ان میں قدرت نہیں کہ اس سے چھڑا لیں. تو دیکھو! طلب گار بھی یہاں درماندہ ہوا اور مطلوب بھی درماندہ (یعنی پرستار بھی عاجز ہیں اور ان کے معبود بھی عاجز!) ٧٣.

وَ يَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ	اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر
مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهٖ سُلۡطٰنًا	ان چیزوں کی بندگی کرتے ہیں
وَّ مَا لَيۡسَ لَهُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ	جن کے لیے نہ تو اس نے
وَ مَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ نَّصِيۡرٍ ۝۷۱	کوئی سند اتاری اور نہ ان کے

پاس علم کی کوئی روشنی ہے۔ ان بے انصافوں کو مدد کا کوئی سہارا نہیں مل سکتا ۷۱ ۔

وَ اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُنَا	اور جب انہیں ہماری روشن
بَيِّنٰتٍ تَعۡرِفُ فِىۡ وُجُوۡهِ	آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں
الَّذِيۡنَ كَفَرُوا الۡمُنۡكَرَ ؕ	تو جن لوگوں کے دلوں میں
يَكَادُوۡنَ يَسۡطُوۡنَ بِالَّذِيۡنَ	کفر ہے ان کے چہروں پر
يَتۡلُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا ؕ	ناپسندیدگی ابھرتی ہوئی دیکھ کر
قُلۡ اَفَاُنَبِّئُكُمۡ بِشَرٍّ مِّنۡ	تم پہچان لیتے ہو۔ ایسا معلوم
ذٰلِكُمۡ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ	ہوتا ہے کہ مارے ناپسندیدگی
الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ؕ وَ بِئۡسَ	کے یہ پڑھنے والوں پر حملہ

رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ج ٧٧ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ط هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ط مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ط هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۵ لا مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ صلے فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ط

پروردگار کی بندگی کرو. جو کچھ کرو نیکی کی بات کرو، عجب نہیں کہ اس طرح بامراد ہو[٧٧].

اور اللہ کی راہ میں جان لڑا دو، اس کی راہ میں جان لڑا دینے کا جو حق ہے پوری طرح ادا کرو. اس نے تمہیں برگزیدگی کے لیے چن لیا. تمہارے لیے دین میں کسی طرح کی تنگی نہیں رکھی. وہی طریقہ تمہارا ہوا جو تمہارے باپ ابراہیم کا تھا. اس نے تمہارا نام "مسلم" رکھا، پچھلے وقتوں میں بھی اور اس

السجدۃ عند الشافعی رحمۃ اللہ علیہ

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۷۴ اللہ کے مقام کی جو عزت کرنی تھی یہ نہ کر سکے۔ وہ تو سرتاسر قوت ہے، سب پر غالب! ۷۴

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۷۵ اللہ نے فرشتوں میں سے بعض کو پیام رسانی کے لیے برگزیدہ کر لیا، اسی طرح بعض انسانوں کو بھی، (لیکن اس برگزیدگی سے انہیں معبود ہونے کا درجہ نہیں مل گیا جیسا ان گم راہوں نے سمجھ رکھا ہے)۔ بلا شبہ اللہ ہی ہے سننے والا، دیکھنے والا! ۷۵

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۷۶ وہ جانتا ہے جو کچھ انہیں پیش آنے والا ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے گزر چکا۔ اور ساری باتوں کا آخری سر رشتہ اسی کے ہاتھ ہے! ۷۶

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا مسلمانو! رکوع میں جھکو، سجدے میں گرو، اپنے

=زبان سے بھی ، مال سے بھی ، ھاتھ پاوں سے بھی .

(ج) اس نے تمھیں برگزیدگی کے لیے چن لیا .

(د) اس نے تمھیں دین کی بہتر سے بہتر راہ دکھا دی . اس بہتری کا معیار کیا ھے؟ یہ کہ کسی طرح بھی تنگی اور رکاوٹ اس میں نہیں ھے . سب سے زیادہ سہل ، سب سے زیادہ سبك ، سب سے زیادہ واضح ، سب سے زیادہ فکر و عمل کی وسعت رکھنے والی : "الحنیفیة السمحة ، لیلها کنهارها"

انسان پر فکر و عمل کے ارتقاء کی راہ جس بات نے روك رکھی تھی وہ یہی دین کی تنگی اور رکاوٹ تھی . اس تنگی نے اس طرح اسے جکڑ بند کر رکھا تھا کہ ایك قدم بھی وسعت و بلندی کی طرف نہیں اٹھا سکتا تھا . اللہ نے اس جکڑ بندی سے تمھیں نجات دے دی اور یہ اس کا بڑے سے بڑا احسان ھے جو کسی انسانی گروہ پر ھو سکتا ھے .

(ہ) یہ تنگیاں جس قدر ھیں بعد کو پیدا کر لی گئیں . اصل دین میں نہ تھیں جو تمھارے بزرگ ابراھیم کا دین تھا . اسی دین خالص کی راہ تم پر کھول دی گئی .

(و) اس نے تمھارا نام "مسلم" رکھا ، کیوں کہ دین=

هُوَ مَوْلٰـكُـمْ ج فَـنِـعْـمَ (قرآن) میں بھی . اور یہ
الْـمَوْلٰى وَنِـعْـمَ الـنَّـصِـيْرُ ۝ ع ٧٨ اس لیے کیا تاکہ رسول
تمھارے لیے (حق کا) گواہ ہو (یعنی معلم ہو) اور تم تمام
انسانوں کے لیے . پس نماز کا نظام قائم کرو، زکوٰۃ کی ادائگی
کا سامان کرو . اللہ کا سہارا مضبوط پکڑ لو، وہی تمھارا
کار ساز ہے . اور جس کا کار ساز اللہ ہوا تو کیا ہی اچھا
کار ساز ہے اور کیا ہی اچھا مددگار ! ٧٨

١٠ ع ١٧

---

٧٧ و ٧٨ - آیت ٧٧ سے آخر تک سورت کے مواعظ
کا خاتمہ ہے . فرمایا :

(ا) اللہ کی بندگی و نیاز میں سرگرم رہو. تمھارے سارے
کام خیر و صلاح پر مبنی ہوں . اگر حسن عمل کی یہ
روح تم میں بس گئی تو پھر تمھارے لیے فلاح ہی
فلاح ہے .

(ب) جہد فی اللہ تمھاری زندگی کا شعار ہو . "جہد"
کے معنی کمال درجہ کوشش کرنے کے ہیں . پس
مطلب یہ ہوا کہ زیادہ سے زیادہ کوشش جو ایک انسان
کسی مقصد کے لیے کر سکتا ہے وہ تمھیں اللہ کے لیے
کرنی چاہیے، کیوں کہ تمھارے مساعی کا نصب العین
اس کے سوا اور کچھ نہیں . یہ کوشش نیت سے بھی ہے ،=

= کھڑ لیے ھیں اور اب انھیں سے اپنے کو پہچنوانا چاھتے ھیں وہ صریح "سمّٰکم المسلمین" سے انحراف ھے .

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

بعث بعد الموت اور قرآن کا استدلال

سورت کی ضروری تشریحات ختم ھوگئیں ، لیکن بعض مقامات کی اھمیت مزید تفصیل کی طالب ھے ، خصوصًا سورت کا ابتدائی حصہ جس میں "بعث بعد الموت" کا اثبات ھے . اس میں پہلے دلائل بیان کیے ھیں ، پھر ان سے نتائج نکالے ھیں . یہ نتائج حسب ذیل ھیں . آیات (٦ و ٧) پر غور کرو :

(ا) "ذٰلك بان الله هو الحق"، اللہ کی ھستی ایك حقیقت ھے .

(ب) "و انه يحي الموتى"، وہ مردوں کو زندہ کر دیتا ھے .

(ج) "و انه على كل شيء قدير"، اس کی قدرت سے کوئی چیز باھر نہیں .

(د) "و ان الساعة اٰتية لا ريب فيها"، ایك مقررہ گھڑی آنے والی ھے ، اس میں کوئی شبہ نہیں .

(ہ) "و ان الله يبعث من فى القبور"، جو مر گئے ھیں اللہ انھیں اٹھا کھڑا کرے گا . =

= خالص اول دن سے "اسلام" هی هے، یعنی قوانین حق کی اطاعت. یہی نام پہلے تھا، یہی اب هوا.

(ز) تمھیں اس لیے چنا گیا کہ اللہ کا رسول تمھارے لیے شاهد هو، تم تمام انسانوں کے لیے. تم اپنا چراغ اس سے روشن کرو گے، تمھارے چراغ سے تمام دنیا کے چراغ روشن هو جائیں گے:

یك چراغیست دریں خانه که از پر تو آں

هر کجا می نگری انجمنے ساخته انـد

(ح) یه فرض کیوں کر انجام پا سکتا هے؟ اس طرح که نماز کا اهتمام کرو، زکاة کا نظام استوار کرو، اللہ کا سہارا مضبوط پکڑ لو: "هو مولٰکم فنعم المولٰی و نعم النصیر".

یہاں سے دو باتیں قطعی طور پر معلوم هو گئیں: ایك یه که دین کی سچائی کی سب سے بڑی کسوٹی یه هے که اس میں تنگی و رکاوٹ نه هو. دوسری یه که مسلمانوں کے لیے دینی نام صرف "مسلمان" هی هے. اس کے سوا جو نام بھی اختیار کیا جائے گا وہ اللہ کے ٹھیرائے هوے نام کی نفی هو گا. پس مسلمانوں کے مختلف فرقوں، مذهبوں اور طریقوں نے جو طرح طرح کے خود ساخته نام =

= مٹی سے ، یعنی "من صلصال من حما مسنون" (۱۵ : ۲۸)، مٹی کا گارا جس میں مدتوں تك خمیر اٹھتا رھا اور پھر سوکھ کر کھنکھنانے لگا. سب سے پہلے زندگی کا جرثومه اسی میں نمودار ھوا تھا، پھر حکمت الٰہی نے اسے درجۂ تکمیل تك پہنچایا. سوال یه ھے که اگر زندگی عدم حقیقی سے وجود میں آ سکتی تھی تو کیا ایك مرتبه وحود میں آ کر پھر دھرائی نہیں حا سکتی؟ ریادہ عجیب بات کونسی ھے؟ کسی چیز کی ابتدائی پیدایش یا پیدایش کے بعد اعادہ؟ اگر تمھارے لیے ابتدائی پیدایش میں کوئی اچنبھا نہیں تو اعادے میں کیوں ھو؟ کیوں تم قطعی فیصله کر دو که ایسا نہیں ھو سکتا؟ جس قدرت پر یه دشوار نه ھو که زندگی پیدا کر دے، اس پر کیوں دشوار ھونے لگا که بیدا شدہ رندگی کو که بکھر گئی ھے پھر سمیٹ دے؟ اگر کمھار نئی مٹی سے نیا برتن بنا سکتا ھے تو یقیناً ٹوٹے ھوے برتن کے ٹکڑوں کو بھی دوبارہ ڈھال لے سکتا ھے!

پیدایش کا تناسلی سلسله اور قانون تحول

اچھا! یه تو ابتدائی پیدایش ھوئی. اس کے بعد پیدایش کا حو سلسله قائم ھوا اس کا کیا حال ھے؟ اس کا حال یه ھے که دو حقیقتیں ھر وقت تمھارے سامنے آتی رھتی ھیں: ایك یه که انسانی وجود کا پورا درخت صرف ایك بیج =

= یہ پانچ باتیں ہیں جن پر اس مقام کی موعظت نے روشنی ڈالی ہے ۔ یہ شک کو دور کرتی اور اذعان و یقین کی طمانیت پیدا کر دیتی ہے ۔ جو موعظت ایسی ہو اسے قرآن اپنی اصطلاح میں دلیل، برہان اور حجۃ سے تعبیر کرتا ہے، نہ کہ دلیل مصطلحۂ منطق و فنون جدلیہ ۔ اب غور کرو ! ان پانچوں باتوں کے لیے یہاں دلیل کی روشنی کس طرح نمایاں ہوئی ہے! فرمایا: ''ان کنتم فی ریب من البعث''، اگر تم شک میں پڑے ہو کہ مرنے کے بعد پھر دوبارہ اٹھنا کیسے ہو سکتا ہے تو اس بات پر غور کرو جو بیان کی جاتی ہے ۔ تمھارا سارا شک اور استغراب دور ہو جائے گا ۔

تخلیق حیات اور اعادۂ حیات

''فانا خلقنٰکم من تراب''، تمھیں یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ انسان مر کر پھر اٹھ کھڑا ہو، یعنی زندگی کا دوسرا اٹھان تمھیں عجیب معلوم ہوتا ہے ۔ لیکن اگر یہ بات عجیب ہے تو کیا اس سے زیادہ یہ بات عجیب نہیں کہ زندگی کا پہلا اٹھان ظہور میں آ گیا؟ تم اپنی ہستی میں تو شک نہیں کرسکتے؟ اچھا یہ ہستی کس طرح ظہور میں آئی؟ دوسری مرتبہ اگر انسانی ہستی اٹھے گی تو یہ زندگی کی ابتداء نہیں ہو گی، زندگی کا اعادہ ہو گا ۔ لیکن اس کی ابتداء کیوں کر ہوئی؟ ''من تراب'' =

= كه اس كى كود زندگيوں كى نمود سے بالكل خالى هوگئى ، پهر ديكهتے هو كه زندگيوں كى فراوانى سے شاداب هوگئى . يه انقلاب كس طرح ظهور ميں آيا؟ اسى طرح كه محض ايك تخم سے ، تخم كے ايك ذرے سے ، حيات نباتى كى ايك جوهرى تلقيح سے پورا وجود نباتى پيدا هوگيا اور تبدل و تحول كى تمام حالتيں اس پر بهى اسى طرح گزريں جس طرح تمهارى هستى پر گزرتى رهتى هيں .

قانون تأجيل

ساتھ هى غور كرو! يهاں ايك تيسرا قانون بهى كام كر رها هے . تم ديكهتے هو كه هر تبدل كے ليے ايك " اجل مسمى " يعنى مقرره وقت هے . جونهيں وه وقت آيا احياء و اجسام ظهور ميں آگئے . " نطفه " كو ديكهو : " نقر فى الأرحام ما نشاء الى اجل مسمى " ، وه اندرونى طور پر بنتا رهتا هے مگر ايك مقرره وقت تك ارحام كے اندر چهپا رهتا هے . اجسام نباتيه كو ديكهو ان كى زندگى كا جوهر موجود هوتا هے مگر ابهرتا نهيں . ابهرتا كب هے؟ " اذا انزلنا عليها الماء " ، جب بارش كى گهڑى آتى هے اور زندگى كے بروز و نمود كا اعلان كرديتى هے اس وقت " اهتزت و ربت و انبتت من كل زوج بهيج " كا عالم نمايان هوجاتا هے . =

= سے پیدا ہو جاتا ہے جس کا نام "نطفہ" ہے۔ لیکن "نطفہ" کیا ہے؟ کیا گوشت پوست ہے؟ ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے؟ ڈیل ڈول ہے؟ شکل و صورت ہے؟ عقل و حواس ہے؟ نہیں، کچھ بھی نہیں ہے اور پھر سب کچھ ہے! ایک قطرۂ حقیر، مگر اسی سے انسان کا جسم، اس کی قامت، اس کی صورت، اس کی ساری معنوی قوتیں ظہور میں آ جاتی ہیں! دوسری بات یہ کہ یہاں یکسر تغیر و تحول کا قانون جاری ہے۔ شکم مادر میں جنین کو دیکھو کتنی مختلف حالتوں سے گزرتا ہے! نطفے سے علقہ، علقے سے مضغہ، مضغے سے عظم و لحم، عظم و لحم سے تشکل و صورت۔ پھر پیدایش کے بعد بچے کو دیکھو کس طرح یکے بعد دیگرے نشو و بلوغ کے درجے بدلتا رہتا ہے! جوان آدمی کو دیکھو کس طرح جسم و عقل کے کمال تک پہنچتا اور پھر زوال کی طرف پلٹتا ہے! گویا انسان کی ہستی سراسر تبدیل ہے، تطوّر ہے، تحول ہے، ایک حالت سے بدل کر دوسری حالت میں داخل ہوتے رہنا ہے۔

عالم نباتات اور اعادہ و تحول

یہی حال عالم نباتات کا ہے۔ زمین کی گود میں بھی زندگیاں اور پیدایشیں ہیں۔ جس طرح یہاں "نطفہ" ہے، وہاں بھی تخم اور تخم کے ذرات ہیں۔ تم دیکھتے ہو =

="احل مسمی" بھی نئی زندگی پیدا نہیں کرے گی ۔ اسی پیدا شدہ زندگی کو دھرا دے گی جو کائنات کی آغوش میں موجود ھے ۔ اب تم کہو گے : اگر موجود ھے تو وہ دکھائی کیوں نہیں دیتی ؟ لیکن تمھیں کونسی چیز دکھائی دیتی ھے ؟ تمھیں نطفے میں انسان اور تخم میں درخت دکھائی دیتا ھے ؟ تم کہو گے : مگر نطفہ اور تخم تو دکھائی دیتا ھے اور زندگی کے جو جراثیم آنکھوں سے نہیں دیکھے جا سکتے ، آلات کے ذریعے دیکھ لیے جا سکتے ھیں ۔ ھاں ! دیکھ لیے جا سکتے ھیں ، مگر اس لیے کہ زیادہ دقیق نہیں ۔ جو دقیق نہیں تھے وہ تمھیں صاف نظر آتے رھے ، جو دقیق تھے وہ ھزاروں برس تک نظر نہیں آئے ، یہاں تک کہ تم نے طاقت ور خرد بینیں ایجاد کیں ۔ پس تم کیسے حکم لگا دے سکتے ھو کہ ان سے بھی دقیق تر تخمہائے حیات موجود نہیں ؟ اگر تمھیں صرف اتنی سی بات کے لیے دس ھزار برس تک انتظار کرنا پڑا کہ نطفۂ حیوانی کے جراثیم دیکھ لو تو تم کیسے کہہ سکتے ھو کہ ان سے بھی دقیق تر تخمہائے حیات کے لیے تمھیں چند ھزار برس اور مطلوب نہیں اور ان کا مرئی نہ ھونا ان کی معدومیت کا قطعی ثبوت ھے ؟ (١١٢) =

حیات اور اعادۂ نشأۃ

= یہ انسان و حیوان کی کامل ہستی جو محض " نطفه " سے ظہور میں آجاتی ہے ، کیوں ظہور میں آتی ہے ؟ اس لیے که اس میں جوہر حیات " بالقوۃ " موجود ہے اور پھر وہ بالفعل نمود کرتا ہے . اچھا ! اگر تمہاری روزانه زندگی کا یہ معامله تمہارے لیے عجیب نہیں تو یہ بات کیوں عجیب ہو جائے که اسی طرح کوئی نطفۂ حیات ہے جو مرنے کے بعد بھی موجود رہتا ہے اور اس سے دوبارہ وجود انسانی ظہور میں آجائے گا؟ تم کہو کے اس کی کوئی مثال نہیں . لیکن تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو جب که اس کی مثال ہمیشه تمہاری نگاہوں سے گزرتی رہتی ہے : " و تری الارض ہامدۃ "، تم زمین کو دیکھتے ہو وہی زمین جو کچھ عرصے پہلے شاداب تھی یك قلم سوکھ گئی ہے . پھر جب اس کی زندگی کی " اجل مسمی " آجاتی ہے ، یعنی پانی برسنے لگتا ہے تو اچانك مری ہوئی شادابی دوبارہ زندہ ہو جاتی ہے اور ہر تخم نباتی اٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے . جس طرح نباتات کے اعادۂ نشأۃ کا یہ منظر ہمیشہ دیکھتے رہتے ہو ٹھیك اسی طرح انسانی زندگی کے اعادۂ نشأۃ کا معامله بھی سمجھو . بارش نے نئی زندگی پیدا نہیں کر دی . اسی پیدا شدہ زندگی کو دھرا دیا جو زمین کی آغوش میں محفوظ موجود تھی . قیامت کی =

= ایك ایسی هی "اجل مسمی" هو .

(٥) "و ان الله یبعث من فی القبور" (۱۱۳)، اور جب وہ گھڑی آئے تو تمام اموات لہلہاتی ہوئی کونپلوں کی طرح اٹھ کھڑی ہوں .

قرآن کی اصطلاح میں "بعث"

قرآن کی اس موعظت کو ٹھیك طور پر سمجھ لینے کے لیے ضروری ھے کہ چند مقامات واضح ھو جائیں :

اولاً، قرآن نے جا بجا حیات بعد الموت کو "بعث" سے تعبیر کیا ھے . "بعث" کے معنی اٹھ کھڑے ہونے کے ھیں . گویا اس کے نزدیك یہ معاملہ ایسا ھوگا جیسے کوئی سو رھا تھا پھر اٹھ کھڑا ھوا . وہ اسے خلقت کے "اعادہ" سے بھی تعبیر کرتا ھے : "کما بدأنا اول خلق نعیدہ (۲۱ : ۱۰٤) .

موت اور حیات

ثانیاً، موت اور حیات کا اطلاق وہ صرف انھیں حالتوں پر نہیں کرتا جو فلسفیانہ اصطلاح کی معدومیت اور تخلیق ھیں، بلکہ ھر ایسی حالت پر کرتا ھے جس میں زندگی کی نمود مفقود ھو جائے، یا بالفاظ دیگر صورت معدوم ھو جائے اور پھر نمایاں اور متشکل ھو جائے . اس باب میں اس کا اطلاق اس درجہ وسیع ھے کہ نیند کی حالت پر بھی اس نے موت کا اطلاق کیا ھے . اور در اصل یہ خود عربی زبان کا لغوی اطلاق ھے . بعد کو =

تفصیل استدلال

= اب دیکھو مندرجۂ صدر موعظت سے ان پانچوں باتوں پر کس طرح اذعان و یقین کی روشنی پڑ رہی ہے!

(ا) ''ان اللہ ھو الحق''، کیوں کہ یہ سب کچھ بغیر اس کے نہیں ہو سکتا کہ خالقیت اور قدرت کی ایک حقیقت کام کر رہی ہو۔ تم وجدانی طور پر ایسا اعتقاد رکھنے پر مجبور ہو۔

(ب) ''انہ یحی الموتٰی''، کیوں کہ زندگی نہ تھی، اس نے پیدا کی اور پھر برابر اسے دھراتا رہتا ہے۔

(ج) ''انہ علی کل شیء قدیر''، کیوں کہ جس کی قدرت نے ایک ایسے مواد سے جو مٹی اور پانی کا ملا جلا کیچڑ تھا زندگی کا شعلہ روشن کیا اور اس کا ایسا نظم قائم کر دیا کہ نطفے کے ایک قطرے اور تخم کے ایک درے سے پیدایشیں نکلتی اور زندگیاں بنتی رہتی ہیں، اس کی قدرت سے کونسی بات بعید ہو سکتی ہے؟

(د) ''ان الساعۃ اٰتیۃ لا ریب فیھا''، ایک مقررہ گھڑی قیامت کی ضرور آنے والی ہے، کیوں کہ یہاں تبدیلی کا قانون نافذ ہے اور ہر تبدیلی کے لیے ایک ''اجل مسمی'' مقرر ہے۔ پس جس طرح بارش کی مقررہ گھڑی تمام اجسام نباتیہ کو موت کی حالت سے زندگی کی حالت میں لے آتی ہے، ضروری ہے نوع انسانی کے لیے بھی =

= جوہر حیات موجود ہوتا ہے۔

"انبعاث" تخلیق نہیں ہے، اعادہ و تبدل حیات ہے

ثالثاً، اس نے حشر اجساد کے معاملے کو بھی اسی حالت سے تشبیہ دی ہے جو نطفے سے زندگی کے ابھرنے اور تخم سے درختوں کے نکلنے کی حالت ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا انسان کی دوسری زندگی کا ظہور اس طرح کا ظہور نہ ہوگا جیسا ابتدائی تخلیق کا ظہور تھا، یعنی بغیر کسی اصل حیات کے حیات ظہور میں آگئی تھی۔ بلکہ ایسا ہوگا جیسا نطفے سے ایک نئی پیدایش اور بزور نباتات سے ایک نیا انبعاث ظہور میں آجاتا ہے، یعنی اصل حیات بالقوۃ موجود ہوتی ہے اور بالفعل ظہور میں آجاتی ہے۔ اسی لیے وہ اسے "بعث" سے تعبیر کرتا ہے، یعنی جیسے کوئی آدمی دیر تک سوتا رہا تھا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس نے اس انبعاث کے احساسات و واردات ایسے بیان کیے ہیں جیسے نیند کے بعد بیدار ہونے پر طاری ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً جا بجا کہا ہے: اس وقت لوگ سوچیں گے: ہم کتنے عرصے تک بے خبر رہے؟ کوئی کہے گا: تھوڑی دیر، کوئی کہے گا: زیادہ عرصے تک: "لم یلبثوا إلا عشیة او ضحٰھا" (٧٩: ٤٦)، "قالوا لبثنا یوماً او بعض یوم" (٢٣: ١١٣)۔ اور پھر یہی وجہ ہے کہ =

= موت اور حیات نے جو فلسفیانہ معانی پہن لیے وہ قرآن کی زبان نہیں ہے .

انسان کا عام مشاہدہ اور اعتقاد بھی یہی ہے "نطفہ" کو ہم زندہ نہیں کہتے ، حالانکہ اس میں زندگی کا جرثومہ موجود ہے . آم کی گٹھلی اور پتھر کے ایک ٹکڑے میں ہم کوئی فرق نہیں کرتے . دونوں ہماری زبان ، ہمارے اعتقاد اور ہمارے مشاہدے میں بے جان ہیں ، حالانکہ علمی اصطلاح میں گٹھلی بے جان نہیں . اس میں نباتی زندگی کا تخم موجود ہے . پس قرآن کے اختیارات لغویہ کو کہ لغت کے اعتبار سے ہیں ، علمی مصطلحات پر ڈھالنا نہیں چاہیے . اس کی زبان میں "موت" عام ہے ، خواہ انعدام محض ہو ، خواہ انعدام صورت ہو . اسی طرح "حیات" بھی عام ہے ، خواہ معدومیت محضہ سے تخلیق ہو ، خواہ کسی جوہر حیات سے بروز و انبعاث ہو . چنانچہ جس طرح وہ اس ابتدائی حالت کو موت سے تعبیر کرتا ہے جو عدم محض کی حالت تھی ، اسی طرح نطفے کی اور تخمہائے نباتات کی حالت کو بھی موت سے تعبیر کرتا ہے اور کہتا ہے : پہلے زندگی مٹی سے ہوئی جب کہ حیات حیوانی میں سے کچھ نہ تھا . پھر نطفے سے ہوتی ہے جب کہ نطفے کا =

= صرف صورت معدوم ہو جاتی ہے اور اسی صورت کا انعدام ہمارے لیے اس کا معدوم ہو جانا ہوتا ہے۔ تم درخت کو چیر کر تختہ بنا لیتے ہو۔ اب درخت معدوم ہو گیا، تختہ پیدا ہو گیا۔ مگر جو چیز معدوم ہو گئی وہ کیا تھی؟ صورت یا حقیقت؟ محض صورت جو پیدا ہو گئی وہ کیا پیدا ہوئی؟ نئی حقیقت یا نئی صورت؟ نئی صورت، کیوں کہ درخت پر جو تبدیلی طاری ہوئی وہ صرف صورت کی ہوئی۔ حقیقت تختے کی بھی وہی ہے جو درخت کی تھی۔ اب تختہ جلا دو، تختہ نابود ہو گیا، راکھ پیدا ہو گئی۔ راکھ بھی اڑا دو، راکھ نابود ہو گئی، منتشر ذرات پیدا ہو گئے۔ مگر ان دونوں حالتوں میں بھی جو انعدام ہوا وہ کس چیز کا ہوا؟ محض صورت کا۔ اگر تم منتشر ذروں کا بھی تعاقب کر سکتے ہو تو کر دیکھو! صورت بدلتی جائے گی، حقیقت کبھی معدوم نہیں ہو گی، کیوں کہ یہاں ہر گوشے میں تبدل صرف صورت کے لیے ہے، حقیقت کے لیے نہیں ہے۔

لیکن صورت کے اس تبدل کا سلسلہ کس نقطے پر جا کر ختم ہوتا ہے؟ اس کا کھوج ہم آج تک نہ پا سکے۔ ہماری جستجو کا قافلہ ہمیشہ کی طرح اب بھی رواں ہے =

= وہ اس حالت کو اعادۂ حیات سے تعبیر کرتا ھے اور عالم هستی کے تبدل و تحول سے استدلال کرتا ھے۔ یعنی جب فطرت کائنات کے ھر گوشے میں تبدل حالت کا قانون کام کر رھا ھے اور یہاں ھر قدم پر تبدل اور ھر منزل پر تجدد ھے تو کیوں تمھیں اس سے انکار ھو کہ ایک اور تبدل بھی پیش آنے والا ھے اور اس کا نام ”بعث و حشر“ ھے؟

انسان اپنی ھستی کی جس منزل تک پہنچ چکا ھے وھاں سے گردن موڑ کر پیچھے کی طرف دیکھے کتنے بے شمار تبدلات ھیں جن سے اس کی ھستی گزرتی رھی ھے! پھر اگر ماضی میں بے شمار تبدلات ھو چکے ھیں تو کیوں مستقبل میں بھی نہ ھوں؟ کیوں تبدلات کا سفر اسی منزل تک پہنچ کر رک جائے؟ کیوں اس پر تعجب ھو کہ جہاں ایک ھزار تبدیلیاں ھو چکی ھیں وھاں ایک آخری تبدیلی اور بھی ھونے والی ھے؟ ھم نے اضافی حیثیت سے یہاں ” آخری“ کہہ دیا، ورنہ کون کہہ سکتا ھے کہ وہ تبدل بھی آخری ھوگا؟ ”وما اوتیتم من العلم الا قلیلا“ (۱۷ : ۸۵)۔

ثانیاً، ھم دیکھتے ھیں کہ یہاں جو چیز بھی اپنا وجود پالیتی ھے پھر اس کی حقیقت معدوم نہیں ھوتی، =

یہاں وجود کی حقیقت
نہیں مٹتی، صورت مٹتی ہے

= نابود محض نہیں ہو جاسکتی۔ بلا شبہ اس کی صورت مٹ جاتی ہے، مگر حقیقت نہیں مٹے گی۔ اس کی صورت پر ہزار تبدیلیاں طاری ہو جائیں، مگر بالآخر کوئی نہ کوئی حقیقت جوہری ضرور باقی رہے گی۔ وہ ایک دانۂ تخم کی طرح ہو، ایک نطفۂ پیدایش کی طرح ہو، ایک درۂ حیات کی طرح ہو، مگر ممکن نہیں کہ موجود نہ ہو۔ وہ کسی نہ کسی حالت میں ضرور موجود رہتی ہے اور پھر جونہیں بعث و اعادے کی گھڑی آئے گی اور زندگی کا صور پھونکا جائے گا ہر انسانی زندگی اس سے نمودار ہو کر اٹھ کھڑی ہوگی، ٹھیک اسی طرح جس طرح نطفۂ پیدایش سے شکم مادر میں، تخم نباتی سے آغوش ارضی میں اٹھ کھڑی ہوتی ہے!

یہاں کوئی ہستی جو پیدا ہو جائے پھر نابود نہیں ہو جاتی۔ وہ کسی مخفی نشیمن میں سوئی رہتی ہے۔ اب اسے دوبارہ خلق کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، صرف اٹھا دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ نباتات کی ہستی ذرات تخم کے نشیمنوں میں سوئی رہتی ہے۔ جب نمود و بروز کا موسم آتا ہے تو وہ نئی ہستیاں پیدا نہیں کر دیتا، سوئی ہوئی ہستیوں کو بیدار کر دیتا ہے۔ اسی طرح انسان کی ہستی بھی کسی نہ کسی عنصری مقدار کے ذرے میں بند ہو کر =

= ہم نے عرصے تک عناصر کا خواب دیکھا۔ ہم مدتوں جزء لا یتجزیٰ کی سراغ رسانی میں رہے۔ ہم نے دی مقراطیسی سالمات (molecule) پر صدیوں تک اعتماد کیا۔ اب ہم الکٹرون (Electron) کی مثبت اور منفی لہروں میں اسے دیکھ رہے ہیں اور نہیں جانتے کہ آگے بڑھیں گے یا یہیں رکے رہیں گے۔ (۱۱۴) مقادیر عنصری کے نظریہ (QuantumTheory) نے حقیقت کا جلوہ ایک دوسری ہی صورت میں نمایاں کیا ہے اور ٹھوس مادہ (Solid matter) کی جگہ قوت مجردہ (Pure energy) اب وجود اور حرکت کے ہر گوشے میں کام کرتی نظر آرہی ہے۔

قرآن کہتا ہے: جب تم دیکھ رہے ہو کہ یہاں تبدل صورت اور بقاء حقیقت کا قانون ہر گوشے میں کام کررہا ہے تو پھر تم نے کیسے سمجھ لیا کہ ایک انسانی ہستی وجود میں آکر پھر مطلقاً نابود ہوجاتی ہے اور اس کی کوئی حقیقت جوہری باقی نہیں رہتی؟ فطرت کا جو قانون وجود وہستی کے ہر گوشے میں نافذ ہے وہ زندگی اور روح کے لیے کیوں معطل ہوجائے؟ وہ انسان کی زندگی کے لیے کیوں معطل ہوجائے جو کرۂ ارضی کی تمام مخلوقات کا ماحصل اور سلسلۂ تخلیق کا منتہیٰ اور مقصود ہے؟ نہیں! یہاں کوئی ہستی بھی جو وجود میں آجائے =

متبدل صورت اور بقاء حقیقت سے استدلال

= طرح تبدل کائنات کا بھی ایك موسم ھےاور ھمارے سال کی طرح اس کا بھی کوئی سال اور ھماری روز شماریوں کی طرح اس کی بھی کوئی روز شماری ھے. لیکن ھم اپنی تقویم پر جو کائنات کے صرف ایك حقیر کرہ کی سیر و گردش کا نتیجہ ھے، اس کی تقویم کو قیاس نہیں کر سکتے. اس کی مدت کوئی بڑی ھی طولانی مدت ھے، اتنی طولانی کہ ھماری وقت شماری کے پچاس ھزار سال اور اس کا صرف ایك دن. چنانچہ آگے چل کر سورۂ معارج میں پڑھو گے: ”تعرج الملٰئکة والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنة“ (۷۰ : ٤). ھمارے سال کے موسموں کی طرح اس کا بھی ایك موسم ختم ھوتا اور دوسرا موسم شروع ھوتا ھے. یہاں جب حیات ارضی کا موسم آتا ھے تو اس کی محرك اول بارش ھوتی ھے. بارش گرتی ھے اور اموات نباتات کو زندگی کا حکم مل جاتا ھے: ”اھتزت وربت وانبتت من کل زوج بھیج“. ٹھیك اسی طرح جب سال کائنات کا وہ مقررہ موسم آئے گا تو بارش ھی کی طرح زندگی کا کوئی صور پھونك دیا جائے گا: ”فاذا نفخ فی الصور نفخة واحدة“ (٦٩ : ١٣)، اور بمجرد حکم تمام اموات انسانی اٹھ کھڑی ھوں گی: ”یخرجون من الاجداث کانھم جراد منتشر لا مھطعین =

= سو رہتی ہے اور جب وقت آئے گا تو اٹھ کھڑی ہوگی.
تم اسے دیکھتے نہیں ، لیکن تم اور کتنی حقیقتوں کو دیکھ
رہے ہو؟ تمہیں اس کا پتا نہیں ، لیکن تم نے اور کتنی
حقیقتوں کا پتا لگا لیا ہے ؟ تمہارے عدم ادراك سے حقیقت
معدوم نہیں ہو جاسکتی . تم اگر اعتقاد وجود کے لیے
مشاہدۂ وجود کو شرط سمجھ لوگے تو تمہیں آدھی دنیا
سے انکار کر دینا پڑے گا . تم نے اگر ایسا سمجھ لیا ہوتا
تو آج حقائق مادیہ کی دوتہائی حقیقتیں غیر معلوم ہوتیں.
تم عرفان حقیقت کی راہ میں صرف حواس کے سہارے
چل نہیں سکتے . تمہیں ادراك عقلی کا سہارا پکڑنا پڑتا
ہے . اور پھر جب یہ سہارا بھی جواب دے دیتا ہے تو
تم رك جاتے ہو اور انتظار کرتے ہو . تمہیں اس گوشے میں
بھی رك جانا چاہیے اور انتظار کرنا چاہیے .

خامساً، قرآن نے بعث وحشر کے معاملے کا جس طرح
ذکر کیا ہے اور عالم نباتات کے اعادۂ حیات کی مقررہ
گھڑی سے جس طرح اسے تشبیہ دی ہے ، اس سے ایسا
متبادر ہوتا ہے کہ تبدل کائنات کے معاملے کو بھی
موسموں کی تبدیلیوں کا سا معاملہ تصور کرنا چاہیے. دنیا
میں ہم دیکھتے ہیں خزان و بہار، خشك سالی و سیرابی ،
گرمی و سردی کے مختلف موسم آتے رہتے ہیں. اسی =

موسم ہستی کی گردش اور تقویم فطرت

=دلائل بعث کے بیان کے بعد فرمایا: ”و من الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم و لا ھدی و لا کتٰب منیر“، اور کتنے ھی آدمی ھیں جو اللہ کے بارے میں جھگڑنے لگتے ھیں اور ان کی حالت کیا ھوتی ھے؟ یہ کہ نہ تو علم کی روشنی رکھتے ھیں، نہ کوئی رہ نمائی کی راہ اور نہ کوئی کتاب روشن اور عرفان حق کے یہی تین وسائل ھیں جو انسان کو حاصل ھو سکتے ھیں پس ایسے لوگوں کے لیے سچائی کی کوئی دلیل بھی سود مند نہیں. وہ دلائل بعث کی یہ تمام موعظت سن کر بھی سر ھلا دیں گے کہ بات سمجھ میں نہیں آتی

یہ آیت مہمات معارف قرآنی میں سے ھے، کیوں کہ اس نے ”جدال فی اللہ بغیر علم“ کی حالت کی طرف اشارہ کیا ھے اور یہی حالت قرآن کے نزدیك جھل و ضلالت انسانی کا سب سے بڑا مبدأ ھے. لیکن چوں کہ یہ مقام زیادہ تفصیل کے ساتھ آیندہ سورتوں میں آنے والا ھے، اس لیے یہاں اس کی تشریح میں جانا ضروری نہیں.



= الی الداع " (٥٤ : ٧ و ٨) ۔

آخر میں ایک اصل عظیم نہیں بھولنی چاہیے ۔ جہاں تک مسئلۂ حیات کی حقیقت کا تعلق ہے علم انسانی کے سامنے کوئی یقینی روشنی موجود نہیں ۔ ہم اس وقت تک یہ بھی نہ جان سکے کہ زندگی کی حقیقت کیا ہے ؟ ارنست ہیکل (Ernst Haeckel) کے لفظوں میں "ہم زیادہ سے زیادہ جو کر سکتے ہیں وہ صرف یہی ہے کہ اس کے آنے کا انتظار کریں اور جب آجائے تو اس کے اطوار و احوال اور خواص و افعال کے تعاقب میں نکل جائیں" ۔ لیکن وہ ہے کیا ؟ وہ آتی کہاں سے ہے ؟ وہ جاتی کہاں ہے؟ تو اس بارے میں علم انسانی کا قدم اس جگہ سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھ سکا جہاں ہزاروں برس سے متحیر و درماندہ کھڑا ہے ۔

جب حقیقت حیات کے بارے میں ہماری عقلی معلومات کا یہ حال ہے تو کیا ہمیں ایسا مقام حاصل ہے کہ وحی الٰہی کے اعلانات علم و یقین کے مقابلے میں نفی و انکار کی جرأت کریں؟ اگر کریں گے تو یہ ویسی ہی جرأت ہوگی جسے اسی سورت میں " جدال فی اللہ بغیر علم " سے تعبیر کیا ہے :
" ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم و لا ھدی و لا کتٰب منیر " ۔ =

علم اس مقام میں نہیں کہ جرأت انکار کرے

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ۝۵ — جو اپنے ستر کی نگہداشت سے کبھی غافل نہیں ہوتے ۵ ۔

اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ۝۶ — ہاں اپنی بیبیوں سے زناشوی کا علاقہ رکھتے ہیں، یا ان سے جو ان کی ملکیت میں آ گئیں (یعنی غلامی کی حالت میں پڑی ہوئی عورتیں جو ان کے نکاح میں آ گئیں) تو ان سے علاقہ رکھنے پر ان کے لیے کوئی ملامت نہیں ۶ ۔

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ۝۷ — اور جو کوئی (اس معاملے میں) اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت نکالے تو ایسی صورتیں نکالنے والے ہی ہیں جو حد سے باہر ہو گئے ۷ ۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ۝۸ — نیز جن کا حال یہ ہے کہ اپنی امانتوں اور عہدوں کا پاس رکھتے ہیں ۸ ۔

سورة المؤمنون - ٢٣

مكية و هي مائة و ثماني عشرة آية

مکی ١١٨ آیات

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ ١ بلا شبہ ایمان لانے والے
کام یاب ہوئے ١ ۔

اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ (کون ایمان لانے والے؟)
خَاشِعُوْنَ ۙ ٢ جو اپنی نمازوں میں خشوع
و خضوع رکھتے ہیں ٢ ۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ جو نکمی باتوں سے رخ
مُعْرِضُوْنَ ۙ ٣ پھیرے ہوئے ہیں ٣ ۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ جو زکوٰۃ ادا کرنے میں
فَاعِلُوْنَ ۙ ٤ سرگرم ہیں ٤ ۔

قد افلح المؤمنون - ١٨

= یعنی یه جماعت اپنے خصائص ایمانی و عملی میں دعوت حق کی صداقت کی ایک مشہور دلیل بن گئی تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ اس عہد کی سورتوں میں جا بجا اس کے اعمال و خصائص کی طرف اشارات کیے ہیں ۔

اس سورت کی ابتدا اسی مرقع سے ہوتی ہے ۔ غور کرو! اس مرقع کے اصلی نقش و نگار کیا کیا ہیں! یہاں خصوصیت کے ساتھ پانچ وصف بیان کیے ۔ گویا قرآن کے نزدیک ایمان و عمل کے مرقع میں سب سے زیادہ نمایاں یہی خط و خال ہیں ۔ جس زندگی میں یہ خصائص نہ ہوں وہ مومن زندگی نہیں سمجھی جا سکتی:

(ا) نماز کی محافظت اور اس کا خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرنا ۔ "خشوع" کا پورا مفہوم کسی ایک لفظ میں ادا نہیں کیا جا سکتا ۔ تم کسی با ہیبت و اجلال مقام میں کھڑے ہو جاؤ تو تمہارے ذہن و جسم پر کیسی حالت طاری ہو جائے گی؟ ایسی ہی حالت کو عربی میں "خشوع" کی حالت کہتے ہیں ۔

(ب) ہر اس بات سے مجتنب رہنا جو نکمی ہو ۔ صرف انہیں باتوں کا اشتغال رکھنا جو دین و دنیا میں نافع ہوں ۔

(ج) اپنی کمائی اپنے محتاج بھائیوں کے لیے خرچ کرنا ۔ =

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝٩ | اور اپنی نمازوں کی حفاظت میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے ۹ .

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ ۝١٠ | تو یقیناً ایسے ہی لوگ ہیں جو اپنا ورثہ پانے والے ہیں ١٠ .

الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝١١ | یہ فردوس کی زندگی میراث میں پائیں گے، ہمیشہ کے لیے اس میں بسنے والے ١١ .

رکوع ۱

---

۱ تا ۱۱ — یہ مکی زندگی کی آخری تنزیلات میں سے ہے . بالاتفاق الانبیاء کے بعد اتری .

یہ وہ زمانہ تھا کہ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت مکہ میں پیدا ہوگئی تھی اور دعوت حق کے فیضان نے اس کے خصائص اسلامی آشکارا کر دیے تھے . یہ گویا مریضوں کی پہلی جماعت تھی جو اس شفا خانے سے تندرست ہو کر نکلی . اب طبیب ان کی طرف اشارہ کر کے کہہ سکتا تھا کہ جسے میری طبابت میں شک ہو وہ انہیں دیکھ لے . جو طبیب اپنے نسخۂ شفا سے ایسی تندرست روحیں پیدا کر دیتا ہے وہ طبیب ہے یا نہیں؟ =

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۚ [١٢] | اور (دیکھو!) یہ واقعہ ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا (یعنی زندگی کی ابتدا مٹی کے خلاصہ سے ہوئی) ١٢ .

ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۪ [١٣] | پھر ہم نے اسے "نطفہ" بنایا ایك ٹھیر جانے اور جماؤ پانے کی جگہ میں ١٣ .

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۚ [١٤] | پھر "نطفہ" کو ہم نے "علقہ" بنایا، پھر "علقہ" کو ایك گوشت کا ٹکڑا سا کر دیا، پھر اس میں ہڈیوں کا ڈھانچا پیدا کیا، پھر ڈھانچے پر گوشت کی تہ چڑھا دی، پھر دیکھو! کس طرح اسے بالکل ایك دوسری ہی طرح کی مخلوق بنا کر نمودار کر دیا!

= (د) زنا سے کبھی آلودہ نہ ہونا۔

(ہ) امانت دار ہونا۔ اپنے عہدوں کو پورا کرنا۔

آیت ۷ سے معلوم ہوا کہ قرآن کے نزدیک اتحاد تناسلی کا جائز طریقہ صرف ایک ہی ہے اور وہ ازدواج کا طریقہ ہے۔ اس کے علاوہ جو طریقہ بھی اختیار کیا جائے گا ناجائز ہوگا، خواہ کسی شکل اور کسی نوعیت کا ہو۔

تمام دنیا کی طرح عرب میں بھی غلامی کی رسم جاری تھی اور لونڈی غلاموں کے معاملے کو ملک یمین سے تعبیر کرتے تھے، یعنی کسی چیز پر قابض ہو جانے سے۔ یہاں فرمایا: وہ زنا شوی کا علاقہ بجز منکوحہ عورتوں کے اور کسی سے نہیں رکھتے۔ ان کی بیبیاں ہوں جو سوسائٹی کے آزاد افراد میں سے ہیں یا لونڈیاں ہوں جو ان کے نکاح میں آ گئی ہیں۔

چوں کہ وقت کی سوسائٹی میں آزاد اور غلام افراد کی یہ دو قسمیں پیدا ہوگئی تھیں، اس لیے ان کا ذکر کرنا ناگزیر تھا۔ باقی رہی یہ بات کہ خود قرآن نے رسم غلامی کے باب میں کیا حکم دیا اور کس طرح اسے مٹانا چاہا تو اس کا جواب سورۂ محمد کی تشریحات میں ملے گا۔

= " نطفه " رحم مادر میں جگہ پکڑتا ھے ' پھر اس پر نشو و نما کے مختلف دور طاری ہوتے ھیں . قرآن نے یہاں اور دوسرے مقامات میں تشکیل جنین کے جو مراتب خمسہ بیان کیے ھیں گزشتہ زمانے میں ان کی پوری حقیقت واضح نہیں ہوئی تھی ، کیونکہ علم تشریح جنین (Embryology) بالکل ناقص حالت میں تھا. لیکن اب انیسویں صدی کی تشریحی تحقیقات نے تمام پردے اٹھا دیے ھیں اور ان سے پوری طرح ان تصورات کی تصدیق ہو گئی ھے ، خصوصاً " ثم انشانٰه خلقا اٰخر " کی. تفصیل اس کی سورت کے آخری نوٹ میں ملے گی .

انسان اگر غور کرے تو حقیقت کے دلائل و شواھد اسے تین راھوں سے گھیرے ہوئے ھیں . خود اس کی ھستی کا ھر گوشہ سرتاسر دلیل حقیقت ھے . یہ قرآن کی اصطلاح میں " عالم نفس " ھے . اس سے باھر جو کچھ ھے وہ بھی حقیقت کا پیام ھے . یہ " عالم آفاق " ھے . پھر عالم آفاق کے دلائل کی بھی دو قسمیں ہوئیں . کائنات ھستی کی خلقت و قوانین کے مظاھر ، یہ آیات کونیہ ھیں. اقوام ماضیہ کے احوال و تجارب ، یہ براھین عملیہ ھیں .

قرآن کا اسلوب بیان یہ ھے کہ وہ ان تمام اقسام سے استدلال کرتا اور ایک قسم کے دلائل کے بعد دوسری =

تو کیا ھی برکتوں والی ھستی ھے اللہ کی، پیدا کرنے والوں میں سب سے بہتر پیدا کرنے والا ۱٤ .

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝١٥ پھر (دیکھو! اس پیدایش کے بعد) تم سب کو ضرور مرنا ھے ۱۵ .

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝١٦ اور پھر (مرنے کے بعد) ایسا ھونا ھے کہ قیامت کے دن اٹھائے جاؤ ۱٦ .

---

۱۲ تا ۱٦ – آیت ۱۲ میں وھی بات کہی جو سورۂ حج میں گزر چکی ھے، یعنی انسان کی ابتدائی پیدایش کس چیز سے ھوئی؟ "سلالة من طين" ایك ایسے جوھر سے جو کیچڑ کا خلاصه تھا. یعنی مرطوب مٹی مدتوں تك خمیر کی حالت میں رھی، پھر اس میں کوئی ایسی چیز پیدا ھو گئی جسے اس کا خلاصه اور ست سمجھنا چاھیے. اسی خلاصے سے زندگی کی اولین نمود ھوئی اور اسی سے بالآخر وجود انسانی متشکل ھوا.

یه تو پہلی پیدایش ھوئی. اس کے بعد پیدایش کا سلسله کس طرح جاری ھوا؟ توالد و تناسل سے. چنانچه پہلے =

فِى الْاَرْضِ ﷺ وَ اِنَّا عَلٰى اور اسے زمین میں (حسب
ذَهَابٍ ؚ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ؗ ۱۸ ضرورت) ٹھہرائے رکھا اور
ہم یقیناً قادر ہیں کہ اسے (جس طرح نمودار کیا اسی طرح اڑا)
لے جائیں ۱۸ ۔

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ پھر اسی پانی کی آبیاری سے
مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ؚ لَكُمْ تمہارے لیے کھجوروں اور
فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ انگوروں کے باغوں کو
وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ؗ ۱۹ نشو و نما دے دی ۔ ان باغوں
میں تمہارے لیے بہت سے پھل پیدا ہوتے ہیں، بعض تمہارے
کھانے میں کام آتے ہیں ۱۹ ۔

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ اور وہ درخت جو طور سیناء
سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ میں پیدا ہوتا ہے (یعنی
وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ۞ ۲۰ زیتون کا درخت) جو چکنائی
اگاتا ہے اور کھانے والوں کے لیے (نہایت اچھا) سالن ۲۰ ۔

وقف لازم

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ	اور (دیکھو!) یہ ہماری ہی
سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا	کار فرمائی ہے کہ تمہارے
عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ۝ ۱۷	اوپر (گردش کے) سات راستے

بنا دیے اور ہم مخلوق کی طرف سے غافل نہ تھے ۱۷ ۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ	اور ہم نے ایك خاص اندازہ
مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ	کے ساتھ آسمان سے پانی برسایا

= قسم کے دلائل لاتا ہے۔ اس سورت میں علی الترتیب تینوں قسموں کے دلائل جمع ہو گئے ہیں ۔ آیت ۱۲ سے ۱۶ تك انسان کو توجہ دلائی ہے کہ خود اپنی خلقت پر غور کرے ۔ آیت ۱۷ سے ۲۲ تك عالم آفاق کے دلائل کو نیہ بیان کیے ہیں کہ اپنے نفس سے باہر کے عالم میں تفکر کرے ۔ آیت ۲۳ سے ۵۲ تك گزشتہ دعوتوں کی سرگذشتوں سے استدلال کیا ہے کہ حوادث ماضیہ سے حال و مستقبل کے لیے عبرت پکڑے ۔ اس کے بعد آخر سورت تك جو کچھ بیان ہے وہ اسی سلسلۂ استدلال کے قدرتی نتائج و عبر ہیں ۔

= کے ھیں ، لیکن چوں کہ ھمارے مفسروں کے سامنے نظام بطلیموسی موحود تھا اور اس میں کواکب کی جگہ طبقات سماوی کی گردش تسلیم کی گئی تھی ، اس لیے مجبور ھوے کہ کسی نہ کسی طرح اسے طبقات کے معنوں میں لے جائیں ۔ مگر اب نظام بطلیموسی کا پورا کارخانہ ھی ملیامیٹ ھو گیا ۔

سات بڑے ستاروں کا تعین انسانی علم کی نہایت قدیم معلومات میں سے ھے ۔ اسی لیے قرآن جا بجا ان کی سیر و گردش اور عجائب آفرینش پر توجہ دلاتا ھے ۔ خصوصیت کے ساتھ ان کی خلقت پر اس لیے بھی زور دیا گیا کہ تمام قدیم قوموں میں ان کی پرستش کا اعتقاد پیدا ھو گیا تھا ، اس لیے ضروری تھا کہ ان کی مخلوقیت کے پہلو پر بار بار زور دیا جاتا ۔

آیت ۲۰ میں خصوصیت کے ساتھ زیتون کے درخت کا ذکر کیا ھے ۔

فطرت کے افادہ و فیضان عام کا یہ ایک خاص گوشہ ھے ۔ اس نے دانوں اور پھلوں میں ھر طرح کی ٹھوس غذا ھی پیدا نہیں کر دی ، بلکہ دھنیت کے ایسے ذخیرے بھی مہیا کر دیے جن سے بکثرت تیل نکلتا ھے اور انسان کے لیے نہایت مقوی غذا اور دوا کا کام دیتا ھے ۔ =

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ	اور (دیکھو!) تمھارے لیے
لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا	چار پایوں کی خلقت میں بھی
فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا	بڑی ھی عبرت ھے۔ جو کچھ
مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا	ان کے شکم میں بھرا ھے (یعنی
تَاْكُلُوْنَ ۙ ۲۱	ناگوار آلایشیں) اسی میں سے

تمھارے لیے پینے کی (خوش گوار) چیز پیدا کر دیتے ھیں (یعنی دودھ) اور تمھارے لیے ان کے وجود میں اور بھی طرح طرح کے فائدے ھیں۔ انھیں میں سے بعض تمھارے لیے غذا کا کام بھی دیتے ھیں ۲۱۔

وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ	تم (خشکی میں) ان پر اور
تُحْمَلُوْنَ ۚ ۲۲	جھازوں پر (سمندر میں)

سوار بھی ھوتے ھو ۲۲۔

ع ۱ ۱

---

۱۷ تا ۲۲ - آیت ۱۷ سے ۲۲ تک جن دلائل کونیہ پر توجہ دلائی ھے وہ برھان ربوبیت کا استدلال ھے۔ تفصیل کے لیے تفسیر فاتحہ دیکھو۔ آیت ۱۷ میں فرمایا: "خلقنا فوقکم سبع طرائق"۔ "طرائق" کے صاف معنی عربی میں راہ=

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ قوم کی طرف (ھدایت کے لیے)

اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۲۳ بھیجا تھا۔ اس نے کہا تھا:

بھائیو! اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں۔ کیا تم (بدعملی کے نتائج سے) ڈرتے نہیں؟ ۲۳

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ اس کی قوم کے جن سرداروں

كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ نے کفر کی راہ اختیار کی تھی

---

۲۳ - آیت ۲۳ سے اقوام ماضیہ کی سرگذشتوں کا جو بیان شروع ہوا ہے وہ تمام تر مجمل اشارات پر مشتمل ہے، کیوں کہ یہاں یہ موعظت مقصود بالذات نہیں ہے، پچھلی دو موعظتوں کو دلائل قصص سے مزید تقویت دینی ہے۔

چوں کہ گزشتہ دعوتوں کا تذکرہ ہر جگہ حضرت نوح کی دعوت سے شروع کیا گیا ہے اور حضرت مسیح کی دعوت پر ختم ہو جاتا ہے، اس لیے یہاں بھی ابتداء دعوت نوحی ہی سے ہوئی اور حضرت مسیح کے تذکرے پر ختم ہو گئی۔ درمیان میں جو دعوتیں اور قومیں گزریں ان کی طرف صرف اجمالی اشارہ کر دیا گیا۔ البتہ حضرت موسیٰ کا خصوصیت کے ساتھ نام لیا گیا، کیوں کہ ان سے سلسلۂ دعوت کے ایک نئے دور کی ابتدا ہوئی تھی۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ

اور (پھر دیکھو!) یہ واقعہ ھے کہ ھم نے نوح کو اس کی

= ان میں سب سے زیادہ عجیب و نافع درخت زیتون کا درخت ھے۔ اس کا دانہ سرتاسر دھنیت ھے، حتی کہ اگر چٹکی میں لے کر زور سے مسل ڈالو تو تیل کے قطرے ٹپکنے لگیں گے۔ حواس کے لحاظ سے کوئی چکنائی اتنی معتدل اور موافق نہیں جتنی زیتون کی ھے۔

شاید بہت کم لوگوں نے اس بات پر غور کیا ھوگا کہ دھنیت کے لیے تمام دنیا کا اعتماد ھمیشہ سے نباتاتی دھنیت ھی پر رھا ھے اور اس میں بھی خصوصیت کے ساتھ زیتون پر۔ یہ صرف ھندوستان ھے جہاں مکھن کو گھی بنا کر استعمال کرنے کا رواج پیدا ھوا اور لوگ اسے نباتاتی دھنیت پر ترجیح دینے لگے۔ یہی وجہ ھے کہ دنیا کی دوسری زبانوں میں گھی کے لیے کوئی خاص لفظ نہیں ملتا۔ وہ اس سے آشنا ھی نہ تھے۔

زیتون کے لیے طور سیناء کی طرف اس لیے اشارہ کیا کہ مصابت زیتون میں سے قریب تر مقام جزیرہ نمائے سیناء ھی کا علاقہ تھا۔ گویا زیتون کی اصلی دنیا یہاں سے شروع ھو جاتی ھے۔

جھٹلایا ھے تو تو میری مدد کر! ۲۶

فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ لا فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ج وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ج اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۲۷

پس ہم نے نوح کی طرف وحی بھیجی کہ: ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بنا۔ پھر جب ایسا ہو کہ ہمارے حکم کا وقت آجائے اور تنور کے شعلے بھڑك اٹھیں (یعنی ظہور نتائج کا معاملہ پختہ ہو جائے) تو کشتی میں ہر جانور کے دو دو جوڑے ساتھ لے لے اور اپنے گھر والوں کو بھی، مگر گھر کے ایسے آدمی کو نہیں جس کے لیے پہلے فیصلہ ہو چکا۔ اور (دیکھ!) جن لوگوں نے ظلم کیا ھے ان کے بارے میں ہم سے کچھ عرض معروض نہ کیجیو۔ وہ ڈوب کر رہیں گے! ۲۷

اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰۗئِكَةً ښ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَاۗىِٕنَا الْاَوَّلِيْنَ ۚ ۲۴

وہ یہ سن کر (لوگوں سے) کہنے لگے: یہ آدمی اس کے سوا کیا ہے کہ تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہے! مگر چاہتا ہے تم پر اپنی بڑائی جتائے.

اگر اللہ کو کوئی ایسی ہی بات منظور ہوتی تو کیا وہ فرشتے نہ اتار دیتا؟ (وہ ہماری ہی طرح کے ایک آدمی کو اپنا پیام بر کیوں بنانے لگا؟) ہم نے اپنے اگلے بزرگوں سے تو کوئی ایسی بات کبھی سنی نہیں ۲۴.

اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ۲۵

کچھ نہیں، یہ پاگل ہوگیا ہے، بس (اس کی باتوں پر کان نہ دھرو) کچھ دنوں تک انتظار کر کے دیکھ لو اس کا انجام کیا ہوتا ہے ۲۵.

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ۲۶

اس پر نوح نے دعا مانگی: خدایا! انہوں نے مجھے

پیدا کر دیا . ۳۱

فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا	ان میں بھی ایسا رسول بھیجا
مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ	جو خود انھیں میں سے تھا
مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ	(اس کی پکار بھی یہی تھی :)
اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۳۲ ع	که الله کی بندگی کرو . اس کے

۲ ع ۲

۳۱ ـ ایك صورت حال یه هے که افراد انسانی پیدا هوں اور آباد هوں . ایك یه هے که ان کی جماعتی زندگی اور اس کی مدنی خصوصیات اس طرح ابھریں اور عروج تك پهنچیں که ایك خاص قومی عهد پیدا هو جائے . عربی میں دوسری حالت کو کسی قوم و ملك کے "قرن" سے تعبیر کریں گے . یهی وجه هے که قرآن نے جا بجا "قرن" اور "قرون" کا لفظ اختیار کیا هے ، یعنی صرف قوموں کا پیدا هونا اور آبادیوں میں بسنا هی نهیں بلکه قومی عروج و اقبال کے دور اور عهد .

همارے مترجموں اور عام مفسروں نے اس پهلو پر غور نهیں کیا . وه قرن اور قرون کا مطلب ادا کرنے کے لیے صرف قوم و اقوام کے الفاظ پر قناعت کر لیتے هیں .

فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَ مَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ٢٨

اور جب تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہوجائے تو اس وقت تیری زبان سے یہ صدا اٹھے: ساری ستایشیں اللہ کے لیے جس نے ہمیں ظالم قوم (کی معیت) سے نجات دی! ٢٨

وَ قُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِىْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝ ٢٩

پھر یہ دعا بھی مانگیو کہ: خدایا! مجھے اب زمین پر اس طرح اتار کہ برکت کا اترنا ہو اور تو سب سے بہتر جگہ دینے والا ہے! ٢٩

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّ اِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ۝ ٣٠

بلا شبہ اس واقعہ میں (سمجھنے والوں کے لیے) بڑی ہی نشانیاں ہیں، نیز یہ کہ یہاں ضرور ایسا ہوتا ہے کہ ہم لوگوں کو آزمایش میں ڈالیں ۔ ٣٠

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ ۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝ ع ٣١

پھر ہم نے قوم نوح کے بعد قوموں کا ایک دوسرا دور

اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ	(تم سنتے هو یه کیا کهتا ہے؟)
وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا	یه تمهیں امید دلاتا ہے که جب
اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ۝ لاص ۳۵	مرنے کے بعد محض مٹی اور

هڈیوں کا چورا هو جاؤ گے تو پهر تمهیں (موت سے) نکالا جائے گا ۳۵۔

هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا	کیسی ان هونی بات ہے جس
تُوْعَدُوْنَ ۝ لاص ۳٦	کی تمهیں توقع دلاتا ہے ۳٦۔
اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا	(بهلا دوباره زنده هونا کیسا؟)
نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ	زندگی تو بس یہی زندگی ہے
بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝ لاص ۳۷	جو دنیا میں هم بسر کرتے هیں۔

یہیں مرتے هیں، یہیں جیتا ہے۔ ایسا کبهی هونے والا نہیں که مر کر پهر جی اٹهیں ۳۷۔

اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ نِ افْتَرٰی	کچھ نہیں، یه ایك مفتری آدمی ہے
عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ	جس نے الله کے نام سے جهوٹ
لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ ۳۸	موٹ بات بنا دی۔ هم کبهی

سوا تمہارا کوئی معبود نہیں .کیا تم (انکار و فساد کے نتائج بد سے) ڈرتے نہیں ؟ ٣٢

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ	اس کی قوم کے جن سرداروں
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا	نے کفر کی راہ اختیار کی تھی
بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ	اور آخرت کے پیش آنے سے
فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لا مَا هٰذَآ	منکر تھے اور جنھیں دنیا کی
اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ لا يَاْكُلُ مِمَّا	زندگی میں ہم نے آسودگی
تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ	دے رکھی تھی (لوگوں سے)
مِمَّا تَشْرَبُوْنَ لا ص ٣٣	کہنے لگے : اس سے زیادہ

اس کی کیا حیثیت ہے کہ تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہے ، جو کچھ تم کھاتے ہو یہ بھی کھاتا ہے ، جو کچھ تم پیتے ہو یہ بھی پیتا ہے . ٣٣

وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا	اگر تم نے اپنے ہی جیسے
مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا	ایک آدمی کی اطاعت کر لی تو
لَّخٰسِرُوْنَ لا ٣٤	بس سمجھ لو تم تباہ ہوے ٣٤ .

قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ لَّيُصْبِحُنَّ	حکم ہوا عن قریب ایسا ہونے
نٰدِمِينَ ۚ ٤٠	والا ہے کہ یہ اپنے کیے پر

شرم سار ہوں گے ٤٠ ۔

فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ	چنانچہ فی الحقیقت ایک ہول ناک
فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا	آواز نے انہیں آ پکڑا اور
لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ ۞ ٤١	ہم نے خس و خاشاک کی طرح

انہیں پامال کر دیا ۔ تو محرومی ہو اس گروہ کے لیے کہ ظلم کرنے والا ہے ! ٤١

ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ ۢ بَعْدِهِمْ	پھر ہم نے ان کے بعد
قُرُونًا أٰخَرِينَ ۞ ٤٢	قوموں کے اور بہت سے دور

پیدا کیے ٤٢ ۔

مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا	کوئی قوم اپنے مقررہ وقت
وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ۞ ٤٣	سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے

نہ پیچھے رہ سکتی ہے (سب کو قانون الٰہی کے مطابق اپنا دور پورا کرنا ہے) ٤٣ ۔

اس پر یقین لانے والے نہیں ۳۸ .

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ ۞ ۳۹ اس پر اس رسول نے دعا مانگی: خدایا! انھوں نے مجھے جھٹلایا، پس تو میری مدد کر! ۳۹

---

۳۳ تا ۳۸ - منکرین حق کے یہاں جو عقائد و اقوال نقل کیے ھیں ان پر غور کرو. یہ گویا تمام منکرین رسالت کے وجوہ انکار و اعراض کا خلاصہ ھے اور سب کا مشترك اور متفقہ مسلك، کیوں کہ یہاں کسی خاص دعوت اور اس کے منکروں ھی کا ذکر نہیں ھو رھا ھے، بلکہ ان سب کا جنھوں نے حضرت نوح کے بعد اپنے اپنے وقتوں اور اپنے اپنے ملکوں میں دعوت وحی سے رو گردانی کی. یہ انکار دو باتوں پر مشتمل ھے: ایك یہ کہ ھماری طرح کا ایك آدمی جو ھماری ھی طرح کھاتا پیتا ھے، خدا کی سچائی کا پیام بر کیسے ھوسکتا ھے؟ دوسری یہ کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ھونا اور عذاب و ثواب کا پیش آنا نہایت ھی عجیب بات ھے. ایسی بات کیوں کر مانی جا سکتی ھے؟

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی وَ اَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۙ ۴۵

پھر (دیکھو!) ھم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ھارون کو اپنی نشانیاں اور آشکارا دلیلیں دیں ۴۵ .

اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ مَلَائِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ۚ ۴۶

اور فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا . لیکن انھوں نے گھمنڈ کیا، وہ سرکشوں کا گروہ تھا ۴۶ .

فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَ قَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ۚ ۴۷

وہ (آپس میں) کہنے لگے: ”کیا ھم اپنے ھی طرح کے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں،

= قومیں ابھریں اور پامال ھوئیں اور خدا کے رسولوں کا بھی بکثرت اور لگاتار ظہور ھوا، کیوں کہ فرمایا: ” ارسلنا رسلنا تترا “ اور ” اتبعنا بعضھم بعضا “ یکے بعد دیگرے، لگاتار رسول ظاھر ھوتے رھے اور ایک کے بعد ایک قومیں ابھرتی اور یاداش عمل میں پامال ھوتی رھیں .

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ط پھر ھم نے لگا تار، یکے بعد
كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا دیگرے اپنے رسول بھیجے،
كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ لیکن حب کبھی کسی قوم میں
بَعْضًا وَّ جَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ج اس کا رسول ظاهر ھوا معا
فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ٤٤ وہ جھٹلانے پر آمادہ ھو گئی.
پس ھم بھی ایك کے بعد ایك کرکے انھیں ھلاك کرتے گئے
اور ان کی ھستیاں (روایت کا) افسانه بن گئیں. تو ان کے لیے
محرومی و نامرادی ھو جو آیات حق پر یقین نہں کرتے! ٤٤

---

٤٢ تا ٤٤ – حضرت نوح کے بعد قومی نشأة کے جس عہد کا ذکر کیا ھے غالبا قوم عاد و ثمود کا عہد تھا، کیوں که دوسری جگه انھیں قوم کا جانشین کہا ھے.
پھر ان کے بعد جن " قرون " کی طرف اشارہ کیا ھے اس سے مقصود وہ بے شمار قومیں ھیں جو حضرت موسی کے ظہور سے پہلے گزری ھیں اور جن کی نسبت سورۂ ابراھیم کی آیت (۹) میں گزر چکا ھے: "و الذین من بعدھم لا یعلمھم الا اللہ".
آیت ٤٤ سے معلوم ھوا که ان عہدوں میں بے شمار=

= ایك مرتفع مقام میں پناہ دی جو بسنے کی اچھی جگہ اور پانی کی فراوانی سے شاداب تھی .

غالباً اس سے مقصود وادی نیل کی بالائی سطح ہے ، یعنی مصر کا بالائی حصہ . اناجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کی پیدایش کے بعد مریم کے شوہر یوسف نے ماں بیٹے کو ساتھ لیا اور فلسطین سے مصر چلا گیا ، چنانچہ حضرت مسیح کا بچپن وہیں گزرا . غالباً ان کی زندگی کے اس واقعے کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے .

دریاے نیل کے پانی کی فراوانی اور اس کے سالانہ سیلابوں کی عجیب و غریب نوعیت سر زمین مصر کا ایك امتیاری وصف رہی ہے . اس کی آبادی و سیرابی ، یعنی اس کا " ذات قرار و معین " ہونا ضرب المثل کی طرح زبان زد ہو گیا تھا . چنانچہ عبرانی کی یہ قدیم مثل آج تك ملتی ہے کہ " فلاں ملك میں پانی کی اتنی فراوانی ہے جیسے مصر میں " . چوں کہ یہ مصر کا ایك امتیازی وصف ہو گیا تھا ، اس لیے اسی وصف سے اسے یاد کیا گیا . اس تعبیر میں یہ پہلو بھی پوشیدہ ہے کہ وہ فلسطین جیسا سر سبز ملك ترك کر دینے پر مجبور ہو گئے ، لیکن اللہ کے فضل نے ایسی جگہ پناہ دے دی جو فلسطین ہی کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ " ذات قرار و معین " تھی . =

حالانکه ان کی قوم ہمارے آگے جھکی ہوئی اور ہماری پرستار ہے''؟ ٤٧

فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ ۞ ٤٨ پس انھوں نے موسیٰ اور ہارون کو جھٹلایا، نتیجہ یہ نکلا کہ ہلاک ہو جانے والوں میں سے ہوے ٤٨ .

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ۞ ٤٩ اور یہ بھی واقعہ ہے کہ ہم نے (اس واقعہ کے بعد) موسیٰ کو الکتاب (یعنی تورات) دی تھی تاکہ لوگ ہدایت پائیں ٤٩ .

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ۞ ٥٠ اور (اسی طرح) ابن مریم (یعنی مسیح) اور اس کی ماں کو (اپنی سچائی کی) ایک بڑی نشانی بنایا اور انہیں ایک مرتفع مقام میں پناہ دی جو بسنے کے قابل اور شاداب تھی ٥٠ .

٣ ع ٣

---

٥٠ - آیت ٥٠ میں حضرت مسیح اور ان کی والدہ (علیہما السلام) کی طرف اشارہ کرتے ہوے فرمایا: ''واٰوینٰهما الی ربوة ذات قرار و معین''، ہم نے انہیں =

فَتَقَطَّعُوٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ	لیکن لوگ آپس میں ایک
زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا	دوسرے سے کٹ کر الگ
لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۵۳	ہو گئے اور اپنا دین الگ

الگ کر لیا. اب جو جس کے پلے پڑ گیا ہے اسی میں مگن ہے ۵۳ .

---

۵۱ تا ۵۳ ـ آیت ۵۱ میں وحدت دین و امت کی وہی اصل عظیم بیان کی گئی ہے جو پچھلی سورتوں میں جا بجا گزر چکی ہے اور ابھی ابھی سورۂ انبیاء میں پڑھ چکے ہو. فرمایا: ان تمام رسولوں پر جو ان بے شمار قوموں میں آتے رہے. جو تعلیم نازل کی گئی تھی وہ کیا تھی؟ یہی کہ اچھی چیزیں کھاؤ، نیک عملی کی زندگی بسر کرو، الگ الگ نہ ہو، تمہارا پروردگار ایک ہے اور تمہاری امت بھی ایک ہی امت ہے. یہی سچائی کی سیدھی راہ ہے.

لیکن لوگوں نے وحدت کی جگہ تفرقے کی اور جمعیت کی جگہ تشتت و تحزب کی راہ اختیار کی. اب جو جس کے پلے پڑ گیا ہے اسی میں مگن ہے.

غور کرو! آیت ۵۳ میں "کل حزب" فرمایا، =

يَـٰٓأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝۵۱	اے گروہ پیغمبران! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو. جیسے کچھ تمہارے اعمال ہوتے ہیں مجھ سے پوشیدہ نہیں ۵۱ .
وَ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝۵۲	اور (دیکھو!) یہ تمہاری امت در اصل ایک ہی امت ہے اور تم سب کا پروردگار میں ہی ہوں. پس (انکار و بدعملی کے نتائج سے) ڈرو. (ان تمام پیغمبروں کے ذریعے جو تعلیم دی گئی وہ یہی تعلیم تھی) ۵۲ .

= حضرت مریم اس سفر پر کیوں مجبور ہوئیں؟ اناجیل میں اس کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہیرودس (Herod) حاکم شام کے ظلم و تشدد سے. اسے نجومیوں نے پیدایش مسیح کی خبر دے دی تھی اور وہ چاہتا تھا انہیں قتل کر دے. تب فرشتے نے یوسف کو خواب میں حکم دیا: "اٹھ! بچے اور اس کی ماں کو ساتھ لے کر مصر بھاگ جا" (متی ۲ : ۱۳) لیکن قرآن نے اس بارے میں کچھ نہیں کہا ہے.

نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ	سرگرمی دکھائیں؟ نہیں! (حقیقت
بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝۵۶	حال دوسری ہی ہے، مگر)
	وہ شعور نہیں رکھتے ۵۵ و ۵۶ .
اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ	جو لوگ اپنے پروردگار کے
رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝۵۷ لا	خوف سے ڈرتے رہتے ہیں ۵۷ .
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ	جو اپنے پروردگار کی نشانیوں
يُؤْمِنُوْنَ ۝۵۸ لا	پر یقین رکھتے ہیں ۵۸ .

۵۵ و ۵۶ - آیت ۵۵ سے ۵۶ تك قانون امہال کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی تشریح سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں گزر چکی ہے، نیز پچھلی سورتوں کی تشریحات میں بھی . فرمایا: یہاں مہلت سب کے لیے ہے، اچھوں کے لیے بھی، بروں کے لیے بھی . پس اگر مفسدوں کو دنیوی زندگی کی خوش حالیاں مل رہی ہیں تو یہ اس لیے نہیں ہے کہ ہمارا قانون مجازات معطل ہو گیا ہے اور ہم چاہتے ہیں بدعملیوں پر بھی انہیں فوائد سے بہرہ اندوز کریں، بلکہ محض اس لیے کہ مقررہ وقت ابھی آیا نہیں اور یہاں ہر نتیجے کے لیے ایك اجل مسمّی کا قانون کام کر رہا ہے .

فَذَرْهُمْ فِي غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۞ ٥٤

پس (اے پیغمبر!) ان منکرون کو ان کی غفلت و سرشاری میں پڑا رھنے دے ایك مقررہ وقت تك (یہ اسی حالت میں رھیں گے ، پھر حقیقت حال کا فیصلہ ھو جائے گا جیسا کہ ھمیشہ ھوتا رھا ھے) ٥٤ .

اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِيْنَ ۙ ٥٥

کیا یہ لوگ خیال کرتے ھیں ھم مال اور اولاد (کی فراوانی) سے اس لیے ان کی مدد کر رھے ھیں کہ بھلائی پہنچانے میں

= '' کل امة '' نہیں کہا ، کیوں کہ قرآن کے نزدیك نوع انسانی کی امت ایك ھی ھے . ایك سے دو نہیں ھو سکتی . یہ تفرقے جو لوگوں نے گمراہ ھو کر پیدا کر لیے ھیں حزب ھیں ، یعنی جتھے ھیں ، امت نہیں .

٥٤ - آیت ٥٤ میں خطاب پیغمبر اسلام سے ھے . فرمایا : ھدایت کی طرح شقاوت کا مزاج بھی ھمیشہ ایك ھی طرح کا رھتا ھے . پس جس طرح پہلے ھوتا رھا ھے اب بھی ھوگا اور جو ماننے والے نہیں وہ کبھی نہیں مانیں گے . پس انہیں ان کی حالت میں چھوڑ دو اور اپنا کام کیے جاؤ !

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتَٰبٌ يَنطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ ٦٢	اور هم کسی جان پر دمه داری نہیں ڈالتے مگر اتنی هی جتنی کی اس میں طاقت هے (یعنی استعداد هے). همارے

پاس (ان سب کی حالت و استعداد کے لیے) نوشته هے جو ٹهیك ٹهیك (حقیقت حال کے مطابق) حکم لگا دیتا هے. ایسا کبهی نہیں هو سکتا که کسی حان کے ساتھ نا انصافی هو! ٦٢

---

٦٢ - آیت ٦٢ میں فطرت کائنات کی ایك بہت بڑی حقیقت چند لفظوں کے اندر بیان کر دی هے. ورمایا: یہاں فطرت کا یه قانون کام کر رها هے که کسی حان پر اس کی حسمانی اور معنوی استطاعت سے زیاده دمه داری نہیں ڈالی جاتی. هر حان سے وطرت کا مطالبۂ عمل اتنا هی هے جتنے کی اس میں استعداد ودیعت کر دی گئی هے.

یعنی فطرت نے هر وجود کو استعداد دی هے اور اس استعداد کے حواب میں عمل چاهتی هے. لیکن عمل کا یه تقاضا ٹهیك ٹهیك اتنا هی هوتا هے جتنے کی استعداد اسے دے دی گئی هے. ایسا نہیں هو سکتا که کسی کو استعداد عمل تو چهٹانك بهر دی هو اور مطالبۂ عمل کا =

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ۙ ۵۹

جو اپنے پروردگار کے ساتھ کسی ہستی کو شریک نہیں ٹھیراتے ۵۹ .

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۙ ۶۰

جو (اس کی راہ میں) جتنا کچھ دے سکتے ہیں بلا تأمل دیتے ہیں اور (پھر بھی) ان کے دل ترساں رہتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے حضور لوٹنا ہے ۶۰ .

اُولٰٓئِكَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ۶۱

تو بلا شبہ یہ لوگ ہیں جو بھلائیوں کے لیے تیز گام ہیں اور یہی ہیں جو اس راہ میں سب سے آگے نکل جانے والے ہیں ! ۶۱

---

۵۷ تا ۶۱ – اس کے بعد فرمایا : خیرات و برکات کے حصول کی اصلی راہ تو ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ایمان و عمل صالح کی راہ اختیار کی . ان کی کام رانیاں کبھی ختم ہونے والی نہیں . ان کی بھلائیاں عارضی اور مؤجل نہیں . وہ اس لیے بلند نہیں ہوتے کہ زیادہ بلندی سے گریں ، بلکہ اس لیے کہ اور زیادہ بلند ہوں .

بَلْ قُلُوبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿٦٣﴾

لیکن (اصل یہ ھے کہ) ان لوگوں کے دل اس حقیقت کی طرف سے غفلت و سرشاری میں پڑ گئے۔ ان کے اور بھی اعمال (بد) ھیں جو ھمیشہ کرتے رھتے ھیں ٦٣ .

حَتّٰىٓ اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْئَرُوْنَ ﴿٦٤﴾

(یہ کرتے رھیں گے) یہاں تك کہ (ظہور نتائج کی گھڑی سامنے آ جائے) جب ھم ان کے خوش حال آدمیوں کو عذاب میں پکڑ لیں گے تو پھر اچانك دیکھو گے کہ (سرکشی کی جگہ) آہ و زاری کر رھے ھیں ٦٤ .

= کوئی موزوں لفظ نہیں ملا ، اس لیے مجبوراً ھم نے "ذمہ داری" کی ترکیب اختیار کی۔ یہ نئی اردو ترکیب ھے، لیکن ادائے مفہوم کے لیے نسبتاً بہتر اور جامع ھے .

٦٣ و ٦٤ - آیت ٦٤ میں فرمایا : "حتی اذا اخذنا مترفیھم بالعذاب" جب ان میں سے خوش حال اور دولت مند لوگوں کو ھم نے مؤاخذے میں پکڑا ۔ نیز =

= بوجھ اس پر سیر بھر کا ڈال دیا جائے ۔

یہ مطالبۂ عمل کس بات میں ہوتا ہے ؟ فرائض ہستی کی انجام دہی میں ۔ ہر وجود کو اپنی بقاء و تکمیل کے لیے جد و جہد کرنی پڑتی ہے لیکن جتنی کچھ اور جیسی کچھ جد و جہد کرنی پڑتی ہے اتنی ہی اور اسی کیفیت کی استعداد بھی اسے دے دی گئی ہے ۔ ادائے فرض کا مطالبہ اس سے زیادہ نہیں ہوتا جتنی اس کی طاقت و گنجایش ہے ۔ اگر استعداد اور مطالبۂ عمل میں یہ تطابق کلی نہ ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ کوئی جان یہاں زندہ رہ سکتی ۔

قرآن کہتا ہے : جب اللہ کا یہ قانون ہر جان کے لیے ہے تو ضروری ہے کہ انسان کے لیے بھی ہو اور جس طرح عالم جسم و صورت میں جاری ہے ضروری ہے کہ روح و معنی میں بھی ہو ۔ پس سعادت روحانی کے لیے بھی جو مطالبۂ عمل ہے وہ ٹھیک ٹھیک انسان کی استعداد عمل کے مطابق ہے اور یہاں عالم جسم و روح دونوں کے لیے اس کا قانون ایک ہی ہے ۔

یاد رہے کہ اس آیت میں " تکلیف " کو صرف تکلیف شرعی پر لے جانا صحیح نہیں ہو سکتا ۔ یہاں " تکلیف " عام معنوں میں بولا گیا ہے اور اس میں ہر طرح کی تکلیف آ گئی ہے ۔ تکلیف کے لیے ہمیں =

لَا تَجْـئَرُوا الْـيَـوْمَ قف اِنَّـكُمْ	"اب آج آہ و زاری نہ کرو
مِّـنَّـا لَا تُـنْـصَـرُوْنَ ۝٦٥	(اس سے کیا فائدہ؟). تم ہماری

طرف سے مدد پانے والے نہیں ٦٥ .

قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُـتْلٰى عَلَـيْـكُمْ	ایك وقت تھا کہ ہماری آیتیں
فَـكُـنْـتُـمْ عَـلٰٓى اَعْـقَـابِـكُمْ	تمہارے آگے پڑھی جاتی تھیں
تَـنْـكِـصُوْنَ لا ۝٦٦	اور تم الٹے پاؤں بھاگنے

لگتے تھے ٦٦ .

=ہمارے مفسروں کی نظر اس پہلو پر نہ تھی ، اس لیے یہ مقام واضح نہ ہو سکا . آج تمام دنیا میں شور مچ رہا ہے کہ انفرادی سرمایہ داری دنیا کے لیے مصیبت ہے. لیکن قرآن تیرہ سو برس پہلے اسے فتنہ قرار دے چکا اور اس کے لیے "اکتناز" کا لفظ بول چکا ہے: "الذین یکنزون الذھب و الفضة و لا ینفقونھا" (۹ ٣٤). مشکل یہ ہے کہ جب تك قرآن کی صدا صرف قرآن کی صدا ہے تمہاری نظر میں جچتی نہیں . جب وہی بات وقت کے ذہن و فکر کے حلقوں سے اٹھنے لگتی ہے تو تم فوراً اس کی پرستش شروع کر دیتے ہو !

= جا بجا ان او گوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ھے جو قوم کے دولت مند طبقے میں سے ہوتے ہیں. سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۱۶ میں گزر چکا ھے: "امرنا مترفیھا فسقوا فیھا فحق علیھا القول". اس سے معلوم ہوا انفرادی زندگی میں بد عملی کا بڑا مرکز دنیوی خوش حالی کی زندگی ہو جاتی ھے اور ہمیشہ حق و صداقت کی مخالفت وہیں سے شروع ہوتی ھے.

سبب اس کا ظاہر ھے. خوش حالی و ثروت کی حالت ایك ایسی حالت ھے کہ اگر کسی جماعت میں پھیلی ہوئی ہو تو اس سے بڑھ کر کوئی برکت نہیں. اور اگر صرف چند افراد میں سمٹی ہوئی ہو تو اس سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں، کیوں کہ جب دولت صرف چند افراد ھی کے قبضے میں آ گئی، باقی افراد جماعت محروم رہ گئے تو قدرتی طور پر ہر طرح کا غلبہ و تسلط چند افراد کے ہاتھ آ جائے گا اور ایسے غلبہ و تسلط کا نتیجہ غرور باطل اور استکبار عن الحق ھے.

یہی وجہ ھے کہ قرآن جس جماعتی خوش حالی کو اللہ کا سب سے بڑا فضل قرار دیتا ھے اسی کو انفرادی حالت میں فتنہ اور متاع غرور بھی کہتا ھے. چوں کہ=

ان کے پاس سچائی کے ساتھ آیا، مگر ان میں سے اکثروں کا یہ حال ہو گیا ہے کہ سچائی کا ماننا انہیں گوارا ہی نہیں ہے ۷۰.

۶۸ تا ۷۰ - آیت ۶۸ پر غور کرو کس طرح قرآن بار بار اس پہلو پر زور دیتا ہے کہ کیا لوگوں نے اس پر تدبر نہیں کیا! کیوں کہ اس کا سارا مطالبہ تدبر و تعقل ہی سے ہے. وہ کہتا ہے: سچائی کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ عقل و بصیرت اسے پالے گی اور جہل و کوری اس سے روگرداں رہے گی. پس اگر لوگ قرآن میں تدبر و تفکر کریں تو ممکن نہیں کہ اس کی سچائی انہیں گرویدہ نہ کر لے.

یہاں سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ قرآن کا مطالبہ غور و فکر کا ہے نہ کہ تقلید کا. پس جو شخص قرآن کے مطالب میں غور و فکر نہیں کرتا وہ اس کا مطالبہ پورا نہیں کرتا اور پھر جب قرآن کے لیے کہ وحی الٰہی ہے، تدبر ضروری ہوا تو کیوں کر یہ بات جائز ہو سکتی ہے کہ کسی مجتہد اور امام کی تحقیق میں تدبر ضروری نہ ہو؟ اور اہل علم کے لیے ضروری ہو کہ از روے تقلید سر اطاعت خم کر دیں!

یہاں تین باتیں فرمائیں: کیا انہوں نے قرآن پر غور نہیں کیا؟ اگر کرتے تو یقیناً حقیقت پالیتے. کیا انہیں رسول=

مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ۝٦٧
تمہارے اندر ان (کی سماعت) سے گھمنڈ پیدا ہوجاتا تھا، تم اپنی مجلسوں کی داستان سرائیوں میں انہیں مشغلہ بناتے، تم ان کے حق میں ھذیان بکتے تھے" ٦٧ ۔

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝٦٨
پھر (انہیں کیا ہوگیا ھے؟) کیا انہوں نے اس بات پر (یعنی قرآن پر) غور نہیں کیا؟ یا ان کے سامنے کوئی ایسی عجیب بات آ گئی ھے جو ان کے اگلے بزرگوں کے سامنے نہیں آئی تھی؟ ٦٨

اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝٦٩
یا یہ اپنے رسول کو پہچان نہ سکے، اس لیے منکر ہوگئے ٦٩ ۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝٧٠
یا یہ کہتے ھیں: اسے جنون ہوگیا۔ نہیں! (ان میں سے کوئی بات نہیں ھوسکتی) اللہ کا رسول

= اشارہ کیا ہے جو قرآن کے مہمات معارف میں سے ہے ، یعنی قرآن جس حقیقت کو ''حق'' سے تعبیر کرتا ہے وہ محض کسی ایک گوشے ہی کی نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر سمجھا گیا ہے ، بلکہ اصل کائنات کی ایک عالم گیر حقیقت ہے . وہ کہتا ہے : یہاں اصل تخلیق و تکوین ''حق'' اور ''قیام حق'' کا قانون ہے . اسی کا نام عدل وقسط بھی ہے اور اسی پر تمام نظام کائنات قائم ہے . عالم جسم ومادے کا ایک ایک گوشہ دیکھو ! تمہیں ہر گوشے میں وجود، تکوین ، تعمیر ، ایجاب ، زندگی ، بناؤ کی اصل یہی حقیقت ملے گی . یہی حقیقت جب افکار و اعمال انسانی میں ظاہر ہوتی ہے تو اس کا نام ایمان اور عمل صالح ہوجاتا ہے اور یہی حقیقت ہے جس کی طرف ہدایت وحی بلاتی ہے .

یہاں فرمایا : اگر حقیقت ان منکرین حق کی خواہشوں کی پیروی کرے تو تمام نظام ارضی وسماوی درهم برهم ہو جائے . کیوں کہ انھیں معلوم نہیں جس حقیقت سے یہ انکار کر رہے ہیں وہی حقیقت ہے جس پر یہ تمام کارخانۂ ہستی چل رہا ہے .

یہ مقام بہت دقیق ہے . تشریح کے لیے تفسیر فاتحہ کا مطالعہ کرنا چاہیے .

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ۚ بَلْ أَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ ۷۱

اور اگر ایسا ہوتا کہ سچائی ان کی خواہشوں کی پیروی کرتی تو یقیناً آسمان و زمین اور وہ سب جو ان میں ہے یك قلم درہم برہم ہوجاتا. ہم نے ان کے لیے ان کی نصیحت کی بات مہیا کردی تو یہ اپنی نصیحت کی بات سے گردن پھیرے ہوے ہیں ۷۱ .

= کی معرفت نہ ہوئی؟ اگر ضد اور ہٹ دھرمی سے کام نہ لیں تو اس کی پاکی و صداقت کی معرفت سے کبھی انکار نہیں کرسکتے. پھر کیا یہ سمجھتے ہیں یہ مجنون ہوگیا ہے کہ ایسی باتیں کرنے لگا ہے؟ لیکن کیا راست بازی کے ساتھ یہ کہنے کی جرأت کرسکتے ہیں کہ سچ مچ کو وہ مجنون ہے؟

یہاں سے معلوم ہوا کہ دعوت اسلام کی معرفت کی دو راہیں ہیں: قرآن میں تدبر کیا جائے اور صاحب قرآن کی زندگی میں.

۷۱- آیت ۷۱ میں ایك بہت بڑی اصل کائنات کی طرف =

تو (کیا یہ شکر گزار ہوں کے ؟ نہیں) یہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے ہوے اور زیادہ بڑھ چلیں گے ۷۵ ۔

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ۝ ۷۶

اور (دیکھو!) ہم نے انہیں عذاب میں مبتلا بھی کیا، اس پر بھی وہ اپنے پروردگار کے آگے نہ جھکے اور نہ ہی عاجزی کی ۷۶ ۔

حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ۝ ۷۷

ع ٤ ٤

پھر جب معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا کہ ہم ان پر ایک بڑے ہی عذاب کا دروازہ کھول دیں تو اس وقت اچانك متحیر ہو کر رہ جائیں گے ۷۷ ۔

وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ ۷۸

اور (دیکھو!) وہی ہے جس نے تمہارے (سننے کے) لیے کان، (دیکھنے کے لیے) آنکھ، (سونگھنے کے لیے) دل(۱۱۵) پیدا کردیے، مگر بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ تم شکر بجا لاؤ ۷۸ ۔

أَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۞ ٧٢

(اے پیغمبر!) کیا (وہ سمجھتے ہیں) تو ان سے مال و دولت کا طالب ہے؟ تیرے لیے تو تیرے پروردگار کا دیا مال ہی بہتر ہے (تو ان سے کیوں طالب زر ہونے لگا؟). وہی سب سے بہتر روزی دینے والا ہے! ٧٢

وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۞ ٧٣

بلا شبہ! یقیناً تو انہیں (کام یابی و سعادت کی) سیدھی راہ کی طرف بلا رہا ہے ٧٣.

وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ۞ ٧٤

اور جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ یقیناً راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں ٧٤.

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۞ ٧٥

اور اگر ہم ان پر (مزید) رحم کریں اور جو کچھ انہیں دکھ پہنچتے رہتے ہیں دور کر دیں

=ایك بهت بڑا استدلال پوشیده هے. جلد نه گزر جاؤ، اس پر غور کرلو. فرمایا: وهی هے جو جلاتا هے اور موت طاری کرتا هے اور یه اسی کی کارفرمائی هے که رات دن کے پیچھے آتی رهتی هے اور دن رات کے پیچھے.

یهاں "اختلاف الیل و النهار" کهه کر اس قانون هستی کی طرف اشاره کیا هے جسے قرآن قانون ازواج سے تعبیر کرتا هے. هم نے اپنی مقرره مصطلحات میں اسے قانون تثنیه کها هے. یعنی کارخانۂ هستی کے هر گوشے میں هم دیکھتے هیں یهاں کوئی حقیقت اکهری اور طاق نهیں هے. کسی نه کسی شکل میں دو دو هونے کی نوعیت ضرور پائی جاتی هے. هر چیز کی تکوین و تشکیل اسی طرح هو گی که دو متماثل اور متقابل نوعیتیں ابھریں گی اور اسی تماثل و تقابل کا تثنیه ایك مکمل حقیقت کی شکل اختیار کرے گا، مثلاً نر کے لیے ماده، مرد کے لیے عورت، زندگی کے لیے موت، رات کے لیے دن، صبح کے لیے شام، مثبت کے لیے منفی، تکوین کے لیے افساد. جس گوشے میں بھی دیکھو کے هر حقیقت کے ساتھ اس کا کوئی نه کوئی مثنیٰ بھی ضرور موجود هے: "ومن کل=

وَهُوَ الَّذِیْ ذَرَاَکُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ ۷۹

اور وھی ھے جس نے تمھیں زمین کی سطح پر ھر طرف پھیلا دیا ھے (اور گزران و معیشت کے مختلف سامان پیدا کردیے ھیں) اور پھر وھی ھے جس کے حضور اکٹھا کر کے لائے جاؤ گے ۷۹ ۔

وَهُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ ۸۰

اور وھی ھے جو جلاتا ھے اور مارتا ھےاور اسی کی کارفرمائی ھے کہ رات دن ایك دوسرے کے پیچھے آتے رھتے ھیں ۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ! ۸۰

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ۝ ۸۱

نہیں، انھوں نے تو ویسی ھی بات کہی جیسی ان سے پچھلے کہہ چکے ھیں ۸۱ ۔

قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ ۸۲

انھوں نے کہا: جب ھم مر گئے اور مٹی اور ھڈیوں کا چورا ھو گئے تو پھر کیا ھم (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے ؟ ۸۲

۸۰ تا ۸۲ - آیت ۸۰ کے چند لفظوں کے اندر قرآن کا =

لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝٨٣

هم سے اور هم سے پہلے همارے باپ دادوں سے ایسی هی بات کا وعدہ هوتا آیا هے . کچھ نہیں، پہلے عہدوں کے افسانے هیں ۸۳ ۔

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝٨٤

(اے پیغمبر ! ان منکروں سے) کہہ دے : اچھا ! اگر تم جانتے هو تو بتلاؤ زمین اور وہ تمام مخلوقات جو اس میں هیں کس کے لیے هیں ؟ ۸٤

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝٨٥

وہ فوراً کہیں گے : الله کے لیے ۔ تو کہہ : پھر کیا هے کہ تم غور نہیں کرتے ! ۸۵

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝٨٦

تو ان سے پوچھ : وہ کون هے جو ساتوں آسمانوں کا پروردگار هے اور (جہاں داری کے) عرش عظیم کا مالك ؟ ۸٦

= شیء خلقنا زوجین لعلکم تذکرون" (۵۱ : ۴۹) .

قرآن کا استدلال یہ ھے کہ اگر کارخانۂ ھستی کے ھر گوشے میں دو دو ھونے کی حقیقت کام کر رھی ھے اور یہاں ھستی کی کوئی نمود بغیر اپنے مثنیٰ اور زوج کے نہیں ھے تو پھر تمھیں اس بات پر کیوں تعجب ھوتا ھے کہ انسانی زندگی کی نمود بھی اکھری نہیں ھے، دوھری ھے اور دنیوی زندگی کے لیے بھی ایك مثنیٰ ھے ، اس کا نام آخرت ھے! جس حقیقت کو تم بیس بھیسوں میں دیکھتے ھو اور پہچانتے رھتے ھو اسی کو اکیسویں بھیس میں دیکھ کر کیوں چونك اٹھتے ھو. اسی لیے آیت کا خاتمہ اس پر ھوا کہ " افلا تعقلون "، کیوں کہ اس معاملے میں خطاب تعقل سے تھا اور وھی مفقود ھو جاتا ھے!

اب غور کرو! اس کے بعد کی آیت کس طرح اس آیت سے مربوط ھو گئی اور اس کی ابتدا میں حرف "بل" کا آنا کس طرح ٹھیك اپنی جگہ میں بیٹھ گیا: "بل قالوا مثل ما قال الاولون ۝ قالوا ءاذا متنا و کنا ترابا و عظاما ءانا لمبعوثون" .

مزید تشریح کے لیے دیکھو تفسیر فاتحہ، مبحث تسکین حیات .

و ادعاء میں) قطعاً جھوٹے ھیں ' ۹۰

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنۡ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنۡ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ‌ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ۙ‏ ۹۱

نہ تو اللہ نے کسی ھستی کو اپنا بیٹا بنایا ، نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ھوسکتا ھے . اگر ھوتا تو ھر معبود اپنی ھی مخلوق کی فکر میں رھتا اور ایک معبود دوسرے معبود پر چڑھ دوڑتا . اللہ کی ذات ان باتوں سے پاك ھے جو یہ اس کی نسبت بیان کرتے ھیں ' ۹۱

عٰلِمِ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ؏ ۹۲

ع

وہ غیب اور شہادت دونوں کا جاننے والا ھے (یعنی محسوسات اور غیر محسوسات سب کا جاننے والا ھے . اس کے لیے کوئی چیز غیر محسوس نہیں) . انھوں نے جو کچھ شرک کی باتیں بنا رکھی ھیں وہ ان سب سے بالا تر ھے ! ۹۲

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۸۷

وہ فوراً کہیں گے : یہ سب کچھ تو اللہ ھی کے لیے ھے. تو کہہ: پھر تمھیں کیا ھو گیا ھے کہ (شرك و انکار کے نتیجے سے) ڈرتے نہیں ! ۸۷

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۸۸

تو ان سے پوچھ : اگر تم جانتے ھو تو بتلاؤ وہ کون ھے جس کے قبضے میں تمام چیزوں کی پادشاھی ھے اور وہ سب کو پناہ دیتا ھے اور کوئی نہیں جو اس سے اوپر پناہ دینے والا ھو ؟ ۸۸

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝۸۹

وہ فوراً کہیں گے : یہ صفتیں تو اللہ ھی کے لیے ھیں. تو کہہ: پھر یہ کیا ھے کہ تمھاری عقل ماری گئی ! ۸۹

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝۹۰

حقیقت یہ ھے کہ ھم نے سچائی انھیں جتلادی اور یہ اپنے (انکار

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۙ ٩٧

تیری دعا (ہمارے حضور یہ) ہو کہ: خدایا! میں شیطانی وسوسوں سے تیرے دامن میں پناہ لیتا ہوں ۔ ٩٧

وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۞ ٩٨

میں اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں ٨٩ ۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۙ ۞ ٩٩

(ان منکروں کا حال ایسا ھی رہے گا) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سرھانے موت آ کھڑی ہوگی تو اس وقت کہنے لگے گا "خدایا! مجھے پھر (دنیوی زندگی میں) لوٹا دے ٩٩ ۔

لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۞ ١٠٠

کہ زندگی کے جو موقعے میں کھو دیئے شاید (اس دفعہ) ان میں نیک کام کر سکوں"۔ حکم ہوگا: ہرگز نہیں!

قُل رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّي مَا يُوعَدُونَ ۙ ۹۳ (اے پیغمبر!) تو کہہ: خدایا!

رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ جن باتوں کا تونے وعدہ کیا ہے

الظّٰلِمِينَ ۝ ۹۴ اگر ان کا ظہور میرے سامنے

ہونے والا ہے تو خدایا! مجھے اس گروہ میں نہ رکھیو جو

ظالم گروہ ہے! ۹۳ و ۹۴

وَ اِنَّا عَلٰى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ اور ہم بلا شبہ اس پر بھی قادر

لَقٰدِرُونَ ۝ ۹۵ ہیں کہ جن جن باتوں کا ان سے

وعدہ کیا ہے انہیں (تیری زندگی ہی میں ظاہر کرکے) تجھے

دکھادیں ۹۵ ۔

اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ (اے پیغمبر!) برائی کو (برائی

السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا سے نہیں، بلکہ) ایسے طرزعمل

يَصِفُونَ ۝ ۹۶ کے ذریعے جو بہتر طرزعمل ہو

دور کر (یعنی عفو و درگذر کرکے)۔ ہم ان باتوں سے بے خبر

نہیں جو یہ تیری نسبت کہتے رہتے ہیں ۹۶ ۔

اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ	میں ڈال دیا، ہمیشہ جہنم میں
خٰلِدُوْنَ ۚ ١٠٣	رہنے والے ! ١٠٣
تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ	آگ کے شعلوں کی لپٹ ان
فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ۝ ١٠٤	کے چہروں کو جھلستی ہوگی ،

وہ ان میں منہ بگاڑے پڑے ہوں گے ! ١٠٤

اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى	کیا ایسا نہیں ہو چکا ہے کہ
عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا	میری آیتیں تمہارے آگے پڑھی
تُكَذِّبُوْنَ ۝ ١٠٥	جاتی تھیں اور تم انہیں جھٹلاتے

رہتے تھے؟ (ان سے یہ بات کہی جائے گی) ١٠٥ ۔

قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا	وہ کہیں گے : اے ہمارے
شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا	پروردگار ! در اصل ہماری
ضَآلِّيْنَ ۝ ١٠٦	بدبختی ہم پر چھا گئی تھی ۔

ہمارا گروہ گم راہوں کا گروہ تھا ١٠٦ ۔

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا	اب ہمیں اس حالت سے

یه محض ایك کہنے کی بات ھے جو یه کہہ رھا ھے (اب ایسا ہونے والا نہیں) . ان لوگوں کے (مرے) پیچھے ایك آڑ ھے جو اس دن تك رھے گی که دوبارہ اٹھائے جائیں ١٠٠ .

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَآ أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَآءَلُونَ ۝ ١٠١

پھر جب وہ گھڑی آجائے گی که نرسنگا پھونکا جائے (یعنی تمام انسانی ھستیوں کو دوبارہ اٹھ کھڑے ہونے اور اکٹھا ھو جانے کا حکم ھو) تو اس دن نه تو ان لوگوں کی باھمی رشته داریاں باقی رھیں گی نه کوئی ایك دوسرے کی بات ھی پوچھے گا ١٠١ .

فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ ١٠٢

اس دن جن لوگوں (کے نیك عملوں) کا پلا بھاری نکلا بس وھی ھیں جو کام یاب ھوں گے ١٠٢ .

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوٓا

اور جن کا پلا ھلکا ھوا تو وھی ھیں جنھوں نے اپنے کو بربادی

صَبَرُوٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝۱۱۱ ان کے صبر کا بدلا دے دیا۔ وہی ھیں جو فیروز مند ہوے ۱۱۱۔

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِى الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ۝۱۱۲ ان سے کہا جائے گا: تمھیں خیال ھے زمین میں کتنے برس تک رھے؟ ۱۱۲

قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ۝۱۱۳ وہ کہیں گے: بس ایک دن یا ایک دن کا بھی کچھ حصہ (ھمیں ٹھیك وقت کا اندازہ نہیں)۔ ان سے پوچھو جو گنتے رھے ھیں ۱۱۳۔

قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۱۴ ان سے کہا جائے گا: ھاں تمھارا زمین میں رھنا اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ایك بہت ھی تھوڑے زمانے کا رھنا۔ کاش تم نے یہ بات جانی ہوتی! ۱۱۴

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝۱۱۵ کیا تم خیال کرتے ہو ھم نے تمھیں بے کار کو پیدا کیا ھے اور تم ھماری طرف لوٹنے

فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ۝۱۰۷

نکال دیجیے. اگر ہم پھر ایسی گمراہی میں پڑیں تو بلا شبہہ نافرمان ہوے ۱۰۷ .

قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ۝۱۰۸

اللہ فرمائے گا: جہنم میں جاؤ اور زبان نہ کھولو ۱۰۸ .

إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ۝۱۰۹

ہمارے بندوں میں سے ایک گروہ ایسا بھی تھا جو کہتا تھا: خدایا! ہم ایمان لیے آئے. پس ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما. تجھ سے بہتر رحم کرنے والا کوئی نہیں! ۱۰۹

فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتَّىٰ أَنسَوْكُمْ ذِكْرِي وَكُنتُم مِّنْهُمْ تَضْحَكُونَ ۝۱۱۰

لیکن تم نے انہیں اپنے تمسخر کا مشغلہ بنالیا تھا، یہاں تک کہ اس مشغلے نے ہماری یاد بھی بھلادی تھی. تم ان لوگوں کی باتوں پر ہنسا کرتے تھے ۱۱۰ .

إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا

آج (دیکھو!) ہم نے انہیں

سورت کا ترجمه ختم هوگیا، مگر چند مبهمات کی تشریحات باقی رہ گئی هیں:

تخلیق و تکمیل جنین کے مراتب ستہ

قرآن حکیم نے اس سورت میں اور دوسرے مقامات میں انسانی پیدایش کے مختلف احوال و مراتب پر توجه دلائی هے اور ان سے الله تعالی کی قدرت و حکمت اور بعث بعد الموت کے وقوع پر استشهاد کیا هے۔ یه مراتب تطور چھ هیں جیسا که یہاں آیت ۱۴ میں بیان کیے گئے هیں:

(ا) ''نطفه'' کی حالت جب که وہ ''قرار مکین'' میں هوتا هے۔

(ب) ''علقه'' کی حالت۔

(ج) ''مضغه'' کی حالت۔

(د) ''خلقنا المضغة عظاما'' کی حالت۔

(ه) ''کسونا العظام لحما''۔

(و) ایك ایسی آخری حالت جسے ''خلقاً اٰخر'' سے تعبیر کیا هے۔

مفسرین کی حیرانی

ان میں سے آخری حالت کو قرآن نے ''خلقاً اٰخر'' سے تعبیر کیا هے، یعنی اس مرتبے میں پہنچ کر کوئی ایسا انقلاب طاری هو جاتا هے که بالکل ایك دوسری هی طرح کی خلقت ظهور میں آجاتی هے۔ گویا مرتبۂ (الف) سے لے کر مرتبۂ (ه) تك جنین کی جو حالتیں رهیں اور جس نوعیت کی=

والے نہیں؟ ۱۱۵ .

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۞ ۱۱۶

الله که بادشاه حقیقی هے ، ایسی بات کرنے سے پاك و بلند هے. وه که کوئی معبود نہیں هے مگر اسی کی ایك ذات، جہاں داری کے تحت عزت کا مالك ! ۱۱۶

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۞ ۱۱۷

اور جو کوئی الله کے سوا کسی دوسرے (من گهڑت) معبود کو پکارتا هے تو اس کے پاس اس کے لیے کوئی دلیل نہیں . س کے پروردگار کے حضور اس کا حساب هونا هے . یقیناً کفر کرنے والے کبهی کام یابی نہیں پائیں گے ! ۱۱۷ .

وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۞ ع ۱۱۸

۶ ع ۶

اور (اے پیغمبر !) تو کہہ: خدایا ! بخش دے، رحم فرما ! تجھ سے بڑھ کر کوئی رحم کرنے والا نہیں ۱۱۸ .

۞ ۞ ۞ ۞ ۞

=ترتیب نشأۃ یوں سمجھی گئی کہ پہلے خون پیدا ہوتا ہے اور وہ کلیجی کی طرح جما ہوا ہوتا ہے، پھر یہ منجمد خون گوشت بن جاتا ہے، پھر اس گوشت میں ہڈیاں پیدا ہوتی ہیں، پھر ہڈیوں پر چمڑا چڑھ جاتا ہے۔ اس چمڑے کو ”کسونا العظام لحما“ میں مجازاً ”لحم“ کہا ہے۔

مفسرین قدیم معذور تھے

لیکن اگر اس مقام کی تشریح و تحقیق کا حق ادا نہ ہوسکا تو اسے مفسروں کے قصور فہم پر محمول نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ اس باب میں وہ یقیناً معذور تھے۔ علم و تحقیق کا یہ گوشہ تمام تر زمانۂ حال کی پیداوار ہے اور زمانۂ حال کی پیداوار میں بھی سب سے آخری عہد کی پیداوار۔ ایسویں صدی کا ابتدائی زمانہ جو تمام علوم حدیثہ کے انکشاف و تکمیل کا سب سے زیادہ شاندار زمانہ ہے پورا گزر گیا اور کارخانۂ فطرت کے اس گوشۂ مستور کے تمام حجاب نہ اٹھ سکے۔ پس اگر اٹھارویں صدی کے حکماء معذور تصور کیے جاسکتے ہیں کہ اس بارے میں بالکل غلط رخ پر جا رہے تھے، حالانکہ خورد بین ایجاد ہو چکی تھی اور انسانی نعش کی تشریح کا باب مسدود کھل چکا تھا تو ظاہر ہے نویں اور دسویں صدی کے مفسرین قرآن کیوں معذور نہ تصور نہ کیے جائیں، جن کے سامنے اس سے زیادہ کچھ تھا جتنا ارسطو اپنی کتاب الحیوانات میں اور جالینوس اپنے=

= مخلوق بنتی رھی وہ کوئی دوسری طرح کی چیز تھی اور اب اس مرتبے میں آ کر بالکل ایک دوسری طرح کی چیز نمایاں ھو گئی ۔ چوں کہ مراتب پیدایش کی کوئی ایسی انقلابی حالت ھمارے مفسروں کے سامنے نہ تھی، اس لیے قدرتی طور پر اس کی کوئی جمتی ھوئی تفسیر ان سے بن نہ آئی اور مختلف وادیوں میں نکل گئے: بعضوں نے کہا: اس سے مقصود نفخ روح کی حالت ھے، کیوں کہ اس مرتبے سے پہلے روح نہیں ھوتی۔ بعضوں نے کہا: یہ شکم مادر سے باھر نکلنے کی طرف اشارہ ھے، کیوں کہ وضع حمل اسی کے بعد ھوتا ھے۔ بعضوں نے کہا: مقصود بالوں کا پیدا ھونا ھے، اس سے پہلے بال نہیں ھوتے۔ بعضوں نے کہا: نہیں! مقصود دانت ھیں، دانت اسی مرتبے میں پیدا ھوتے ھیں۔ بعضوں نے جمع و تطبیق آراء کی راہ اختیار کرنی چاھی تو کہا: در اصل مقصود تمام قویٰ کی تکمیل ھے، اس میں بال بھی آ گئے، دانت بھی آ گئے۔ مگر ظاھر ھے کہ ان میں سے کوئی تعبیر بھی ''خلقاً اٰخر'' کا تقاضا پورا نہیں کرتی، منطوق کے اعتبار سے بھی اور مفہوم کے اعتبار سے بھی۔

اسی طرح پچھلے مراتب تطور کی بھی حقیقت واضح نہ ھو سکی۔ ''علقہ'' کو جمے ھوے خون کے معنوں میں لے گئے اور ''مضغہ'' کو گوشت بن جانے کے معنوں میں اور =

=میں جب ایك ڈچ عالم حورد بینی لیون هاك (Leeuwen hock)
نے جنس رجال کے مادۂ منویه کے جراثیم کا انکشاف کیا
تو ایك گروه پیدا هو گیا جس نے مبیض اناث کی جگه
جراثیم منویه کو اصل حیات قرار دیا ، تا هم اس رائے میں
کوئی تبدیلی نہیں هوئی که جنین پر تطور کی نہیں بلکه محض
پرورو نمو کی حالت طاری هوتی هے . اٹھارهویں صدی کے
وسط تك یہی رائے وقت کی مقبول و معتمد رائے رهی .
یہاں تك که سنه ۱۷۵۹ ء میں ایك جرمن محقق فریڈرك وانف
(Frederick Wolf) نے یه پورا نظریه غلط ٹھیرایا اور تولید
و تطور کی اصل پر زور دیا . پھر سنه ۱۸۰۷ ء میں پانڈر
نے اور سنه ۱۸۲۸ ء میں بیر نے اسے مزید ترقی دی . اس
کے بعد سے اسی رخ پر قدم اٹھنا شروع هو گئے پھر جب
سنه ۱۸۵۹ ء میں ڈارون (Darwin) کی کتاب " اصلیت
انواع " (Origin of Species) شائع هوئی تو اس نے علم کے تمام
گوشوں کی طرح اس گوشے کے لیے بھی ایك نئی روشنی
مہیا کر دی اور بالآخر انیسویں صدی کے آخری سالوں
میں ارنسٹ هیکل (Ernst Haeckel) کے هاتھوں یه تحقیقات
تکمیل تك پہنچ گئی . اب علم الجنین کا هر گوشه نظریوں
اور قیاسوں کے سہاروں سے بالکل بے پروا هو گیا هے
اور جو کچھ هے تمام تر استقراء و مشاهدات پر مبنی هے . =

= مقالات میں لکھ چکا ہے؟ .

دراصل پیدایش حیوانات کے بارے میں گزشتہ دو ہزار سال تک انسانی علم کی پرواز اسی حد تک رہی . علم و نظر کی تمام شاخوں کی طرح علم الجنین (Embryology) میں بھی ارسطو ہی کی تحقیقات پر تمام تردارو مدار تھا. سترھویں صدی میں جب خوردبین کی ایجاد ایک خاص حد تک ترقی پذیر ہوئی تو پرندوں کے انڈوں کا خورد بینی مطالعہ شروع ہوا اور بتدریج ایک نئے نظریے کی بنیاد پڑ گئی جسے اس وقت نظریۂ ارتقاء سے تعبیر کیا گیا تھا، لیکن اب "تشکیل ما قبل" کے نظریے سے تعبیر کیا جاتا ہے، یعنی (Preformation Theory) سے. اس نظریے کا ماحصل یہ تھا کہ اصل پیدایش جنس اناث کا مبیض (Ovary) ہے. جنین پر تطورات کی کوئی نئی حالت طاری نہیں ہوتی، بلکہ مبیض میں جو کامل و متشکل وجود موجود ہوتا ہے وہی کھلنے اور بڑھنے لگتا ہے. مثلاً انسان کے تخم حیات میں ایک کامل انسان اپنے تمام خارجی و داخلی اعضاء کے ساتھ موجود ہوتا ہے، لیکن اتناچھوٹا ہوتا ہے کہ خورد بین سے بھی اس کا ادراک نہیں کیاجاسکتا. اسی کامل و متشکل ذرۂ وجود کا بڑھ جانا نطفہ کا انسان بن جانا ہے. سنہ ۱۶۹۰ء =

= یہی خلیہ زندگی اور وجود کا اصلی تخم ہے ۔

نطفہ کے قرار پانے کے معنی یہ ہیں کہ جنس رجال کا خلیۂ تخم جنس اناث کے مبیض میں جگہ پاجائے ۔ استقرار کے بعد جنین کا تطور شروع ہوتا ہے ۔ ابتداء میں وہ محض خلیات کا ایک کروی مجموعہ ہوتا ہے، پھر ایک مجوف گیند کی سی شکل اختیار کر لیتا ہے حس کے اطراف کی دیوار خلیات سے مرکب ہوتی ہے۔ اس کے بعد یہ خلیات ایک دوسرے سے بالکل مل جاتے ہیں اور آہستہ آہستہ ان میں طولانیت پیدا ہونی شروع ہوتی ہے ، یہاں تک کہ بالکل ایک نعل نما (Sole shaped) صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اب ان میں ایک ایسی ہیکلی ہیئت پیدا ہو جاتی ہے جیسی مچھلی کی ہوتی ہے ۔ پھر یہ ہیئت حیوانات قوازب (Amphibia) (۱۱٦) کا سا ہیکل اختیار کر لیتی ہے۔ اس کے بعدحیوانات لبونہ (Mammals) کا ہیکل نمایاں ہوتا ہے۔ لیکن پہلے ادنی درجے کے حیوانات لبونہ کا ، مثلاً ایسا جیسا آسٹریلیا کے خلد آبی (Duck Bill) کا ہوتا ہے یا ان حیوانات کا جنھیں ذوات الکیس (Marsupils) کہتے ہیں۔ پھر اونچے درجے کے حیوانات لبونـہ کا ، مثلاً گھوڑا ، کتا ، بیل ۔ پھر یـہ مرتبہ ترقی کرکے ایک ایسے ہیکل تک پہنچتا ہے جو ٹھیک ٹھیک بندر کا سا ہوتا ہے ، دم بھی =

= یہ اب فلسفہ کی بحث و تعلیل کا محتاج نہیں ، کیوں کہ خود علم کی ایک حقیقت ہے ۔

اس باب میں سب سے زیادہ معتمد حو دارنسٹ هیکل کی دو کتابیں هیں : نیچرل هسٹری آف کریئشن (Natural History of Creation) اور ایوولیوشن آف مین (Evolution of man). اس مبحث میں همارا اعتماد انهیں پر ہے ۔

قبل اس کے کہ قرآن کے بیان کردہ مراتب پر نظر ڈالی جائے، معلوم کر لینا چاہیے کہ انسانی وجود کی پیدایش اور اس کے جنین کے احوال و تطورات کے باب میں علم کے حقائق کیا هیں. یہ مبحث بہ تفصیل مقدمہ میں ملے گا. یہاں مختصر اشارات کریں گے :

تمام حیوانات کی طرح انسان کی پیدایش بهی ایک بیضہ سے هوتی ہے جسے اصطلاح میں (Ovum) کہتے هیں، یعنی خلیۂ تخم (خلیہ یعنی Cell) . یہ خلیۂ تخم جنس اناث میں بهی پیدا هوتا ہے اور جنس رجال میں بهی. فعل تلقیح اس وقت واقع هوتا ہے جب جنس رجال کے خلیات تخم جنس اناث کے بیضہ میں پہنچ جاتے هیں. یہ خلیۂ تخم ایک بہت هی دقیق ذرہ کا سا حجم رکهتا ہے، یعنی اس کا قطر ایک انچ کا ایک سو بیسواں حصہ بلکہ اس سے بهی کم هوتا ہے .=

جدید تحقیقات

= ضروری ہیں۔ اس اعتبار سے اگر انسان کے جنین پر نظر ڈالی جائے تو حسب ذیل مدارج اور ان کے احکام سامنے آئیں گے :

مدارج تطور

(ا) پہلا درجہ وہ ہے جس میں خلیۂ تخم کی حالت ٹھیک ٹھیک ویسی ہی ہوتی ہے جیسی تمام نباتات اور حیوانات کی، گویا اس ابتدائی درجے میں ایک انسان کا جنین بھی ویسا ہی ہوتا ہے جیسا ایک درخت کا، ایک مچھلی کا، ایک چارپایے کا، ایک پرند کا۔

یہ حالت نطفہ کی ابتدائی حالت ہوتی ہے۔

(ب) پھر خلیات کا کروی مجموعہ ایک دوسرے درجے میں داخل ہوتا ہے۔ اس درجے میں پہلا امتیاز نمایاں ہوتا ہے، یعنی اب جنین نباتات کے دائرے سے بلند ہو کر صرف حیوانات کے دائرے کی چیز بن جاتا ہے۔ ہم تمام حیوانات کا جنین ایسا ہی پاتے ہیں، مگر نباتات کا نہیں۔

یہ حالت دو ہفتہ کے اندر طاری ہو جاتی ہے۔

(ج) تیسرے ہفتہ میں جنین دو گنی طوالت پیدا کر لیتا ہے اور نعل کی سی شکل بن جاتی ہے۔ نیز ایک نشان ظاہر ہو جاتا ہے جو آگے چل کر سر بننے والا ہوتا ہے۔ یہی نشان تین بنیادی حاسّوں کی پہلی داغ بیل ہے۔ =

=موجود ہوتی ہے ۔ پھر اس میں تبدیلی شروع ہوتی ہے اور بندر کے ترقی یافتہ اعلی اقسام کا سا ہیکل نمایاں ہونے لگتا ہے، یعنی گوریلا (Gorilla) ، شمپانزی (Chimpanzee)، گیبون (Gibbon) و غیرہ اقسام کا. اب اس کے بعد آخری مرتبۂ تطور آتا ہے اور اچانک ایک انقلابی حالت طاری ہونے لگتی ہے ، یعنی تمام حیوانی و میمونی خصوصیات مفقود ہو جاتی ہیں ، ایک نئی نوعیت کا ہیکل نمایاں ہو جاتا ہے ، اور وجود انسانی اپنی ساری خصوصیتوں اور رعنائیوں کے ساتھ ابھر آتا ہے ۔

ابتداء کے تمام تطورات ایک مہینے کے اندر طاری ہو جاتے ہیں . آخری تطورات دوسرے مہینے کے اندر اور پھر حمل کا بقیہ زمانہ جس قدر گزرتا ہے صورت انسانی ہی کی تکمیل پر گزرتا ہے ۔

قانون حیات کی عالمگیر وحدت

اس سلسلے میں جو حقیقت سب سے زیادہ اہم نمایاں ہوئی ہے اور جس نے علم و نظر کے بہت سے گوشوں میں انقلاب پیدا کر دیا وہ پیدایش حیات کے قانون کی عالمگیر وحدت ہے. نباتات سے لے کر وجود انسانی تک اصل و بنیاد حیات ایک ہی ہے اور جس قدر امتیازی اختلافات پیدا ہوتے ہیں ٹھیک انہیں حدود کے اندر اور انہیں ترتیبات سے جو قانون نشو و ارتقاء کی بنا پر =

= (و) پھر یہ ھیکل بندر کی اونچی قسم کے ھیکلوں کی طرف بڑھتا ھے اور گوریلا اور شمپانزی وغیرہ کے جنین کی سی ھیئت پیدا کرنے لگتا ھے .

(ز) اس کے بعد ایك آخری انقلاب طاری ھوتا ھے اور انسانی جسم و صورت کی خصوصیات یکایك ابھرنے لگتی ھیں ، حتی کہ بالکل ایك نئی قسم کا تناسب واعتدال ظہور میں آجاتا ھے .

دوسرے مہینے کے اختتام پر یہ درجہ پوری طرح صورت پذیر ھوجاتا ھے .

(ح) اس کے بعد فطرت کی نقاشی زیادہ دقیق قسم کے امتیازات کا نوك پلك درست کرنے لگتی ھے ، یعنی نوع انسانی کی مختلف وطنی ، موسمی ، نسلی اور معنوی اختلافات ابھرنے اور بننے لگتے ھیں . پھر حدی اور آبائی اثرات کی نمود شروع ھوتی ھے اور ھر والدین کو اپنی قوم ، اپنے ملك ، اپنی نسل اور اپنے ماحولی مؤثرات کا مولود میسر آجاتا ھے .

یہ آخری انسانی دور سب سے بڑا دور ھے . یعنی ابتداء کے دو مہینے چھوڑ کر باقی تمام ایام حمل جن کی مدت چار سے سات مہینوں تك پہنچ جاتی ھے اسی دور میں بسر ھوتے ھیں . =

=اس درجے میں دوسرا امتیاز نمایاں ہوتا ہے، یعنی اب جنین حیوانات کے عام دائرے سے نکل کر حیوانات لبونہ کے خاص دائرے میں آجاتا ہے، لیکن ادنیٰ درجے کے ائرے میں۔

(د) چوتھے ہفتہ میں سر کا نشان ایک غیر متشکل گنبد کی سی ہیئت پیدا کرنے لگتا ہے، اس کے اندر بھیجے کے چاروں خانے بھی نمایاں ہوجاتے ہیں، عنصری نالیاں بھی ابھر آتی ہیں، دل کے چاروں حصے بھی وجود پذیر ہو جاتے ہیں اور سب سے زیادہ یہ کہ ریڑھ کی ہڈی کا ڈھانچا پوری طرح نشوونما پانے لگتا ہے۔

اس درجے میں پہنچ کر جنین اعلیٰ درجے کے حیوانات لبونہ کی خصوصیات پیدا کر لیتا ہے، یعنی اب انسان کا جنین ایسا ہو جاتا ہے جیسا گھوڑے، بیل، کتے وغیرہ شیر خوار جانوروں کا ہوتا ہے۔

اب حمل کا پہلا مہینا ختم ہو گیا۔

(ہ) پانچویں ہفتہ سے صورت آرائی کا زیادہ مشخص دور شروع ہوتا ہے، لیکن یہ بندر کے سے ہیکل کا ہوتا ہے۔ اس درجے کے جنین کی تصویر بندر کے حنین کی تصویر کے ساتھ رکھی جائے تو دونوں میں کوئی نمایاں فرق دکھائی نہیں دے گا۔ =

= ساتھ نہیں دیتے تھے اسی طرح یہ مذہب بھی ساتھ چلنے سے صاف انکار کر رہا تھا. قرآن جنین کے تمام تغیرات کو صاف صاف ایک انقلابی تطور قرار دے رہا ہے:
"ثم من نطفة ثم من علقة ثم من مضغة" (٢٢: ٥) اور
"ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة" (٢٣: ١٤) یعنی
تخلیق کی ایک حالت نطفہ کی ہوتی ہے، پھر تخلیق کی دوسری حالت علقہ کی ہوتی ہے، پھر تخلیق کی تیسری حالت مضغہ کی ہوتی ہے. پس یہ محض کسی ایسے کیڑے کا نشو و بروز نہیں ہو سکتا جس کے اندر وجود انسانی اپنے تمام اصول و جزئیات کے ساتھ موجود ہو، بلکہ ایک حالت کے بعد صریح دوسری حالت کی پیدایش اور دوسری کے بعد تیسری کی اور تیسری کے بعد چوتھی کی پیدایش ہے اور ہر پیدایش تخلق و تطور کی نوعیت میں ظاہر ہوئی ہے. ضروری ہے کہ یکے بعد دیگرے طرح طرح کے تطورات طاری ہوں، ضروری ہے کہ ہر تطور ایک نئی پیدایش کا حکم رکھتا ہو.

چوں کہ انیسویں صدی کے اواخر تک یہی نظریۂ "ظہور و بروز" عام طور پر تسلیم کیا جاتا تھا اور فن طب و تشریح نے بھی اسی کو اختیار کر لیا تھا، =

جدید مفسرین
تجربہ قطع و برید

قرآن کی تصریحات

= اب ان تمام تفصیلات کو پیش نظر رکھ کر قرآن کی تصریحات پر غور کرو اور پچھلی تفاسیر پر بھی ایك نظر ڈال لو . جس وقت تك انسانی جنین کے یہ تمام حقائق منکشف نہیں ہوے تھے قرآن کے بیان کردہ مدارج ستہ کی تشریح کس درجہ دشوار تھی! قدیم نظریوں کا ساتھ دینے کے لیے مفسروں کو کیسی کیسی توجیہیں ڈھونڈھنی پڑیں اور پھر بھی بات بنی نہیں! لیکن اب ان انکشافات کے بعد کس طرح سارا معاملہ صاف ہوگیا ہے! کس طرح دونوں بیان ٹھیك ٹھیك ایك دوسرے کے مطابق ہیں اور ایك کے اجمال کی دوسرا تفصیل کر رہا ہے! کس طرح آج علم کی آنکھیں بھی وہی دیکھ رہی ہیں جو وحی کی زبان نے آشکارا کر دیا تھا!

وحی کی یہ صدا کس کی زبان سے نکلی تھی؟ ساتویں صدی عیسوی کے ایك امی کی زبان سے جو ریگستان عرب کے بادیہ نشینوں میں پیدا ہوا اور جس کی ساری زندگی انھیں بادیہ نشینوں میں بسر ہوئی تھی!

قرآن کا سترھویں صدی کے مغالطے سے انکار

سترھویں صدی میں خورد بینی مطالعے سے جراثیم حیات کا انکشاف ہوا، لیکن حکماء عہد اصل حقیقت پر مطلع نہ ہو سکے اور مذہب ظہور و بروز کا نظریہ قائم کرلیا گیا . اب دیکھو! جس طرح قدیم قیاسات قرآن کا =

= اور وہیں آ گیا جہاں تیرہ صدیوں سے قرآن کی صداقت جمی کھڑی ہے: "لا یاتیه الباطل من بین یدیه و لا من خلفه تنزیل من حکیم حمید" (۴۱ : ۴۲) ۔

تم علم کی ایک ذرا سی نمود دیکھ کر مرعوب ہو جاتے ہو اور چاہتے ہو قرآن کو فوراً اس کی جگہ سے ہٹا دو ۔ لیکن اگر تم جلدی نہ کرو تو قرآن کو ہلنے کی ضرورت کبھی نہ ہو گی ۔ جلد یا بدیر علم اپنی جگہ چھوڑے گا اور آگے بڑھ کر قرآن کی تصدیق کرے گا ۔

اب غور کرو علم کی روشنی میں کس طرح قرآن کی تمام تصریحات واضح ہو رہی ہیں بغیر اس کے کہ لغت و زبان کے قدرتی مقتضیات سے رائی برابر بھی انحراف کیا جائے :

(۱) سب سے پہلے "جعلنٰه نطفة فی قرار مکین" پر غور کرو ۔ استقرار حمل یوں ہوتا ہے کہ جنس رجال کا جنسی خلیہ جنس اناث کے مبیض میں پہنچتا ہے اور اس طرح ٹک جاتا ہے گویا اپنے اصلی مکان میں پہنچ گیا ۔ اس صورت حال کے لیے "فی قرار مکین" کی ترکیب کس درجہ صحیح اور اوفق ہے! دو لفظوں کے اندر پوری وضاحت کے ساتھ دونوں حالتیں آ گئیں : اس کا ٹھہر جانا =

قرآن کے مدارج ستہ

= اس لیے جس طرح قدیم مفسروں کو شرح و تحقیق آیت میں دشواریاں پیش آئیں اور طرح طرح کی توجیہات کرنی پڑیں اسی طرح مصر اور هندوستان کے بعض نئے مفسروں کو بھی ٹھوکر لگی اور رفاعه بك طهطاوی، حسن پاشا محمود، سر سید احمد خان، شیخ محمد عبده وغیرهم اسی نظریے کی وادیوں میں گم هو گئے. انهوں نے کوشش کی که قرآن کی تصریحات کو اس کے مطابق کر دکھائیں. مطابق هو نہیں سکتی تھیں، اس لیے هر طرح کا تجوز و تکلف جو لغت و زبان سے کیا جا سکتا هے جائز کر لیا گیا اور نہیں سمجھے که یه تمام قطع و برید چند سالوں کے بعد یکسر بے کار هو جائے گی.

قرآن اپنی جگہ سے نہیں ہلا علم کو ہلنا پڑا

لیکن قرآن کی تصریحات اپنی جگه بدستور قائم رهیں. جس طرح قدیم جامه ان پر راست نہیں آیا تھا اسی طرح نئے جامے سے بھی انهوں نے انکار کر دیا، یہاں تك که جمال حقیقت بے پرده هوا اور نظریوں کی شب کوری کی جگه انکشاف و مشاهدے کی صبح نمودار هو گئی. اب هر نگاه دیکھ سکتی هے که قرآن کو اپنی جگه سے هلنے کی کوئی ضرورت نه تھی. یه علم کا نقص تھا که صحیح جگه نه پا سکا. آخر اسے اپنی جگه چھوڑنی پڑی =

= بن جاتا ہے جس کے دونوں سرے کسی قدر پھیلے ہوے ہوتے ہیں ۔ پروفیسر ہیکل نے اس مرتبے کی ابتدائی حالت کو (Sole shaped) سے اور پختہ حالت کو (Sandal shaped) سے تعبیر کیا ہے (١١٧) اور ہم نے اس کے لیے صرف "نعل نما" حالت کی تعبیر کی ہے ۔ اسی مرتبۂ تحول کو قرآن نے "علقہ" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے ۔ "علقہ" کی تعبیر اس مرتبے کے لیے ہر اعتبار سے اتنی صاف چسپاں تعبیر ہے کہ جونہیں میری پہلی نظر اس نعل نما جنین کی تصویر پر پڑی تھی میری زبان سے بے اختیار "خلق الانسان من علق" نکل گیا تھا ۔

جونک کے لیے علوق ، علوقہ ، عولق ، علقہ ، سامی زبانوں کی نہایت قدیم تعبیر ہے ۔ عبرانی میں اسے علوقہ کہتے تھے اور بجنسہ علقہ کا نام بھی ملتا ہے ۔ چنانچہ سفر امثال میں ایک جگہ آیا ہے : جونک کی دو بیٹیاں ہیں جو چلاتی رہتی ہیں کہ لاؤ لاؤ (٣٠ : ١٥) ۔ عبرانی نسخے میں یہاں جونک کے لیے "علوقہ" کا لفظ ہے ۔ یہی علوقہ عربی میں علق اور علقہ ہے اور جونک کے لیے مستعمل ہے ۔ اب جونک کی حالت اور صورت کا معاینہ کرو ۔ اس =

= اور تمکن کے ساتھ قرار پا جانا . یہ استقرار و تمکن کس طرح پیدا ہوا؟ دونوں جنسوں کے خلیوں کے اتحاد سے . اس اتحاد و امتزاج کی ان میں قدرتی طلب تھی، بغیر اس کے قرار نہیں پا سکتے تھے .

اس وقت تک ہم نے اس کا مطلب یہ سمجھا تھا کہ نطفہ رحم میں قرار پا جاتا ہے ، لیکن فی الحقیقت بات پوری طرح جمتی نہ تھی . رحم تو ایک طرح کا مجوف حول ہے . اس میں ایک درۂ تخم کا پڑجانا ”فی قرار مکین“ سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا . یہ تعبیر کہہ رہی ہے کہ کوئی نطفہ ہی کی طرح کا دقیق محل ہونا چاہیے جہاں وہ پہنچ کر اس طرح ٹک جائے جیسے ٹھیک اپنے حجم اور اپنی نوعیت کے مطابق ایک جگہ اسے مل گئی . پس یقیناً اس سے مقصود مبیض کا حلیہ ہے ، نہ کہ پورا عضو رحم .

(۲) اس کے بعد ”نطفہ“ پر مختلف حالتیں طاری ہوتی ہیں ، لیکن سب سے پہلی انقلابی حالت کون سی ہوتی ہے جو بالکل ایک نئی قسم کی نوعیت پیدا کر دیتی ہے اور جو تمام آیندہ انقلابوں کے لیے سنگ بنیاد کا کام دیتی ہے؟ وہ حالت حب خلیات کا کروی مجموعہ اچانک طول میں بڑھنے لگتا ہے اور پھر اس طرح کی لنبی چیز =

= کا سلسلہ شروع ہوا ۔ اچھا! آبی مخلوقات میں ابتدائی مراتب کی مخلوقات کونسی ہیں؟ جونك کی قسم کی غیر عظمی مخلوقات ۔ انہیں کے ارتقاء سے تمام اونچی قسم کی آبی کڑیاں وجود پذیر ہوئیں ۔ پس اگر حیوانی نطفہ اپنے تمام ارتقائی تطورات سے گزر کر آخری درجے تك پہنچا کرتا ہے تو کیا ضروری نہیں کہ اس کا ابتدائی درجہ آبی مخلوقات کی حالت کے درجے کا ہو اور اس میں بھی سب سے پہلے جونك کی قسم کی نوعیت اپنی نمود دکھائے؟ یقیناً ضروری ہے اور یقیناً یہی نوعیت ہے جو اس نعل نما صورت کے درجے میں نمایاں ہوتی ہے ۔ پس اسے ''علقہ'' سے تعبیر کرنا گویا اس کے درجۂ خلقت کو ٹھیك ٹھیك اس کے اصلی نام سے پکار دینا ہے ۔

(۳) اس کے بعد تیسرا انقلابی تطور وہ ہے جب یہ نعل نما چیز اور زیادہ بڑھتی ہے اور اس کے مادے میں گوشت کی صلابت پیدا ہو جاتی ہے ۔ اسی حالت کو قرآن نے ''مضغہ'' سے تعبیر کیا ہے، کیوں کہ اب جنین بوٹی کی طرح بن جاتا ہے ۔ اور چوں کہ یہی مرتبہ ہے جس میں ارتسام و انقسام اعضاء کی پہلی داغ بیل پڑتی ہے ۔ اس لیے سورۂ حج میں اشارہ کر دیا کہ ''مخلقۃ و غیر مخلقۃ'' (۲۲ : ۵) یعنی یہی مضغہ کا درجہ ہے جس =

= میں ھڈی نہیں ھوتی ۔ محض ایك لوتھڑے کی لمبان ھو تی
ھے اور حون پی کر جب سیراب ھو جاتی ھے تو ٹھیك
ٹھیك ویسی ھی صورت ھو حاتی ھے جیسی اس مرتبۂ
جنین کی تصویر میں نظر آتی ھے ۔

"علقہ" کی تعبیر

ھیکل نے اس حالت کو محص اس کی حزئی مشابہت
کی بنا پر " نعل نما صورت " سے تشبیہ دی ، لیکن قرآن
نے " علقہ " سے دی جو خود سلسلۂ حیوانات کی ایك
خاص زندہ کڑی ھے اور اس طرح عجب نہیں کہ ایك
دوسری مخفی حقیقت کی طرف بھی اشارہ کردیا ھو ۔

پیدایش اسانی کے مختلف مدارج کی حو تفصیلات
اوبر گزر چکی ھیں ان سے تمھیں پتا لگ گیا ھو گا
کہ قانون نشو و ارتقا کے مختلف مدارج کس طرح نطفۂ
انسانی کے مدارج میں جمع ھو گئے ھیں اور کس طرح
ھر انسان کا حنین اب بھی ان مدارج سے گزر کر انسان
بنتا ھے حن مدارج سے گزر کر اسان اپنے موحودہ
مرتبۂ حلقت تك پہنچا ھے ۔ اچھا ! اب غور کرو ان
مدارج حلقت میں ابتدائی مخلوقات کا درحہ کونسا ھے ؟
آبی مخلوقات کا ۔ یعنی بحکم " و حعلنا من الماء کل شیء حی "
زندگی کا سب سے پہلا ظہور پانی میں ھـوا اور پہلی
مخلوقات آبی مخلوقات ھوئیں ۔ ان کے بعد خشکی کی مخلوقات=

= ابھر آیا تھا، اچانك انسانی جسم و صـورت کی ساری خصوصیتیں اور رعنائیاں پیدا کر لیتا ھے: "فتبٰرك الله احسن الخالقین".

یہی آخری مرتبۂ تحول ھے جسے "ثم انشأناہ خلقاً اٰخر" سے تعبیر کیا ھے.



= میں یا تو داغ بیل پڑ جاتی ہے یا بگڑ کے رہ جاتا ہے ۔

(٤) چوتھا درجہ وہ ہے جب اس مضغہ میں ریڑھ کی ہڈی کا ڈھانچا نشو و نما پانے لگتا ہے اور ایک ایسا ہیکل نمایاں ہو جاتا ہے جسے مچھلی سے مشابہ کہا گیا ہے ۔ اسی کو ''فخلقنا المضغة عظاما'' سے تعبیر کیا ہے ۔ اسی درجے میں آ کر جنین حیوانات فقاریہ (Vertebrate) کی امتیازی خصوصیات پیدا کر لیتا ہے ۔

(٥) پھر اس کے بعد ہڈیوں اور گوشت پوست کا الحاق تکمیل تک پہنچتا اور ایک حیوانی صورت متشکل ہو کر نمایاں ہو جاتی ہے ۔ اسی کو '' فکسونا العظام لحما '' کے درجے سے تعبیر کیا ہے ۔

(٦) لیکن جو صورت اب بنتی ہے وہ کیا انسان کی صورت ہوتی ہے؟ نہیں ، ایسی جو تمام حیوانات لبونہ کی مشترک صورت ہوتی ہے ۔ وہ ترقی بھی کرتی ہے تو بندر کی صورت کی طرف ، لیکن اس کے بعد نقاش قدرت کی دست کاری اچانک ایک نیا انقلاب و تحول پیدا کر دیتی ہے ۔ وہی جنین جو محض مضغہ تھا ، وہی مضغہ جو مچھلی کی طرح کا ایک ڈھانچا تھا ، وہی ڈھانچا جس نے عام حیوانی ہیکل کی شکل اختیار کر لی تھی ، وہی حیوانی ہیکل جو بندر کی سی صورت میں =

''ثم انشأناه خلقا آخر''

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا	اگر عورت اور مرد زنا کریں
كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ	ان دونوں میں سے ہر ایك کو
جَلْدَةٍ ص وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا	سو سو تازیانوں کی سزا دو ۔
رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ	اگر تم الله پر اور آخرت کے آنے
تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ج	والے دن پر یقین رکھتے ھو
وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ	تو ایسا نہ ھو کہ قانون الٰہی کی
مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۲	تعمیل کرتے ھوے ان (مجرموں)

کے لیے نرمی اور مہربانی کا جذبہ تمہارا ھاتھ پکڑ لے ۔ نیز چاھیے کہ سزا دیتے وقت مسلمانوں کی ایك جماعت موقع پر موجود رھے (یعنی علانیہ سزا دی جائے) ۲ ۔

---

۲ ۔ اجتماعی زندگی کی ایك سب سے بڑی بنیاد نکاح مدنی ھے ، یعنی یہ بات کہ ایك مرد اور ایك عورت ازدواجی زندگی بسر کرنے کے لیے جنسی رفاقت و اشتراك کا عہد کرلیں اور پھر صرف ایك دوسرے ھی کے لیے ھو کر جییں ۔ زنا ٹھیك ٹھیك اس کی ضد ھے ۔ یہ مرد اور عورت کو اشتراك حیات کے لیے نہیں ، بلکہ محض نفسیاتی تقاضے =

سورة النور - ۲٤

مدنية و هی اربع و ستون اٰیة

مدنی - ٦٤ آیات

بسم الله الرحمن الرحيم

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَ فَرَضْنٰهَا وَ اَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍ ۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ ١

یہ ایک سورت ہے جو ہم نے اتاری اور اس کے احکام لازمی ٹھیرا دیے . نیز اس میں (احکام حق کی) واضح نشانیاں اتاریں تا کہ تم لوگ نصیحت پکڑو . ١

---

١ - یہ مدنی عہد کی درمیانی تنزیلات میں سے ہے . اب مدینہ میں مسلمانوں کی اجتماعی زندگی پوری طرح نشو ونما پا چکی تھی اور ہر طرح کے حوادث و وقائع پیش آنے لگے تھے . چنانچہ اس سورت کا مرکز موعظت ازدواجی زندگی اور اس کے خطرات و مفاسد کا ازالہ ہے .

غیره'' (۲ : ۲۳) میں مستعمل ہوا ہے ، یعنی اتحاد تناسلی کا معاملہ . پس مطلب یہ ہوا کہ جس مرد کو زنا کا چسکا پڑجاتا ہے وہ زنا پیشہ عورت ہی سے رسم وراہ پیدا کرتا ہے اور جو عورت بدچلن ہوجاتی ہے وہ اپنے ہی طرح کے مرد کی خواہاں رہتی ہے . مگر مؤمنوں کے لیے ایسے تعلقات یك قلم حرام کر دیے گئے ہیں .

یہ مطلب نہیں ہے کہ جس مرد اور عورت سے زنا کا ارتکاب ہوگیا پھر اس سے نکاح شرعی کرنا جائز نہیں ، کیوں کہ توبہ کے بعد ہر گنہ گار پاك ہوجاتا ہے . اور اگر ایك زنا پیشہ فرد تائب ہوکر نکاح کر لے اور پاك دامنی کی زندگی بسر کرے تو اس سے زیادہ خوبی کی بات اور کیا ہوسکتی ہے ؟

زانی اور زانیہ کے ساتھ ''مشرك'' اور ''مشرکہ'' کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ مشرکین عرب میں نکاح کے جو طریقے رائج تھے ان میں سے بعض صریح زنا تھے اور دونوں کا امتیازی خط زیادہ نمایاں نہ تھا . پس اگر ایك مؤمن مرد کسی مؤمن عورت سے علاقہ پیدا کرنا چاہتا تو بجز اس کے کوئی صورت ہی نہ تھی کہ نکاح قطعی=

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً	زنا کرنے والا مرد زنا کرنے
اَوْ مُشْرِکَةً وَّالزَّانِیَةُ لَا یَنْکِحُهَآ	والی عورت یا مشرك عورت
اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ج وَحُرِّمَ	هی سے رشته جوڑے گا. اسی
ذٰلِكَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ۞ ٣	طرح زنا کرنے والی عورت

زنا کرنے والے مرد یا مشرك مرد هی سے رشته جوڑے گی. مگر یاد رکھو! مومنوں پر ایسے علاقے حرام کردیے گئے هیں ٣.

= کی عارضی تسکین کے لیے جمع کرتا هے اور ازدواجی زندگی کے تمام معاشرتی احساسات فنا کر دیتا هے.

جس سوسائٹی میں زنا کا دروازه کھلا رهے گا وه کبھی ازدواجی زندگی کی استواری حاصل نهیں کر سکے گی اور اگر ازدواجی زندگی استوار نه هوئی تو اجتماعی زندگی کی ساری بنیادیں هل گئیں!

یهی وجه هے که یهاں پهلے اس فساد کی شناعت پر زور دیا، پھر اس کی سزا کا اعلان کیا. اصطلاح میں ان سزاؤں کو "حد" کهتے هیں.

٣ - آیت ٣ میں "نکاح" سے مقصود نکاح مصطلحهٔ شرع نهیں، بلکه لغوی هے، جیسا که "حتی تنکح زوجا=

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ج فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٥	هاں! جن لوگوں نے اس بدعملی کے بعد توبہ کرلی اور اپنی زندگی سنوار لی تو بلا شبہ اللہ بخشنے والا . رحمت والا ہے! ٥
وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ لا اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝٦	جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا کا عیب لگائیں اور خود ان کے سوا ان کا کوئی گواہ نہ ہو تو ایسے مدعیوں میں سے ہر ایک کی گواہی یہ ہوگی کہ (پہلے) چار مرتبہ اللہ کو گواہ ٹھیرا کر قسم کھائے کہ وہ ضرور اپنے بیان میں سچا ہے ٦ .

= الزام تراشی کی جرأتوں کا دروازہ بھی بند کردیا جائے، تاکہ مفسدوں کو فتنہ پردازیوں کا موقع نہ ملے.
چنانچہ آیت ٤ میں فرمایا :
جو کوئی کسی عورت پر عیب لگائے گا اور چار عینی گواہ نہ لا سکے گا تو وہ بہتان لگانے کا مجرم متصور =

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ	اور جو لوگ دامن عورتوں
ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ	پر تہمت لگائیں اور پھر (ثبوت
فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً	میں) چار گواہ نہ لا سکیں تو
وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً	انہیں اتنی تازیانوں کی سزا دو
اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ	اور کبھی ان کی گواھی قبول
الْفٰسِقُوْنَ ۙ ٤	نہ کرو ۔ ایسے ھی لوگ ھیں

جو پکے فاسق ھوئے ! ٤

ھو ۔ لیکن ایک مشرک عورت ھر طرح کے جاھلی طریقوں کے لیے آمادہ ھو جاتی تھی ۔ یہی حال مشرک مردوں کا تھا ۔

٤ ـ زنا کی حد مقرر کرنے کے ساتھ یہ بھی واضح کر دیا کہ اس کے اثبات کے لیے قانونًا کس درجے کی گواھی ضروری ھے ۔ آیت ٤ میں فرمایا : جب تک چار گواہ آنکھ سے دیکھی شہادت نہ دیں اس وقت تک جرم کا اثبات تسلیم نہیں کیا جائے گا ۔ معاملے کی نزاکت چاھتی تھی کہ جس سختی کے ساتھ زنا کا دروازہ بند کیا گیا ھے ویسی ھی سختی سے =

(اس صورت میں) عورت کے سر سے سزا ٹل جائے گی ۸ و ۹

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اور اگر اللہ کا فضل اور اس

وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ کی رحمت تمہارا ساتھ نہ دیتی

حَكِيْمٌ ۱۰ ع اور ایسا نہ ہوتا کہ وہ بڑا ہی

ع ۱ ۷

تو بہ قبول کرنے والا اور حکمت والا ہے (تو غور کرو تمہارا

کیا حال ہوتا ؟) ۱۰

---

۶ تا ۹ ـ اگر خود شوہر اپنی بیوی پر عیب لگائے اور کہے: ''میں نے خود دیکھا ہے مگر گواہ نہیں لا سکتا'' تو اس صورت میں کیا کیا جائے؟ آیت ۶ میں اس کے لیے «لعان» کا حکم دیا ہے۔ یعنی شوہر کو پانچ مرتبہ قسم کھا کر اپنا دعوی دہرانا چاہیے اور بصورت کذب اپنے کو لعنت الٰہی کا مستوجب ٹھیرانا چاہیے۔ اگر بیوی اس کے جواب میں خاموش رہے گی تو الزام ثابت ہوجائے گا۔ اگر اس نے بھی اسی طرح پانچ مرتبہ قسم کھالی تو پھر عدالت اسے بری کردے گی اور اصلیت کا فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیا جائے گا۔ دنیا میں انسان کے مخفی اعمال کے لیے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کیا جاسکتا۔

وَ الْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۞ [۷]	پھر پانچویں مرتبہ کہے: اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی پھٹکار! ۷
وَ يَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۙ۞ [۸]	اور اگر (شوھر کے قسم کھانے کے بعد) عورت بھی چار مرتبہ اللہ کو گواہ ٹھیرا کر قسم کھالے
وَ الْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۞ [۹]	کہ یہ آدمی اپنے بیان میں سرتا سر جھوٹا ھے اور پانچویں مرتبہ کہہ دے: "اگر یہ آدمی

اپنے بیان میں سچا ہو تو مجھ پر اللہ ھی کا غضب پڑے!" تو

= ھوگا اور ایسے مجرموں پر اسی تازیانوں کی حد جاری کی جائے گی.

یہاں اگرچہ خصوصیت کے ساتھ عورتوں کا ذکر کیا گیا ھے مگر حکم عام ھے. خواہ عورت پر عیب لگایا جائے خواہ مرد پر، بہتان لگانے والے پر حد جاری ھوگی.

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا لا وَّ قَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۞ [١٢]

جب تم نے ایسی (نالائق) بات سنی تھی تو کیوں یہ بات بھول گئے کہ مؤمن مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کے لیے ہمیشہ نیک گمان رکھنا چاہیے؟ کیوں تم بول نہ اٹھے کہ یہ تو صریح گھڑی ہوئی جھوٹی بات ہے؟ ١٢

لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ج فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۞ [١٣]

(اگر اس بات کی کچھ بھی اصلیت تھی تو) کیوں اس پر چار گواہ نہیں لائے؟ جب گواہ نہ لاسکے تو ثابت ہوگیا یہی لوگ ہیں جو اللہ کے نزدیک قطعا جھوٹے ہیں ١٣ .

= اس بہتان کا چرچا پھیلانے کے لیے بعض شریروں نے اپنا ایک سازشی جتھا بنالیا تھا. ''عصبة منکم'' میں اسی طرف اشارہ ہے. ''و الذی تولی کبرہ'' میں اشارہ عبد اللہ بن ابی کی طرف ہے جو اس جتھے کا سرغنہ تھا.

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُو بِالْإِفْكِ	(مسلمانو!) جن لوگوں نے اصلیت
عُصْبَةٌ مِّنكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ	الٹ پلٹ کر (۱۱۸) ایك جھوٹی
شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ	بات تراش لی وہ تمھیں میں کا
خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ	ایك جتھا ھے (۱۱۹). یہ نہ سمجھنا
مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ	کہ تمھارے حق میں برا ھوا .
وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ	نہیں، اس میں تمھارے لیے بھتری
لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۞ ۱۱	ھی ھوئی . ان جھوٹی بات

تراشنے والوں میں سے ھر ایك کو وہ نتیجہ ضرور پانا ھے جو اس نے اپنے گناہ کی کمائی سے سمیٹ لیا . ان میں سے جس کسی نے اس جھوٹے ھنگامے میں نمایاں حصہ لیا ھے اور اس کا اھتمام کیا ھے اس کے لیے بڑا ھی سخت عذاب ھے ! ۱۱

۱۱- آیت ۱۱ اور اس کے بعد کی آیات میں وقت کے ایك خاص معاملے کی طرف اشارہ کیا ھے . یعنی اس بھتان کی طرف جو منافقوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگانا چاھا تھا اور نامراد رھے تھے . یہاں چوں کہ اس الزام تراشی کو "افك" سے تعبیر کیا ھے اس لیے سیرۃ کی روایات میں اسی لفظ سے یہ واقعہ مشہور ھو گیا . =

بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝١٦

”ہمیں زیبا نہیں کہ ایسی بات منہ سے نکالیں۔ خدایا! تیرے لیے پاکی ہو! یہ تو بڑا ہی سخت بہتان ہے“!١٦

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝١٧ ج

اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے اگر تم مؤمن ہو تو پھر کبھی ایسا کام نہ کرنا ١٧ ۔

وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝١٨

وہ (حق کی) نشانیاں تم پر واضح کردیتا ہے۔ وہ سب کچھ جاننے والا، حکمت والا ہے! ١٨ ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝١٩

جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ مؤمنوں میں شرمناک برائیوں کا چرچا پھیلے ان کے لیے دنیا میں بھی دردناک عذاب ہوگا اور آخرت میں بھی۔ یاد رکھو! اللہ (سب کچھ) جانتا ہے، تم کچھ نہیں جانتے ١٩ !

وَلَوْلَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِىْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۚ ١٤

(مسلمانو!) اگر ایسا نه هوتا كه تم كو دنیا و آخرت میں الله كا فضل مهلتوں پر مهلتیں دیتا هے اور آخرت میں اس كی رحمت بخشنے والی هے تو جس بات كے پیچهے تم پڑ گئے تهے اس كی وجه سے ضرور تمهیں كوئی سخت عذاب آ لگتا ! ١٤

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللهِ عَظِيْمٌ ١٥

تم یه بات (بے سوچے سمجهے) ایك دوسرے سے نقل كرنے لگے . تم اپنے منه سے ایسی بات نكالنے لگے جس كے لیے تمهارے پاس كوئی علم نه تها. تم نے اسے ایك هلكی سی بات سمجها حالانكه الله كے نزدیك بڑی هی سخت بات تهی ! ١٥

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ

جب تم نے ایسی (نالائق) بات سنی تهی تو كیوں نه بول اٹهے :

پاك وصاف هو سكتا. مگر هاں! الله جسے چاهتا هے پاك كر ديتا هے. وه (سب كچھ) سننے والا، (سب كچھ) جاننے والا هے! ٢١

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝٢٢

اور (ديكهو!) تم ميں جو لوگ بزرگى ركهنے والے اور صاحب مقدرت هيں وه ايسا نه كريں كه رشتے داروں، مسكينوں اور راه خدا ميں هجرت كرنے والوں كى مدد سے اپنا هاتھ كهينچ ليں (١٢٠). انهيں چاهيے ان كے قصور بخش ديں اور (ان كى كوتاهيوں سے) درگذر كريں. كيا تم نهيں چاهتے الله تمهارے قصور بخش دے؟ الله تو بڑا هى بخشنے والا، رحمت والا هے ٢٢.

---

٢٢ - آيت ٢٢ سے اندازه كيا جاسكتا هے كه معاشرتى زندگى كے اخلاقى فرائض كے ليے قرآن كا معيار عمل كس درجه بلند هے! فرمايا: اگر خدا نے تمهيں استطاعت دى هے اور تم اپنے قرابت دار حاجت مندوں اور مسكينوں كى اعانت كرتے هو تو تمهارا فرض هے هر حال ميں ان كى اعانت كرو. تمهارے ليے كسى طرح يه بات جائز نهيں كه ان كے =

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ع ۲۰

اور (پھر دیکھو! کیا ھوتا؟) اگر اللہ کا فضل تم پر نہ ھوتا، اگر اس کی رحمت چارہ‌سازی نہ فرماتی، اگر ایسا نہ ھوتا کہ وہ بڑا ھی شفقت رکھنے والا، بڑا ھی رحمت والا ھے ۲۰.

النصف ۲ ع ۸

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۲۱

مسلمانو! شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو. جو کوئی اس کے قدم بقدم چلا تو (وہ جان رکھے) شیطان اسے شرم ناك برائیوں اور نا پسندیدہ کاموں ھی کی راہ چلائے گا. اور اگر تم پر اللہ کا فضل نہ ھوتا اور اس کی رحمت اپنے سایہ میں نہ لے لیتی تو تم میں ایك آدمی بھی ایسا نہ نکلتا جو کسی حال میں بھی

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ	اس دن (ان کا کیا حال ہوگا)
اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَيْدِيْهِمْ	جب کہ ان کے خلاف خود
وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا	ان کی زبانیں ، ان کے ہاتھ
يَعْمَلُوْنَ ۞ ٢٤	اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے

کہ ان کے کرتوت کیسے کچھ رہ چکے ہیں ! ٢٤

يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ	اس دن اللہ ان کے اعمال کا
دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَ يَعْلَمُوْنَ	پورا پورا بدلا انہیں دے
اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ۞ ٢٥	دے گا ، ایسا بدلا جو ٹھیک

ٹھیک انہیں ملنا چاہیے ۔ پھر اس دن وہ جان لیں گے کہ اللہ ہی کی ہستی سچائی ہے ، بے پردہ آشکارا سچائی ! ٢٥

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ	گندی عورتیں گندے مردوں
وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ج	کے لیے ہوئیں ، گندے مرد

= حضرت ابو بکر نے بھی اپنے ایک رشتے دار مسطح بن اثاثہ کی اعانت سے ہاتھ کھینچ لیا تھا ، اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ص وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ لا ٢٣	جو لوگ پاك دامن عورتوں پر كه ايسی باتوں سے محض بے خبر هيں اور الله پر ايمان ركھتی هيں تهمت لگاتے هيں

تو (ياد ركھو!) ايسے لوگوں پر دنيا اور آخرت دونوں ميں پھٹكار پڑی اور انهيں ايك بڑے هی سخت عذاب سے دوچار هونا هے ۲۳

= كسی قصور اور جرم سے خشمگيں هوكر دست اعانت كھينچ لو اور عهد كرلو كه ايسے نالائقوں كی كبھی مدد نهيں كروگے . ان كا جرم كتنا هی سخت هو مگر تمهارے عفوو درگذر كو كوتاه نهيں هونا چاهيے . يهاں هر حال ميں اصل عمل عفو و بخشش هے، نه كه غضب و انتقام.

كيا تم اس كے طلب گار نهيں كه خدا تمهارے قصور بخش دے؟ ليكن اگر تم اس كے بندوں كے قصور نهيں بخش سكتے تو تمهيں كيا حق هے ايسے قصوروں كے ليے اس كی بخشش كی طلب گاری كرو؟

روايات سے معلوم هوتا هے كه بعض صحابه كو جب معلوم هوا ان كے بعض رشتے داروں نے حضرت عائشه كے خلاف بهتان لگانے ميں حصه ليا هے تو انهوں نے قسم كھالی ايسے لوگوں كو آينده كچھ مدد نه ديں گے. چنانچه =

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟	مسلمانو! اپنے گھر کے سوا
لَا تَدْخُلُوا۟ بُيُوتًا غَيْرَ	کسی دوسرے کے گھر میں
بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا۟	اس وقت تك قدم نہ رکھو
وَتُسَلِّمُوا۟ عَلَىٰٓ أَهْلِهَا ۚ	جب تك حال معلوم نہ کر لو
ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ	(یعنی اجازت نہ لے لو) اور
تَذَكَّرُونَ ۝ ٢٧	گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو۔

اس میں تمہارے لیے بہتری ہے اور یہ اس لیے ہے کہ تم غفلت میں نہ پڑو ٢٧۔

---

٢٧ - آیت ٢٧ سے سلسلۂ بیان نے یہ رخ اختیار کیا ہے کہ معاشرتی زندگی کی شایستگی اور انضباط کے لیے چند بنیادی حدود ضروری ہیں اور ضروری ہے کہ لوگ سختی کے ساتھ ان کی پابندی کریں۔ جو سوسائٹی ان حدود سے بے پروا ہو جائے گی وہ اخلاق پاکیزگی کا اعلیٰ معیار قائم نہیں رکھ سکے گی۔

ما قبل سے ان احکام کا ربط واضح ہے۔ پہلے زنا کے جرم کی شناعت واضح کی، پھر اسی طرح بہتان تراشی کو سخت ترین جرم قرار دیا۔ اب میل جول، آمد و رفت=

وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ	گندی عورتوں کے لیے،
وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ج	پاك عورتیں پاك مردوں
اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا	کے لیے ہوئیں، پاك مرد پاك
يَقُوْلُوْنَ ط لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ	عورتوں کے لیے. (ایسا نہیں
وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ع ٢٦	ہو سکتا کہ گندگی اور پاکی

٣ ع ٩

ایك دوسرے سے میل کھائیں) ایسے پاك افراد ان باتوں سے مبرا ہیں جو لوگوں نے ان کے بارے میں کہی ہیں. ان کے لیے (آخرت میں) بخشش ہے اور (دنیا میں) عزت کی معیشت! ٢٦

٢٦ - آیت ٢٦ پر پچھلا بیان ختم ہو گیا. فرمایا: ازدواجی تعلقات و معاملات کے بارے میں اصل یہ ہے کہ ہمیشہ ہم جنس طبیعتیں ایك دوسرے سے میل کھائیں گی. پاکی اور گندگی کا باہم پیوند نہیں لگ سکے گا. نیك عورت نیك مرد کے ساتھ خوش رہے گی، نیك مرد نیك عورت کے ساتھ خوش حال ہو گا. جو پاك دامن ہیں انہیں فتنہ پردازوں کے جھوٹے الزام عیبی نہیں بنا دے سکتے اور جو عیبی ہیں وہ کبھی کسی کے کہنے سے پاك دامن نہیں بن جائیں گے.

فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ (١٢١) تو کوئی گناہ کی بات نہیں
يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا اگر ایسے مکان میں (بغیر باقاعدہ
تَكْتُمُوْنَ ۝۲۹ اجازت کے) چلے جاؤ. (یاد رکھو!)

تم جو کچھ کھلم کھلا کرتے ہو اور جو کچھ چھپا کر کرتے ہو
سب کچھ اللہ جان رہا ہے! ۲۹

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا (اے پیغمبر!) مسلمان مردوں
مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا سے کہہ دے: (عورتوں کے
فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ سامنے آئیں تو) اپنی نگاہیں
اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۳۰ نیچی رکھیں اور اپنے ستر کی

نگہداشت سے غافل نہ ہوں یہ ان کے لیے زیادہ پاک نفسی کا
طریقہ ہوگا. وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں اللہ کے علم سے پوشیدہ
نہیں! ۳۰

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ اور (اسی طرح) مسلمان عورتوں
مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ سے بھی کہہ دے: (مردوں کے
فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ سامنے آئیں تو) نگاہیں نیچی

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا	پھر اگر (ایسا ہو کہ) گھر میں
فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ	کسی کو نہ پاؤ (یعنی کوئی
لَكُمْ ج وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ	جواب نہ ملے، یا تمہیں معلوم
ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى	ہو کہ گھر خالی ہے) تو جب
لَكُمْ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ	تک تمہیں اجازت نہ مل جائے.
عَلِيْمٌ ۝ ٢٨	اس میں قدم نہ رکھو. اور

اگر تمہیں جواب ملے: "لوٹ جاؤ (یہ ملنے کا موقع نہیں)" تو بلا تأمل لوٹ جاؤ. اس طرح لوٹ آنا تمہارے لیے زیادہ پاک نفسی کی بات ہوگی. اور (یاد رکھو!) تم جو کچھ کرتے ہو اللہ کے علم سے پوشیدہ نہیں! ٢٨

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ	اگر ایک مکان غیر آباد ہے اور
تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ	اس سے تمہیں کچھ فائدہ اٹھانا ہے

= اور مرد و عورت کے باہمی اختلاط کے ان احکام پر زور دیا ہے جن سے معاشرتی زندگی کی اخلاقی فضا زیادہ سے زیادہ پاکیزہ ہو جائے اور اس طرح کے جرائم کو سر اٹھانے کا موقع ہی نہ ملے.

لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ	ایسے خادم ہوں جنہیں (عورتوں
النِّسَآءِ ص وَ لَا يَضْرِبْنَ	کی) کوئی طلب نہیں (یعنی
بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ	بوڑھے خدمت گار)، کم سن
مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ط	لڑکے ہوں جو ابھی عورتوں کے
وَ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا	پردے کی باتوں سے آگاہ نہیں
اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ	ہوے۔ نیز (راہ میں چلتے
تُفْلِحُوْنَ ۝ ۳۱	ہوے) اپنے پاؤں اس طرح

نہ ماریں کہ زینت کی چیزیں جو اندر پہنے ہوے ہیں ان سے لوگ باخبر ہو جائیں (یعنی پازیب کی جھنکار نہ اٹھے). اور مسلمانو! (اصل کار تو یہ ہے کہ) تم سب (خواہ مرد ہو، خواہ عورت) اللہ کے حضور (اپنی لغزشوں اور غفلتوں سے) توبہ کرو تاکہ (دین و دنیا میں) کام یاب ہو. ۳۱

وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ	اور تم میں جو عورتیں بغیر
وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ	شوہر کے ہوں (۱۲۲) (انھیں
وَ اِمَآئِكُمْ ط اِنْ يَّكُوْنُوْا	بٹھائے نہ رکھو) ان کا نکاح

زِينَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا	رکھیں، اپنے ستر کی نگہداشت
وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى	سے غافل نہ ہوں، اپنا بناؤ چناؤ
جُيُوبِهِنَّ ص وَلَا يُبْدِينَ	لوگوں کو نہ دکھائیں، مگر
زِينَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ	ہاں! اسی قدر کہ (لازمی طور
اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ	پر) دیکھنے میں آتا ہے، اپنے
بُعُولَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ	سینوں پر اوڑھنی کا پلا ڈالے
اَوْ اَبْنَآءِ بُعُولَتِهِنَّ	رهیں۔ اپنا بناؤ چناؤ صرف اپنے
اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ	شوہروں ہی کے سامنے کھلا
اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ	رکھیں، یا پھر باپ ہو، خسر ہو،
اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ	بیٹا ہو، شوہر کا لڑکا ہو،
اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ	بھائی ہو، بھتیجا ہو، بھانجا ہو،
غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ	خاندان کی عورتیں ہوں،
اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ	لونڈی غلام ہوں، گھر کے

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ	اور جو لوگ نکاح کا مقدور
لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى	نہیں رکھتے انہیں چاهیے ضبط
يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ	کریں یہاں تك كه الله اپنے
وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ	فضل سے انهیں صاحب مقدور
مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ	کردے۔اور تمهارے زیردستوں
فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ	(یعنی غلاموں) میں سے جو
فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ	لوگ آزادی کا نوشته چاهیں
مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰكُمْ ؕ	اور تم دیکھو ان میں اس کی

= ساتھ هی لونڈی غلاموں کے نکاح کے اهتمام کا بھی حکم دیا . عرب کے گھر گھر میں لونڈی غلام بسے هوے تھے . قرآن یه رسم مٹانی چاهتا تھا . لیکن جو لوگ اس حالت میں مبتلا هو چکے تھے ضروری تھا که پہلے ان کے حقوق و مصالح کی اهمیت کا عام اعتراف دلوں میں پیدا کر دیا جائے . یہی وجه هے که احکام و مواعظ میں هر جگه ان کا ذکر کیا جاتا هے .

فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ ۳۲

کر دو. اور تمہارے زیر دستوں میں (یعنی لونڈی غلاموں میں) جو نیك چلن ہوں ان کا بھی نکاح کر دو. اگر وہ محتاج ہوں کے تو اللہ اپنے فضل سے انہیں تونگر کر دے گا. اللہ تو بڑی ہی وسعت رکھنے والا، (سب کچھ) جاننے والا ہے! ۳۲

۳۲ – زنا کے سد باب کی کوئی کوشش سود مند نہیں ہو سکتی اگر وہ ان رکاوٹوں کو دور نہیں کر دیتی جو نکاح کی راہ میں پیدا کر دی گئی ہوں. یہ رکاوٹیں دو راہوں سے آتی تھیں: مذہب کی راہ سے کہ لوگوں نے رہبانیت کو روحانی سعادت کے حصول کا ذریعہ سمجھ لیا تھا اور مردوں کی جنسی خود پرستی اور ذاتی غرض مندی کی راہ سے کہ متعدد حالتوں میں عورتوں کو نکاح سے باز رکھنا چاہتے تھے. از ان جملہ ایك حالت بیوگی کی تھی. چنانچہ یہاں آیت ۳۲ میں خصوصیت کے ساتھ نکاح کے اہتمام کا حکم دیا اور فرمایا: جو جوان عورتیں بغیر شوہر کے ہوں، خواہ باکرہ ہوں خواہ رانڈ، ان کا نکاح کر دو، بٹھائے رکھنے کے خواہش مند نہ ہو. =

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ	(مسلمانو!) هم نے تمھارے لیے
اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا	کھلے کھلے احکام نازل کردیے
مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا	اور تم سے پہلے جو لوگ
مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً	گزر چکے ہیں ان کی مثالیں بیان
لِّلْمُتَّقِيْنَ ع ٣٤	کردیں ، نیز ایسی باتیں بھی جن

٤
ع
١٠

= ہوگیا ۔ قرآن نے غلامی کی رسم مٹانے کے لیے جو تدریجی اصلاحات شروع کی تھیں ان میں ایک اصلاح یہ بھی تھی کہ مکاتبت کی درخواست منظور کر لینے کا حکم دیا ۔ چنانچہ یہاں آیت ٣٣ میں ان کے نکاح کا حکم دیتے ہوئے اس بات پر بھی زور دیا اور فرمایا : نہ صرف ان کی درخواست منظور کر لینا ضروری ہے ، بلکہ اس کے لیے انہیں مالی مدد بھی دینی چاہیے ۔ مال کو "مال اللہ" کہہ کر یہ حقیقت یاد دلا دی کہ مال جو کچھ ہے اللہ ہی کا دیا ہوا ہے، پس اس میں اس کے بندوں کا بھی حق ہے !

کلدانیوں ، ہندوؤں اور رومیوں کی طرح عربوں میں بھی یہ طریقہ عام تھا کہ لونڈیوں سے پیشہ کراتے تھے اور اس کی کمائی کھاتے تھے ۔ ان کے نکاح کا حکم دیتے ہوئے آیت ٣٣ میں اس طرف بھی اشارہ کر دیا تاکہ اس فساد کا بکلی انسداد ہو جائے ۔

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ	صلاحیت بھی ھے تو ان سے
عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ	نوشتے کا معاملہ ضرور کر لو
تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ	اور چاھیے کہ اللہ کے مال میں
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ	سے جو اس نے دے رکھا ھے
يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ	ان کی مدد بھی کرو۔ اور اپنی
بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ	لونڈیوں کو کہ پاک دامن رھنا
رَّحِيْمٌ ۝ ۳۳	چاھتی ھیں، محض دنیا کے عارضی

فائدے کے لیے حرام کاری پر مجبور نہ کرو۔ اور جو انھیں مجبور کرے گا، اور وہ اپنے کو بے بسی کی حالت میں پائیں گی تو (وہ رحمت الٰہی سے مایوس نہ ھو جائیں) اللہ بخشنے والا، رحمت والا ھے! ۳۳

---

۳۳ - اگر غلام اور آقا میں اس طرح کا سمجھوتا ھو جاتا تھا کہ غلام محنت مزدوری کر کے یا کسی دوسرے ذریعے سے ایک خاص رقم آقا کو ادا کر دے گا اور اس کے معاوضے میں وہ اسے آزاد کر دے گا تو اسے "مکاتبہ" کہتے تھے، یعنی آپس میں آزادی کا نوشتہ =

زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۙ ۝ ٣٥

قندیل ہے (۱۲۳)، قندیل میں چراغ، چراغ شیشے کے کنول میں، شیشے کا کنول اس درجہ صاف و شفاف جیسے ایک چمکتا ہوا ستارہ، زیتون کے مبارک درخت کے تیل سے اسے روشن کیا گیا، (اس کی روشنی) نہ تو پورب کے رخ (ہوئی) نہ پچھم کی طرف، تیل کی صفائی کا یہ حال کہ اگر آگ نہ چھوے جب بھی معلوم ہو آپ ہی آپ روشن ہو جائے گا، گویا ایک روشنی پر دوسری روشنی ہوئی! اللہ جسے چاہتا ہے اپنی روشنی کی راہ پر لگا دیتا ہے اور وہ لوگوں کے سمجھنے بوجھنے کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے۔ اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں! ۳۵

میں پرهیز گاروں کے لیے سر تا سر نصیحت هے ۳٤ .

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ

الله کی هستی آسمان اور زمین کی روشنی هے . اس کی روشنی کی مثال ایسی سمجھو جیسے ایك

۳٤ - آیت ۳۳ پر احکام سورت کا پهلا حصه ختم هوگیا اور ۳٤ سے سلسلۂ بیان تذکیر وموعظت کی طرف متوجه هوگیا هے، تاکه ازدواجی زندگی اور حسی پاکیزگی کے جو احکام دیے گئے هیں ان کے فهم وعمل کے لیے طبیعتیں مستعد هو جائیں . یه قرآن کا عام اسلوب بیان هے که وه احکام ونواهی کو بهی موعظت کے پیرایے میں بیان کرتا هے، قانون کی کتابوں کی طرح بیان نهیں کرتا .
چنانچه یهاں فرمایا : قرآن تین طرح کی باتوں پر مشتمل هے : آیات بینات ، پچهلی قوموں کا تذکره اور متقیوں کے لیے موعظت. پهر ایك خاص موعظت شروع هوئی هے اور یکے بعد دیگرے دو مثالیں بیان فرمائی هیں : پهلی ایمان اور ایمان والوں کے کاموں کی هے ، دوسری کفر اور اصحاب کفر کے اعمال کی. تشریح آخر میں ملے گی .

مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَهُمْ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ ۳۸

کرتے ھیں ؟) اس لیے کہ اللہ انھیں ان کے کاموں کا بہتر سے بہتر بدلا دےاور (صرف اتنا ھی نہیں بلکہ) اپنے فضل سے ان کا احر اور زیادہ کر دے۔ وہ حسے دینا چاھتا ھے ، بے حساب دے دیتا ھے ۔ ۳۸

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ ۙ ۳۹

مگر جنھوں نے کفر کی راہ اختیار کی تو (ان کا حال دوسرا ھے) ان کے کاموں کی مثال ایسی ھے جیسے ریگستان میں نظر کا دھوکا (۱۲٤) کہ پیاسا اسے پانی سمجھ کر دوڑے ، مگر جب پاس پہنچے تو کچھ بھی نہ پائے ، ھاں ! اللہ کو اپنے پاس موجود پائے جو اس (کی سعی لا حاصل) کا پورا پورا حساب چکا دیتا ھے اور وہ حساب چکانے

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ لا یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ لا ۳٦

ان گھروں میں جس کے لیے اللہ نے حکم دیا کہ بلند کیے جائیں اور ان میں اس کا نام لیا جائے، لوگ صبح و شام اس کی تسبیح میں زمزمہ سنج رہتے ہیں ۳٦ ۔

رِجَالٌ لا لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ لا یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ لا ۳۷

ایسے لوگ جنہیں کوئی دھندا اس کی یاد سے اور نماز کے اہتمام اور زکوٰۃ کی ادائگی سے غافل نہیں کرسکتا، نہ تو سوداگری کا کاروبار، نہ حس و مال کی بکری! وہ اس (آنے والے) دن سے ڈرتے ہیں جس کی ہولناکی سے دل الٹ جائیں گے اور آنکھیں پھری کی پھری رہ جائیں گی! ۳۷ ۔

لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ

(وہ یہ سب کچھ کیوں

وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ۭ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ ٤١

جتنی مخلوقات ھیں سب اللہ کی تسبیح میں سرگرم ھیں، پرندے بھی جو اپنے پر کھولے ھوے (فضا میں اڑتے رھتے ھیں) . سب نے اپنی اپنی عبادت و تسبیح کا طریقہ جان لیا ھے (اور سب اس پر کار بند ھیں). اور وہ جو کچھ کرتے رھتے ھیں اللہ کے علم سے پوشیدہ نہیں ٤١ .

٤١ - قرآن نے جابجا اس حقیقت پر توجہ دلائی ھے کہ کائنات ھستی میں جتنی چیزیں ھیں سب اللہ کے آگے جھکی ھوئی ھیں ، سب اس کی تسبیح و تقدیس میں زمزمہ سنج ھیں، سب اس کی عبادت میں سرگرم ھیں ”و لکن لا تفقھون تسبیحھم “ (١٧ : ٤٤) تمھیں ان کی تسبیح کی فہم و بصیرت نہیں . تم انھیں عالم تسبیح و تقدیس میں مگر سمجھتے نہیں .

اس تسبیح و صلاۃ کی حقیقت کیا ھے؟ اس کی تشریح گزشتہ سورتوں کے نوٹوں میں کی جا چکی ھے، خصوصاً بنی اسرائیل کی آیت ٤٤ کے نوٹ میں اور تفسیر سورۂ فاتحہ میں . یہاں آیت ٤١ میں جو مزید اشارات کیے گئے ھیں ان کی تشریح آخر میں ملے گی .

میں بڑاھی تیز ھے ۳۹ .

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ	یا پھر ان کی مثال ایسی سمجھو
يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ	جیسے گہرے سمندر کی اندھیری
مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ	اور سمندر کو لہروں (کی
ظُلُمٰتٌ ۢ بَعْضُهَا فَوْقَ	چادر) نے ڈھانک رکھا ہو ،
بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ	ایک لہر کے اوپر دوسری لہر
لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ	اور لہروں کے اوپر بادل چھایا
لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا	ھوا. گویا تاریکیاں ھی تاریکیاں
فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۠ ۴۰	ھوئیں ، ایک تاریکی پر دوسری

ع ٥ ١١

تاریکی. آدمی اگر خود اپنا ھاتھ نکالے تو امید نہیں که سجھائی دے. اور حس کسی کے لیے الله ھی نے اجالا نہیں کیا تو پھر اس کے لیے روشنی میں کیا حصه ھو سکتا ھے؟ ٤٠

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ	کیا تم نے اس بات پر نظر
لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	نہیں کی که آسمان و زمین میں

ھے)۔ اسی طرح آسمان سے ٹھنڈک کے پہاڑ (۱۲۷) اتارتا ھے
(یعنی برف گرتی ھے اور پہاڑوں کی طرح اس کے تودے جم
جاتے ھیں)، پھر جس کو چاھتا ھے اس کا اثر پہنچا دیتا ھے،
جس کسی سے چاھتا ھے اسے ھٹا دیتا ھے۔ اور اس عالم میں
بجلی کی چمک کا یہ حال ھوتا ھے کہ معلوم ھوتا ھے بس اب
آنکھیں خیرہ ھو کر رہ گئیں ۴۳۔

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ (مگر) وہ رات اور دن کا
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الٹ پھیر کرتا رھتا ھے (اس
الْاَبْصَارِ ۝۴۴ لیے کوئی حالت بھی یہاں
یک ساں نہیں رھتی)۔ بلا شبہ اس صورت حال میں ان لوگوں
کے لیے بڑی ھی عبرت ھے جو صاحب بصیرت ھیں ۴۴۱

---

۴۳ - آیت ۴۳ میں وہ استدلال ھے جسے ھم نے اپنی
جدید تدوینات میں ''برھان ربوبیت'' سے تعبیر کیا ھے
اور یہاں خصوصیت کے ساتھ اس حقیقت پر توجہ دلائی
ھے جسے ھم ''نظام ربوبیت'' کے عنوان سے تفسیر
سورۂ فاتحہ میں لکھ چکے ھیں۔ ضروری ھے کہ اس
موقع پر اس مبحث کا مطالعہ تازہ کر لیا جائے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝٤٢

اور آسمان و زمین کی ساری پادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے، اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے! ٤٢

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ۝٤٣

کیا تم نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ یہ اللہ ہی ہے جو ابر کی چادروں کو آہستہ آہستہ چلاتا ہے(١٢٥)، پھر انہیں آپس میں جوڑ دیتا ہے، پھر انہیں اس طرح کر دیتا ہے کہ ایک تہ پر دوسری تہ چڑھ جاتی ہے اور سب مل جل کر ایک ہو جاتے ہیں (١٢٦)، پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے اندر سے پانی کے قطرے نکل رہے ہیں (اور مینہ کا سماں بندھ گیا

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۴۶

بلا شبہ ہم نے ایسی آیتیں نازل کر دی ہیں جو (حقیقت حال) روشن کر دینے والی ہیں اور اللہ جسے چاہتا ہے (کام یابی کی) سیدھی راہ دکھا دیتا ہے !۴۶

= دارو مدار پانی پر ہے . بعض اس طرف گئے کہ پانی سے مقصود نطفہ ہے . حالانکہ اگر آیت کے صاف صاف مطلب پر قناعت کر لیتے تو وہ وقت دور نہ تھا جب خود انسانی علم کی کاوشیں اسی حقیقت کا اعلان کرنے والی تھیں . چنانچہ اب علم الحیات کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ اجسام حیہ کی ابتدائی نشو و نما پانی ہی میں ہوئی ہے اور پانی ہی کے حیوانات نے بتدریج خشکی کے حیوانات کا چولا پہنا ہے .

۴۶ - آیت ۴۶ پر موعظت ختم ہو گئی ہے اور خاتمہ اس اعلان پر ہوا کہ " لقد انزلنا اٰیٰت مبینٰت " الخ ، ہم نے اس موعظت میں ایسی دلیلیں بیان کر دی ہیں جو ہر طالب حق کے آگے عرفان حقیقت کی روشنی نمایاں کر دیتی ہیں اور سعادت کی صراط مستقیم وہ اپنے سامنے پا لیتا ہے . =

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ج فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ج وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ج وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ط يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۞ ٤٥	اور (پھر دیکھو!) یه الله هی کی کار فرمائی ھے که اس نے تمام جان داروں کو پانی سے پیدا کیا ۰ ان میں کچھ ایسے ھوے جو پیٹ کے بل چلتے ھیں، کچھ ایسے ھوے که دو پانووں سے چلتے ھیں، کچھ

ایسے جو چار پانووں سے چلے. الله جو چاھتا ھے پیدا کرتا ھے، اس کی قدرت سے کوئی چیز باھر نہیں! ٤٥

٤٥ - قرآن نے یہاں آیت ٤٥ میں اور بعض دوسرے مقامات میں اس حقیقت کا اعلان کیا ھے که تمام جان دار احسام کی پیدایش پانی سے ھوئی. چوں که زندگی کی ابتدائی پیدایش کے بارے میں طرح طرح کے دور از کار خیالات پھیلے ھوے تھے، اس لیے اس آیت کی تفسیر میں مفسروں کو حیرانیاں پیش آئیں. بعضوں نے اس کا مطلب یه بتانا چاھا که تمام جان داروں کی زندگی کا =

يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝٤٧

پر ایمان لائے اور اس کی اطاعت کی، پھر یہ سب کچھ کہہ دینے کے بعد انہیں میں ایک فریق ہے جو (اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے) رخ پھیر لیتا ہے. حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ سرے سے مؤمن ہی نہیں ہوئے! ٤٧

وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝٤٨

اور جب ان لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے تو (دیکھو!) اچانک ان میں ایک فریق نکلتا ہے جو یک قلم رخ پھیرے ہوئے ہے! ٤٨

وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ۝٤٩

اور اگر کوئی معاملہ ایسا ہوتا ہے جس میں حق ان کے ساتھ ہوتا ہے تو پھر (کبھی رخ نہیں پھیرتے اور) اللہ کے رسول کے پاس سر جھکائے دوڑتے چلے آتے ہیں! ٤٩

٤٧ تا ٤٩ - آیت ٤٧ میں ان لوگوں کی حالت بیان کی =

وَ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ	اور (دیکھو!) یہ لوگ کہتے
وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا ثُمَّ	ہیں: ہم اللہ اور اس کے رسول

= اب پچھلی موعظت کے دلائل پر بار بار غور کرو اور دیکھو وہ "مبین" یعنی حقیقت واضح کر دینے والی دلیلیں ہیں یا نہیں!

اس موقع پر یہ بات بھی یاد کر لو کہ قرآن جن دلیلوں کو عرفان حقیقت کی راہ روشن کر دینے والی دلیلیں قرار دیتا ہے وہ یہ دلیلیں ہوئیں، نہ کہ ہمارے گھڑے ہوے منطقی مقدمات. یہ حقیقت امام رازی نے آخر عمر میں پائی جیسا کہ آخری مصنفات میں اعتراف کیا ہے. اگر پہلے پا لیتے تو اس بے کار کی زحمت سے بچ جاتے جو تفسیر کبیر لکھنے میں انھوں نے برداشت کی اور تمام پچھلے مفسروں کے لیے ایک غلط رہ نمائی کا نشان راہ چھوڑ گئے!

اس کے بعد سلسلۂ بیان ایک نہایت اہم بنیادی معاملے پر متوجہ ہو گیا ہے، یعنی احکام و قوانین حق کی کامل اطاعت و انقیاد کی ضرورت. کیوں کہ جماعت کے تزکیہ و سعادت کا تمام تر دار و مدار اسی بات پر تھا اور معاشرتی احکام کے اعلان کے بعد خصوصیت کے ساتھ اس پر زور دینا ضروری تھا.

يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ؑ ۵۰

میں پڑ گئے ہیں؟ کیا انہیں اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے بارے میں زیادتی نہ کر بیٹھے؟ نہیں! اصل یہ ہے کہ خود یہی ہیں جو انصاف کا خون کرنے والے ہیں! ۵۰

٦ ع ١٢

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ۵۱

مؤمنوں کی شان تو یہ ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف فیصلے کے لیے بلائے جائیں تو ان کا جواب اس کے سوا کچھ نہ ہو کہ "ہم نے حکم سنا اور حکم مانا". یقیناً ایسے ہی لوگ ہیں جو (دنیا و آخرت میں) کام یاب ہوے! ۵۱

۵۱ - آیت ۵۱ کا تعلق اگرچہ معاملۂ قضا سے ہے، لیکن منشاء اس کا عام ہے. یہاں سے معلوم ہو گیا کہ جب قرآن و سنت کا کوئی فیصلہ مسلمانوں کے سامنے آ جائے تو انہیں فوراً "سمعنا و اطعنا" کہ کر اس کے=

اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ یَخَافُوْنَ اَنْ

کیا ان کے دلوں کو روگ لگ گیا ہے؟ کیا وہ شک

= ہے جنہوں نے زبان سے تو ایمان کا اقرار کر لیا تھا، لیکن دلوں میں اترا نہیں تھا۔ وہ اپنے اقرار و ادعا میں پورے مؤمن تھے، مگر عمل میں پورے منکر! قرآن نے انہیں "منافق" کے لقب سے یاد کیا ہے اور سورۂ توبہ کی تشریحات میں اس کی تفصیلات گزر چکی ہیں۔

یہاں ان لوگوں کے مؤمن ہونے کی نفی کی ہے جو زبان سے تو اطاعت حق کا اقرار کریں، لیکن عمل کا یہ حال ہو کہ وقت پر صاف رخ پھیر لیں۔ آیت ۴۹ میں فرمایا: اگر کوئی قضیہ ایسا ہوتا ہے جس میں وہ اپنے کو برسر حق پاتے ہیں تو فوراً پیغمبر اسلام کے سامنے اپنا معاملہ پیش کر دیتے ہیں، کیوں کہ سمجھتے ہیں یہاں کا فیصلہ حق و انصاف کا فیصلہ ہو گا اور اس قضیے میں انصاف ہمارے ساتھ ہے۔ لیکن جن قضیوں میں انصاف کا تقاضا ان کے خلاف ہوتا ہے ان میں پیغمبر اسلام کے محاکمے سے ہمیشہ بچنا چاہیں گے، کیوں کہ سمجھتے ہیں یہاں کا فیصلہ ان کی غرض مندی کے لیے مفید نہیں ہو سکتا!

لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ٥٣

سخت قسمیں کھا کھا کر کہا "(ہم تو آپ کے فرماں بردار ہیں) کہ اگر حکم دیجیے تو ابھی (گھر بار چھوڑ کر) نکل کھڑے ہوں". ان لوگوں سے کہہ دے: قسمیں نہ کھاؤ (اس سے کچھ نہیں بنتا). اصلی بات جو مطلوب ہے وہ تو اطاعت ہے، سمجھی بوجھی ہوئی اطاعت (١٢٨) (نہ کہ زبان کی قسمیں). تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی (پوری پوری) خبر رکھنے والا ہے! ٥٣

---

٥٣ - سچے آدمی کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ کبھی قسمیں کھا کھا کر اپنی سچائی کا یقین نہیں دلائے گا. وہ سیدھے سادے طریقے پر ایک بات کہہ دے گا اور سمجھے گا میں نے جو کچھ کہا ہے سچ ہے اور ضروری ہے کہ ہر آدمی اسے سچ ہی سمجھے:

بکیش صدق و صفا حرف عہد بی کار است
نگاہ اہل محبت تمام سوگند است

لیکن جس کے دل میں چور ہوگا وہ بات بات پر قسمیں کھائے گا اور دس دس مرتبہ اپنی سچائی کا یقین دلائے گا، کیوں کہ وہ جانتا ہے جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ نہیں اور =

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۵۲	اور (یاد رکھو!) جس کسی نے اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کی، اللہ سے ڈرا

اور پرہیزگاری کی راہ چلا تو بس ایسے ہی لوگ ہیں جو اپنی مراد کو پہنچے ۵۲ .

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ	اور (اے پیغمبر!) ان لوگوں نے (یعنی منافقوں نے) بڑی

= آگے جھك جانا چاهیے اور سارے حیلوں اور حجتوں کا خاتمه هو جانا چاهیے . پھر یه جو لوگوں نے مختلف اماموں اور پیشواؤں کے اقوال و آراء کو اپنی تقلید و اطاعت کا مرکز بنا رکھا ہے اور قرآن کی کوئی آیت، سنت کی کوئی تصریح، عقل و درایت کی کوئی روشنی بھی ان کا رخ اس خود ساخته قبله سے نہیں پھرا سکتی، کیا وہ اپنے طریقے کو ایمان باللہ و رسولہ کا سچا طریقه کہه سکتے ھیں؟ اگر ان کے سامنے اللہ اور اس کے رسول کا فرمان پیش کیا جائے تو ان کی زبانوں کو حرکت نه هوگی، لیکن جونہیں ان کے مشایخ و فقہاء کا قول سامنے آجائے بے اختیار پکار اٹھیں کے "سمعنا و اطعنا"!

تم پر عائد ہو گئی ہے اس کے لیے جواب دہ تم ہو۔ اگر اس کی اطاعت کرو گے راہ پاؤ گے۔ اور اللہ کے رسول کے ذمے تو اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ (پیام حق) صاف صاف پہنچا دے! ٥٤

٥٤ ۔ آیت ٥٤ جوامع کلمات میں سے ہے۔ چند لفظوں کے اندر وہ سب کچھ واضح کر دیا جو تبلیغ دین کے مقاصد و نتائج کے باب میں کہا جا سکتا ہے۔ جس قدر غور کرتے جاؤ گے مطالب کا دائرہ وسیع ہوتا جائے گا۔ فرمایا: تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو۔ یہی سعادت کی راہ ہے اور اسی میں ساری باتیں آ گئیں۔ اور اگر تم اللہ کے رسول سے روگردانی کرتے ہو تو اس کا خمیازہ خود تمہیں کو بھگتنا ہے، کسی دوسرے کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ اس کے ذمے یہ بات نہیں ڈالی گئی ہے کہ تمہیں جبراً کسی نہ کسی طرح اپنی راہ چلا کر ہی چھوڑے۔ اس کی ذمے داری تو صرف اتنی ہے کہ پیام حق پہنچا دے۔ سننا، سمجھنا اور کار بند ہونا یہ تمہارا فرض ہے۔ اگر ادا کرو گے کام یاب ہو گے، انکار کرو گے ہلاکت میں پڑو گے۔ رسول تمہارے عمل کے لیے ذمے دار نہیں!

غور کرو! ان چند لفظوں نے مہمات مسائل عمل کے =

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا	نیز کہہ دے "اللہ کی اطاعت
الرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا	کرو اور اللہ کے رسول کی
عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ	اطاعت کرو (ایمان کی راہ
مَّا حُمِّلْتُمْ ۭ وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ	اس کے سوا اور کچھ نہیں
تَهْتَدُوْا ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ	ہو سکتی)۔ اور اگر تم نے
اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ ۵۴	روگردانی کی تو (اس کا نتیجہ

خود تمہیں کو بھگتنا ہے) جو ذمے داری رسول کے سر
ڈالی گئی ہے اس کی جواب دہی اس کے سر ہے، جو ذمے داری

= کوئی وجہ نہیں کہ سننے والا بھی اسے سچ سمجھے۔

آیت ۵۳ میں منافقوں کی اسی روش کا ذکر کیا ہے۔
فرمایا: وہ قسمیں کھا کھا کر اپنی اطاعت و انقیاد کا
یقین دلاتے ہیں، حالانکہ ان کا عمل انہیں صاف جھٹلا
رہا ہے۔ ان سے کہہ دو: قسموں سے کچھ نہیں بنتا، اصل
شے جو مطلوب ہے وہ عمل ہے۔

آگے چل کر سورۂ نون میں تمہیں بد کردار آدمیوں
کا سب سے پہلا نمایاں وصف یہی ملے گا کہ "حلاف"
ہوتے ہیں، یعنی بہت قسمیں کھانے والے (۶۸ : ۱۰)۔

کسی ہستی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے ۔ پھر جو کوئی اس کے بعد بھی نا شکری کرے تو ایسے ہی لوگ ہیں جو نافرمان ہوے ۵۵ ۔

وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۞ ۵۶

اور چاہیے کہ نماز کا اہتمام کرو، زکوٰۃ ادا کرنے میں سرگرم رہو اور اللہ کے رسول کا کہا مانو ۔ کچھ بعید نہیں کہ رحمت الٰہی کے سزاوار ہو ۵۶

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ج وَمَأْوٰهُمُ النَّارُ ط وَلَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۞ ع ۵۷

(اے پیغمبر!) ایسا خیال نہ کرنا کہ جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے وہ ایسے ہیں کہ (اس) سرزمین میں (سب کو) عاجز کر دیں ۔ انہیں! انہیں خود ایک دن سچائی کے آگے عاجز ہو کر گرنا ہے) اور (بالآخر) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، ٹھکانا پانے کی کیا ہی بری جگہ! ۵۷

۷ ع ۱۳

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

مسلمانو! جو آدمی تمہارے زیردست ہیں (یعنی لونڈی غلام)

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ	جو لوگ تم میں ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ	ھیں اور ان کے عمل بھی اچھے
فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ	ھیں ان سے اللہ کا وعدہ ھوا
مِنْ قَبْلِهِمْ ص وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ	کہ زمین کی خلافت انھیں عطا
دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ	فرمائے گا، اسی طرح جس
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ	طرح ان لوگوں کو دے چکا
اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ	ھے جو ان سے پہلے گزر چکے
بِيْ شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ	ھیں. نیز ایسا بھی ضرور ھونے
ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ ٥٥	والا ھے کہ ان کے دین کو کہ ان

کے لیے پسند کر لیا گیا ھے، ان کے لیے جما دے اور خوف و حطر کی زندگی کو امن و امان کی زندگی سے بدل دے. وہ (بے خوف و خطر) میری بندگی میں لگے رھیں کے اور میرے ساتھ

ـــ کتنے گوشوں کا احاطہ کر لیا ھے! اگر دنیا قرآن کی صرف اس ایك آیت کا مطلب اچھی طرح سمجھ لے تو اختلاف فکر و عمل کے سارے جھگڑے ختم ھو جائیں!

ضرورت لگی رهتی هے . تو (دیکھو!) اس طرح الله کھول کھول کر احکام بیان کر دیتا هے . وہ سب کچھ جاننے والا اور اپنے کاموں میں حکمت والا هے! ۵۸

وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ ۵۹	اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو چاهیے کہ جس طرح ان سے بڑے اجازت لے کر داخل هوا کرتے هیں اسی طرح وہ بھی اجازت

لے کر داخل هوں . اس طرح الله کھول کھول کر احکام بیان کر دیتا هے اور وہ سب کچھ جاننے والا ، (اپنے تمام کاموں میں) حکمت رکھنے والا هے! ۵۹

۵۸ - آیت ۲۷ میں استئذان کا حکم دیا تھا ، یعنی جب کسی کے یہاں جاؤ تو اجازت لے کر مکان میں داخل هو . یہاں اس امر پر توجہ دلائی هے کہ خود اپنے گھر کے اندر بھی ایک دوسرے کے کمرے میں جاتے هوئے استئذان ضروری هے . تشریح اس کی آخر میں ملے گی .

وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۭ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاۗءِ ړ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۭ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۵۸	اور جو تم میں ابھی بلوغت کو نہیں پہنچے انہیں چاہیے کہ ان تین وقتوں میں تمہارے پاس آئیں تو اجازت لے کر آئیں: صبح کی نماز سے پہلے، دوپہر کے وقت جب (آرام کرنے کے لیے) کپڑے اتار دیا کرتے ہو، نماز عشاء کے بعد. یہ تین وقت تمہارے پردے کے وقت ہوے. ان وقتوں کے سوا باقی وقتوں میں کوئی گناہ کی بات نہیں،

نہ تو تمہارے لیے نہ ان کے لیے. ان کا تمہارے پاس برابر آنا جانا رہتا ہے. تم میں سے ایک کو دوسرے کے پاس آنے کی

اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ	کھانا کھاؤ، یا ایسے گھروں
اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ	سے کھاؤ جو تمہارے باپ،
اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ	ماں، بھائی، بہن، چچا، پھوپی،
اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ	ماموں، خالہ کے گھر ہوں، یا ان
اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ	لوگوں کے جن کی کنجیاں
اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ	تمہارے اختیار میں ہوئیں
اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ	یا دوستوں کے گھر ہوں.
جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا	اور اس میں بھی کوئی گناہ کی
اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ	بات نہیں کہ تم سب مل کر
بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى	کھانا کھاؤ یا الگ الگ.
اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ	پھر جب ایسا ہو کہ تم کسی
مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ	گھر میں داخل ہو تو چاہیے
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ	کہ اپنے لوگوں پر سلام بھیجو،

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ — اور بوڑھی عورتیں جنھیں
الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ — نکاح کی اب امید نہیں رہی،
عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ — اگر اپنے (اوپر کے) کپڑے
ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ — (یعنی چادر وغیرہ) اتاردیں تو
بِزِيْنَةٍ ط وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ — اس میں کوئی گناہ کی بات
خَيْرٌ لَّهُنَّ ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ — نہیں، بشرطیکہ اپنے بناؤ چناؤ
عَلِيْمٌ ۝٦٠ — کا دکھاوا منظور نہ ہو۔ اور

اگر اس سے بھی احتیاط رکھیں تو یہ ان کے لیے زیادہ بہتر بات ہوگی۔ اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔٦٠

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ — اگر ایک آدمی اندھا ہو یا
وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ — لنگڑا ہو یا بیمار ہو تو اس
وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ — کے لیے کوئی حرج نہیں، اور
وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا — خود تمہارے لیے بھی کوئی
مِنْ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ — حرج نہیں کہ اپنے گھر سے

= اپنا دسترخوان سمجھے. لیکن اس بارے میں طرح طرح کی رکاوٹیں لوگوں نے بنا رکھی تھیں . ایک خاندان کے مختلف رشتے دار بھی ایک دوسرے کے گھر کو اپنا گھر تصور نہیں کرتے تھے .

پھر ایک اور بھی رسم تھی اور گو وہ ایک بہت بڑی خوبی کے دروازے سے آئی تھی ، لیکن اس کی پابندی کا التزام اب تکلف کی حد تک پہنچ گیا تھا ، یعنی اکیلے کھانے کو برا سمجھنا اور کسی نہ کسی مہمان کی ڈھونڈھ میں ضرور رہنا ، نہ ملے تو راہ چلتے کی جستجو کرنا . یہ بات فیاض طبعی اور مہمان نوازی کی راہ سے آئی تھی ، جیسا کہ حاتم نے کہا ہے :

اذا ما صنعت الزاد فالتمسی له
اکیلاً فانی لست آکله وحدی

لیکن پھر بعض لوگوں نے یہاں تک اس کا التزام کرلیا کہ ہر حال میں اکیلے کھانے کو برا سمجھنے لگے . اس سے معیشت کی آزادہ روی میں خواہ مخواہ ایک نئی رکاوٹ پیدا ہوگئی . آیت ٦١ میں انہیں امور کی اصلاح کی ہے .

فرمایا : نہ تو معذور اور بیمار اپنے عزیزوں اور دوستوں =

۸
ع
١٤

تَعْقِلُوْنَ ۶۱ع ایك دعا جو الله کی طرف سے

ٹھیرا دی گئی ھے ، مبارك اور پاکیزه . اس طرح الله اپنے احکام کھول کر بیان کردیتا ھے تاکه تم سمجھو بوجھو! ۶۱

۶۱ - معذوروں کو لوگ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور بیماروں کو کراھیت کی نظر سے ، اس لیے ان کے ساتھ کھانا پینا پسند نہیں کرتے تھے . عام رجحان یه تھا که ایسوں سے بچے رھنا چاھیے . اسلام آیا تو اس نے اس طرح کے تمام جذبات مٹادینے چاھے . چنانچه اس کی تعلیم کے اثر سے اب لوگ سنبھل گئے تھے ، لیکن پھر بھی پچھلے اثرات کبھی کبھی ابھر آتے تھے . خود معذوروں اور بیماروں میں بھی جو خود دار طبیعتیں تھیں وہ پسند نہیں کرتیں که دوسروں کے ساتھ کھانے پینے کے لیے بیٹھ جائیں اور اپنے کو کسی کی کراھیت و حقارت کا نشانه بنائیں .

علاوہ بریں باھمی ارتباط و یگانگت کے لیے ضروری تھا که کھانے پینے کے معاملے میں کسی طرح کا تکلف وحجاب باقی نه رھے . لوگ ایک دوسرے کے یہاں بے تأمل کھائیں پییں . ھر آدمی اپنے دستر خوان کو دوسروں کے لیے کشادہ رکھے اور دوسرں کے دستر خوان کو=

"مل کر کھاؤ یا الگ الگ، کوئی مضائقہ نہیں"

یعنی اگر ایسی صورت پیش آجائے کہ کوئی ساتھی نہ ہو تو اکیلے کھالینے کو علوء نفس اور میاض منشی کے خلاف سمجھ کر بہ تکلف نہ رکو. خوبی کی بات تو یہی ہے کہ دسترخوان پر اکیلے نہ بیٹھیں، لیکن اگر اتفاقاً ایسی ہی صورت پیش آگئی ہے تو اکیلے ہی بیٹھ جائیں گے. اکیلا بیٹھ کر کھالینا کوئی برائی کی بات نہیں.

آیت کے آخر میں سلام کرنے کا حکم دیا ہے "فسلموا علی انفسکم". اس سے پہلے آیت ۲۷ میں بھی سلام کا حکم گزر چکا ہے، لیکن وہاں ذکر اس بات کا تھا کہ آدمی دوسرے کے گھر جائے تو کس طرح جائے؟ یہاں عام طور پر حکم دیا کہ جب گھروں میں داخل ہو، خواہ خود تمہارا گھر ہو، خواہ کسی دوسرے کا تو آپس میں ایک دوسرے کو سلام کر لیا کرو. یہ ظاهر ہے کہ یہاں گھر سے مقصود در و دیوار نہیں. پس ماحصل یہ ہوا کہ جب کبھی ایک آدمی دوسرے آدمی سے ملے تو اسے پہلی بات یہ کرنی چاہیے کہ سلام کرے.

اس آیت میں خطاب اگرچہ مسلمانوں سے ہے، لیکن سلام کرنے کے معاملے میں شرعاً مسلمان اور غیر مسلمان کی=

= کے ساتھ کھانے میں مضائقہ کریں ، نہ لوگوں کو اس میں مضائقہ ہونا چاہیے . اس میں کوئی تکلف نہیں ہونا چاہیے کہ تم نے اپنے گھر میں کھانا کھایا یا اپنے عزیزوں اور دوستوں کے یہاں کھایا کھانے کا معاملہ ایسا معاملہ ہے جس میں کسی طرح کا امتیاز من و تو نہیں ہونا چاہیے . ہر عزیز و دوست کے گھر کو بلا تکلف و حجاب اپنا گھر تصور کرو اور اپنے گھر کا دروازہ تمام عزیزوں اور دوستوں کے لیے کھلا رکھو . اگر خودداری کے بے جا خیالات اور تکلفات کی بے جا بندشیں اس معاملے میں راہ پا جائیں گی تو باہمی اخوت کی وہ بے داغ زندگی پیدا نہ ہوگی جو قرآن چاہتا ہے کہ انسانی مجامع میں پیدا ہو جائے .

پھر اس دائرے کو یہاں تک وسیع کیا کہ فرمایا " ماملکتم مفاتحہ " ان لوگوں کے گھر جن کی کنجیاں تمہاری سپردگی میں ہوں . یعنی اگر کوئی عزیز یا دوست اپنا گھر سپرد کر دے اور گھر میں کھانے کا سامان ہو تو اسے برتنے میں تکلف نہیں کرنا چاہیے اور ایسا نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ کوئی عیب کی بات ہوگی .

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ	سچے مومن تو وہ ہیں جو اللہ
اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ	اور اس کے رسول پر (سچے
وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ	دل سے) ایمان لائے ہیں اور
جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى	اگر کسی ایسے کام میں جو
يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ	لوگوں کے اکٹھے ہونے کا
يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ	کام ہے، اللہ کے رسول کے

= اسلام اس کلمے کا واضع نہیں ہے، البتہ اس نے یقین و اہتمام کے ساتھ اسے مقرر کردیا اور اس پر اتنا زور دیا کہ سلام کا جواب دینا فرض ہو گیا۔

مصر و شام میں جہاں مسلمان اور غیر مسلمان سب عربی بولتے ہیں، آج بھی یہ بات دیکھ لی جا سکتی ہے کہ سلام کا عام کلمہ یہی "السلام علیکم" ہے۔ بعلبك کے ہوٹل کی مالکہ ایك مسیحی خاتون تھی، لیکن جب مجھے دیکھتی تھی "السلام علیکم" کہتی تھی۔ البتہ اب متوسط طبقے کے جدید تعلیم یافتہ گھرانوں نے "صبحکم اللہ بالخیر" اور "مساکم اللہ بالخیر" پر قناعت کر لی ہے اور اعلیٰ طبقے نے فرنچ کلمات اختیار کر لیے ہیں۔

= خصوصیت نہیں ۔ مسلمان جس کسی کے گھر جائے گا
اور حس کسی سے ملے گا ، کہے گا " السلام علیکم "
تم پر سلامتی ہو ۔ کیوں کہ مسلمان ہر انسان کے لیے
امن و سلامتی چاہتا ہے ۔ وہ کسی کے لیے بھی تباہی
اور ہلاکت کا خواہش مند نہیں ہو سکتا ۔ چنانچہ تاریخ
نے حود پیغمبر اسلام اور ان کے صحابہ کا طرز عمل آج
تک محفوظ رکھا ہے ۔ وہ حب کسی سے ملتے تھے تو
اس پر سلامتی بھیجتے تھے ، خواہ مسلمان ہو ، خواہ
غیر مسلمان ۔

ایک دوسرے سے ملتے ہوے اور رخصت ہوتے
ہوے سلامتی کا کلمہ کہنا سامی اقوام کی نہایت قدیم
رسم ہے ۔ تورات کے صحائف سے معلوم ہوتا ہے کہ
عبرانیوں میں یہ طریقہ رائج تھا اور شعراء جاہلیت کے
کلام میں مُردوں کے لیے " علیك سلام اللہ " اور زندوں
کے لیے " سلام علیکم " کی ترکیبیں جا بجا آئی ہیں ۔ خود
قرآن نے گزشتہ واقعات بیان کرتے ہوے یہ ترکیب
استعمال کی ہے اور سورۂ مریم میں پڑھ چکے ہو کہ
حضرت ابراہیم کا اپنے باپ سے رخصت ہونا ان لفظوں
میں بیان کیا گیا کہ " سلام علیك ج ساستغفر لك ربی "
اچھا ! سلام ، میں رخصت ہوتا ہوں (١٩ : ٤٧) ۔ پس =

لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ	جیسے تم میں سے ایك آدمی
يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ	دوسرے آدمی کو بلایا کرتا
اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ	ہے . اللہ ان لوگوں کو اچھی
اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ [٦٣]	طرح جانتا ہے جو (مجمع سے)

چھپ کر کھسك جاتے ہیں . حکم رسول کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو ان پر کوئی آفت آ پڑے یا عذاب درد ناك سے دو چار ہوں ! ٦٣

---

٦٢ و ٦٣ - سورت کے آخر میں پھر اطاعت رسول پر زور دیا ہے ، کیوں کہ بغیر اس کے احکام و قوانین کے انقیاد کی سچی روح پیدا نہیں ہو سکتی تھی .

پیغمبر اسلام جب کبھی کسی اہم معاملے کے لیے لوگوں کو جمع کرتے تو منافق دکھاوے کے لیے آجاتے ، پھر نظر بچا کے کھسك جاتے . فرمایا : مؤمنوں کا یہ شیوہ نہیں . انہیں جب کسی اہم معاملے کے لیے طلب کیا جائے جو جماعت و امت کی مصلحت کا معاملہ ہے تو چاہیے کہ پوری طرح جی لگا کے اس میں حصہ لیں اور جب تك معاملہ انجام نہ پا جائے جلسے سے اٹھنے کا نام نہ لیں . ہاں ! اگر کوئی ایسی ہی مجبوری پیش آ گئی ہو =

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ	ساتھ ہوتے ہیں تو کبھی اٹھ کر
وَرَسُوْلِهٖ ج فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ	نہیں جاتے جب تک اس
لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ	سے اجازت نہیں لے لیتے.
شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ	(اے پیغمبر!) جو لوگ ایسے
لَهُمُ اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ	موقعوں پر تجھ سے اجازت لینی
رَّحِيْمٌ ۝ ٦٢	چاہتے ہیں وہی اللہ اور

اس کے رسول کے سچے مؤمن ہوے. پس جب ایسے لوگ اپنے کسی ضروری کام کے لیے احازت مانگیں تو جسے احارت دینی مناسب سمجھے اجارت دے دیا کر اور اللہ کے حضور اس کے لیے بخشش کی دعا کر. بلا شبہ اللہ بڑا ہی بخشنے والا، بڑا ہی رحمت والا ہے! ٦٢

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ	(مسلمانو!) جب پیغمبر اسلام
بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ	تم میں سے کسی کو بلائیں
بَعْضًا ط قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ	تو ان کے بلانے کو آپس میں
الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ	ایسی (معمولی) بات نہ سمجھ لو

حواشی ترجمان القرآن ج - ٤

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
١	٢١	پانی کو مٹھی میں لینا چاهو تو وه کسی جمی هوئی چیز کی طرح کبھی مٹھی میں نهیں آئے گا. اس لیے عربی میں کہتے هیں: فلاں آدمی قبض علی الماء کی کوشش کرتا هے، یعنی ایسی بات کے در پے هے جو ملنے والی نہیں. اردو میں بھی کہتے هیں. پانی مٹھی میں بند کرنا چاهتا هے. پس یہاں فرمایا: جو لوگ اپنے بنائے هوئے معبودوں کو پکارتے هیں ان کی مثال ایسی هے جیسے کوئی پیاسا مٹھی میں پانی بند کرنا چاهے، حالانکه یه بات هونے والی نهیں. وه کتنی هی مرتبه پانی کو مٹھی میں لے گا پانی ٹکے گا نهیں اور اس کے لب تشنه کے تشنه هی ره جائیں گے.

أَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ	سن رکھو! آسمان و زمین میں
وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَآ	جو کچھ ھے سب اللہ ھی کا
اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ	ھے . وہ خوب جانتا ھے تم
اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ	جیسی کچھ چال چل رھے ھو .
وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۧ ع ٦٤	جس دن یہ لوگ اللہ کے حضور

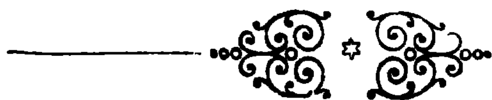
٩ ع ١٠

لوٹا کر لائے جائیں گے ، اس دن وہ انہیں بتا دے گا کہ ان کے کام کیسے کچھ رہ چکے ھیں اور اللہ کے علم سے تو کوئی چیز باھر نہیں ۱ ٦٤

= تو اٹھ سکتے ھیں ، مگر نظر بچا کے نہیں ، رخصت لے کر .

پھر متنبہ کیا کہ اللہ کے رسول کے بلانے کو ویسا بلانا نہ سمجھو جیسا آپس میں ایك دوسرے کا بلاوا سمجھتے ھو . اس کی ھر صدا تمہارے لیے قانون ھے اور ھر بلاوا واجب التعمیل !

یہاں سے یہ بات بھی معلوم ھو گئی کہ جو شخصیت جماعت کی ھدایت و قیادت کا مرکز ھو ، ضروری ھے کہ اس کی صدائیں احترام کے ساتھ سنی جائیں . ورنہ نظم جماعت درھم برھم ھو جائے گا .



حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		نوعیت هے جسے انگریزی میں پرسنل گاڈ (Personal God) سے تعبیر کیا جاتا هے .
٥	١٩٨	سلبی تصور سے مقصود یه هے که صرف نفی کی جائے ، اثبات نه هو . یعنی کہا جائے : وه ایسا نہیں هے ، ایسا نہیں هے ، ایسا نہیں هے ، مگر یه نه کہا جائے که اس میں یه یه صفتیں هیں ، مثلاً وه رحیم هے ، علیم هے ، پروردگار هے .
٦	٢٠٤	پہلے اور دوسرے اڈیشن میں مندرجۂ ذیل فقره بھی هے اور لفظ حکماء پر نوٹ هے : " اور اس کے بعد بدھ مذهب کے حکماء نے " انیسویں صدی میں جن مستشرقین نے بدھ مذهب کی تحقیقات کی ان میں سے اکثر اس غلط فہمی میں مبتلا هو گئے که گوتم بدھ کے عقیدے میں خدا کے لیے کوئی جگه نه تھی ، لیکن اب عام طور پر تسلیم کر لیا گیا هے که یه بدھ مذهب کی زیاده سے زیاده غلط تعبیر هے ، جہاں تک خدا کے اعتقاد و تصور کا تعلق هے . گوتم بدھ نے بھی وهی راه اختیار کی جو اپنشد کی هے ،

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
٢	٩٣	شرح التبریزی علی الحماسہ، جلد ٣ صفحہ ١٣٥، طبع مصر۔ قس بن ساعدة الایادی کی طرف جو خطبہ منسوب ہے اس میں بلا شبہ "بُرج" کا لفظ آیا ہے: لیل داج و سماء ذات ابراج. لیکن اول تو اس کی صحت بہت مشکوک ہے، ثانیاً اس میں بھی برج کا استعمال لغوی معنی میں ہو سکتا ہے، ضروری نہیں کہ مصطلحۂ فلکیین ہو۔ عربی میں "برج" کے اصلی معنی ظہور و نمایش کے ہیں اور اسی سے "تبرج" ہے، زینت کی نمایش کرنا۔ پھر اس کا اطلاق قصر، محل، منزل اور شاہ راہ پر بھی ہونے لگا کہ یہ تمام چیزیں ظاہر و نمایاں ہوتی ہیں۔
٣	١٧٣	پہلے اور دوسرے اڈیشن میں ترجمہ اس طرح ہے: ہے کہ (اللہ کی صفتوں کا) برا تصور کریں، حالانکہ اللہ تعالی کے لیے تو (ہر اعتبار سے) بلند ترین تصور ہے۔
٤	١٩٨	"تشخص" سے یہاں مقصود تصور کی وہ

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
٨	٣٢٣	بخاری ، باب کیف کان بدء الوحی (م) .
٩	"	مسلم ، باب الاسراء ، ص ٦٩ ، ج ١ ، مطبع مصطفی البابی ، مصر (م) .
١٠	٣٢٥	بخاری ، کتاب بدء الخلق ، باب حدیث الاسراء ، ص ٢٠٢ ، ج ٢ ، مطبع بہیہ ، مصر (م) .
١١	٣٤٤	مندرجۂ ذیل عبارت پہلے اور دوسرے اڈیشن میں نہیں ہے : "خدا کے لیے ...... قالوا و ما الرحمن" .
١٢	٣٥٦	قرآن میں "ورق" کا لفظ ہے . "ورق" چاندی کے ٹکڑے کو کہتے ہیں ، خواہ مسکوک ہو خواہ مسکوک نہ ہو . لیکن قرینہ کہہ رہا ہے کہ مقصود سکہ تھا ، اس لیے ہم نے ترجمے میں یہی لفظ اختیار کیا .
١٣	٣٨١	یعنی ہم نے ایسا ہی قانون ٹھیرا دیا ہے کہ جو سچائی سے اعراض کرتا ہے اس کے دل پر پردے پڑ جاتے ہیں . تشریح اس کی پچھلی سورتوں کے نوٹوں میں بار بار گزر چکی ہے .
١٤	٤٠٩	جسک کے بعد اس شاہ راہ کا سراغ لگایا گیا

حاشیه نمبر	صفحة نمبر	عبارت حاشیه
		لیکن اس پر حقیقت کے اطلاق کا استغراق اس درجه طاری هو گیا تها که کوئی مثبت بات اس بارے میں نه کہہ سکا. اس کا مسلك انکارِ ذات کا نه تها، نفی صفات کا تها.
		یه خیال بهی صحیح نہیں هے که اس نے زندگی میں رنج و عذاب کے سوا کچھ نه دیکھا اور نجات کی راه اس کے نزدیك ترك و فنا میں هے. وه زندگی کے رنج و عذاب کا یقین ضرور پیدا کرنا چاهتا هے، لیکن اس لیے که رنج و عذاب سے نکلنے اور طمانیت و سعادت حاصل کرنے کی طلب پیدا کرے. اس نے نجات کی راه ترك خواهشات نہیں قرار دی هے، بلکه "درمیانی راه" پر زور دیا هے، یعنی نه تو خواهشوں کا استغراق اور نه ترك، بیچ کی راه.
		میں خود بهی عرصے تك اسی غلط فہمی میں مبتلا رها، لیکن اب مطالعه و تحقیق کے بعد اس رائے کی غلطی واضح هو گئی هے.
٧	٢٢٤	بخاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق (م).

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
		استعارہ ہے ۔ گہری نیند کی حالت کو ''ضرب علی الآذان'' کی حالت سے تشبیہ دی گئی ہے ۔ وہی الکلام تحور بطریق الاستعارۃ التعبیة ۔
١٨	٤٢٠	عیسائیوں نے عبادت کی یہ وضع غالباً رومیوں سے لی، کیوں کہ یہودیوں کے اوضاع نماز میں اس وضع کا پتا نہیں چلتا ان کا رکوع تقریباً ویسا ہی ہوتا ہے جیسا ہم نماز میں کیا کرتے ہیں ۔ دنیا کی مختلف قوموں نے بندگی و نیاز مندی کے اظہار کے لیے مختلف وضعیں اختیار کر لی تھیں ۔ رومی گھٹنا ٹیک کر جھک جاتے اور بادشاہ کے قدموں کو یا دامن کو بوسہ دیتے ۔ مجرموں کے لیے بھی ضروری تھا کہ مجسٹریٹ کا فیصلہ گھٹنے ٹیک کر سنیں ۔ مصر، بابل اور ایران میں سجدے کی رسم پیدا ہوئی اور ہندوستان میں اوندھے منہ ہو کر بالکل لیٹ جانے کی، و کل حزب بما لدیھم فرحون ۔
١٩	٤٢٢	مندرجۂ ذیل عبارت پہلے اور دوسرے اڈیشن

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		تو پوری طرح نمایاں هو گئی. اب یه اپنے اصلی حط پر دوباره تعمیر کی جا رهی هے اور عقبه سے عمان تك تعمیر هو چکی هے. آج کل جهاں عقبه هے وهاں حضرت سلیمان نے ایك ساحلی شهر ایزین جبر (Ezion-geber) تعمیر کیا تها، اسی بندرگاه سے ان کے جهاز هندوستان جایا کرتے تهے اور بحر احمر کے تجارتی بیڑے کا
٥١		مرکز تها (سلاطین اول - ۹ : ۲٦).
	٤٠۹	مندرجهٔ ذیل عبارت پهلے اور دوسرے اڈیشن میں نهیں هے:
		"عرب جاهلیه میں .... فی الکهف همد"
١٦	"	انظر "فحول الشعراء" دیوان امیة بن ابی الصلت، ص ۲۹ - (م).
١٧	٤١٤	پهلے اور دوسرے اڈیشن میں مندرجهٔ ذیل عبارت بهی هے:
		اس تفسیر میں اشکال یه هے که عربی میں نیند کی حالت کے لیے "ضرب علی الآذان" کی تعبیر ملتی نهیں. لیکن وه کهتے هیں: یه ایك طرح کا

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
۲۱	٤۲۹	اخرجه ابن جریر عن قتادة فی حرف ابن مسعود و قالوا " و لبثوا فی کهفهم " یعنی انما قاله الناس ، ألا تری انه قال" قل الله اعلم بما لبثوا "(فتح القدیر) .
۲۲	٤۳۰	The Paradise or Garden of the Holy Fathers, By: E.A.W. Budge The Evolution of the Monastic Ideal, By: H. Workman Five Centuries of Religion' By · G G. Coulton The Medieval Mind ,By · H.O. Taylor
۲۳	"	بخاری ، کتاب التفسیر ، سورة الکهف (م) .
۲٤	٤۳۷	اس تمثال کے لیے فرنچ مصنف (L' Art antique en Perse کی Dieulafoy Marcel) دیکھنی چاهیے .
۲۵	"	پہلے اور دوسرے اڈیشن میں مندرجۂ ذیل فقرہ بھی ھے اور " ارٹازرکسیز " پر نوٹ ھے : تمثال میں پروں کا ھونا اس کے ملکوتی صفات و فضائل کی طرف اشارہ ھے ، کیونکہ نہ صرف پارسیوں میں بلکہ تمام معاصر قوموں میں یہ اعتقاد عام طور پر پیدا ھوگیا تھا کہ وہ ایک غیر معمولی نوعیت کا انسان تھا . دو سینگوں کا تخیل ابتداء میں کیونکر پیدا

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		میں نہیں ہے: " تیرھویں صدی میں .... نین اصول پر رکھی گئی تھی ".
۲۰	٤۲۹	اخرج ابن ابی حاتم و ابن مردویه عن ابن عباس قال: ان الرجل لیفسر الآیة یری انها کذلك فیهوی أبعد ما بین السماء و الأرض . ثم تلا " و لبثوا فی کهفهم ". ثم قال: کم لبث القوم؟ قالوا ثلاث مائة و تسع سنین . قال: لو کانوا لبثوا کذلك لم یقل الله " قل الله اعلم بما لبثوا " و لکنه حکی مقالة القوم فقال " سیقولون ثلاثة " الی قوله " رجما بالغیب " فأخبر انهم لا یعلمون . ثم قال: سیقولون " و لبثوا فی کهفهم ثلاث مائة سنین و ازدادوا تسعا " (فتح القدیر ـ للشوکانی ص ۲۷۰ ج ۳ مصر سنه ۱۳۵۰ھ) . اس سے یه بات بھی معلوم ھوگئی که جو لوگ اس آیت کو قرآن کی تصریح قرار دیتے تھے حضرت ابن عباس کے نزدیك وہ سخت غلطی میں تھے اور حقیقت سے بالکل دور گئے تھے .

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		سے بے ستون سے معلوم ہوتا ہے، لیکن یونانی اسے سائرس (Cyrus) کہنے لگے اور یہودیوں نے اس کا تلفظ خورس کی شکل میں کیا، چنانچہ یسعیاہ، یرمیاہ اور دانیال کے صحائف میں جا بجا یہ نام آیا ہے. اور یہی کورش ہے جس نے عربی میں خسرو کی شکل اختیار کر لی، چنانچہ عرب مؤرخ اسے کے خسرو کے نام سے پکارتے ہیں. سائرس کا لڑکا کیم بی سیز (Cambyses) ہوا. یہ بھی یونانی تلفظ ہے. اس کا پارسی نام کمبوجیہ تھا، جس نے یہودیوں اور عربوں کی زبان پر کے قباد کی شکل اختیار کر لی. شاہنامہ نے بھی اسی کو اختیار کیا، کیونکہ اس کی بنیاد عربی تراجم پر تھی. کے قباد کے بعد دارایوش (Darius) ہوا، جسے عام طور پر دارا کے نام سے پکارا جاتا ہے اور تورات میں بھی یہی نام آیا ہے. دارا کے بعد ارٹارکسیز (Artaxerxes) ہے. اسے تورات میں ارتخششت کے نام سے یاد کیا ہے اور عربوں میں اردشیر مشہور ہو گیا.

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
		ہوا؟ کیا اس کی بنیاد دانیال نبی کا خواب تھا، یا بطور خود سائرس نے یا باشندگان پارس نے یہ تخیل پیدا کیا؟ اس کا فیصلہ مشکل ہے. لیکن اگر تورات کی روایات تسلیم کر لی جائیں تو سائرس سے لے کر ارٹازرکسیز (ارتخششت) اول تک تمام شہنشاہان پارس انبیاء بنی اسرائیل سے عقیدت رکھتے تھے اور اس لیے ہو سکتا ہے کہ اسی خواب سے "ذو القرنین" کا لقب پیدا ہو گیا ہو بہر حال اب اس میں شک کی کوئی گنجایش نہیں رہی کہ سائرس کو ذو القرنین سمجھا جاتا تھا اور یقیناً عرب کے یہودی بھی اسے اسی لقب سے پکارا کرتے تھے". ارٹازرکسیز پر مندرجۂ ذیل نوٹ ہے: "یاد رکھنا چاہیے کہ شاہان فارس کے ناموں نے مختلف زبانوں میں مختلف صورتیں اختیار کر لی ہیں اور اس کی وجہ سے مؤرخوں نے سخت غلطیاں کی ہیں. سائرس کا اصلی نام غالباً گورو یا گوروش تھا جیسا کہ دارا کے کتبے

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
		ھیرو ڈوٹس کی روایت کے مطابق یہ سائرس کا پڑدادا تھا ۔ یعنی ایکےمی نیز سے ٹیر پیز (چائش پیش) پیدا ھوا، اس سے کیم بی سیز (کمبوجیہ یا کیقباد) اول اور کیم بی سیز سے سائرس ۔ سائرس نے اپنے بڑے لڑکے کا نام بھی کیم بی سیز رکھا تھا ۔
٣٠	٤٤٤	دانیال نبی کی کتاب میں اسے جا بجا بیلش فار کے نام سے پکارا گیا ھے ، لیکن بابل کے کتبوں سے اس کا نام جو معلوم ھوا ھے یہی ھے ۔ علاوہ بریں معلوم ھوتا ھے کہ نوشتے کے لکھنے والوں نے سائرس اور دارا کے دو مختلف حملوں کا امتیاز ملحوظ نہیں رکھا ھے اور کہیں سائرس کی جگہ دارا کا نام آ گیا ھے ۔ کہیں دارا کی جگہ سائرس کا ۔ تاریخی حیثیت سے جو واقعہ ثابت ھوا ھے وہ یہ ھے کہ بابل پر فارس کے دو حملے ھوئے ھیں : پہلا سائرس نے کیا ، دوسرا دارا نے ۔ سائرس نے بابل فتح کر کے اس کی اندرونی حکومت وطنی امراء کے ھاتھ چھوڑ دی تھی ۔ پھر تقریباً بیس برس بعد

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
٢٦	٤٣٨	دارا اور اردشیر کے چند کتبوں کو اس سے مستثنیٰ کردینا چاھیے جو مرودشت کے گرد و نواح میں موجود ھیں جہاں قدیم دارالحکومت آباد تھا. ان کتبوں سے خصوصًا دارا کے کتبۂ بے ستون سے بعض اھم تاریخی انکشافات ھوے ھیں اور ھیروڈوٹس کے بعض بیانات کی تصدیق بھی ھوگئی ھے.
٢٧	٤٣٩	مندرجۂ ذیل عبارت پہلے اور دوسرے اڈیشن میں نہیں ھے: "عرب مؤرخ یونانی روایات .... تاریخی افسانے پر نظر رکھتا تھا".
٢٨	٤٤٠	دارا کے کتبۂ بے ستون میں اس کا نام مادا آیا ھے، اس لیے میڈیا یونانی تلفظ سمجھنا چاھیے. عرب مؤرخوں نے اسے ماھات سے تعبیر کیا ھے.
٢٩	٤٤١	دارا نے بے ستون کے کتبے میں اپنا سلسلۂ نسب ھخامنش نامی پادشاہ سے ملایا ھے. یہی ھخامنش یونانی میں (Achaemenes) ھوگیا.

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
		تسلیم کر لیے گئے ہیں ، کیوں کہ وہ اس وقت سے برابر یہودیوں میں متداول رہے اور کوئی حادثہ ایسا رونما نہیں ہوا کہ ان کے نسخے نابود ہو گئے ہوں ۔ ممکن ہے کہ یسعیاہ نبی کی پیشین گوئی میں بھی دانیال نبی کے خواب کی طرح خورس کا نام نہ بتلایا گیا ہو ، صرف قوم و ملک کا ذکر ہو اور بعد کو یہ نام بڑھا دیا گیا ہو ۔
٣٣	٤٥٤	یاد رہے کہ پچھم اور پورب کے لیے مغرب الشمس اور مطلع الشمس کی تعبیر تورات میں بھی جا بجا آتی ہے ، مثلاً زکریاہ نبی کی کتاب میں ہے "رب الافواج فرماتا ہے : میں اپنے لوگوں کو سورج کے نکلنے کے ملک اور اس کے ڈوبنے کے ملک سے چھڑا لوں گا" (٨ : ٧) ۔
٣٤	٤٥٥	دارا کے کتبوں میں اس کا نام یہی آیا ہے ، مگر ہیروڈوٹس وغیرہ یونانی مؤرخوں نے اسے اک بتانا (Ecbatana) لکھا ہے اور یہی

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
		امراء بابل نے بغاوت کی اور دارا مجبور ہوا کہ دوبارہ بابل کو فتح کرے۔
۳۱	٤٤٤	(دانیال-۵ : ۲۵) Mene, Mene, Tekel, Upharsın
۳۲	٤٤٩	"حرمس نقادوں نے . . . . عام عقیدہ اس بارے میں کیا تھا"۔ اس عبارت کی جگہ پہلے اور دوسرے اڈیشن میں مندرجۂ ذیل عبارت ہے: وہ کہتے ہیں: ہوسکتا ہے کہ پیشین گوئیاں واقعات کے ظہور کے بعد بڑھا دی گئی ہوں۔ خصوصاً یسعیاہ کی پیشین گوئی جس میں صریح خورس (سائرس) کا نام موجود ہے۔ لیکن وہ اس اشتباہ کی تائید میں عقلی استغراب کے سوا اور کوئی دلیل پیش نہیں کرسکتے اور محض عقلی استغراب ان صحائف کے خلاف حجت نہیں ہو سکتا جن کی نسبت یقین کیا گیا ہے کہ الہام سے لکھے گئے تھے۔ علاوہ بریں تورات کے آخری صحائف جو فتح بیت المقدس کے اثناء میں یا اسیری بابل کے زمانے میں لکھے گئے ہیں، تاریخی حیثیت سے محفوظ

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		میں آچکا ھے . صرف ایك دو ناموں کی حقیقت اب تك محل غور و بحث ھے .
٣٨	٤٦٤	ھم نے (oracle) کے لیے ھاتف کا لفظ استعمال کیا ھے . یه اگرچه اس کے لیے مرادف لفظ نہیں ھے ، لیکن اصطلاح کا مطلب بہتر طریقے پر واضح کرتا ھے . یونانیوں کا عقیدہ تھا که مندروں میں ھاتف غیبی کی صدائیں سنی جاتی ھیں اور خاص پجاریوں پر دیوتاؤں کا الہام ھوتا ھے . اس غرض سے خاص خاص مندروں کی شہرت تھی . لوگ چڑھاوے چڑھا کر اپنے سوالات پیش کرتے اور مجاور دیوتاؤں کی طرف سے جوابات سنا دیتے .
٣٩	٤٧٦	پروفیسر موصوف کے اس مقالے کے لیے ”یونیورسل ھسٹری آف دی ورلڈ“ کی دوسری جلد (صفحه ١٠٨٥) کا مطالعه کرنا چاھیے جو جے ۔ اے ۔ ھیمرٹن (J. A. Hammerton) نے مرتب کی ھے اور حال میں شائع ھوئی ھے .
٤٠	٤٨١	پہلے اور دوسرے اڈیشن میں مندرجۂ ذیل جمله بھی ھے :

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		نام یورپ میں مشہور ہو گیا تھا .
٣٥	٤٠٠	هیرو ڈوٹس مترجمه اے - ڈی - گاڈلے A. D. Gadley (Leeb Edition)
٣٦	٤٥٧	ٹی سیاز (ctesias) ایک یونانی تھا جو سنه ٤١٤ قبل مسیح سے لے کر سنه ٣٩٨ ق م تک شہنشاهان پارس کا درباری طبیب رہا اور اس زمانے کے کچھ عرصے بعد اس نے اپنی مشہور تاریخ لکھی . بعد کے یونانی مؤرخوں نے اس کے بعض بیانات شبه کی نگاه سے دیکھے ہیں اور اس لیے اُسے استناد کا وہ درجه حاصل نه ہو سکا جو هیرو ڈوٹس (المتولد سنه ٤٨٤ قبل مسیح) کی تاریخ کو حاصل ہوا ہے . مگر موجوده زمانے کے محققین تاریخ کا ایسا خیال نہیں ہے .
٣٧	٤٦١	دارایوش اول کا یه کتبه تاریخ قدیم کا ایک نہایت قیمتی سرمایه ہے . اس میں اس نے اپنے تمام مفتوحه ممالك اور زیر حکومت صوبوں کے نام گنا دیے ہیں جو تعداد میں ٢٨ ہیں . ان میں سے اکثر ناموں کا جغرافیائی محل روشنی

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
		پس اسی طرح ”زاراتھستر“ زارادشتر ہوگیا اور پھر جدید فارسی میں زردھشت کہنے لگے جیسا کہ دقیقی نے کہا ہے: ”بے چون رنگ و کیش زردھشتی“ اور فردوسی شاہ نامے میں کہتا ہے: خجستہ پے و نام او زردھشت / کہ اھریمن بد کنش را بکشت / یہی زردھشت عربی کے زیر اثر زردشت یا زرتشت بولا جانے لگا
٤٢	٤٨٥	گشتاسپ کو یونانیوں نے ھسٹاس پیز (Hystaspes) کہا ہے۔ اصلی نام جیسا کہ اوستا میں جا بجا آیا ہے وشتاسپ ہے۔
٤٣	"	شپیگل (spiegel) نے اسے آریا ویج پڑھا ہے۔ ”ویج“ یعنی پاک۔ (وندیداد، فرگرد اول، فقرہ ۲ - ”اھورا مزدا امر فرماید: نخستین کشورے کہ من بیافریدم آریانا ویج یا ویجو می باشد“)۔ ھرمزدیشت کے فقرہ ۲۱ میں بھی اس کا ذکر ہے اور اس پر درود بھیجا گیا ہے ”درود بہ آریا ویج“۔

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
		خدا صرف انہیں کا ھاتھ پکڑتا ھے جو برگزیدہ اور مقدس ھوتے ھیں اور صرف انہیں کو اپنا فرستادہ کہتا ھے جو اس کے چنے ھوے اور اس کی ٹھیرائی ھوئی راھوں پر چلنے والے ھوتے ھیں ۔
٤١	٤٨٤	غالباً صحیح تلفظ اس لفظ کا "زارا تھسترا" ھے ۔ سنسکرت کی طرح قدیم پہلوی الفاظ میں بھی آخری حرف اس طرح منصوب ھوتا تھا کہ ھ،رہ کی ایک ناقص آواز نکلتی تھی ۔ یورپ کے مستشرقوں نے اس کے لیے ایک طریقہ اختیار کرلیا کہ آخر میں الف بڑھانے لگے ۔ پس "زارا تھسترا" کو "زارا تھستر" سمجھنا چاھیے ۔ بعد کے پہلوی تلفظ میں عموماً 'ت' کی آواز نے "دال" کی سی شکل اختیار کرلی تھی ، مثلاً "یزتا" کو "یزدا" بولنے لگے تھے ۔ یہی "یزدا" "یزدان" ھو گیا ۔ یا مثلاً ایک فرشتے کا نام "امرتات" تھا ، اسے "امرداد" کہنے لگے ۔ اسی کے نام سے ایک فارسی مہینہ

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
٤٦	٤٨٨	دارا کی وفات بالاتفاق سنہ ٤٨٦ قبل مسیح میں ہوئی اور ہیروڈوٹس سنہ ٤٨٤ ق م میں پیدا ہوا تھا، یعنی دارا کی وفات سے صرف دو سال بعد.
٤٧	٤٩٢	"برائی کے دیوتا .... .. عضب ٹھنڈا کرنا ضروری تھا". اس عبارت کی جگہ پہلے اور دوسرے اڈیشن میں مندرجۂ ذیل عبارت ہے: نور و ظلمت کی یہی کشمکش ہے جس سے تمام اچھے برے حوادث ظہور میں آتے ہیں. چوں کہ روشنی پاک روحانیتوں کی نمود ہے، اس لیے ہر طرح کی عبادتیں اور قربانیاں اسی کے لیے ہونی چاہییں. اس روشنی کا مظہر آسمان میں سورج اور زمین میں آگ تھی.
٤٨	٤٩٣	مندرجۂ ذیل عبارت پہلے اور دوسرے اڈیشن میں نہیں ہے: "گاتھا میں زرتشت نے ...... و ان من البیان لسحرا".
٤٩	٤٩٤	اشا، وھومنا (بہمن)، خشترا، ارمیتی، ہوروتات

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
٤٤	٤٨٥	اے . وی . ولیمز جیکسن (A. V. Williams Jackson) پروفیسر کولمبیا یونیورسٹی کی کتاب "اینشیینٹ پرشیا اینڈ ہر پراسٹ" کا مطالعہ اس باب میں کفایت کرے گا . (کتاب کا نام اس طرح ہے) : Zoroastra—The prophet of Ancient Iran-م.
٤٥	٤٨٧	موگوش کا لفظ ایک جگہ اوستا میں بھی آیا ہے اور یہ بات اب قطعی طور پر تسلیم کرلی گئی ہے کہ "موگوش" سے مقصود میڈیا کے اس مذہب کے پیرو ہیں جو زردشت کے ظہور سے پہلے وہاں رائج تھا . چوں کہ میڈیا کے باشندے بابل اور شام میں موگوش مشہور ہو گئے تھے ، اس لیے عربوں میں بھی یہی نام مشہور ہو گیا اور موگوش نے مجوس کی شکل اختیار کر لی . پھر تمام ایرانیوں کو مجوس کہنے لگے . زردشتی اور غیر زردشتی کا امتیاز باقی نہیں رہا ، حالانکہ اصلا مجوسی زردشتیوں کے مخالف تھے .

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		کریں گے؟ کب ایسا ہو گا کہ "کارپان" اور "کاوی" کی بدکاریوں سے لوگوں کو نجات ملے گی؟ کب ایسا ہو گا کہ یہ پینے کی گندگی حس کے ذریعے "کارپان" لوگوں کو دھوکے میں ڈالتے ہیں، جڑ سے اکھاڑ دی جائے گی" (یسنا ۔ ٤٨ ۱۰).
		ایک اور موقع پر لوگوں کی اس گمراہی کا ذکر ملتا ہے کہ "جانوروں کی قربانیاں کرتے ہیں اور اس پر خوش ہوتے ہیں" (یسنا ۳۲).
		اسی لیے پیروان زرتشت نے اپنے مذہب کو "مردیسنا" کے نام سے پکارا تھا، یعنی دیوتاؤں کی جگہ خدائے واحد کی پرستش کا مذہب.
		رگ وید میں "اسورا" قریب قریب اسی معنی میں آیا ہے جس معنی میں "اوستا" کا "اھورا" ہے. لیکن بعد کے ویدوں میں "اسورا" کے معنی برائی کی روح کے ہو گئے، گویا ایران کا خدا ھندوستان کا شیطان ہو گیا. ایسا ہی متضاد مفہوم "دیو" کا بھی بن گیا.

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		اور امرتات کا ذکر گاتھا میں ملتا ہے اور بعد کے نوشتوں میں دوسرے امش سپند بھی نمایاں ہوتے ہیں ۔ امش سپند کے علاوہ یزتا (جو آگے چل کر یزداں ہو گیا) کے نام سے ملکوتی قوتوں کا ذکر کیا گیا ہے : اتر (آذر) . سروش اوراشی ۔ اسی طرح ہندوستان کے ویدوں میں ہم قربانیوں اور دیوتاؤں کی پرستش کے جو اعمال و رسوم پاتے ہیں غالباً اسی نوعیت کے رسوم فارس اور میڈیا کے زراعت پیشہ قبیلوں میں بھی جاگزیں ہو گئی تھیں اور جادوگروں کو عوام میں بڑا اقتدار حاصل تھا . شراب نوشی مذہبی رسوم کا جزء تھی اور جس مسکر مشروب کو ویدوں میں "سوم" کے نام سے پکارا گیا ہے وہ "ہوم" کے نام سے وہاں پکارا جاتا تھا ۔ اوستا میں زرتشت خدا کو مخاطب کرکے کہتا ہے :
		خدایا ! کب ایسا ہوگا کہ اس ملک کے رؤساء گمراہی کو چھوڑ کر ہدایت کی راہ اختیار

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		نوجوان حور کی شکل میں آتا ھے . بد عمل کے آگے بد شکل " ھادوحت نسك ". وه صورت کہے گی: میں تیرا دینیه هوں .
		زرتشت نے پل صراط کا "چنوت" کے نام سے ذکر کیا ھے . نیك عمل به آسانی اس پر سے گزر جائیں گے. لیکن بد عملوں کے لیے وه تلوار کی دھار کی طرح تیز ثابت ھو گی .
		اعراف کا تصور ساسانی عہد کا یا اس کے بعد کا ھے . اعراف کو "ھمستگان" سے تعبیر کیا ھے .
		آخری زمانے میں "سوشیانتو" کا ظہور ھو گا . پہلوی نصوص کے مطابق اس کا ظہور سنه ۲۳۹۸ بعد مسیح ھونا چاھیے .
		یه واقعه قابل ذکر ھے که مسلمانوں کا سابقه جس ایرانی مذھب سے پڑا تھا وه حقیقی مزدیسنا کی ایك نہایت ھی محرف صورت تھی تاھم وه اس کی حقیقی نوعیت سے بے خبر نه تھے . یہی وجه ھے که پیغمبر اسلام نے ان کے ساتھ اھل کتاب کا سا سلوك کیا: "سنوا ھم سنة

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
		یہاں دیوتا الٰہی قوتوں کے لیے بولا جانے لگا. اوستا میں دیو شیطانی قوتوں کے لیے مستعمل ہوا ہے ۔ مگوئی کہ آتش پرستاں بدند پرستندگاں نیک یزداں بدند (فردوسی)
٥٠	٤٩٤	یہی انگرو مے نیوش (Angro Mainyus) ما بعد زمانے کی لغوی تبدیلیوں میں "آنرومین" ہوگیا پھر "اهرمن" بولا جانے لگا ۔
٥١	٤٩٥	دیکھو پروفیسر گرنڈی کا مقالہ "یونیورسل هسٹری آف دی ورلڈ" جلد ۲ صفحہ ۱۱۳۰ Prof. Grundy's Article—Universal History of the World—Vol. 2, p. 1130
٥٢	٤٩٦	ساسانی مذهب میں آخرت کے واردات کے تصورات نے ایک خاص شکل اختیار کی ۔ هر انسان تین حقیقتیں اپنے ساتھ رکھتا ہے : دینیه (ایگو=Ego یا ضمیر) اصلاً "دین"، اُروان (نفس، سول=Soul)، فراوشی (فرشتۂ محافظ) ۔ مرنے کے بعد نیک عمل روح کے پاس دینیه ایک

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
		ہے حس نے اپنی تاریخ کے کسی دور میں بھی کسی صورت اور مجسمے کی پرستش سے اپنی روحانی زندگی کو آلودہ نہیں کیا ہے ۔
٥٦	٥٠١	بے ستون دراصل بہستون تھا ۔ غالبًا فرہاد اور شیریں کے قصے سے ملا کر لوگوں نے اسے بے ستون کر دیا اور اب عام طور سے بے ستون ہی بولا جاتا ہے ۔ مرزا فرحت شیرازی کہتے تھے کہ بے ستون اور بہستون دو الگ الگ مقام ہیں ۔
٥٧	٥٠٢	عام رائے یہی ہوگئی ہے ، لیکن ایسی صدائیں برابر اٹھتی رہی ہیں جنہیں اس رائے سے اختلاف ہوا ۔ کرنیل رالن سن کی اشاعات کے چند سال بعد لغات شرقیہ کے ایك عالم ریورنڈ چارلس فارسٹر (Forster) نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ یہ تصویر اس نقاش کی ہے جس نے مرقع نقش کیا تھا اور جو حلقہ اس کی کمر کے گرد نظر آرہا ہے یہ معماروں کی ٹوکری ہے جس میں بیٹھ کر بلندی پر کام کیا کرتے تھے ۔ (دیکھو مصنف مذکور کی کتاب One Primeval Language جلد سوم صفحہ ١٧٩) ۔

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		اهل الکتاب''. اور حضرت علی نے کہا (یہاں صرف نقطے ہیں، جگہ خالی ہے .... اجمل).
		عرب مؤرخوں میں البیرونی اور عرب حکماء میں شیخ الاشراق کی تحقیقات ایرانی مذهب کو آتش پرستی اور ثنویت سے الگ کر کے دیکھتی ہے .
٥٣	٤٩٨	جی . رالن سن (Rawlinson) '' فائیو گریٹ مونارکیز آف دی اینشینٹ ایسٹرن ورلڈ ''. Five Great Monarchies of the Ancient Eastern World
٥٤	٥٠٠	مندرجۂ ذیل عبارت پہلے اور دوسرے اڈیشن میں نہیں ہے : '' اس باقی مانده اوستا ...... ایك ناقص شبیه مل جاتی ہے ''
٥٥	"	مارکھم (Markham) نے '' هسٹری آف پرشیا'' میں اعتراف کیا ہے که قدیم ایرانیوں کا بت پرستی سے اجتناب ان کی ایك نمایاں خصوصیت ہے . دنیا کی تمام قوموں میں صرف ایرانی هی ایك ایسی قوم

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		تاریخی قیاسات پر مبنی هے اور اسی لیے اس بارے میں نظار تاریخ کی رائیں مختلف هوئیں. البته حال کے انکشافات سے ایک بات تقریباً پایهٔ ثبوت تک پهنچ چکی هے. یعنی ڈهائی هزار سال قبل مسیح اناتولیا میں «حتی» یا «ختی» تمدن شروع هوچکا تها اور قدیم مصری تمدن کا معاصر تها. بوعازکوئی میں جو حتی کتب خانه برآمد هوا هے اور جس میں بیس هزار کے قریب منقوش تختیاں نکلی هیں، اس نے انیسویں صدی کے تاریخی تخمینے بهت کچھ بدل دیے هیں اور اب یه رجحان که اس زمانے کی مدت گهٹائی جائے، تقریباً مفقود هورها هے.
٦١	٥٢٢	هیروڈوٹس: ١ - ١٠٤.
٦٢	٥٣٠	عرب جغرافیه نویس دربند هی کے نام سے اس کا ذکر کرتے هیں. لیکن چوں که عام نام باب الابواب پڑ گیا تها، اس لیے عنوان کے لیے اکثروں نے باب الابواب اختیار کیا هے. چنانچه یاقوت نے معجم البلدان میں اس مقام کا حال

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
٥٨	٥٠٤	سنه ١٩١٣ ء میں میں نے اپنا یه خیال مسٹر اڈورڈ براؤن (Edward Browne) (پروفیسر کیمبریج یونیورسٹی و مصنف لٹریری هسٹری آف پرشیا = (Literary History of Persia) وغیره) کو لکھا تھا . انهوں نے مجھ سے اتفاق کیا تھا اور بہت اصرار کے ساتھ لکھا تھا که بعض مستشرقین جرمنی سے اس بارے میں مراسلت کروں . پھر کچھ دنوں کے بعد انهوں نے لکھا که وه خود اس کے بارے میں خط و کتابت کر رهے هیں . لیکن اس کے بعد جنگ عظیم شروع هوگئی اور میری خط و کتابت کا سلسله سنسر (Censor) کی سخت گیریوں نے بالکل مسدود کردیا . پھر میں نظر بند کردیا گیا اور جب چھوٹا تو اس کے چند دنوں بعد ان کے انتقال کی خبر آ گئی .
٥٩	٥٠٩	ترجمهٔ سبعینی (یعنی Septuagint) سے مقصود تورات کا وه پہلا یونانی ترجمه هے جو اسکندریه میں شاهی حکم سے هوا تھا اور جس میں بہتر ٧٢ علماء یہود شریک تھے - ٢٨٤ تا ٢٤٧ ق م .
٦٠	٥٢١	یه تعین اس طرح کے تمام تعینات کی طرح محض

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		ایك نہایت جامع کتاب ھے جو سنه ۱۸٤٥ ء میں ایك ترك مصنف کاظم بك نے لکھی ھے. یه سینٹ پیٹرس برگ یونیورسٹی میں ترکی و فارسی کا پروفیسر تھا اور خود دربند کا باشندہ تھا ۰ سنه ۱۸٥۱ ء میں اس کا انگریزی ترجمه 'ھسٹری آف دربند' (History of Darband) کے نام سے شائع ھوا .
٦٧	٥٣٦	مندرجۂ ذیل عبارت پہلے اور دوسرے اڈیشن میں نہیں ھے : رابعًا ، اس علاقے سے ..... اسی نام سے پکارا گیا ھے .
٦٨	٥٣٧	ترجمۂ دربند نامۂ کاظم بك صفحه ۲۱ . پروفیسر جیکسن نے بھی اس نام کا ذکر کیا ھے اور اسے قدیم ایام کے نام سے تعبیر کیا ھے (فروم کونسٹینٹی نوبل ٹودی ھوم آف عمر خیام، صفحه ٦۱).
٦٩	٥٣٨	مندرجۂ ذیل عبارت پہلے اور دوسرے اڈیشن میں نہیں ھے : غالبًا سب سے پہلا انگریز سیاح ... (Library)
۷۰	٥٤٩	پہلے اور دوسرے اڈیشن میں آیت ۱٦ پر

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		« باب الابواب » هی کے نام سے لکھا ہے ۔ پس حرف « با » میں دیکھنا چاهیے نه که ' دال ' میں .
٦٣	٥٣١	یونانی کا کیشیا ، روسی کیوکز اور فارسی قفقاز ایك هی لفظ ہے .
٦٤	٥٣٢	مروج الذهب ، صفحه ٢٠ .
٦٥	٥٣٣	بہت ممکن ہے که سکندر کی نسبت یه خیال اس بنا پر پیدا هوگیا هو که بعد کے بعض مؤرخوں نے غلطی سے اس سلسلهٔ کوه کو کا کیسس لکھ دیا ہے جو بحر خزر کے مشرق جانب واقع ہے اور جسے سکندر نے وسط ایشیا سے هندوستان جاتے هوے طے کیا تھا . اسٹرابو (Strabo) نے اس غلطی کی طرف اشاره کیا ہے . (دیکھو پروفیسر موصوف کی کتاب ' فروم کونسٹینٹی نوبل ٹو دی هوم آف عمر خیام ' From Constantinople to the Home of Omar Khayyam - صفحه ٦٢ هم ان کی ایك دوسری تصنیف کا زردشت کے حالات میں حواله دے چکے هیں) .
٦٦	٥٣٥	دربند نامه صفحه ٢١ . دربند کی تاریخ میں یه

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		چاهتا هے. یه ظاهر هےکه حضرت مریم کا غم پانی نه ملنے کی وجه سے نه تها ، اس حالت کی وجه سے تها جس میں وه مبتلا هو گئی تهیں . پس فرشتے کا یه کهنا که « غمگین نه هو ، تیرے لیے ایك نهر جاری کردی هے » بالکل بے معنی هو جاتا هے . جب پانی کا فقدان غم کا سبب هی نه تها تو اس کی موجودگی کیوں وجه تسکین هو؟ البته جو مطلب هم نے اختیار کیا هے ، اس سے وجه تسکین بالکل واضح هو جاتی هے ، یعنی غمگین نه هو ، تیری گود میں ایك عظیم انسان پیدا کر دیا گیا هے .
		ائمهٔ تابعین میں سے ایك جماعت نے یهی تفسیر اختیار کی هے . فتح القدیر ، ج ۳ صفحه ۳۲۰ .
۷۲	٥٧٠	متقی کے معنی سورۂ بقره کے نوٹ ' هدی للمتقین ' میں دیکھیے .
۷۳	«	اس ترجمے پر یه شبه وارد نه هو که حضرت ابن عباس نے روایت مندرجهٔ بخاری

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		مندرجۂ ذیل نوٹ تھا : آیت ١٦ میں "مکانا شرقیا" کا مطلب یه معلوم ھوتا ھے که حضرت مریم ھیکل چھوڑ کر جہاں ان کی پرورش ھوئی تھی، اپنے آبائی وطن ناصره میں چلی گئیں . یه یروشلم کے شمال مشرق میں واقع ھے اور باشندگان یروشلم کے لیے مشرق کا حکم رکھتا ھے . انجیل سے بھی اس کی تصدیق ھوتی ھے ، کیوں که وه اس معاملے کا محل وقوع ناصره ھی بتلاتے ھیں .
٧١	٥٥٢	اصل میں « سریا » ھے . عربی میں « السری » عظیم الشان انسانوں کے لیے بولا جاتا ھے : من قولھم ' فلان سری ' ای عظیم و ' من قوم سراۃ ' اے عظام (ابن سیده) . لیکن چوں که ' السری ' کے ایك معنے چھوٹی نہر کے بھی ھیں ، اس لیے عام طور پر یہاں 'سریا ' کا ترجمه نہر اور چشمه کیا گیا ھے . ھم نے پہلے مطاب کو ترجیح دی، کیوں که محل بیان کا مقتضا ایسی ھی کوئی بات

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
		کلبی اور قطرب اس طرف گئے ہیں کہ یہ قبائل عکل، عک اور طی کی زبان میں بولا جاتا ہے۔ اور ابن الانباری نے تصریح کی ہے کہ "لغة قریش وافقت تلك اللغة فی هذا المعنی". حضرت ابن عباس اور اکثر ائمۂ تابعین سے بھی ایسا ہی منقول ہے (تفسیر ابن جریر، سورۂ طٰہٰ)۔
٧٦	٦٠٤	وللہ در من قال: لذید بود حکایت دراز تر گفتم چنانکہ حرف عصا گفت موسی اندر طور
٧٧	٦١٤	پہلے اور دوسرے اڈیشن میں جملہ اس طرح ہے: (یعنی انہیں تو تمہارے اس پروردگار کی خبر بھی نہ تھی)
٧٨	٦١٧	اصل میں "مکاناً سُوًی" ہے۔ اس کا ترجمہ مفسروں نے ہموار جگہ کیا ہے۔ لیکن اسلوب کلام اس ترجمے کے حق میں ہے جو ہم نے اختیار کیا ہے۔ قال سیبویہ: یقال: سُوی و سِوی، ای عدل، یعنی عدل بین المکانین۔ قال زهیر:

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
		میں اس قول کا مخاطب خود آنحضرت کو قرار دیا ھے . اس میں صرف یہ ھے کہ ایک مرتبہ آپ نے وحی کے جوش طلب میں مزید تنزیل کی خواھش ظاھر کی تھی . اس پر یہ جواب ملا . اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیت کا ابتدائی شان نزول یہی ہو . چونکہ آیت میں یہ بات کہی گئی ھے کہ ملائکہ کا ورود بغیر حکم الٰہی کے نہیں ہوسکتا ، اس لیے جب آنحضرت نے مزید تنزیل کا جوش ظاھر فرمایا تو جواب میں یہی آیت دھرائی گئی (کتاب التفسیر ، سورۂ مریم ــ م)
٧٤	٥٩٥	Encyclopaedia Biblica
٧٥	٥٩٧	عربی میں " طاھا " ایک کلمہ ندا ھے . کسی کو مخاطب کرنا ہو تو پکارتے ھیں " طاھا "، یعنی اے شخص ! چنانچہ ابن جریر نے اس شعر سے استشہاد کیا ھے : دعوت بطاھا فی القتال فلم یجب فخفت علیہ ان یکون موائلا

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		کو مار ڈالیں . اس کے بعد ہماری ساری باتیں سدھر جائیں گی . اسی طرح اس سورت کی آیت ٦٢ میں بھی اردو کے محل متکلم کی جگہ ضمیر خطاب جا بجا آچکی ہے . یہاں بھی اصل میں ''الھکم'' تھا . ہم نے وضاحت کے لیے اردو محاورے کی رعایت کی اور ''ہمارا'' ترجمہ کیا . اتنی سی بات کی عدم وضاحت نے مترجموں کو بے شمار مشکلوں میں ڈال دیا ہے .
٨١	٦٣٩	''خشعت'' ای سکنت و منه قول الشاعر : لما اتی خبر الزبیر تواضعت سور المدینة و الجبال الخشع
٨٢	٦٤٠	الھمس صوت نقل الاقدام . یقال للاسد ''الھموس'' لانه یهمس فی الظلمة . قال رؤبة یصف نفسه : لیث یدق الاسد الھموسا ولا یهاب الفیل و الجاموسا (فتح القدیر ج ٣ ص ٣٧٤ - م) .
٨٣	٦٥٢	''تقوی'' کے لیے دیکھو سورۂ بقرہ کا ابتدائی نوٹ .
٨٤	٦٥٤	ڈیویلپ منٹ آف رلیجن اینڈ تھاٹ ان

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
		اروا خطة لا ضیم فیها یسوی بیننا فیها السواء (فتح القدیر للشوکانی ج ۳ ص ۳۵۸ - م) .
۷۹	۶-۲	جس طرح اردو میں کہتے ھیں : تمھاری لاش درخت پر لٹکائی جائے گی ، اسی طرح عربی کا محاورہ ھے کہ کھجور کے تنے پر سولی دی جائے گی . کیوں کہ وھاں زیادہ تر درخت کھجور ھی کے ھوتے ھیں . سوید بن ابی کاھل کہتا ھے : وھم صلبوا العبدیّ فی جذع نخلة ولا عطست شیبان الا باجدعا (فتح القدیر ج ۳ ص ۳۶۳ - م)
۸۰	۶۳۱	حب لوگ آپس میں باتیں کرتے ھیں تو اردو محاورہ یہ ھے کہ کہتے ھیں: "ھمیں ایسا کرنا چاھیے" اور "ھمارا ایسا حال ھو رھا ھے". لیکن عربی میں اس موقع پر "ھم" نہیں بلکہ "تم" کہیں گے . مثلاً " آپس میں لوگوں نے کہا : تمھیں ایسا کرنا چاھیے". چنانچہ برادران یوسف نے آپس میں مشورہ کرتے ھوئے کہا تھا "اقتلوا یوسف" اور " و تکونوا من بعدہ قوما صٰلحین - ۹ " آؤ یوسف

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
		مقصود (Kassite) ہے۔ ان دونوں کے لیے تورات میں حتی اور قاصی کے الفاظ مستعمل ہوئے ہیں، اس لیے ہم نے بھی وہی اختیار کیے۔ تفصیل کے لیے دیکھو ایم۔ جسٹرڈ کی "دی سیویلائزیشن آف بابیلونیا اینڈ اسیریا" مطبوعہ سنہ ۱۹۱۵ The Civilization of Babylonia and Assyria by M. Justerd (1915) اور سر ای۔ اے۔ ڈبلیو۔ بج کی "بائی نائل اینڈ ٹائگریز" مطبوعہ سنہ ۱۹۲۰ ء۔ By Nile and Tigris by Sir E.A.W. Budge 1920)
۸۷	٦۸۸	یقال: 'رسا یرسو'، اذا ثبت و قام. قال الشاعر: فصبرت عارفة لذلك حرة ترسو اذا نفس الجبان تطلع
۸۸	٦۸۹	قال الزجاج: کل مخترق بین جبلین فهو «فج»۔
۸۹	٦۹٥	العرب تقول: صحبك الله ای حفظك و اجارك۔ قال الشاعر: ینادی بأعلی صوته متعوذا لیصحب منا والرماح دوانی
۹۰	٦۹۷	قال ابن کیسان «المفحة» ای الشی القلیل، ماخوذ

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
		اینشینٹ ایجیپٹ، مصنفہ جے . ایچ . بریسٹڈ Development of Religion and Thought in Ancient Egypt by J. H. Breasted, اور "انسائیکلو پیڈیا آف رلیجن اینڈ ایتھکس" ـ مصنفہ جے . ھیسٹنگس . Encyclopaedia of Religion and Ethics, by J. Hastings
٨٥	٦٦٣	یہ نینوا کا وھی عظیم الشان شاھنشاہ ھے جسے یونانی نوشتوں میں سردانا پالس (Sardana palus) کے نام سے پکارا گیا ھے .
٨٦	٦٦٤	یہ لغت کی کتاب قدیم اقوام کے علوم و ادبیات میں اپنی کوئی نظیر نہیں رکھتی اور اس سے اندازہ کیا جا سکتا ھے کہ اب سے تین ھزار سال پہلے دوآبۂ دجلہ و فرات کی علمی ترقیاں کہاں تك پہنچ چکی تھیں . اس لغت میں صرف اکادی اور سمیری زبان ھی کے ھم معنی الفاظ جمع نہیں کیے گئے ھیں ، بلکہ حتی ، قاصی اور مصری زبان کے ھم معنی الفاظ بھی آ گئے ھیں . اس کتاب کے انکشاف نے قدیم زبانوں کے حروف و اصوات کے لیے ایك مستند اور قطعی ذریعہ بہم پہنچادیا ـ (حتی وھی قوم ھے جسے آج کل (Hittites) لکھا جاتا ھے اور قاصی سے

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		کتاب پیدایش اور تواریخ اول میں ایک اور سامی نام بھی ہمیں ملتا ھے، یعنی «یوباب» Jobab. یه بنی یقطان میں سے تھا. یقطان عبر سے پیدا ھوا اور عبر سلح بن ارفکسد بن سام سے. سوال پیدا ھوتا ھے که کیا «یوباب» اور «ایوب» ایک ھی نام نہیں ھیں؟
٩٥	٧٢٩	حروف نحویه، یعنی مصطلحهٔ نحو، ورنه حروف ابجد تو سب کے سب موجود ھیں.
٩٦	»	'ملك' بمعنی بادشاه نے تو ایسی لفظی صولت و تاثیر حاصل کرلی تھی که ایران کی آرین زبان بھی اسے برتنے پر مجبور ھوگئی، چنانچه دارائے اعظم اپنے کتبوں میں اپنے کو شہنشاه کہنے کی جگه «ملك ملکان» کہتا ھے (دیکھو کتبهٔ اصطخر و بے ستون). بعد کو اردشیر بابکان نے «شاه شاهان» کا لقب اختیار کیا جسے عربوں نے «ساسان» بنادیا. تاھم «ملك ملکان» کا لقب بھی شاپور ساسانی کے کتبوں میں بار بار آتا ھے جیسا که حاجی آباد کے کتبوں

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		من نفح المسك . و قال المبرد . « النفحة » الدفعة من الشیء التی دون معظمه . یقال : نفحه نفحة بالسیف ، اذا ضربه ضربة خفیفة .
٩١	٧٠٠	« و لقد آتینا ابراهیم رشده » ای الرشد اللائق به و بامثاله من الرسل . مترجموں نے 'رشده' کی ضمیر کا مطلب بالکل ضائع کر دیا .
٩٢	٧٠٤	پہلے اور دوسرے اڈیشن میں ترجمه اس طرح ھے : اس میں شك نہیں نا انصافی کی بات تو ہم ھی سے ھو گئی
٩٣	٧١١	التسبیح اما حقیقة او مجاز ، و قد قال بالأول جماعة و هو الظاهر . و قال بالمجاز آخرون و حملوا التسبیح علی تسبیح من رآها ، تعجبًا من عظم خلقها و قدرة خالقها (فتح القدیر للشوکانی) . قلت : و لکل وجهة هو مولیها فاستبقوا الخیرات .
٩٤	٧٢٦	پہلے اور دوسرے اڈیشن میں جمله اس طرح ھے : « جو قوم عاد کا مسکن تسلیم کیا گیا ھے ، یعنی عمان سے لے کر حضرموت تك کا علاقه » اس کے بعد مندرجۂ ذیل فقره بھی ھے :

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
٩٨	٧٣٠	یه جنگ کے بعد کے نہایت اهم انکشافات میں سے هے . اس وقت تك حروف ابجدی (یعنی غیر تصویری و غیر مسماری) کی منضبط کتاب کا سب سے قدیم نمونه «حجر سیناء» سمجها جاتا تها، یعنی وه پتهر جو سنه ١٨٢٤ ع میں جزیره نمائے سیناء میں ملا اور جس پر «میشا» (Mesha) شاه موآب نے سنه ٩٠٠ قبل مسیح میں اپنی ایك فتح کا حال کنده کرایا هے . یه فتح اسے بنی اسرائیل کے مقابلے میں حاصل هوئی تهی . لیکن اب اس تابوت کے انکشاف نے اس سے ساڑهے تین سو برس پیشتر کی کتابت مهیا کردی اور اس طرح معامله سنه ٩٠٠ ق م کی جگه سنه ١٢٥٠ ق م تك پهنچ گیا . گویا دست انسانی کی علمی کتابت کا سب سے زیاده قدیمی نمونه جو اس وقت همارے قبضے میں هے وه سنه ١٢٥٠ ق م کا هے اور عربی زبان اور عربی کے فینیقی رسم الخط میں هے .
٩٩	٧٣١	ویدوں کے عهد تصنیف و تدوین کی نسبت

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
		سے ظاہر ہے۔ علاوہ بریں ساسانی عہد میں عربی اسماء و الفاظ کے غلبہ و رسوخ کا یہ حال ہو گیا تھا کہ خود اوستا کی زبان عربی آمیز ہو گئی. ساسانی اوستا کے جو اجزاء ہندوستان کے پارسیوں سے ملے ہیں ان میں جابجا عربی الفاظ و اصوات پائے جاتے ہیں ایک مدت تک یہ آمیزش محل تعجب رہی، حتی کہ سر ولیم جونس (Sir William Jones) نے ان اجزاء کی اصلیت ہی سے انکار کر دیا. مگر اب عام طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ جس طرح بعد از اسلام کی فارسی جدید عربی سے مخلوط ہوتی ہے، اسی طرح قبل از اسلام کی قدیم فارسی قدیم عربی الفاظ سے مخلوط ہو گئی تھی۔ (پوری شرح اس مسئلے کی مقدمے میں ملے گی)۔
۹۷	۷۳۰	تورات میں حیرام (Hiram) کا ذکر ہے جو صور (ٹائر ـ Tyre) کا بادشاہ اور حضرت سلیمان کا معاصر تھا (سلاطین اول ـ ۵ : ۱) ـ م

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		جاسکیں ، لیکن اس سے زیادہ اسے پیچھے لے جانا موجودہ معلومات کی روشنی میں ممکن نہیں (کیمبرج هسٹری آف انڈیا ، جلد اول ، ص ۱۱۳)
۱۰۰	۷۳۲	دیکھو پروفیسر ی ۔ واشبرن ھاپکنس (Wash burn Hopkins) کا مقاله «رزمیه نظموں کا عہد» مندرجۂ کیمبرج هسٹری آف انڈیا ، جلد اول ص ۲۵۸ ۔
۱۰۱	۷۳۳	لن نقدر علیه' ای لن نضیق علیه ۔ یقال: قدر وقدر ، و قتر و قتر ' ای ضیق ۔ و منه قوله « یبسط الرزق لمن یشآء و یقدر » ای یضیق « و من قدر علیه رزقه » ۔
۱۰۲	۷۵۳	کتاب الفتن ، باب ویل للعرب من شر قد اقترب ۔ (م) ۔
۱۰۳	«	ذکر کے شمار کے لیے عربوں میں تسبیح کا رواج نه تھا ۔ تسبیح پیروان بدھ کی ایجاد ہے اور انہیں سے مسلمانوں نے لی ۔ عرب جب شمار کرنا چاهتے تو انگلیوں پر شمار کرتے ۔ اسی کو

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		میکس ملر (Max Müller) کا مسلك اس وقت تك ماهرین موضوع میں مقبول چلا آتا هے اور علمی حیثیت سے اس پرکوئی اضافه نهیں هوا . میکس ملر نے ویدوں کی تصنیف کا زمانه چار عهدوں میں منقسم کردیا هے . سوتر کا زمانه سنه ۶۰۰ سے سنه ۲۰۰ ق م تك . برهمن سنه ۸۰۰ سے سنه ۶۰۰ ق م تك . منتر اور رگ وید کا آخری باب سنه ۱۰۰۰ سے سنه ۸۰۰ ق م تك . چهنڈ سنه ۱۲۰۰ سے سنه ۱۰۰۰ ق م تك . گویا رگ وید کی سب سے قدیم نظمیں سنه ۱۲۰۰ ق م سے زیاده پیچھے نهیں جاتیں . حال میں مسٹر اے . بی . کیتھ (A.B. Keith) پروفیسر سنسکرت اڈنبرا یونیورسٹی نے اس موضوع پر جو مقاله کیمبرج هسٹری آف انڈیا کے لیے لکھا هے اس میں بھی یهی مسلك اختیار کیا هے . وه تمام بحث کا خاتمه اس نتیجے پر کرتے هیں که رگ وید کے قدیم ترین ترانے مثلاً « اشا » (Usha) ممکن هے سنه ۱۲ ق م تك پیچھے لے جائے

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
١٠٦	٧٧٠	فلیڈلفیا یونیورسٹی (امریکه) کے عجائب خانے اور برطانی عجائب خانے کی ایك مشترك اثری مہم نے تل العبید کی کھدائی کا کام شروع کیا تھا جو جنگ کی وجه سے رك گیا تھا، مگر اب جاری ہو گیا ہے. اس کے انکشافات نے حضرت ابراہیم کی سرگذشت متذکرۂ قرآن کے متعدد گوشوں پر نہایت اہم روشنی ڈالی ہے. سورۂ والصّٰفّٰت کی تشریحات میں مختصراً اس کا ذکر کیا جائے گا اور تفصیل مقدمے میں ملے گی.
١٠٧	٧٨٤	بخاری، کتاب بدء الخلق، باب قوله تعالی ' واتخذ الله ابراهیم خلیلا ' (م).
١٠٨	٧٩٠	کتاب التوحید، باب ماجاء فی قوله عز و جل: ' و کلم الله موسی تکلیما ' (م).
١٠٩	"	باب ابتداء الخلق (م).
١١٠	٨٠٠	' الحرف ' الشك. اصله من حرف الشیء وهو طرفه، مثل حرف الجبل والحائط، فان القائم علیه غیر مستقر.
١١١	٨٢٠	' صواف ' صف سے ہے. چونکه اونٹ کو کھڑے کھڑے ذبح کرتے ہیں اس لیے اس لفظ سے تعبیر

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		عقد انامل کا طریقه کہتے هیں . عقد انامل میں ایك علامت نوے کی هے ، ایك سو کی . دونوں میں حلقه بن جاتا هے ، ایك ذرا بڑا ، ایك چهوٹا . سفیان نے یه روایت بیان کرتے هوے ایسا هی حلقه بنا کر دکهایا تها . لیکن آخری راوی کو شبه پڑ گیا که نوے ڈالا تها یا سو ڈالا ، اس لیے اس نے دونوں کا ذکر کردیا .
۱۰٤	۷۵۵	اس واقعے کی طرف اشاره اگرچه تمام مؤرخوں نے کیا هے ، لیکں تفصیل ابن ابی الحدید کی شرح نهج البلاغة میں ملے گی جو ایران اور مصر میں چهپ گئی هے .
۱۰۵	۷٦۵	غیر ضروری هے که یہاں «الأرض» سے مقصود فلسطین کا ملك قرار دیا جائے جیسا که مفسرین نے قرار دیا هے . کیوں که اسلوب بیان عموم کا طالب هے اور صاف نظر آرها هے که «الأرض» سے مقصود روے زمین هے . علاوه بریں حواله زبور کا هے اور زبور میں عموم و استغراق کے ساتھ زمین هے ، نه که ارض موعود .

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		قوت میں عمل و انفعال کی کتنی دنیائیں پوشیدہ ھیں .
۱۱۵	۹۱۳	یاد رھے که عربی میں " قلب " اور " فؤاد " کا اطلاق صرف اس عضو ھی پر نہیں ھوتا جو علم تشریح کا دل ھے ، بلکه قوت مدرکه و عاقله پر بھی ھوتا ھے ، یعنی ذھن و عقل پر .
۱۱٦	۹۳۳	Amphibia کا لفظی ترجمه دوات الحیاتین ھے ، یعنی ایسے جانور جو تری اور خشکی دونوں طرح کے گرد و پیش میں رھتے ھیں . ھم نے اس کے لیے قوارب کا لفظ اختیار کیا جو میجر جنرل امین معلوف صاحب معجم الحیوانات کے اختیارات میں سے ھے .
۱۱۷	۹٤۳	دیکھو پروفیسر موصوف کی کتاب "دی ایوالیوشن آف مین" کا انگریزی ترجمه مترجمه جوزف مکیب ، جلد اول صفحه ۲۰٤ مطبوعه سنه ۱۹۱۰ء . The Evolution of Man. English Translation By Joseph McCabe.
۱۱۸	۹۵٦	آیت میں " افك " کا لفظ آیا ھے ، و ھو

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
		کرنے لگے ، یعنی صفت قوائمھا. گھوڑے کے لیے بھی بولتے ھیں : صفن الفرس فھو صافن ، اذا قام علی ثلاث قوائم و ثنی الرابعة .
١١٢	٨٠٩	این جا تفصیل عالم حقائق صغار باید نمود .
١١٣	٨٦١	'من فی القبور' کا یہ مطلب نہیں ھے کہ جو مردے قبر نامی محل دفن میں مدفون کیے گیے. بلکہ یہ عربی کا محاورہ ھے کہ مردوں کو اصحاب قبور کہتے ھیں " ما انت بمسمع من فی القبور" (٢٢:٣٥) یعنی تو مردوں کو مخاطب نہیں کرسکتا ، رندوں سے بات چیت کی جاتی ھے .
١١٤	٨٦٦	پہلے اور دوسرے اڈیشن میں " مقادیر عنصری ... نظر آرھی ھے" کی جگہ مندرجۂ ذیل عبارت ھے : البتہ اس آخری منزل نے حقیقت کا ایک نیا جلوہ آشکارا کردیا ھے . یعنی یہ بات واضح ھو چکی ھے کہ مادہ کا آخری بقایا محض ایک جامد ذرہ ھی نہیں ھے ، بلکہ حرکت و خواص حرکت کی ایک مشتعل قوت ھے اور نہیں معلوم اس نقطۂ

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
		ہے کہ "قسم نہ کھائیں" اور اسے "الیۃ" سے مشتق سمجھا گیا ہے جس کے معنی قسم کے ہیں ۔ لیکن زیادہ قوی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ قصر اور کمی کرنے کے معنوں میں بولا گیا ہو اور "الوت فی کذا ، اذا قصرت" سے ماخوذ ہو ۔ چنانچہ عام طور پر بولتے ہیں : لم آل جهدا ، ای لم اقصر ، و منه قول الشاعر : و ما المرء ما دامت حشاشة نفسه بمدرك اطراف الخطوب ولا آل سب سے زیادہ قوی قرینہ اس کی تائید میں یہ ہے کہ خود قرآن نے دوسری جگہ یہ مادہ اسی معنی میں استعمال کیا ہے "لا یالونکم خبالا" (٣ : ١١٨) ۔
١٢١	٩٦٧	اصل آیت میں "فیها متاع لکم" ہے اور "متاع" کا مطلب اردو فارسی کے تمام مترجموں نے مال و اسباب ٹھیرایا ہے ، لیکن بات بنتی نہیں ۔ ذکر غیر آباد مکانوں کا ہے ۔ ایسی جگہوں

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		ماخوذ من افك الشيء ، اذا قلبه عن وجهه . فالافك هو الحديث المقلوب . " افك " کے معنی بات کے الٹ پھیر کر دینے کے ہیں . پس صرف بہتان کا لفظ اس کے لیے کافی نہیں ہو سکتا . بعض اردو مترجموں نے اس کا ترجمہ " طوفان اٹھانا " کیا ہے ، لیکن یہ ترکیب تو یہاں اور بھی غلط ہے .
١١٩	٩٥٦	آیت میں " عصبة " کا لفظ ہے ، و العصبة الجماعة الذين يتعصب بعضهم لبعض . پس اردو میں اس کا ترجمہ محض " گروہ " اور " جماعت " نہیں ہو سکتا . " جماعة " خود قرآن بھی بول سکتا تھا ، مگر اس نے " جماعة " اور " عصبة " کا فرق ملحوظ رکھا ہے . پس ہم نے یہاں " جتھے " کے لفظ کو ترجیح دی ، کیوں کہ اردو بول چال میں ایسے سازشی گروہوں کو جو گروہ بندی کی غرض سے بنا کرتے ہیں اسی لفظ سے تعبیر کرتے ہیں .
١٢٠	٩٦١	" ولا یاتل " کا ترجمہ عام طور پر یہ کیا گیا

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		بن ابی الصلت :
		لله در بـنی عـلی أیم منهم و ناکح
		(دیوان امیة بن ابی الصلت فی فحول الشعراء ص ۲۲) .
		اردو کے مترجموں نے اس کا ترجمه ”بیوه عورتیں“ کیا هے. یه بلا وجه عام کو خاص بنا دینا هے .
۱۲۳	۹۷۵	روشنی کا قدیم طریقه یه تها که چراغ جلا کر طاق میں رکھ دیتے تھے جو دیوار میں اسی غرض سے بنایا جاتا تھا اور اب بھی بنایا جاتا هے. لیکن بادشاهوں اور امیروں کے یہاں قندیلیں بھی لٹکائی جاتی تھیں . چنانچه بابل ، مصر ، روم اور شام کی بے شمار پرانی قندیلیں عجائب خانوں میں موجود هیں . عربی میں ”مشکاة“ کے لغوی معنی تو ظرف کے هیں جس میں کوئی چیز رکھی جائے : اصل المشکاة الوعاء یجعل فیه شیء (ابن سیده) . لیکن پھر اس کا اطلاق اس طاق پر بھی هونے لگا جس میں چراغ

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
		میں کوئی اپنا مال اسباب رکھنے کیوں لگا اور اس کے لیے جانے کی ضرورت کیوں پیش آنے لگی؟ در اصل یہاں "متاع" لغوی معنوں میں مستعمل ہوا ہے جیسا کہ قرآن نے ہر جگہ استعمال کیا ہے، یعنی فائدہ اٹھانے اور متمتع ہونے کے معنی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی غیر آباد مکان ہو اور تمہیں اس میں جانے کی ضرورت پیش آ جائے تو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ قال العطاء المراد بها الخرب التی یدخلها الناس للبول و الغائط (ابن کثیر)۔
۱۲۲	۹۶۹	اصل آیت میں "ایامی" کا لفظ ہے۔ عربی میں "ایم" کا اطلاق ایسی عورت پر ہوتا ہے جس کا شوہر نہ ہو، خواہ باکرہ ہو خواہ بیوہ اور مطلقہ۔ قال ابو عمرو و الکسائی: اتفق اهل اللغة علی ان الایم فی الأصل هی المرأة التی لا زوج لها، بکرا کانت أو ثیبا۔ و قال ابو عبید: یقال: رجل أیم و امرأة أیم۔ و اکثر ما یکون فی النساء و هو کالمستعار فی الرجال۔ و منه قول امیة

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		هے که اردو فارسی کے مترجموں نے الفاظ کی لغوی خصوصیات کی بهت کم رعایت کی هے . چنانچه اس کا ترجمه بهی محض " روان کردن " اور " چلانا " اور " هنکانا " کیا هے اور اس طرح اصل لفظ کی لغوی حصوصیت گم هو گئی هے .
١٢٦	٩٨٠	اصل آیت میں " یجعله رکاما " هے اور " رکم " کے معنی هیں چیزوں کا تہ در تہ هو جانا اور مل جل کر ایك هو جانا ، دونوں مفهوم شامل هیں . یقال : رکم الشیء یرکمه رکما ، ای جمعه و القی بعضه علی بعض . و الرکمة الطین المجموع (ابن سیده) .
١٢٧	٩٨١	قال الأخفش : ان " من " فی " من حبال " و فی " من برد " زائدة . و الجبال و البرد فی موضع نصب ، ای ینزل من السماء بردا یکون کالجبال (کشاف) .
١٢٨	٩٨٩	" طاعة معروفة " میں اگر " طاعة " کو مبتدا محذوف کی خبر قرار دیا جائے تو یه مطلب

حاشیه نمبر	صفحه نمبر	عبارت حاشیه
		رکھا جائے اور قندیل پر بھی جو لٹکائی جائے. پس یہاں ”مشکاة“ سے مقصود دونوں صورتیں هو سکتی هیں. هم نے مجاهد کی تفسیر کو ترجیح دی اور ”قندیل“ ترجمه کیا. کیوں که تمثیل کا مقتضٰی اجزاء تمثیل کا زیاده سے زیاده حسن و توافق چاهتا هے اور اس کے لیے قندیل هی زیاده موزوں هے.
١٢٤	٩٧٧	”السراب“ ما یری فی المفاور من لمعان الشمس عند اشتداد حر النهار علی صورة الماء. و سمی سرابا لأنه یسرب، ای یجری کالماء.
١٢٥	٩٨٠	اصل میں ”یزجی سحابا“ هے اور ”ازجاء“ کے معنی کسی چیز کو آهسته آهسته چلانے کے هیں: ”الازجاء“ السوق قلیلا قلیلا. و منه قول النابغة: انی أتیتك من اهلی و من وطنی ازجی حشاشة نفس بابها رمق چوں که بادل کی چادریں آهسته آهسته آتی هوئی دکھائی دیتی هیں، اس لیے بلاغت چاهتی تھی که اسی لفظ سے اسے تعبیر کیا جائے. افسوس

اشاریه

ترجمان القرآن ج – ٤

الآثار الباقیه : ٤٣٩ ۔

آدار : ٧٧١ ۔

آدم : ٢٩٦ ، ٣٧٦ ، ٦٤٣ ، ٦٤٤ ، ٦٤٥ ، ٧٢١ ۔

آذر : ٧٧١ ، ١٠٢٨ ۔

آذر بائی جان : ٤٨٠ ، ٥٢٩ ۔

آرامی : ٧٢٥ ، ٧٢٧ ، ٧٢٨ ، ٧٣٠ ، ٧٣٣ ۔

آرمینیا : ٥٢٢ ، ٦٦٤ ۔

آریا : ٤٩٢ ، ٥١٣ ، ٥١٤ ۔

آریانا ویجو : ١٠٢٥ ۔

آریانا ویچ : ١٠٢٥ ۔

آریاورت : ٥١٤ ۔

آریا ویچ : ١٠٢٥ ۔

آشور بنی پال (Assurbanipal) : ٤٧٧ ، ٦٦٣ ۔

حاشیہ نمبر	صفحہ نمبر	عبارت حاشیہ
		بھی ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کی طاعت جس پر یہ قسمیں کھا رہے ہیں، مشہور و معلوم ہے، یعنی منافقانہ طاعت ہے . لیکن ہم نے "طاعة" کو مبتدا قرار دیا ہے اور اس کی خبر مقدر ٹھیرائی ہے: ای طاعة معروفة اولی بکم من ایمانکم، کیوں کہ یہ اس محل میں زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے .



ابن جریج : ٣٢٤ ۔
ابن جریر : ١٠١٥ ، ١٠٣٤ ، ١٠٤١ ۔
ابن سیدہ : ١٠٣٨ ، ١٠٥٩ ، ١٠٦١ ۔
ابن عباس (دیکھو : عبد اللہ) ۔
ابن علقمی : ٧٥٦ ۔
ابن کثیر (حافظ) : ٣٢٤ ، ٥٠٦ ، ١٠٥٨ ۔
ابن کیسان : ١٠٤٥ ۔
ابن اللہ : ٥٥٧ ۔
ابن مردویہ : ١٠١٤ ۔
ابن مریم : ٨٩٦ ۔
ابن مسعود (دیکھو: عبد اللہ) ۔
ابن مسکویہ : ٤٣٩ ۔
ابن المنذر : ٦٧٠ ۔
ابن ہشام : ٦٧٥ ۔
ابن ہمام : ٧٨٧ ۔
ابو بکر : ٩٦٣ ۔
ابو حمزہ اصفہانی : ٤٣٩ ۔
ابو حنیفہ (امام) : ٦٦٠ ، ٧٨٤ ۔
ابو ذر : ٧٢٢ ۔
ابو عبید : ١٠٥٨ ۔

آشوری : ٣٤٣، ٤٤٠، ٤٧٤، ٤٧٥، ٤٧٧، ٥٠٢، ٥٢٢، ٥٢٨، ٦٣٧، ٧٢٧، ٧٢٩ .

آکسفورڈ (Oxford) : ٤٧٣ .

آل یعقوب : ٥٤٥ .

آمن رع (Ammon Ra) : ٦٥٤، ٦٥٥ .

آنحضرت (دیکھو : پیغمبر اسلام) .

آنرومین : ١٠٣٠ .

آنك تیل (Anquetil) : ٥٠٠ .

آهنی دروازه : ٥٣١، ٥٣٧ .

ابراهیم : ٤٨، ٧٧، ٧٩، ٨٠، ١١٢، ١١٣، ١١٤، ٢٣٩، ٢٤٠، ٥٦١، ٥٦٢، ٥٦٣، ٥٦٦، ٥٦٧، ٦٩٩، ٧٠٠، ٧٠١، ٧٠٢، ٧٠٣، ٧٠٤، ٧٠٥، ٧٠٦، ٧٢١، ٧٢٦، ٧٦٨، ٧٦٩، ٧٧١، ٧٧٣، ٧٧٦، ٧٧٧، ٧٧٨، ٧٨٠، ٧٨١، ٧٨٢، ٧٨٤، ٧٩٠، ٨١٤، ٨٢١، ٨٢٢، ٨٢٧، ٨٤٩، ١٠٠٢، ١٠٥٣ .

ابرهه : ١٦٢ .

ابن ابی حاتم : ٦٧٠، ١٠١٤ .

ابن ابی الحدید : ١٠٥٢ .

ابن اسحاق : ٣٢٢ .

ابن الأنباری : ١٠٤١ .

ابن تیمیه (شیخ الاسلام) : ٥٠٦، ٧٥٠ .

اردو : ۱۰٤۲ ، ۱۰٤۳ ۔
ارسطو (Aristotle) : ٤٧١ ، ۹۲۹ ، ۹۳۰ ۔
ارفکسد (بن سام) : ۱۰٤۷ ۔
ارم بن سام : ۷۲٥ ۔
ارمنی : ٥۳۱ ، ٥۳٥ ، ٥۳٦ ۔
ارمیتی : ۱۰۲۷ ۔
ارنسٹ ھیکل (Arnst Haeckel) : ۸۷۰ ، ۹۳۱ ، ۹۳۲ ، ۹٤۳ ، ۹٤٤ ۔
اُروان : ۱۰۳۰ ۔
اسپارٹا (Sparta) : ٤٥٥ ۔
اسٹرابو (Strabo) : ۱۰۳٦ ۔
اسٹیاگس (Astyages) : ٤٤۲ ، ٤٥٤ ۔
اسحاق : ۸۰ ، ٥٦٤ ، ٥٦٦ ، ۷۰۷ ، ٦۲٦ ۔
اسراء : ۲٥۱ ، ۳۲۲ ، ۳۲۳ ، ۳۲٤ ، ۳۲٥ ۔
اسرائیل : ٥٦۷ ۔
اسفارھند : ۷۳۱ ۔
اسکندر (دیکھو : سکندر) ۔
اسکندریہ : ٥۹٤ ، ۱۰۳٤ ۔
اسماعیل : ۸۰ ، ٥٦٥ ، ٥٦٦ ، ۷۳۲ ۔
اسورا : ۱۰۲۹ ۔

ابو العلاء (المعری) : ۹۳ ۔

ابو عمرو : ۱۰۵۸ ۔

ابیاہ (Abiah) : ٥٤٥ ۔

ابی سینیا (Abyssinia) : ۱۶۱، ۱۶۲ ۔

اپالو (Apallo) : ٤٦٦، ٤٦٧ ۔

اتر : ۱۰۲۸ ۔

اٹیلا (Attila) : ٥۲۰ ۔

اجمل (خاں) : ۱۰۳۲ ۔

اجنادین : ٥۸۷ ۔

احمد رفاعی (شیخ) : ٦٦۰ ۔

احیرام (Hiram) : ۷۲۹، ۷۳۰ ۔

الأخفش : ۱۰٦۱ ۔

ادریس : ٥٦٥، ٥٦٦، ۷۳۲ ۔

اڈنبرا : ۱۰٥۰ ۔

اڈورڈ براؤن (Edward Browne) : ۱۰۳٤ ۔

اربیل (Arbela) : ٤۸۷ ۔

ارتخششت (دیکھو: اردشیر) ۔

ارٹازرکسیز (Artaxerxes) : ۱۰۱٥، ۱۰۱٦، ۱۰۱۷ ۔

اردشیر (Xexes) : ٤٤۰، ٤۸۲، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸ ۔

اردشیر بابکانی : ٤۹۹، ۱۰٤۷ ۔

امرؤ القیس : ۷۲۷ ۰

امرتات : ۱۰۲۸، ۱۰۲٤ ۰

امرداد : ۱۰۲٤ ۔

امشاسپند (Amshaspand) : ٤۹٤، ۱۰۲۸ ۰

امی : ۹۳۸ ۰

امی چند ۔ ۲۲۲ ۰

امیۃ بن ابی الصلت : ٤۰۹، ۱۰۱۲، ۱۰۵۸ ۰

امین مالوف (میجر جنرل) : ۱۰۵۵ ۔

اناتولیا : ۵۱۳، ۵۱٤، ۵۱۵، ۵۲۱، ٦٦٤، ۱۰۳۵ ۰

اناحیل : ۵۸۸، ۸۹۷، ۸۹۸ ۰

انتھونی جمکن سن (Anthoni Jenkinson) : ۵۳٦، ۵۳۸ ۔

انٹونن (Antonine) : ٤۹۹ ۰

انجیل : ۳۲۹، ۵۲۷، ۵٤۳، ۵٤۵، ۵٤۷، ۵٤۹، ۵۵۰، ۵۸۸، ۵۹۲، ٦۳۷، ۷٦٤ ۰

انزیو (Anzio) : ٤۲۳ ۔

انسائیکلو پیڈیا آف رلیجن اینڈ ایتھکس (Encyclopaedia of Religion and Ethics) : ۱۰٤٤ ۰

انسائیکلو پیڈیا ببلیکا (Encyclopaedia Biblica) : ۱۰٤۰ ۰

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (Encyclopaedia Britannica) : ۵۳۹ ۰

انشان (Anshan) : ٤۷٤ ۔

اشا : ۱۰۲۷ ۔
اُشا (Usha) : ۱۰۵۰ ۔
اشپیگل (Spiegel) : ۱۰۲۵ ۔
اشی : ۱۰۲۸ ۔
اصحاب الایکۃ : ۱۱۹ ۔
اصحاب الحجر : ۱۱۹ ۔
اصحاب حدیث : ۷۸۷ ۔
اصحاب کہف : ۳۵۰ ، ۴۰۵ ، ۴۰۸ ، ۴۰۹ ، ۴۱۰ ، ۴۱۱ ، ۴۱۴ ، ۴۱۵ ، ۴۱۶ ، ۴۱۸ ، ۴۲۵ ، ۴۲۹ ۔
اصحاب مدین : ۸۲۷ ۔
اصطخر (Pasargadae) : ۴۳۷ ، ۴۶۱ ، ۴۸۸ ، ۴۹۹ ، ۵۰۱ ، ۵۴۰ ۔
اصطخری : ۵۳۰ ۔
اصلیت انواع (Origin of Species) : ۹۳۱ ۔
اعمش : ۶۶۹ ۔
افیسس (Aphesus) : ۴۰۶ ۔
اقانیم ثلاثہ : ۵۸۹ ۔
اکادی (Akkadian) : ۴۷۵ ، ۴۷۷ ، ۶۶۴ ، ۷۲۸ ، ۱۰۴۴ ۔
اک بتانا (Ecbatana) : ۱۰۲۱ ۔
الامان (Alamann[1]) : ۵۱۴ ۔
الیشبع (Elisabeth) : ۵۴۵ ، ۵۵۰ ۔

ایریانہ : ٥١٤ ۔

ایریانہ ویجو (Airyana Vigo) : ٤٨٥ ۔

ایزیز (Isis) : ٥٩٤ ، ٦٥٤ ، ٦٥٥ ۔

ایزین جبر (Ezion-geber) : ١٠١٢ ۔

ایکیمی نیز (Achaemenes) : ٤٤١ ، ١٠١٩ ۔

ایلامی : ٤٧٧ ۔

ایلیڈ (Iliad) : ٤٧٧ ۔

اینٹورپ (Antwerp) : ٧٩٤ ۔

اینشینٹ پرشیا اینڈ ہر پرافٹ (Ancient Persia and her Prophet) :
١٠٢٦ ۔

ایوب : ٧١٦ ، ٧١٧ ، ٧١٨ ، ٧١٩ ، ٧٢٠ ، ٧٢٥ ، ٧٢٦ ، ٧٣٠ ،
١٠٤٧ ۔

دی ایوا لیوشن آف مین (Evolution of Man) : ٩٣٢ ، ١٠٥٥ ۔

دی ایوا لیوشن آف دی موناسٹک آئیڈیل
(The Evolution of the Monastic Ideal) : ١٠١٥ ۔

بائی نائل اینڈ ٹگریز (By Nile and Tigris) : ١٠١٥ ۔

الباب : ٥٣١ ۔

باب الابواب : ٥٣١ ، ١٠٣٥ ، ١٠٣٦ ۔

باب الترک : ٥٣١ ۔

باب الخزر : ٥٣١ ۔

باب کاسپین : ٥٣٥ ۔

انطاکیہ (Antioch) : ۴۰۶ ۔
انگرامینو (Angramainyu) : ۴۹۴ ، ۱۰۳۰ ۔
انگریزی : ۱۰۳۷ ۔
اُور (Ur) : ۵۶۶ ، ۶۶۲ ، ۶۹۹ ، ۷۷۰ ۔
اوزبك : ۷۴۷ ۔
اوزیرس (Osiris) : ۶۵۴ ۔
اوستا : ۴۸۵ ، ۴۹۹ ، ۵۰۰ ، ۵۱۴ ، ۱۰۲۵ ، ۱۰۲۶ ، ۱۰۲۸ ، ۱۰۲۹ ، ۱۰۳۰ ، ۱۰۴۸ ۔
اوکتائی خان : ۷۴۸ ، ۷۵۷ ۔
اھرمن : ۴۹۴ ، ۱۰۳۰ ۔
اھل کتاب : ۳۲۰ ، ۳۹۸ ، ۴۱۵ ، ۱۰۳۱ ، ۱۰۳۲ ۔
اھورا : ۱۰۲۹ ۔
اھورا مزدہ : ۴۸۸ ، ۴۹۳ ، ۴۹۴ ، ۴۹۵ ، ۴۹۸ ، ۵۰۰ ، ۵۰۱ ، ۵۰۲ ، ۵۰۳ ، ۵۰۴ ، ۱۰۲۵ ۔
ایام اللہ : ۵۱ ، ۵۲ ، ۵۶ ، ۵۷ ، ۶۴ ۔
ایچ والڈ (Eichwald) : ۵۳۸ ۔
ایران : ۴۳۸ ، ۴۳۹ ، ۴۴۰ ، ۴۴۱ ، ۴۵۶ ، ۴۵۸ ، ۴۶۰ ، ۴۸۶ ، ۴۹۰ ، ۴۹۲ ، ۴۹۹ ، ۵۰۴ ، ۵۱۴ ، ۵۱۵ ، ۵۲۱ ، ۵۲۲ ، ۵۳۰ ، ۵۳۴ ، ۵۴۰ ، ۶۶۰ ، ۱۰۱۳ ، ۱۰۲۹ ، ۱۰۴۷ ، ۱۰۵۲ ۔
ایرانی : ۳۴۳ ، ۴۸۴ ، ۴۸۵ ، ۴۹۶ ، ۵۰۰ ، ۵۰۲ ، ۵۰۳ ، ۵۰۴ ، ۵۳ ، ۶۳۷ ، ۷۱۲ ، ۱۰۲۶ ، ۱۰۳۱ ، ۱۰۳۲ ۔

بحیرۂ یورال : ٧٥٤ ۔

بخارا : ٥٣٦ ۔

بخاری : ٣٢٥، ٧٥٢، ٧٨٥، ٧٨٧، ٧٨٩، ٧٩٠، ١٠١٠، ١٠١١، ١٠١٥، ١٠٣٩، ١٠٥٣ ۔

بخت نصر (= نبوخد نصر) : ٢٥٣، ٤٤٠، ٤٤٤، ٤٧٥، ٤٩٩، ٥ ٧، ٥٣٩ ۔

بدھ مذہب : ١٠٠٩ ۔

برادران یوسف : ١٠٤٢ ۔

برار : ٢٢٢ ۔

بردیہ (Smerdis) : ٤٨٦ ۔

برسٹڈ (J. H. Breasted) : ١٠٤٤ ۔

برطانی : ١٠٥٣ ۔

برھمن (وید) : ١٠٥٠ ۔

بصرا : ٥٨٧ ۔

بطرا (= پٹرا) : ٤٠٦، ٧ ٤ ۔

بعل : ٤٤٨ ۔

بغداد : ٧٥٥، ٧٥٦، ٧٥٧ ۔

بکٹریا (Bactria) : ٤٤١، ٤٤٣، ٤٥٨، ٥١٤ ۔

بلخ : ٤٥٨، ٤٧٢، ٥١٤، ٧٤٨ ۔

بلی ساریوس (Belisarius) : ٥٣٢ ۔

بابل: ۹۳، ۲۵۳، ۴۳۴، ۴۳۶، ۴۴۰، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۴، ۴۵۷، ۴۷۲، ۴۷۵، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۹۹، ۵۰۷، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۳۴، ۵۳۹، ۶۰۲، ۷۲۵، ۷۳۰، ۷۷۰، ۱۰۱۳، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۶، ۱۰۵۹ ۔

بابلی: ۳۴۳، ۴۴۰، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۵۲۸، ۷۱۱، ۷۲۵، ۷۲۸، ۷۲۹ ۔

باختر: ۴۴۱، ۴۴۳، ۴۸۵ ۔

بازنطینی (Byzantine): ۵۸۷ ۔

باسفورس (Bosphorus): ۵۲۳، ۵۲۶ ۔

باطنیہ: ۲۰۵ ۔

بج (E. A. W. Budge): ۱۰۱۵، ۱۰۴۵ ۔

بحر احمر (Red Sea): ۷۱۳، ۷۱۴، ۱۰۱۲ ۔

بحر اسود (Black Sea): ۴۴۱، ۴۵۵، ۴۵۹، ۴۶۰، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۶، ۷۴۵، ۷۵۴ ۔

بحر ایجین (Aegean Sea): ۴۵۷، ۴۷۲ ۔

بحر خزر (Caspian Sea): ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۵۲۲، ۵۲۹، ۵۳۶، ۵۳۸، ۷۵۴، ۱۰۳۶ ۔

بحر شام: ۴۵۵ ۔

بحر قلزم: ۱۲۱ ۔

بحر متوسط: ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵ ۔

پران : ٤٣٨ ۔

پراورتیش (Phraortes) : ٤٨٧ ۔

پروکوپیس (Procopius) : ٥٣٢، ٥٣٥ ۔

پنتھرا ثالی : ٥٩٥ ۔

پنجاب : ٥١٣، ٧٤٨ ۔

پہلوی ۔ ١٠٢٤ ۔

پوپ سلسٹائن پنجم (Pope Celestine V) : ٤٢٢ ۔

پیٹرو دا مرون (Pietro di Morrone) ۔ ٤٢٢ ۔

دی پیرا ڈائز (آر گارڈن) آف دی ہولی فادرس
(The Paradise (or Garden) of the Holy Fathers) : ١٠١٥ ۔

پیروان بدھ : ١٠٥١ ۔

پیغمبر اسلام ١٢٣،٢ ، ١٢٦ ، ٢٤٠ ، ٢٤٩ ، ٢٥٠ ، ٣٠٢، ٣٠٦،
٣٢٥ ، ٣٤٨ ، ٤١٠ ، ٤٥١ ، ٥٣٩، ٥٥٤ ، ٥٧٢، ٥٧٦،
٥٩٨ ، ٦٤٣ ، ٦٧٣ ، ٦٧٥ ، ٦٧٨ ، ٦٩٠ ، ٧٥٣، ٧٦٥،
٧٦٦ ، ٧٦٧ ، ٩٠٠ ، ٩٨٦ ، ١٠٠٢ ، ١٠٠٤ ، ١٠٠٥،
١٠٣١، ١٠٣٩ ۔

پیگان (Pagan) : ٤٢٣ ۔

تابوت احیرام : ٧٢٩ ، ٧٣٠ ۔

تاتاری : ٥١٠، ٥١٦، ٥٢٠ ، ٥٣١، ٦٦٠ ، ٧٤٥ ، ٧٤٧ ، ٧٤٩،
٧٥٤ ۔

بنارس : ٧٤٨ .
بنی اسرائیل : ۲۵۱ ، ۲۵۲ ، ۲۵۳ ، ۲۵٤ ، ۲۵۵ ، ۳۱۷ ، ۳۱۸ ، ٤۳٦ ،
٤٤٥ ، ٤٤٧ ، ٤٤٨ ، ٤٤٩ ، ٤٥۱ ، ٤٨٠ ، ٤٨۲ ، ٥٠٨ ،
٦٠۳ ، ٦۱۳ ، ٦۲٦ ، ٦۳۳ ، ٦٦۲ ، ٦٦٥ ، ٦٦٨ ، ٦٦٩ ،
۱٠۱٦ ، ۱٠٤٩ .
بنی یقطان : ۱٠٤٧ .
بہستون (Behistun = بے ستون) (دیکھو کتبۂ بے ستون) .
بوغاز کوئی (Boghazkoy) : ۱٠۳٥ .
بیبلس (Byblus) : ۷۳٠ .
بیت المقدس : ۲٥۱ ، ٤۳٦ ، ٤٤٤ ، ٤٤٧ ، ٤٤٨ ، ٤٧٨ ، ٤٩٩ ، ٥٠٧ ،
٥٦٠ ، ۱٠۲٠ .
البیرونی : ٤۳٩ ، ٤٤٠ ، ۱٠۳۲ .
بے ستون (= بہستون) (دیکھو کتبۂ بے ستون) .
بیل شازار (Belshazzar) : ٤۳٤ ، ٤٤٤ ، ٤٤٥ .
بینش فار : ۱٠۱٩ .
پارس (= فارس ــ Persia) : ٤٤٠ ، ٤٤۱ ، ۱٠۱٦ ، ۱٠۲۲ .
پارسی : ٤٦٥ ، ٥٠٠ ، ٥٠۲ ، ۱٠۱۷ ، ۱٠٤٨ .
پھاك کورائی : ٥۳٥ .
پٹرا (Petra) : ٤٠٦ ، ٤٠٧ ، ٤٠٩ ، ٤۳٠ .
پٹیریا (Pteria) : ٤٥٥ .

تیموجن (Temujin) : ۷۵۷ ۔
ٹائر (= صور ۔ Tyre) : ٤۸ ۱
ٹسی ٹس (Tacitus) : ۵۳۵ ۔
ٹفلس (Tiflis) : ۵۳۱ ۔
ٹیٹس (Titus) : ۲۵۳ ۔
ٹیز پیز (= چائش پش Teispes) : ۱۰۱۹ ۔
ٹی سیار (Ctesias) : ٤۳۸ ، ٤۵۷ ، ٤۷۰ ، ۱۰۲۲ ۔
ٹیوٹن (Teuton) : ۵۱٤ ۔
ٹیلر (H O Taylor) : ۱۰۱۵ ۔
ثمود : ۵۵ ، ۱۲۱ ، ۲۹۳ ، ۲۹٤ ، ۸۲۷ ۔
ثو بعل (Thubaal) : ۷۳۰ ۔
جارجیا (Georgia) : ۵۳۷ ۔
جارجیا وایران (Georgia and Iran) : ۵٤۰ ۔
جالیوس : ۹۲۹ ۔
جبریل (Gabriel) : ٤۳۵ ، ۵٤۷ ، ۵۵۰ ، ٦٦٦ ، ٦۷۰ ۔
جرمنی : ۷٤۵ ، ۷۹٤ ۔
جزیرۂ عرب : ٤۵ ، ۵٦٦ ، ٦٦٤ ، ۷۲۵ ۔
جزیرہ نمائے سینا : ٤۰۷ ، ۵٦٦ ، ۸۸۱ ، ۸۸٤ ، ۱۰٤۹ ۔
جسٹرڈ (M. Justerd) . ۱۰٤۵ ۔
جمر (= جومر ۔ Gomer) : ۵۰۷ ، ۵۲۷ ۔

تاجیک : ۷٤۷ ۰
تارخ (Terah) : ۷۷۱ ۰
تاریخ گزیده : ۷۵۰ ۰
تبریزی : ۹۳ ۰
تجارب الامم : ٤۳۹ ۰
تجرمه : ۵۰۷ ۰
ترجمهٔ سبعینی (Septuagin) : ۱ ۳٤ ۰
ترسیس (Tarshish) : ۷۱٤ ، ۷۳٤ ۰
ترک : ۷٤۷ ، ۷۵٤ ۰
ترکی : ۱۰۳۷ ۰
ترمذی : ۳۲۹ ، ۵۵٤ ۰
تل العبید : ۷۷۰ ، ۱۰۵۳ ۰
توبال : ۷ ، ۵ ، ۵۲۵ ، ۵۲٦ ، ۵۲۷ ۰
تورات : ۲۵۲ ، ۳۲۹ ، ٤۰٦ ، ٤۳٤ ، ٤٤۹ ، ٤۵۰ ، ٤۵۱ ، ٤۷۵ ، ٤۹۹ ، ۵۰۹ ، ۵۱٤ ، ۵۲۷ ، ۵۳۸ ، ٦۰۱ ، ٦۰۲ ، ٦۰۵ ، ٦۳۷ ، ٦٦۲ ، ٦٦٤ ، ۷۱۱ ، ۷۱٤ ، ۷۱۷ ، ۷۲۵ ، ۷۲٦ ، ۷۳۰ ، ۷۳٦ ، ۷٦٤ ، ۷۹۱ ، ۸۹٦ ، ۱۰۲ ، ۱۰۱٦ ، ۱۰۱۷ ، ۱۰۲۰ ، ۱۰۳٤ ، ۱۰٤۵ ، ۱۰٤۸ ۰
توفیق صدقی (ڈاکٹر) : ۵۹۱ ۰
تیراس : ۵۲۷ ۰

حاثور (Hathor) : ٦٥٤ .
حاجی آباد : ١٠٤٧ .
حاکم : ٦٧٠ .
حام : ٥٢٧ .
حبش : ١٦١ .
حتّی (= حتی ـ Hittites) : ٥١٤ ، ١٠٣٥ ، ١٠٤٤ ، ١٠٤٥ .
حجاز : ٦٦ ، ١٢١ ، ٤٠٩ .
حجر : ١١٩ ، ١٢١ .
حجر سیناء : ١٠٤٩ .
حجی : ٤٨٢ .
حذیفة بن الیمان : ٣٢٢ .
حزقیل : ٢٥٣ ، ٤٨١ ، ٥٠٧ ، ٥٠٨ ، ٥٢٥ ، ٥٣٩ .
حسن : ٣٢٢ ، ٣٢٤ ، ٧٣٥ .
حسن پاشا محمود : ٩٤٠ .
حضرموت : ١٠٤٦ .
الحماسه : ١٠٠٨ .
حمزه : ٦٦٩ .
حمص : ٥٨٧ .
حمورابی (Hammurabi) : ٧٢٠ .
حنفی : ٦٦٠ ، ٧٥٥ .

جہم بن صفوان : ۲۰۵ ۔
جھنڈ (وید) : ۱۰۵۰ ۔
جوج : ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۲۵ ۔
جوزف مکیب (Joseph MacCabe) : ۱۰۵۵ ۔
جوزیفس (Josephus) : ۴۷۸، ۵۳۲ ۔
جے پور : ۲۲۲ ۔
جیحون : ۷۴٦، ۷۵۴ ۔
جیکسن (دیکھو ولیمس جیکسن) ۔
جیمس مورير (James Morier) : ۵٤٠ ۔
جیوئش انسائیکلو پیڈیا (Jewish Encyclopaedia) : ۵۳۹ ۔
چائش پش (Teispes) : ۱۰۱۹ ۔
چارلس فارسٹر (Charles Forster-Rev.) : ۱۰۳۳ ۔
چترت خمه (Chitratkhama) : ٤۸۷ ۔
چرکس : ۷٤۷ ۔
چنگیز خاں : ۵۲۰، ۵۲٤، ۷٤۸، ۷۵۵، ۷۵٦، ۷۵۷ ۔
چنوت : ۱۰۳۱ ۔
چین : ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۲۳، ۵۲٤، ۷٤۵ ۔
چینی : ۵۱۰، ۵۲۵، ٦۳۷، ۷۵۱ ۔
چینی ترکستان : ۵۱۱ ۔
حاتم : ۹۹۹ ۔

خیوا : ٧٥٥ .

دارا (= دارایوش - Darius) : ٤٣٩ ، ٤٤٠ ، ٤٥٨ ، ٤٦١ ، ٤٧٠ ، ٤٧٢ ، ٤٨٣ ، ٤٨٥ ، ٤٨٦ ، ٤٨٧ ، ٤٨٨ ، ٤٨٩ ، ٤٩٧ ، ٤٩٨ ، ٤٩٩ ، ٥٠٠ ، ٥٠١ ، ٥٠٢ ، ٥٠٣ ، ٥١٤ ، ٥٢٣ ، ٥٢٦ ، ٥٤٠ ، ١٠١٦ ، ١٠١٧ ، ١٠١٨ ، ١٠١٩ ، ١٠٢٠ ، ١٠٢١ ، ١٠٢٢ ، ١٠٢٧ ، ١٠٤٧ .

دار الندوہ : ٥٧٦ ، ٦٧٥ .

دانیال (Daniel) : ٤٣٣ ، ٤٣٤ ، ٤٣٥ ، ٤٤٤ ، ٤٤٦ ، ٤٤٩ ، ٤٥١ ، ٤٨١ ، ٥٤٢ ، ٧٨٢ ، ١٠١٦ ، ١٠١٧ ، ١٠١٩ ، ١٠٢٠ ، ١٠٢١ .

داود : ٢٩١ ، ٤٨٠ ، ٧٠٩ ، ٧١٠ ، ٧١١ ، ٧١٢ ، ٧١٧ .

دجلہ (Tigris) : ٦٦٣ ، ٧٤٦ ، ٧٧٠ .

دربند : ٥٢٩ ، ٥٣٠ ، ٥٣٧ ، ٥٣٨ ، ١٠٣٥ ، ١٠٣٦ ، ١٠٣٧ .

دربند نامہ : ١٠٣٦ ، ١٠٣٧ .

الدرر المضیئۃ : ٧٥٠ .

درۂ داریال (Darial Pass) : ٥٣١ ، ٥٣٣ ، ٥٣٤ ، ٥٣٦ ، ٥٣٧ .

درۂ کاکیشیا (Caucasian Pass) : ٥٢٥ .

دریاے ڈینیوب : ٥١٤ ، ٥٢٣ ، ٧٤٥ .

حیدر علی : ۲۲۲ ۔
حیرام (Hiram) : ۱۰٤۸ ۔
حیوانات فقاریہ (Vertebrate) : ۹٤٦ ۔
حیوانات قوازب (Amphibia) : ۹۳۳، ۱۰۵۵ ۔
حیوانات لبونہ (Mammals) : ۹۳۳، ۹۳٦، ۹٤٦ ۔
ختی (= حتی Hittites) : ۵۱٤، ۱۰۳۵ ۔
خدا کا مسیح (سائرس) : ٤٤۷، ٤٤۸، ٤۷٦، ٤۸۰، ٤۸۱،
٤۸۳ ۔
خراسان : ٤۸۵، ۷۵۱، ۷۵۵، ۷۵٦ ۔
خزاعہ : ۱۷۰ ۔
خزر : ۷٤۷ ۔
خسرو : ۱۰۱۷ ۔
خشترا : ۱۰۲۷ ۔
خضر : ٤۳ ۔
خلد آبی (Duck Bill) : ۹۳۳ ۔
خلیج عقبہ : ٤۰۷، ٤۰۹، ۷۱٤، ۷۲٦ ۔
خلیج فارس : ٦٦٤ ۔
خوارزم : ۷۵۵، ۷۵٦، ۷۵۷ ۔
خورس (Cyrus) : ٤٤۱، ٤٤۷، ٤٤۸، ٤۷٦، ۱۰۱۷، ۱۰۲۰ ۔
خیارشا : ٤٤۱ ۔

۵۰۰ ، ۵۰۹ ، ۵۲٤ ، ۵۲۵ ، ۵۳٦ ، ۵۳۷ ، ۵۳۸ ، ۵۳۹ ،
۵٤۰ ، ۵٤۱ ، ۷۵۰ ، ۷۵٤ ، ۱۰۱٦ ۔
ذو الکفل : ۷۳۲ ۔
ذو النون : ۷۳۲ ، ۷۳۳ ۔
رابرٹ کیر پورٹر (Sir Robert Kerr Porter) : ۵۰۱ ، ۵٤۰ ۔
راجا جیت سنگھ : ۲۲۲ ۔
رازی (امام) : ۳۰ ، ٤۳ ، ۵۰۵ ، ۹۸٤ ۔
راقیم : ٤۰٦ ، ٤۰۷ ۔
رالن سن (Rawlinson) : ۵۰۱ ، ۱۰۳۲ ، ۱۰۳۳ ۔
رامائن : ٤۳۸ ، ۷۳۲ ۔
رع (Ra) : ٦۵٤ ۔
رفاعه بك طهطاوی : ۹٤۰ ۔
رقیم : ٤۰٦ ، ٤۰۸ ، ٤۰۹ ، ٤۱۰ ۔
رگ وید : ۷۳۱ ، ۱۰۲۹ ، ۱۰۵۰ ۔
رنجیت سنگھ : ۲۲۲ ۔
رؤبة : ۱۰٤۳ ۔
روح القدس : ۳۲۱ ، ۵۹۲ ۔
روس (Russia) : ۵۳٦ ، ۵۳۸ ، ۷٤۵ ۔
روسی : ۱۰۳٦ ، ۱۰۳۷ ۔
روش (Russia) : ۵۰۷ ، ۵۲۵ ، ۵۲٦ ۔

دریاے سندھ : ٤٥٨ ۔

دریاے نیل : ٨٩٧ ۔

دقیقی : ٤٣٨ ، ١٠٣٥ ۔

دمشق : ٧٥٠ ۔

دین : ١٠٣٠ ۔

دینیہ : ١٠٣٠ ۔

دیوار چین (China Wall) : ٥٢٤ ۔

دیوار دربند : ٥٣٠ ، ٥٣٧ ، ٥٣٨ ۔

دیوان امیۃ بن ابی الصلت : ١٠٥٩ ۔

ڈارون (Darwin) : ٩٣١ ۔

ڈاپی (Delphi) : ٤٦٤ ، ٤٦٥ ۔

ڈی لافو (Dieulafoy) : ٥٤١ ، ١٠١٥ ۔

ڈیویلپ منٹ آف رلیجن اینڈ تھاٹ ان اینشینٹ ایجیپٹ
(Development of Religion and Thought in Ancient Egypt)
١٠٤٣ ، ١٠٤٤ ۔

ذھبی : ٦٧ ، ٧٥٠ ۔

ذوات الحیاتین (Amphibia) : ١٠٥٥ ۔

ذوات الکیس (Marsupils) : ٩٣٣ ۔

ذو القرنین : ٣٩٣ ، ٣٩٤ ، ٣٩٥ ، ٣٩٦ ، ٣٩٧ ، ٣٩٨ ، ٣٩٩ ، ٤٠٠ ،
٤٠١ ، ٤٣٠ ، ٤٣١ ، ٤٣٢ ، ٤٣٣ ، ٤٣٦ ، ٤٣٧ ، ٤٥١ ،
٤٥٢ ، ٤٦١ ، ٤٦٢ ، ٤٦٣ ، ٤٦٧ ، ٤٨٠ ، ٤٩١ ، ٥٠٤ ،

زینب بنت جحش : ٧٥٢ .

زینوفان (Xenophon) : ٤٣٨ ، ٤٦٦ ، ٤٦٧ ، ٤٦٩ ، ٤٧٢ ، ٤٧٤ ، ٤٩٠ ، ٤٩٦ ، ٥٣٤ .

سائرس (Cyrus) . ٤٣٦ ، ٤٣٧ ، ٤٣٨ ، ٤٣٩ ، ٤٤١ ، ٤٤٢ ، ٤٤٣ ، ٤٤٥ ، ٤٤٦ ، ٤٤٧ ، ٤٤٨ ، ٤٤٩ ، ٤٥٠ ، ٤٥١ ، ٤٥٢ ، ٤٥٣ ، ٤٥٤ ، ٤٥٥ ، ٤٥٦ ، ٤٦١ ، ٤٦٢ ، ٤٦٣ ، ٤٦٤ ، ٤٦٥ ، ٤٦٦ ، ٤٦٧ ، ٤٦٨ ، ٤٦٩ ، ٤٧١ ، ٤٧٢ ، ٤٧٣ ، ٤٧٦ ، ٤٧٧ ، ٤٧٨ ، ٤٨٠ ، ٤٨١ ، ٤٨٢ ، ٤٨٣ ، ٤٨٤ ، ٤٨٥ ، ٤٨٦ ، ٤٨٧ ، ٤٨٨ ، ٤٨٩ ، ٤٩٠ ، ٤٩١ ، ٤٩٨ ، ٤٩٩ ، ٥٠٤ ، ٥٠٧ ، ٥٠٨ ، ٥٠٩ ، ٥١٠ ، ٥٢٣ ، ٥٢٥ ، ٥٢٦ ، ٥٢٩ ، ٥٣٤ ، ٥٣٥ ، ٥٣٦ ، ٥٤٠ ، ٥٤١ ، ٥٤٢ ، ١٠١٦ ، ١٠١٧ ، ١٠١٩ ، ١٠٢٠ .

سارڈیس (Sardis) : ٤٥٤ ، ٤٥٥ ، ٤٥٦ .

سارہ : ٧٩١ .

سامان : ١٠٤٧ .

ساسانی : ٤٣٩ ، ٤٩١ ، ٤٩٩ ، ٥٠٠ ، ٥٣٠ ، ٥٣١ ، ١٠٣٠ ، ١٠٤٨ .

سامانی : ١٠٣١ ، ١٠٤٨ .

سام : ٥٢٧ ، ١٠٠٢ .

سامرہ : ٦٦٣ .

روم (Rome) : ٤٠٦، ٤٢٣، ٤٧٣، ٤٩١، ٤٩٦، ٥٢٠، ١٠٥٩ ۔

رومی: ٢٥٣، ٢٥٥، ٤٠٧، ٤٠٩، ٤٩١، ٤٩٦، ٥٢٠، ٥٢٤، ٥٢٧، ٥٣٢، ٥٣٥، ٥٣٦، ٩٧٣، ١٠١٣ ۔

زاراتهستر: ١٠٢٥ ۔

زاراتهسترا: ١٠٢٤ ۔

زارادسترو : ٤٨٤ ۔

زارادشتر: ١٠٢٥ ۔

زبور : ٢٩١، ٧١٢، ٧٢٦، ٧٦٠، ٧٦٢، ٧٦٣ ۔

الزبیر: ١٠٤٣ ۔

الزجاج: ١٠٤٥ ۔

زرتشت: ١٠٢٥، ١٠٢٨، ١٠٢٩، ١٠٣١ ۔

زردشت : ٤٨٤، ٤٨٥، ٤٨٨، ٤٨٩، ٤٩٠، ٤٩١، ٤٩٢، ٤٩٣، ٤٩٤، ٤٩٦، ٤٩٧، ٤٩٨، ٤٩٩، ٥٠٠، ٥٠٢، ٥٠٣، ٥٠٤، ١٠٢٥، ١٠٢٦، ١٠٣٦ ۔

زردهشت: ١٠٢٥ ۔

زرکسیز (= ارتخششت Xerxes) : ٤٨٢ ۔

زکریاه: ٤٨٢، ٥٤٤، ٥٤٥، ٥٤٦، ٥٤٧، ٥٥٠، ٥٥٣، ٥٨٨، ٧٣٨، ١٠٢١ ۔

زهیر: ١٠٤١ ۔

زوروسترا (Zoroastra–The Prophet of Ancient Iran) : ١٠٢٦ ۔

سلجوق : ٧٤٧ ، ٧٥٤ ، ٧٥٧ ۔
سلح (بن ارفکسد) : ١٠٤٧ ۔
سلسٹائن (Celestine--V-Pope) : ٤٢٢ ۔
سلیمان : ٤٤٦ ، ٧٠٩ ، ٧١٠ ، ٧١٣ ، ٧١٤ ، ٧١٦ ، ٧١٧ ، ١٠١١ ، ١٠١٨ ۔
سمرڈیز (Smerdis) : ٤٨٦ ۔
سمرنا (Samyrna) : ٤٥٦ ، ٤٥٧ ۔
سمیری (Sumeri) : ٦٦٢ ، ٦٦٣ ، ٦٦٤ ، ٦٦٥ ، ٧٢٥ ، ١٠٤٤ ۔
سندھیا : ٢٢٢ ۔
سنسکرت : ١٠٢٤ ، ١٠٥٠ ۔
سنی : ٦٦١ ، ٧٥٦ ۔
سوتر (وید) : ١٠٥٠ ۔
سور : ٥٣٦ ۔
سوشیانت (= سوشیانتو) : ١٠٣١ ۔
سول : ٥٣٦ ۔
سوم : ١٠٢٨ ۔
سوید بن ابی کاهل : ١٠٤٢ ۔
سیبویہ : ١٠٤١ ۔
سیتھین (Scythians) : ٥١٠ ، ٥١٤ ، ٥٢٢ ، ٥٢٣ ، ٥٢٤ ، ٥٢٥ ، ٥٢٦ ، ٥٣٤ ، ٥٣٥ ، ٥٣٩ ۔

سامری : ٦٢٨، ٦٣٠، ٦٣١، ٦٣٤، ٦٣٥، ٦٦٢، ٦٦٣، ٦٦٥، ٦٦٦، ٦٦٩ ۔

سبا (Sheba) : ٧٢٥ ۔

سدّ : ٤٣٢، ٤٣٣، ٤٥٩، ٥١٠، ٥٢٥، ٥٢٦، ٥٢٩، ٥٣٤، ٥٣٥، ٥٣٦، ٥٣٧، ٥٣٨، ٧٥٠، ٧٥١ ۔

سدی : ٤١٥، ٤٥١ ۔

سراقه بن مالك : ٧١٥ ۔

سردانا پالس (Sardana Palus) : ١٠٤٤ ۔

سرگون (Sargon) : ٤٧٥ ۔

سروش : ١٠٢٨ ۔

سریانی : ٧٢٨، ٧٣٠ ۔

سعادت علی خان : ٢٢٢ ۔

سعید بن جبیر : ٣٢٤، ٤٣٠، ٧٣٥ ۔

سفر ایوب : ٧٢٢، ٧٢٥، ٧٢٦، ٧٢٧، ٧٣١، ٧٣٢ ۔

سفیان : ١٠٥٢ ۔

سقراط (Socrates) : ٤٧٤ ۔

سکندر اعظم (Alexander the Great) : ١٨٣، ٣٠٧، ٤٣٣، ٤٣٥، ٤٣٨، ٤٣٩، ٤٧١، ٤٧٢، ٤٨٧، ٤٩٩، ٥٠٥، ٥٣٢، ٥٣٣، ٥٣٤، ٥٣٥، ٧١٢، ١٠٣٦ ۔

شمپانزی (Chimpanzee) : ٩٣٤، ٩٣٧ ۔

شمش : ٧٧٠، ٧٧٦، ٧٧٩ ۔

الشوکانی : ١٠١٤، ١٠٤١، ١٠٤٦ ۔

شیبا (Sheba) : ٧٢٥ ۔

شیبان : ١٠٤٢ ۔

شیخ الاشراق : ١٠٣٢ ۔

شیریں : ١٠٣٣ ۔

شیش بضر (Sheshbazzar) : ٤٤٦ ۔

شیعہ : ٦٦١، ٧٥٦ ۔

شین شیہ ھوانگ ٹی (Ch'ın Shih Huang Ti) : ٥٢٤ ۔

صابی : ٨٠٧ ۔

صاحب تاریخ گزیدہ : ٧٥٥ ۔

صاحب موسیٰ : ٤٣٠ ۔

صحاح : ٧٦٩ ۔

صحرائے سیناء : ٦٢٦، ٦٢٧ ۔

صحیحین : ٢٢٤، ٣٢٣، ٤٣٠، ٧٨٤، ٧٨٥، ٧٨٧، ٧٨٩، ٧٩٠ ۔

صور (Tyre) : ٥٨٧، ٧١٤، ١٠٤٨ ۔

صور الکواکب : ٩٣ ۔

الصوفی (عبد الرحمن) : ٩٣ ۔

ضحاک : ٤١٥ ۔

سید احمد خان (سر) : ٥٩١ ، ٩٤٠ .
سیراپیز (Serapis) : ٥٩٤ .
سینٹ بینی ڈکٹ (Saint Benedict) : ٤٢٢ ، ٤٢٣ ، ٤٢٤ .
سینٹ پال (Saint Paul) : ٥٥٧ .
سینٹ پیٹرس برگ (Saint Peters burg) : ١٠٣٧ .
سینٹ گری گوری (Saint Gregory) : ٤٢٣ .
سیوطی (حافظ) : ٧٥٠ .
شاپور (ساسانی) : ١٠٤٧ .
شافعی (امام) : ٦٦٠ .
شافعی : ٦٦٠ ، ٧٥٥ .
شام : ٩٣ ، ١٢١ ، ٣٧١ ، ٤٠٧ ، ٤٠٩ ، ٤١٥ ، ٤٢٩ ، ٤٥٥ ، ٤٦٠ ، ٤٨٦ ، ٥٣٤ ، ٥٨٧ ، ٦٦٠ ، ٦٦٤ ، ٧١٣ ، ٧١٥ ، ٧١٦ ، ٨٩٨ ، ١٠٠٣ ، ١٠٢٦ ، ١٠٥٩ .
شاہ طہماسپ صفوی : ٥٣٨ .
شاہ عالم : ٢٢٢ .
شاہنامہ : ٤٣٩ ، ٤٤٢ ، ٤٨٤ ، ١٠١٧ .
شرح التبریزی علی الحماسہ : ١٠٠٨ .
شرح نہج البلاغہ : ١٠٥٢ .
شروان : ٥٣٨ .
شریك بن عبد اللہ : ٧٩٠ .

عرب : ٦٦ ، ٧٩ ، ٩٣ ، ١٢٠ ، ١٢١ ، ١٧٠ ، ١٧٣ ، ١٨٣ ، ٢٢٢ ، ٢٣٧ ، ٢٣٩ ، ٢٥١ ، ٢٩٤ ، ٣٤٢ ، ٣٤٣ ، ٣٧١ ، ٤٠٧ ، ٤٠٨ ، ٤٠٩ ، ٤١٥ ، ٤٣٨ ، ٤٣٩ ، ٤٤٠ ، ٤٦٠ ، ٤٧٢ ، ٥٣٢ ، ٥٣٩ ، ٥٦٦ ، ٦٦٣ ، ٧٢٥ ، ٧٢٦ ، ٧٥٤ ، ٨٧٦ ، ٩٣٨ ، ٩٥١ ، ٩٧١ ، ٩٧٣ ، ١٠١٢ ، ١٠١٦ ، ١٠١٧ ، ١٠١٨ ، ١٠٢٦ ، ١٠٣٢ ، ١٠٣٥ ، ١٠٤٥ ، ١٠٤٧ ، ١٠٥١ ۔

عارب عاربہ : ٧٢٥ ۔

عربی : ٧٢٥ ، ٧٢٦ ، ٧٢٧ ، ٧٢٨ ، ٧٢٩ ، ٧٣٠ ، ٧٣١ ، ٧٣٣ ، ٧٤٦ ، ٨٨٣ ، ٨٨٩ ، ٩٤٣ ، ١٠١٢ ، ١٠١٧ ، ١٠٤٠ ، ١٠٤٢ ، ١٠٤٨ ، ١٠٤٩ ۔

عزرا (Ezra) : ٤٤٦ ، ٤٨٢ ، ٤٩٩ ۔

العطاء : ١٠٥٨ ۔

عقبہ : ١٠١١ ۔

عک : ١٠٤١ ۔

عکرمہ : ٣٢٤ ۔

عکل : ١٠٤١ ۔

علم الدین برزالی (حافظ) : ٧٥٠ ۔

علم الجنین (Embryology) : ٩٣٠ ، ٩٣١ ۔

علی : ٦٧٠ ، ١٠٣٢ ۔

عمان : ١٠١١ ، ١٠٤٦ ۔

طرابلس : ٥٨٧ ۔
طوس : ٧٥٥ ۔
طوط (Thoth) : ٦٥٤ ۔
طوفان نوح : ٢٥٢ ۔
طویٰ : ٦٠٠ ، ٦٠٢ ۔
طی : ١٠٤١ ۔
عائشہ : ٣٢٢ ، ٩٥٦ ، ٩٦٢ ۔
عاد : ٥٥ ، ٨٢٧ ، ١٠٤٦ ۔
عالم آفاق : ٨٧٩ ، ٨٨٠ ۔
عالم انفس : ٨٧٩ ، ٨٨٠ ۔
عبد الرحمن (الصوفی) : ٩٣ ۔
عبد القادر جیلانی (شیخ) : ٦٦٠ ۔
عبد اللہ بن ابی : ٥٧ ۔
عبد اللہ بن عباس : ٩٤ ، ٣٢٤ ، ٣٢٥ ، ٤٢٩ ، ١٠١٤ ، ١٠٣٩ ، ١٠٤١ ۔
عبد اللہ بن مسعود : ٤٢٩ ، ١٠١٥ ۔
عبر : ١٠٤٧ ۔
عبرانی : ٤٣٢ ، ٤٤١ ، ٥١١ ، ٧١٠ ، ٧١١ ، ٧٢٥ ، ٧٢٧ ، ٧٣٣ ، ٨٩٧ ، ٩٤٣ ، ١٠٠٢ ۔
عثمان بن عفان : ١٦١ ۔
عراق : ٩٣ ، ٤٦٠ ، ٥٢٠ ، ٦٦٥ ، ٧٧٠ ۔

فحول الشعراء: ١٠١٢، ١٠٥٩ ۔
فرات: ٦٦٣، ٧٧٠، ١٠٤٤ ۔
فرانك (Frank): ٥١٤ ۔
فراوشی: ١٠٣٠ ۔
فردوسی: ٤٣٨، ١٠٢٥، ١٠٣٦ ۔
فرعون: ٥٢، ٥٣، ٣١٧، ٣١٨، ٦٠٣، ٦٠٥، ٦٠٨، ٦١١، ٦١٢، ٦١٤، ٦١٦، ٦١٧، ٦٢١، ٦٢٢، ٦٢٤، ٦٢٥، ٦٢٦، ٦٥٣، ٦٥٤، ٦٥٥، ٦٤٧، ٦٥٨، ٦٥٩، ٦٦١، ٨٩٥ ۔
فرهاد: ١٠٣٣ ۔
فروم کونسٹینٹی نوپل ٹو دی هوم آف عمر خیام
(From Constantinople to the Home of Omar Khayyam).
١٠٣٦، ١٠٣٧ ۔
فریڈرك وولف (Friedrich Wolff): ٩٣١ ۔
فضائل بنی عباس: ٧٥٠ ۔
فقهاء حنیفه: ٧٨٧ ۔
فلسطین: ١٢١، ٤٠٧، ٤٢٤، ٤٧٨، ٦٦٤، ٧٠٩، ٧١٤، ٧١٥، ٧١٦، ٨٩٧، ١٠٥٢ ۔
فلسفهٔ ویدانت: ٣٠٤ ۔
فلیڈلفیا (Philadelphia): ١٠٥٣ ۔
فوطه: ٥٠٧ ۔
فینیقی (Phoenician): ١٠٤٩ ۔

عمر خیام : ۱۰۳۶، ۱۰۳۷ ۔
عہد عتیق : ٤٥٠، ٥٠٦، ٥٠٧، ٥٠٩، ٧١٧، ٧٢٦، ٧٣٣ ۔
عوض (Uz) : ٧١٧، ٧٢٥ ۔
عیسٰی : ٥٥٦ ۔
عیسائی : ١٦٣، ٣٤٣، ٣٤٤، ٤١٩، ٤٢٠، ٤٢٣، ٤٢٤، ٥٤٣، ٥٥٧، ٥٥٩، ٥٨٢، ٥٨٧، ٥٨٩، ٥٩١، ٥٩٢، ٥٩٣، ٦٧٦، ١٠١٣ ۔
عیلام : ٦٦٤ ۔
غزالی (امام) : ٢٤٧ ۔
فائو سنچریز آف رلیجن (Five Centuries of Religion) : ١٠١٥ ۔
فائیو گریٹ منارکیز آف دی اینشینٹ ایسٹرن ورلڈ
(Five Great Monarchies of the Ancient Eastern World).
١٠٣٢ ۔
فارس (Persia) : ٤٣٥، ٤٣٦، ٤٣٧، ٤٣٨، ٤٣٩، ٤٥٢، ٤٥٤، ٤٥٦، ٤٧٠، ٤٧٤، ٤٨٤، ٤٨٨، ٤٨٩، ٤٩٢، ٥٠٧، ٥١٣، ٥١٤، ٥٢٣، ١٠١٦، ١٠١٩، ١٠٢٤، ١٠٢٨ ۔
فارسی : ١٠٣٦، ١٠٤٨ ۔
فارع (Phara) : ٦٥٤ ۔
فتا (Ptah) : ٦٥٤ ۔
فتح القدیر : ١٠١٤، ١٠١٥، ١٠٣٩، ١٠٤٢، ١٠٤٣، ١٠٤٦ ۔

کاوی : ٤٩٣ ، ١٠٢٩ ۔
کتاب الحیوانات : ٩٢٩ ۔
کتاب الهند : ٤٣٩ ۔
کتبۂ اصطخر : ٥١٤ ، ١٠٤٧ ۔
کتبۂ بے ستون : ٤٨٧ ، ٤٨٨ ، ٤٩٧ ، ٥٠١ ، ١٠١٦ ، ١٠١٨ ، ١٠٣٣ ، ١٠٤٧ ۔
کرد : ٧٤٧ ۔
کرغز : ٧٤٧ ۔
کروئسس (Croesus) : ٤٤٣ ، ٤٥٤ ، ٤٥٥ ، ٤٦٢ ، ٤٦٤ ، ٤٦٥ ، ٤٦٦ ۔
کسائی : ٦٦٩ ، ١٠٥٨ ۔
کسدی (Chaldeans) : ٧٢٥ ۔
کشاف : ١٠٦١ ۔
کشتی نوح : ٨٨٧ ، ٨٨٨ ۔
کعبه : ٢٥١ ، ٨١٤ ۔
کلبی : ١٠٤١ ۔
کلپ : ٤٩٣ ۔
کلدانی : ٧٢٧ ، ٧٢٨ ، ٧٣٣ ، ٩٧٣ ۔
کبوجیه (= کیقباد ـ Cambyses) : ٤٨٦ ، ١٠١٧ ، ١٠١٩ ۔
کنانه : ١٧٠ ۔

قاصی (Kassites) : ۱۰٤٤، ۱۰٤٥ ۔
قبلائی : ۷۵۷ ۔
قتادہ : ۳۲٤، ۱۰۱۵ ۔
قجر : ۷٤۷ ۔
قرطبی (امام) : ٤۲۹، ٤۵۱ ۔
قریش : ٤۹، ٦٦، ۷۳، ۷٤، ۷۸، ۷۹، ۳٤۳، ٤۰۹، ٦۷۵، ٦۷٦،
۷۱۵، ۷۲۹، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲٤ ۔
قزوینی : ۵۳۰ ۔
قس بن ساعدۃ الایادی : ۱۰۰۸ ۔
القسطاس المستقیم : ۲٤۷ ۔
قطرب : ۱۰٤۱ ۔
قفقاز (Caucasus) : ۱۰۳٦ ۔
کاؤلٹن (G. G. Coulton) : ۱۰۱۵ ۔
کاپان کورائی : ۵۳۵ ۔
کارپان : ٤۹۳، ۱۰۲۹ ۔
کاسپین پورٹا (Caspian Porta) : ۵۳۵ ۔
کاظم بک : ۱۰۳۷ ۔
کاکیشیا (Caucasus) : ٤۵۹، ٤٦۱، ۵۲۲، ۵۲۹، ۵۳۱، ۵۳۳،
۵۳٤، ۵۳٦، ۵۳۸، ۱۰۳٦ ۔
کالڈیا (Chaldaea) : ۷۸۰، ۷۸۲ ۔

کیم بی سیز (Cambyses) : ٤٨٦، ٤٨٨، ٤٨٩، ١٠١٧، ١٠١٩ ۔

کیوکز (Kavkaz) : ١٠٢٦ ۔

گاتھا : ٤٩٣، ٥٠٠، ١٠٢٧، ١٠٢٨ ۔

گاڈلے (A. D. Gadley) : ١٠٢٢ ۔

گاگ (Gog) : ٥٣٩ ۔

گاگ میگاگ (Gog Magog) : ٥٠٩، ٥١٥ ۔

گبن (Gibbon) : ٥٦٠، ٩٣٤ ۔

گڈروسیا (Gedrosia) : ٤٤٣، ٤٥٨ ۔

گرنڈی (G. B. Grundy) : ٤٧٣، ٤٩٤، ١٠٣٠ ۔

گریٹ پرشین وار (Great Persian War) : ٤٧٣ ۔

گشتاسپ (= وشتاسپ - Vishtasp) : ٤٨٤، ٤٨٥، ١٠٢٥ ۔

گلڈنر (Geldner) : ٤٨٥ ۔

گوبریاس (Gobryas) : ٤٤٥ ۔

گوتم بدھ : ١٠٠٩ ۔

گوتھ (Goth) : ٥١٤ ۔

گوریلا (Gorilla) : ٩٣٤، ٩٣٧ ۔

گوماتہ (Gaumata) : ٤٨٦، ٤٨٧، ٤٨٨ ۔

گیڈروسیا (دیکھو گڈروسیا) ۔

ل آرٹ اینٹیک ڈی لا پرسے (L' Art Antique de la Perse) :
٥٤١، ١٠١٥ ۔

کنعان : ٥٦٦ ، ٦٩٩ ، ٧٠٦ ۔

کنیمو (Knemu) : ٦٥٤ ، ٦٥٥ ۔

کوا کیسس (دیکھو کا کیشیا) ۔

کوئن الزبتھ (Queen Elizabeth) : ٥٣٨ ۔

کور : ٥٢٥ ، ٥٣٦ ۔

کورسیکا (Corsica) : ٣٠٧ ۔

کورش (= کوروش) : ٤٣٩ ، ٤٤١ ، ٥٣٥ ، ٥٣٦ ، ١٠١٦ ، ١٠١٧ ۔

کوش : ٥٠٧ ۔

کوشیه : ٤٦١ ۔

کول چی (= کول شی ۔ Colchicans) : ٤٦١ ۔

کولمبیا : ٥٣٢ ، ١٠٢٦ ۔

کونسٹینٹی نوپل (Constantinople) : ١٠٣٦ ، ١٠٣٧ ۔

کوہ طور : ٢٥١ ، ٥٦٤ ، ٥٦٧ ، ٦٢٧ ، ٨٨١ ، ٨٨٤ ۔

کوہ کاسینو (Cassino) : ٤٢٤ ۔

کوی : ٤٩٣ ۔

کیارشا (= خیارشا) : ٤٤١ ۔

کیتھ (A. B. Keith) : ١٠٥٠ ۔

کے خسرو : ٤٤١ ۔

کے قباد (کبوحیه) : ٤٨٦ ، ١٠١٧ ، ١٠١٩ ۔

مارکھم (Markham) : ۱۰۳۲ ۔
مارمورا (Marmora) : ٤۰۹ ۔
ماھات : ۱۰۱۸ ۔
ماورالنھر : ۷٤۸ ۔
ما ورد فی بنی امیة و بنی العباس من الروایات و الاقوال : ۷۵۰ ۔
المبرد : ۱۰٤٦ ۔
متروک اناجیل : ۵۸۸ ، ۵۸۹ ۔
مجاھد : ۳۲٤ ، ۱۰٦۰ ۔
مجدد الف ثانی : ٦٦۰ ۔
مجدد الدین ابن تیمیه : ۷۵۰ ۔
مجوسی (= موگوش ۔ Mogosh) : ٤۸٤ ، ٤۸۷ ، ٤۸۸ ، ٤۹۱ ، ٤۹۳ ، ٤۹۸ ، ۵۰۰ ، ۱۰۲٦ ۔
محمد عبدہ : ۹٤۰ ۔
مدین : ۱۱۹ ، ۵٦٦ ، ٦۰۱ ، ٦۰۹ ، ۷۲٦ ، ۸۲۷ ۔
مدینہ : ۱۳۳ ، ۲۵۰ ، ۳۲٤ ، ٦۷۲ ، ۹٤۸ ۔
دی مڈیول مائنڈ (The Medieval Mind) : ۱۰۱۵ ۔
مرزا فرحت شیرازی : ۱۰۳۳ ۔
مردوک : ٤٤۸ ۔
مروج الذھب : ۱۰۳٦ ۔
مرودشت : ۱۰۱۸ ۔

لاطینی : ٤٢٢، ٤٢٣ ۔
لبنان : ٥٦٠ ۔
لٹریری ہسٹری آف پرشیا (Literary History of Persia) : ١٠٢٤ ۔
لندن (London) : ٥٣٦ ۔
لوط : ١١٤، ١١٥، ١١٦، ١١٧، ١١٨، ١١٩، ١٢١، ٧٠٦، ٧٠٧، ٧٠٨، ٨٢٧ ۔
لوقا (Luke) : ٥٤٣، ٥٤٥، ٥٤٦، ٥٤٧، ٥٤٩، ٥٥٠، ٥٨٨، ٥٩٢ ۔
لیڈس (Lydus) : ٥٣٥ ۔
لیڈیا (Lydia) : ٤٤٢، ٤٤٣، ٤٥٤، ٤٥٥، ٤٥٦، ٤٥٧، ٤٦٢، ٤٦٣، ٤٦٤، ٤٦٥، ٤٨٨، ٥٣٥ ۔
لیژ (Liege) : ٧٩٤ ۔
لیگٹ (Lagette) : ٤٢٢ ۔
لیون ہاك (Leeuwenhoak) : ٩٣١ ۔
مات (Maat) : ٦٥٤ ۔
ماجوج : ٥٠٧، ٥٠٨، ٥١١، ٥٢٧، ٥٢٨ ۔
مادا (Media) : ٤٣٥، ٤٣٦، ٤٣٧، ٤٤٠، ٤٤١، ٤٥٢، ٤٥٣، ٤٥٤، ٤٥٥، ٤٨٤، ٤٨٥، ٤٨٩، ٤٩١، ٤٩٢، ٥١٣، ٥١٤، ٥٢٣، ١٠١٨، ١٠٢٦، ١٠٢٨ ۔
مادی (Medians) : ٥٢٧، ٥٢٨ ۔
مارٹن لوتھر (Martin Luther) : ٤٢٣ ۔

مصری : ١٨٤ ، ٤٧٧ ، ٥٠٢ ، ٦٢٥ ، ٦٣٠ ، ٦٣١ ، ٦٣٧ ، ٦٥٤ ، ٧١١ ، ٧٢٨ ، ٧٣٣ ، ١٠٣٥ ، ١٠٤٤ .

مصطفی البابی : ١٠١١ .

معاویه : ٣٢٢ .

معجم البلدان : ١٠٣٥ .

معجم الحیوانات : ١٠٥٥ .

معراج : ٢٥١ ، ٣٢٥ .

مغیرة بن شعبه : ٥٥٤

مقالات (جالینوس) : ٩٣٠ .

مقدسی : ٥٣٠ .

مقریزی : ٧٥٠ .

مکاشفات یوحنا : ٥٠٩ ، ٥٢٦ .

مکران : ٤٤٣ ، ٤٥٨ .

مکة : ١ ، ٤٤ ، ٦٦ ، ٧٣ ، ٧٤ ، ٧٨ ، ١٦٢ ، ٢٥١ ، ٣٢٤ ، ٣٢٩ ، ٣٣٢ ، ٣٣٣ ، ٣٤٣ ، ٣٧١ ، ٤٠٩ ، ٤٣٠ ، ٥٨٠ ، ٦٧٥ ، ٦٧٦ ، ٦٧٧ ، ٦٩٣ ، ٧١٥ ، ٨١٤ ، ٨٢١ ، ٨٢٢ ، ٨٢٤ ، ٨٧٤ .

ملت ابراهیمی : ٧٩ .

منتر (ویلد) : ١٠٥٠ .

منتقی : ٧٥٠ .

منکو : ٧٥٧ .

مریم (Mary) : ۵۴۹ ، ۵۵۰ ، ۵۵۱ ، ۵۵۴ ، ۵۵۶ ، ۵۸۸ ، ۵۹۱ ، ۵۹۲ ، ۵۹۴ ، ۵۹۵ ، ۷۳۹ ، ۸۹۷ ، ۸۹۸ ، ۱۰۳۸ ۔

مزدیسنا : ۱۰۲۹ ، ۱۰۳۰ ۔

مستعصم (خلیفہ) : ۷۵۶ ۔

مسجد اقصی : ۲۵۰ ، ۲۵۱ ۔

مسجد حرام : ۲۵۰ ، ۲۵۱ ، ۸۱۴ ۔

مسروق : ۳۲۴ ۔

مسعودی : ۵۳۰ ، ۵۳۲ ۔

مسک (Moscow) : ۵۰۷ ، ۵۲۵ ، ۵۲۶ ، ۵۲۷ ۔

مسلم : ۵۵۴ ، ۷۲۲ ، ۷۸۵ ، ۷۸۷ ، ۷۸۸ ، ۷۸۹ ، ۷۹۰ ، ۱۰۱۱ ۔

مسند : ۳۲۹ ۔

مسیح (Messiah) : ۱۳۴ ، ۲۵۷ ، ۴۴۰ ، ۴۴۸ ، ۴۵۱ ، ۴۸۰ ، ۵۲۷ ، ۵۴۳ ، ۵۵۱ ، ۵۵۶ ، ۵۵۷ ، ۵۵۸ ، ۵۸۲ ، ۵۸۴ ، ۵۸۷ ، ۵۸۹ ، ۵۹۰ ، ۵۹۱ ، ۵۹۲ ، ۵۹۳ ، ۵۹۴ ، ۶۶۲ ، ۷۳۹ ، ۸۸۵ ، ۸۹۶ ، ۸۹۷ ، ۸۹۸ ۔

مسیحی : ۴۰۵ ، ۴۱۱ ، ۴۱۲ ، ۴۱۹ ، ۴۲۰ ، ۴۲۳ ، ۴۲۴ ، ۴۳۰ ، ۴۹۱ ، ۵۱۵ ، ۵۶۰ ۔

مصر : ۵۲ ، ۹۳ ، ۱۲۱ ، ۴۲۴ ، ۴۵۲ ، ۴۵۵ ، ۴۶۰ ، ۴۷۱ ، ۴۸۶ ، ۵۱۴ ، ۵۶۶ ، ۵۶۷ ، ۵۸۷ ، ۶۰۲ ، ۶۰۳ ، ۶۰۵ ، ۶۰۹ ، ۶۱۱ ، ۶۲۶ ، ۶۶۴ ، ۷۹۰ ، ۷۹۷ ، ۹۴۰ ، ۱۰۰۳ ، ۱۰۰۸ ، ۱۰۱۱ ، ۱۰۱۳ ، ۱۰۱۴ ، ۱۰۵۲ ، ۱۰۵۹ ۔

میر جعفر : ۲۲۲ ۔
میر قاسم : ۲۲۲ ۔
میشا (Mesha) : ۱۰٤۹ ۔
میکس ملر (Max Muller) : ۱۰۵۰ ۔
میـگ : ۵۱۱ ۔
مـے گا گ : ۵۱۱ ۔
میگر (Magyar) : ۵۷ ۔
میہ اورت : ٦۵٤ ۔
نائسیا (Nicaea) : ۵۸۹ ۔
النابغة : ۱۰٦۰ ۔
نابونی دس (Nabonidus) : ٤٤٤ ۔
ناصر لدین اللہ (خلیفۂ عباسی) : ۷۵۷ ۔
نانعار : ۷۷۰ ۔
نبطی : ٤۰۷، ٤۰۹، ٤۱۵، ۷۳۰ ۔
نبوخد نصر (= بخت نصر ــ Nebuchadnezzar) : ۲۵۳، ٤٤۰، ٤٤٤، ٤٤٦، ٤۷۵، ٤۷۷، ٤۷۸ ۔
نپولین (Napoleon) : ۳۰۷ ۔
نحمیاہ : ٤۸۲ ۔
نسأی : ۳۲۹ ۔

منگول (Mongol) : ٥١٠ ، ٥١١ ، ٥٢٣ ، ٥٢٤ ، ٥٢٥ ، ٥٢٧ ، ٥٢٨ ، ٧٥٤ ۔

منگولیا : ٥١٠ ، ٥١٥ ، ٥١٦ ، ٥٢٠ ، ٥٢٤ ، ٦٦٤ ، ٧٤٥ ، ٧٤٧ ، ٧٤٨ ، ٧٤٩ ۔

مہابھارت : ٤٣٨ ، ٧٣٢ ۔

موآب (Moab) : ١٠٤٩ ۔

موسیٰ : ٤٨ ، ٤٩ ، ٥١ ، ٥٢ ، ٥٥ ، ٥٧ ، ٦٤ ، ٢٥١ ، ٢٥٢ ، ٣١٧ ، ٣١٨ ، ٣٨٢ ، ٣٨٤ ، ٣٨٥ ، ٣٨٦ ، ٣٨٧ ، ٣٨٨ ، ٣٨٩ ، ٣٩٠ ، ٣٩٣ ، ٤٣٠ ، ٥٥٥ ، ٥٦٤ ، ٥٦٦ ، ٥٩٩ ، ٦٠٠ ، ٦٠١ ، ٦٠٢ ، ٦٠٣ ، ٦٠٤ ، ٦٠٥ ، ٦٠٧ ، ٦٠٨ ، ٦٠٩ ، ٦١١ ، ٦١٣ ، ١١٤ ، ٦١٥ ، ٦١٧ ، ٦١٨ ، ٦١٩ ، ٦٢٠ ، ٦٢١ ، ٦٢٢ ، ٦٢٥ ، ٦٢٦ ، ٦٢٧ ، ٦٢٨ ، ٦٢٩ ، ٦٣١ ، ٦٣٢ ، ٦٣٣ ، ٦٣٤ ، ٦٣٥ ، ٦٣٧ ، ٦٥٣ ، ٦٥٤ ، ٦٥٥ ، ٦٥٧ ، ٦٥٨ ، ٦٦٥ ، ٧٦٦ ، ٦٦٩ ، ٦٧٠ ، ٦٩٩ ، ٧٢٥ ، ٧٢٦ ، ٧٣٠ ، ٨٢٧ ، ٨٨٤ ، ٨٩٤ ، ٨٩٥ ، ٨٩٦ ۔

موسیٰ بن نصیر : ٤٥٦ ۔

موگ : ٥١١ ۔

مونا سٹی سزم (Monasticism) : ٤٢٠ ، ٤٢٢ ، ٤٢٤ ۔

میڈیا (دیکھو مادا) ۔

میران سندھ : ٢٢٢ ۔

ہخامنشی (Achaemenides) : ٥٠٤ .

ہرقل (Heraclius) : ٥٦٠ .

ہرمزدیشت : ١٠٢٥ .

ہستاس پیز (Hystaspes) : ١٠٢٥ .

ہسٹری آف پرشیا (History of Persia) : ١٠٣٢ .

ہسٹری آف دربند (History of Darband) : ١٠٣٧ .

ہگ متانہ (= اک بتانا ـ Hagmatana) : ٤٥٥ .

ہلاکو خاں (Hulagu Khan) : ٦٦٠ ، ٧٥٥ ، ٧٥٦ .

ہمکر : ٢٢٢ .

ہمدان : ٤٥٥ ، ٤٨٧ .

ہمدانی ٥٣٠ .

ہمستگان : ١٠٣١ .

ہن (Huns) : ٥١٤ ، ٥٢٠ ، ٥٢٣ .

ہندو : ٩٧٣ .

ہندوستان : ١٨٣ ، ٢٢١ ، ٤٣٨ ، ٤٥٨ ، ٤٩٢ ، ٥٠٠ ، ٦٣٧ ، ٦٦٠ ، ٦٦٤ ، ٧١٤ ، ٧٣١ ، ٧٣٢ ، ٩٤٠ ، ١٠١٢ ، ١٠١٣ ، ١٠٢٨ ، ١٠٢٩ ، ١٠٣٦ ، ١٠٤٨ .

ہنگری : ٧٤٥ .

ہورس (Horus) : ٥٩٤ ، ٦٥٤ .

ہوروتات : ١٠٢٧ .

نصاری : ٤١ ، ٨٠٧ .

نصیر الدین طوسی (خواجه): ٧٥٦ .

نظام بطلیموسی : ٨٨٣ .

نظام علی خان : ٢٢٢ .

نقش رستم : ٥٠١ .

نہج البلاغه : ١٠٥٢ .

نواب فیض الله : ٢٢٢ .

نوح : ٥٥ ، ٢٥٢ ، ٢٦٤ ، ٥٢٧ ، ٥٢٨ ، ٧٠٨ ، ٨٢٧ ، ٨٨٤ ، ٨٨٥ ، ٨٨٦ ، ٨٨٧ ، ٨٨٨ ، ٨٩٢ ، ٨٩٤ .

نوشیروان : ٥٣٢ ، ٥٣٨ .

نیچرل هسٹری آف کرییشن (Natural History of Creation) : ٩٣٢ .

نیرو (Nero) : ٤٢٣ .

نیفات (Nebhat) : ٦٥٤ .

نینوا (Nineveh) : ٤٤٠ ، ٤٤٤ ، ٤٧٧ ، ٥٢٢ ، ٦٦٣ ، ٧٣٤ ، ٧٣٦ ، ٧٣٧ ، ٧٧٠ ، ١٠٤٤ .

هادوخت نسك : ١٠٣٠ .

هارون (Aaron) : ٥٤٥ ، ٥٥٤ ، ٥٦٥ ، ٥٦٦ ، ٦١١ ، ٦٢١ ، ٦٢٨ ، ٦٣٢ ، ٦٣٣ ، ٦٦٢ ، ٦٦٩ ، ٦٩٩ ، ٨٩٥ ، ٨٩٦ .

هٹّی (= حتّی - Hittites) : ٥١٤ .

هخامنش (Achaemenes) : ١٠١٨ .

ون پرائمیول لینگویج (One Primeval Language) : ۱۰۳۳ .
وندیداد : ٤٩٤ ، ۱۰۲٥ .
ونڈل (Vandals) : ٥١٤ .
وهومنا : ۱۰۲۷ .
ویٹیکان (Vatican) : ٤٢١ ، ٥٨٨ .
وید : ۱۰۲۸ ، ۱۰۲۹ ، ۱۰٤۹ ، ۱۰٥۰ .
یاجوج و ماجوج : ۳۹۷ ، ۳۹۸ ، ۳۹۹ ، ٤٣١ ، ٤٣٢ ، ٤٥٤ ، ٤٥٩ ، ٤٦٠ ، ٤٦١ ، ٥٠٦ ، ٥٠٧ ، ٥٠٨ ، ٥٠٩ ، ٥١١ ، ٥١٥ ، ٥١٦ ، ٥١٩ ، ٥٢٠ ، ٥٢٤ ، ٥٢٥ ، ٥٢٧ ، ٥٢٩ ، ٥٣٩ ، ٧٤٥ ، ٧٤٦ ، ٧٥٠ ، ٧٥١ ، ٧٥٢ ، ٧٥٣ ، ٧٥٤ .
یافث : ٥٢٧ ، ٥٢٨ .
یافه (Yafa) : ٧٣٤ .
یاقوت : ٥٣٠ ، ١٠٥ .
یحیی (= یوحنا ـ John) : ٥٤٣ ، ٥٤٥ ، ٥٤٨ ، ٥٨٨ ، ٧٣٨ ، ٧٣٩ .
یرموك : ٥٨٧ .
یرمیاه : ٢٥٣ ، ٤٤٥ ، ٤٤٨ ، ٤٧٦ ، ١٠١٧ .
یروشلم (Jerusalem) : ٤٤٦ ، ٤٤٧ ، ٤٥١ ، ٧٣٤ .
یزتا : ١٠٢٤ ، ١٠٢٨ .

هوم : ١٠٢٨ ۔

هومر (Homer) : ٧٣١ ، ٧٣٢ ۔

هیروڈوٹس (Herodotus) : ٤٣٨ ، ٤٤٥ ، ٤٥٥ ، ٤٥٧ ، ٤٦٤ ، ٤٦٥ ، ٤٦٦ ، ٤٦٩ ، ٤٨٨ ، ٤٩٦ ، ٥٢٢ ، ٥٢٥ ، ٥٣٤ ، ٥٣٩ ، ٧٣١ ، ١٠١٨ ، ١٠١٩ ، ١٠٢١ ، ١٠٢٢ ، ١٠٢٧ ، ١٠٣٥ ۔

هیروڈس (Herod) : ٨٩٨ ۔

هیسٹنگس (J. Hastings) : ١٠٤٤ ۔

هیکل : ٢٥١ ، ٢٥٥ ، ٤٣٤ ، ٤٤٤ ، ٤٤٥ ، ٤٤٦ ، ٤٤٩ ، ٥٤٦ ، ٥٨٨ ، ٧١٧ ۔

هیکلیوئسس وائجز (Hakluyt's Voyages) : ٥٣٦ ۔

هیمرٹن (J. A. Hammerton) : ١٠٢٣ ۔

هیونگ نو (Hiung-nu) : ٥٢٣ ۔

وادی نیل : ٨٩٧ ۔

واشبرن هاپکنس (Washburn Hopkins) : ١٠٠١ ۔

وامر کیو : ٥٣٧ ۔

ورك مین (H. Workman) : ١٠١٥ ۔

ولاڈی کیوکز (Vladi Kavkaz) : ٥٣١ ۔

ولیم جونس (Sir William Jones) : ١٠٤٨ ۔

ولیمس جیکسن (A. V. Williams Jackson) : ٥٣٣ ، ٥٣٦ ، ٥٣٨ ، ١٠٢٦ ، ١٠٣٧ ۔

یوناہ (Jonah) : ۷۳۳، ۷۳۵ ۔

یونس : ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳٦ ۔

یونیورسل ہسٹری آف دی ورلڈ
(Universal History of the World) : ۱۰۲۳، ۱۰۳۰ ۔

یہود : ٤١، ١٦٣، ٢٣٧، ٢٤٠، ٢٥٤، ٢٥٧، ٣٢٩، ٣٤٢، ٤٣١، ٤٣٤، ٤٣٦، ٤٣٧، ٤٤٥، ٤٤٦، ٤٤٧، ٤٤٨، ٤٤٩، ٤٥٠، ٤٥١، ٤٨١، ٤٨٢، ٤٨٣، ٥٠٨، ٥٢٦، ٥٢٨، ٥٣٩، ٥٤٣، ٥٤٧، ٥٥٣، ٥٩١، ٥٩٢، ٥٩٣، ٥٩٥، ٦٦٦، ٦٧٦، ٧٠٩، ٧١١، ٧٨٢، ٨٠٧، ١٠١٦، ١٠١٧، ١٠٢١ ۔

یہودا : ٥٠٧ ۔

یہودیا (Judaea) : ٢٥٤، ٤٤٧ ۔





یزدا : ١٠٢٤ ۔

یزداں : ١٠٢٤ ، ١٠٢٨ ۔

یسعیاہ : ٢٥٣ ، ٤٤٥ ، ٤٤٧ ، ٤٤٨ ، ٤٤٩ ، ٤٥٠ ، ٤٧٦ ، ٤٧٩ ، ٤٨٠ ، ٤٨١ ، ٥٤١ ، ٥٤٢ ، ١٠١٧ ، ١٠٢٠ ، ١٠٢١ ۔

یسنا : ١٠٢٩ ۔

یسوع (Jesus) : ٥٥٠ ۔

یعقوب : ٥٦٤ ، ٥٦٦ ، ٧٠٧ ، ٧٢٦ ۔

یقطان : ١٠٤٧ ۔

یمن : ٣٤٣ ، ٣٤٤ ۔

یواچی (Yueh-chi) : ٥١١ ۔

یوباب (Jobab) : ٧٢٦ ، ١٠٤٧ ۔

یوحنا (John) : ٥٠٩ ، ٥٢٦ ، ٥٤٣ ، ٥٤٦ ۔

یورال : ٧٤٧ ۔

یوسف : ٤٥٢ ، ٥٥٠ ، ٥٩٢ ، ٥٩٤ ، ٥٩٥ ، ٨٩٧ ، ٨٩٨ ، ١٠٤٢ ۔

یونان (Greece) : ٤٣٥ ۔

یونانی : ٩٣ ، ١٨٣ ، ٤٣٧ ، ٤٣٨ ، ٤٤١ ، ٤٤٣ ، ٤٦١ ، ٤٦٢ ، ٤٦٣ ، ٤٦٤ ، ٤٦٥ ، ٤٦٦ ، ٤٦٧ ، ٤٦٨ ، ٤٧٤ ، ٤٨٤ ، ٤٨٨ ، ٤٩٢ ، ٤٩٤ ، ٤٩٦ ، ٥٠٠ ، ٥٠٢ ، ٥٠٣ ، ٥٠٩ ، ٥١٠ ، ٥١١ ، ٥٢٢ ، ٥٢٥ ، ٥٢٦ ، ٥٢٧ ، ٥٤٠ ، ٧١٢ ، ١٠١٧ ، ١٠١٨ ، ١٠٢١ ، ١٠٢٢ ، ١٠٢٣ ، ١٠٢٥ ، ١٠٣٤ ، ١٠٣٦ ، ١٠٤٤ ۔